پہلی مرتبہ تقریباً 350 نادر ونایاب رسائل وکتب کی یکجا اشاعت

# مقالاتِ حکیم الامت


حکیم الامت مجدد الملت

حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی نور اللہ مرقدہ

۱۲۸۰ - ۱۳۶۲ھ ۱۸۶۳ - ۱۹۴۳ء


زیر سرپرستی

شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہم

(شیخ الحدیث جامعہ دار العلوم کراچی)


ادارہ تالیفاتِ اشرفیہ

چوک فوارہ ملتان 0322-6180738

بسم اللہ الرحمن الرحیم



108

# مقالاتِ حکیم الامت

اللّٰهم صلِّ علىٰ محمدٍ النبيِّ الأمّيِّ وعلىٰ آله وسلّم تسليماً



## ہدیۂ محبت

بخدمت جناب..................................................................

..................................................................

..................................................................

..................................................................

نوٹ:۔ دوست احباب کو ہدیہ کر کے اپنے لئے صدقۂ جاریہ بنایئے

خانقاہ امدادیہ اشرفیہ تھانہ بھون.... مظاہر علوم سہارن پور..... دار العلوم کراچی
ودیگر مراکز علم سے حکیم الامت حضرت تھانوی نور اللہ مرقدہ کے
دستیاب شدہ نادر و نایاب رسائل کی پہلی مرتبہ یکجا اشاعت

# مقالاتِ حکیم الامت 108

مجموعہ تالیفات

حکیم الامت مجدد الملت حضرۃ مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہٗ

الحمد للہ! عرصہ دراز کی جستجو کے بعد تقریباً 325 رسائل
اس مجموعہ میں شائع کیے جا رہے ہیں۔

زیر سرپرستی

شیخ الاسلام فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہم
(شیخ الحدیث جامعہ دار العلوم کراچی)

مرتب

قاری محمد اسحاق
(مدیر ماہنامہ "محاسن اسلام" ملتان)

ادارہ تالیفات اشرفیہ
چوک فوارہ ملتان 0322-6180738

# مقالاتِ حکیم الامت (108)

تاریخ اشاعت.................جمادی الثانی ۱۴۴۲ھ
ناشر.................ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان
طباعت.................ساؤتھ پنجاب پرنٹنگ پریس، ملتان
بائنڈنگ.................اشرفیہ بک بائنڈنگ....ملتان

## انتباہ



### قارئین سے گذارش

ادارہ کی حتی الامکان کوشش ہوتی ہے کہ پروف ریڈنگ معیاری ہو۔
الحمدللہ اس کام کیلئے ادارہ میں علماء کی ایک جماعت موجود رہتی ہے۔
پھر بھی کوئی غلطی نظر آئے تو برائے مہربانی مطلع فرما کر ممنون فرمائیں
تاکہ آئندہ اشاعت میں درست ہو سکے۔ جزاکم اللہ

## ملنے کے پتے

**اِدارۂ تالیفاتِ اشرفیہ** چوک فوارہ ملتان پاکستان

| | |
|---|---|
| ادارہ اسلامیات........انارکلی........لاہور | دارالاشاعت........اُردو بازار........کراچی |
| مکتبہ سید احمد شہید........اردو بازار........لاہور | قرآن محل........کمیٹی چوک........راولپنڈی |
| مکتبہ رحمانیہ........اُردو بازار........لاہور | مکتبہ دارالاخلاص....قصہ خوانی بازار......پشاور |
| اسلامی کتاب گھر......خیابان سرسید......راولپنڈی | مکتبہ اسلامیہ......امین پور بازار......فیصل آباد |
| اسلامک بک کمپنی......امین پور بازار......فیصل آباد | ممتاز کتب خانہ......قصہ خوانی بازار......پشاور |
| مکتبہ رشیدیہ......سرکی روڈ......کوئٹہ | مکتبہ ماجدیہ......سرکی روڈ......کوئٹہ |
| مکتبۃ الشیخ......بہادر آباد......کراچی | مکتبہ عمر فاروق......شاہ فیصل کالونی......کراچی |
| والی کتاب گھر...گوجرانوالہ...مکتبہ علمیہ...اکوڑہ خٹک | مکتبہ نعمانیہ...گوجرانوالہ...اسلامی کتاب گھر...ایبٹ آباد |

ISLAMIC EDUCATIONAL TRUST U.K 119-121- HALLIWELL ROAD
(ISLAMIC BOOKS CENTERE BOLTON BLI 3NE. (U.K.)

# تاثرات

## حضرت مولانا مفتی مجد القدوس خبیب رومی زید مجدہٗ
(صدر مفتی مدرسہ عربی مظاہر علوم سہارن پور، ہندوستان)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَحْدَهٗ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى مَنْ لَّانَبِيَّ بَعْدَهٗ

امابعد! ہندو پاک میں دینی کتب کی نشر و اشاعت کے سلسلہ میں ''ادارہ تالیفات اشرفیہ'' ملتان کا نام محتاج تعارف نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے حکیم الامت حضرت تھانوی قدس سرہ کے خطبات و ملفوظات اور دیگر تالیفات کی نشر و اشاعت کیلئے ہمارے ممدوح حضرت حافظ محمد اسحٰق صاحب زید مجدہٗ کو ایسی توفیق سے نوازا جو دیگر ناشران کتب کیلئے بھی قابل رشک ہے۔ اس عظیم اشاعتی کام کی بنیاد ان کے شیخ حضرت الشاہ الحاج محمد شریف صاحب رحمہ اللہ (خلیفہ حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ) کی کمال سرپرستی اور دُعاؤں کا فیضان ہے۔ حضرت حاجی صاحب رحمہ اللہ اپنی تحریر میں فرماتے ہیں:

''مجھے دلی خوشی ہے کہ عزیز القدر حافظ محمد اسحٰق صاحب مجدد الملت حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی تالیفات شائع کرنے کے حریص ہیں۔ انہیں حضرت رحمہ اللہ سے صرف محبت ہی نہیں محبت کا نشہ ہے۔ حضرت کے مسلک اور مذاق کی تبلیغ کے بہت خواہش مند ہیں اور زرِ کثیر خرچ کر کے حضرت کی کتابیں جو نایاب ہیں چھپواتے رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی سعی کو قبول فرما کر ناظرین کیلئے نافعیت اور ہدایت اور اُن کے لیے سرمایۂ آخرت بنائیں۔'' دُعاگو: احقر محمد شریف عفی عنہ

آج سے چند سال قبل جبکہ شائقین علوم رومی حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ کی عالمانہ وعارفانہ شرح ''کلید مثنوی'' کو یکجا دیکھنے کیلئے ترستے اور تڑپتے تھے۔

حضرت قاری صاحب نے اس عظیم شرح کے ہندوپاک سے منتشر دفاتر کو جمع کر کے دس ضخیم جلدوں میں شائع کیا تو اُکابر وقت نے خوب دُعاؤں سے نوازا۔ حضرت مولانا وکیل احمد شیروانی صاحب رحمہ اللہ نے اس موقع پر فرمایا تھا کہ یہ بادشاہوں کا کام تھا جو اللہ پاک نے ایک فقیر سے لے لیا ہے۔اسی طرح ہندوپاک کے جملہ اُکابر بالخصوص سلسلہ اشرفیہ کے حضرات نے وقتاً فوقتاً ادارہ کے حق میں اپنی مستجاب دُعائیں فرمائیں۔ بلاشبہ ادارہ کا اشاعتی فیضان انہی اللہ والوں کی دُعاؤں ہی کا ثمرہ ہے۔

الحمدللہ! ادارہ نے حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ کی تالیفات وتعلیمات پر تجدیدی کام کیے ہیں جن میں مختصر رسائل کے علاوہ ضخیم جلدوں کے مجموعے بھی شامل ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی توفیق سے ادارہ کی جدید تجدیدی خدمات میں ''مقالات حجۃ الاسلام'' (مشتمل بر تالیفات حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ) اور ''مقالات حکیم الامت'' زیورطباعت سے آراستہ ہورہے ہیں۔

''مقالات حکیم الامت'' کے متعلق یہ سن کر نہایت خوشی ہوئی کہ اس میں قدیم وجدید 300 سے زائد رسائل کو جمع کر کے ترتیب دیا گیا ہے۔اللہ تعالیٰ ان دونوں تالیفات کو شرف قبول نصیب فرمائیں اور ہمارے دونوں اُکابر جو دینی اُصول وفروع کی افہام وتفہیم کیلئے امام الاصول اور جامع الاصول والفروع کی حیثیت رکھتے ہیں اور دینی بصیرت کے حوالے سے ہمارے لیے بمنزلہ ''دونوں آنکھوں'' کے ہیں۔

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمہ اللہ کے نزدیک حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی رحمہ اللہ کی کتب ورسائل خواص (بلکہ اخص الخواص) کے لیے نافع اور مفید ہیں۔ایک مرتبہ میرے سامنے حضرت علامہ شیخ عبدالفتاح ابوغدہ رحمہ اللہ نے مفکر اِسلام سید ابوالحسن علی ندوی رحمہ اللہ کو سنایا کہ میں نے

ایک مرتبہ حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ سے پوچھا کہ دیوبندی مکتب فکر کے ماتن اور شارح کون ہیں؟ جب کہ شیخ کے خیال میں خود حکیم الاسلام رحمہ اللہ ہی ماتن اور شارح تھے۔ جواب میں حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا کہ عموماً ماتن ایک اور شارح متعدد ہوتے ہیں جب کہ یہاں معاملہ برعکس ہے کہ دیوبندی مکتب فکر کے ماتن حجۃ الاسلام حضرت نانوتوی رحمہ اللہ اور قطب الارشاد مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ ہیں جب کہ شارح حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی نور اللہ مرقدہٗ ہیں۔ اس مکالمہ کو سن کر حضرت علی میاں رحمہ اللہ نے بھی تصدیق وتائید فرمائی۔

جامع المنقول والمعقول حضرت علامہ محمد ابراہیم بلیاوی صاحب رحمہ اللہ کے بقول حضرت نانوتوی رحمہ اللہ امام الاصول تھے، حضرت گنگوہی رحمہ اللہ امام الفروع اور حضرت تھانوی رحمہ اللہ (اپنے اُستاد خاص حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب نانوتوی رحمہ اللہ کے فیض صحبت کی برکت سے) جامع الاصول والفروع تھے۔

اس لیے حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ کے ملفوظات و مواعظ اور کتب ورسائل سے عوام وخواص دونوں ہی مستفید ومنتفع ہوسکتے ہیں۔

آج کے پُرفتن دور میں جبکہ افراط وتفریط عام ہے اور دین کی تشریح کے نام سے نت نئے فتنے سر اُٹھا رہے ہیں۔ ان حالات میں ہمارے ان اکابر کی تعلیمات ہی ہیں جن کے متعلق سو فیصد یقین کے ساتھ کہا جاسکتا ہے کہ

یہی چراغ جلیں گے تو روشنی ہوگی

اللہ تعالیٰ حضرت قاری صاحب مدظلہ کو اکابر وقت کی مزید در مزید دُعاؤں سے اپنے دامن کو سجانے کی توفیق سے نوازیں اور ایسے نایاب علمی موتی منصہ شہود پر لانے کی توفیق اور ہمت عطا فرماتے رہیں۔ آمین یارب العالمین

والسلام　　　مجد القدوس خبیب رومی عفا اللہ عنہ

دار الافتاء جامع مسجد آگرہ انڈیا... ۲۲ شوال المکرم ۱۴۴۱ ہجری

# تالیفات حکیم الامت تھانویؒ

## تاثرات

حضرت مولانا نجم الحسن تھانوی دامت برکاتہم العالیہ
(منتظم اعلیٰ خانقاہ امدادیہ اشرفیہ تھانہ بھون)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْكَرِيْم

امابعد! صاحب تصانیف کثیرہ جناب حافظ محمد اسحٰق صاحب ملتانی کا تعلق حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہ کے خلیفہ ومجاز حضرت حاجی محمد شریف صاحب نور اللہ مرقدہٗ سے تھا اور عرصہ دراز تک ان کی خدمت اور فیض صحبت سے مستفید ہونے کا موقع ملا اور حضرت حاجی صاحب سے ہی ان کو اجازت وخلافت بھی حاصل ہے۔

حضرت حاجی صاحب رحمہ اللہ کی ہدایات اور توجہات کے طفیل قاری صاحب کو حکیم الامت حضرت تھانوی قدس سرہ کے علوم ومعارف سے استفادہ کا چسکا لگا اور پھر ان کی اشاعت کی فکر لاحق ہوئی۔ چنانچہ انہوں نے توکلاً علی اللہ حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ کے مواعظ اور ملفوظات کی جمع و ترتیب اور نشرواشاعت کا کام شروع کیا۔ خطبات حکیم الامت 32 جلدوں میں اور ملفوظات حکیم الامت 32 جلدوں کے گراں قدر مجموعوں کے علاوہ دیگر عظیم وضخیم

تالیفات ''بیان القرآن'' ''تسہیل بیان القرآن'' ''خلاصہ تفسیر بیان القرآن'' ''بیان القرآن کا قلمی مخطوطہ'' کے علاوہ ''کلید مثنوی'' ''التکشف عن مہمات التصوف'' ''التشرف بمعرفۃ احادیث التصوف'' جیسی دیگر اہم تالیفات کو اپنے ادارہ سے اعلیٰ معیار میں شائع کرنے کا موقع ملا اور اُمت کے ایک عظیم طبقہ نے ادارہ کی جدید کتب سے اپنی علمی و اصلاحی تشنگی کو دور کیا۔

حکیم الامت حضرت تھانوی قدس سرہ کے مختصر و مطول بیش بہا رسائل اور قیمتی مضامین و مقالات جو مختلف جرائد میں شائع ہوئے تھے اور تقسیم ہند کے بعد مخصوص لائبریریوں یا دور دراز کے قصبات کے کتب خانوں کی زینت بن کر رہ گئے تھے۔

دورِ حاضر کا جدید ذوق اور نئی نسل اس گراں قدر علمی ذخیرہ سے استفادہ سے محروم تھی۔ ان کو ان رسائل کی فراہمی جوئے شیر لانے کے مترادف تھی۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و احسان سے ایک مدت کی کاوش اور باذوق حضرات کے تعاون سے جس حد تک یہ علمی ذخیرہ دستیاب ہو سکا اسے ''مقالات حکیم الامت'' کے نام سے متعدد جلدوں میں مرتب کر کے شائع کیا جا رہا ہے۔

اُمید ہے کہ علمی حلقوں میں ان مقالات کو پذیرائی حاصل ہوگی۔ ویسے بھی حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ کے علوم و معارف کی اصل قدر و قیمت انہی حضرات کو ہوتی ہے جن کو علم سے کافی مناسبت ہو۔

حق تعالیٰ حضرت قاری صاحب کو جزائے خیر عطا فرمائیں اور ان کی جملہ مساعی حسنہ کو شرف قبول عطا فرمائیں اور اُمت کو زیادہ سے زیادہ استفادہ و قدردانی کی توفیق مرحمت فرمائیں آمین۔

نجم الحسن تھانوی

عشرہ آخر شوال المکرم ۱۴۴۱ھ

# اِجمالی فہرست

# مکتوبات خبرت



حضرت حکیم الامت مجدد الملت جامع الکمالات منبع الحسنات ماہر العلوم القرآنیۃ واقف الاسرار الفرقانیۃ،
رئیس المفسرین مقدام الراسخین صاحب الشریعۃ والطریقۃ بحر المعرفۃ والحقیقۃ کاشف الاسرار الخفی منہا والجلی اعنی بہ

## مولانا محمد اشرف علی التھانوی

نور اللہ مرقدہ وجعل الجنۃ مثواہ

# تالیفات حکیم الامت تھانویؒ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

## ضمیمہ ملفوظاتِ خُبرت.... (حصہ چہارم)

## بابت ۱۳۳۴ھ

یہ مکتوبات ان ملفوظات ہی کا ایک جزو ہے صرف اتنا تفاوت ہے کہ ایک تو حضرت مولانا دام ظلہم کی محض تقریرات متفرقہ کا مجموعہ ہے اور دوسرا بعض ایسی تحریرات کا جیسا کہ اجمالاً خود دونوں کا عنوان بھی اس پر دال ہے اور تفصیلاً مکتوبات ضمیمہ ملفوظات حصہ سوم ۱۳۳۳ھ کی تمہید میں مذکور ہے جو مستقلاً شائع ہونے کو ہے ہم نے سنہ رواں کے جب ملفوظات کو اس رسالہ میں لینا تجویز کیا تو اس کے اس جزو کو بھی کہ بشکل مکتوبات ہے چھوڑنے کی کوئی وجہ نہ پائی۔ (نائب مدیر)

(۱) منہیہ متعلقہ شعر در گلستان۔ ''ارم دوش چو از لطف ہوا''
الی آخر البیتین واقع رسالہ عرفان حافظ ردیف التاء۔

میں نے متن رسالہ میں تو ان اشعار کا اپنے فہم میں نہ آنا اور پھر حاشیہ میں ان کی کچھ توجیہ لکھی ہے اس کے بعد ۱۳۳۳ھ کے دوثلث گذرنے کے بعد اتفاقاً مراد آباد جانے کے وقت مولانا محمد صدیق صاحب سے پھر ملاقات ہوئی انہوں نے پھر ان اشعار کی نسبت یہ فرمایا کہ شعر اوّل کا مصرع اوّل بعض نسخوں میں اور طرح پایا گیا ہے یعنی بعض میں تو اس طرح۔ ''در گلستان جہاں دوش چو از لطف ہوا'' اور بعض میں اس طرح۔ ''در گلستاں جہاں دوش جوانا از لطف'' مگر اس نسخہ ثانیہ پر قلم بھی لگا ہوا ہے۔

اھ۔ یہ اختلاف نسخ سننے کے بعد آج میں نے پھر غور کیا تو نسخہ اولیٰ کی یہ تقریر ذہن میں آئی کہ میں نے گلستاں عالم میں گزشتہ زمانہ میں (اور دوش سے یہی مراد ہے کہ نہ خاص شب متصل ) چونکہ لطف ہوا کے سبب سنبل میں تمایل ہو رہا تھا اور آج جا کر دیکھا تو چونکہ خزاں کے سبب کچھ بھی نہ رہا اس سبب سے میں نے اُس کے منبت کو خطاب کیا کہ اے مسند جم کہ گزشتہ زمانہ میں تجھ پر گل اور سنبل کہ سلطان چمن ہیں مشابہ شاہ جم کے تیرا وہ سامان آرائش کہ مشابہ جام جم کے تھا مجامع التزئین کہاں گیا۔

اس نے بزبان حال کہا کہ وہ سب فنا ہو گیا پس مصرعہ اولیٰ شعر اوّل میں ''کلمہ'' چو ظرفیہ نہیں تا کہ آشفتن اور گفتن کا زمانہ متحد ہو بلکہ شرطیہ ہے اور ایک جزو شرط کا مقدر ہے جس پر قرینہ مقام دال ہے خصوص لفظ دوش کہ اس سے انقطاع بھی مفہوم ہوتا ہے یعنی اوّلاً می آشفت باز آں آشفتگی و شگفتگی نماند لہٰذا گفتم الخ اور مقصود اس مضمون سے وہی تزہید ہوگی جو منہیہ سابقہ میں لکھی ہے اور نسخہ ثانیہ کی اوّل تو اس لئے توجیہ ضروری نہ رہی کہ وہ قلم زن پایا گیا اور اگر اس سے قطع نظر کر لی جاوے تو اس میں بقرینۂ مقام کلمہ شرط مقدر ہوگا اور لطف سے مراد وہی لطف ہوا ہوگا۔

اور جوانا میں الف ندائیہ ہونے سے مخاطب کو یہ صفت جوان خطاب ہو جاوے گا اور مطلب کی وہی تقریر ہوگی جو ابھی لکھی گئی اور دونوں تقریر بلکہ تقدیر تقریر منہیہ سابقہ پر بھی خود یہ اشعار بھی اور ان کے بعد کا شعر سخن عشق آنست الخ بھی سب اپنے مضمون میں مستقل ہوں گے جیسا کہ غزل میں سابق ولاحق کے ارتباط کی کوئی ضرورت بھی نہیں ہوتی۔ عجیب اتفاق ہے کہ پہلا منہیہ بھی عشرۂ اولیٰ محرم میں لکھا گیا تھا اور یہ منہیہ بھی عشرہ اولیٰ محرم میں لکھا گیا البتہ سنہ بدلا ہوا ہے یعنی ۱۳۴۴ھ۔ ۳ محرم ۱۳۴۴ھ

(۲) سوال. احقر پس غائبانه مجرد بدیدن تصنیفات و تالیفات حضور والا چناں معتقد شده است که بدیگرے هرگز بمثل حضور اعتقاد نمی شود. و غلبه محبت از شیخ طریقت هم بسوے

شما زیاده می باشد (احقر بیعت هم شده است و شیخ طریقت به متابعت نبوی مسما ر وار چسپیده است) القصه ایں احوال ہا شیخ خود ذکر کرده ام لیکن اوشان ارشاد فرمودند که ۔

در طریقت هر چه پیش سالک آید خیر اوست

و نیز فرمودند که حضرت مولانا دام برکاتهٗ مجتهد سلوک زمان حال ما هستند و ایں محبت سعادت دارین می باشد حال احقر به ایں حد رسیده است که کتاب دعوات عبدیت یا دیگر از تصنیفات حضور والا می خوانم چناں مے پندارم که گویا در حضور نشسته گفتگو می کنم یامے شنوم و گاه بیگاه که از شما صاحبان بطور استفتاء نیاز نامه روانه کرده پرسیده می شود بسبب آنکه از شما صاحبان دستخط برسد اورادیده دل را خوشنود می سازم اگرچه بسوئے حضور والا اعتقاد به ایں حد رسیده است لیکن از شیخ هم کمتر نشده است و بے اعتقاد نه شده ام و برائے خود شیخ کامل می دانم و محبت شما صاحبان که به ایں حد رسیده است اواهم ازاں یافته ام و نیز بشفقت اوشاں از ورطه ضلالت بدرشدم خبردارنده اسلام شده ام (اگرچه از اسلام بعید ایستاده ام)

سالکا اسلام گر آساں بدے ہر کسے چوں شبلی وادہم بدے

الحمدللہ والمنة که پنج وقت نماز بجماعت می خوانم و برائے رضائے خدا وند تعالیٰ اذاں مے گویم و امامت (اگرچه لائق نیستم لیکن به نیک گمان مسلمان شده ام) میکنم و امر بالمعروف و نهی عن المنکر بقدر ضرورت میکنم واز کسے هر اسے ندارم جز حق سبحانه وتعالیٰ کسے را روزی دهنده و عزت و

ذلت دهنده نمیدانم و روزانه یک ساعت یا کم و بیش تدریس قرآنیه و علم دین بمددگارے طالب علمان می کنم. ایں کارهائے که بیان کرده شده اند بعد از بیعت کرده مے شوند پیش ازاں فقط نماز مے خواندم آں هم بلا جماعت گاه گاه با جماعت از شیخ چناں منتفع شده ام ادر فکر ایں احقرآن شیخ کامل است پس آں غلبه محبت که بسوئے شما صاحبان ست علاج اوچه کنم اگرچه دل را مستحکم می سازم لیکن محبت امر غیر اختیاریست بلا سبب بیعت شکستن موافق قول حضرت شاه عبدالعزیز صاحب دهلوی قدس سره العزیز ناجائز ست دریں باب چه کنم.

جواب:بدون ضرورت شرعیه بیعت شکستن موجب خسران و حرمان می باشد۔

سوال:بغیر شکستن بیعت هم بیعت دوم جائز ست یانه (دریں صورت۔

جواب :ازیں اکثر قلب شیخ اوّل مکدرمی شود و ایں حجاب برکات ست ۔

سوال:بغیر بیعت از صحبت نفع بمثل بیعت می رسد یانه ۔

جواب:میر سد برضائے شیخ اوّل ۔

سوال:اگر نمے رسد دریں صورت چه باید کرد ۔

جواب:احتمال نمے رسد منفی ست چنانچه نوشته شده ۔

سوال :کسے که به امراض باطنی مبتلا باشد اورا بخدمت اقدس حضور چند عرصه ماندن ضرورست که صحت کلی باید ۔

جواب: هیچ مدت معین نمی تواند شد به اختلاف امراض و اختلاف استعداد مدت مختلف میشود ۔

سوال :احقر در مدرسه پرائمری بطور معلم ملازمت میکند درکتاب هائے سندهی تصاویر موجود باشند و در مکتب هائے هم آویزاں میکنند احقر تصاویر مسدود کرده است و در صورت مسدود بودن بردیوارمے مانند از برائے آنکه بطور ملکیت سپرده شده اند حفاظت کردن اوشاں ضروربست اگرچه تصاویرراںبدل بدمے دانم و کودکاں را ایں تعلیم می دهم لیکن حکم دربارهٔ ایں صورت ایں ست که درآنجا تدریس کردن هم مکروه است و حفاظت تصویر گناه اگرچه حفاظت کرده نشود قیمتش مے ستانند و تصویر دیگر می دهند تنخواه ۳۴ روپیه ماهوار است اکنوں بخدمت التماس میکنم که چه کنم اگر ملازمت رها میکنم وجه معاش بصورت دیگر طلب کردن خواهد افتاد پس گرهائے بالا ازیں بنده شدن محال ست دریں صورت رشوت وغیره نیست لیکن گناه ست یک گناه هم بسیارست و صد هزار حسنات کمتر باشند دیگر جائیداد ملکیت ندارم از شما صاحباں بطور مصلحت مے پرسم که دریں صورت چه کنم عرصه ملازمت نه سال گذشته ست عمر خبرے ندارم که باقی چیست ۔

جواب :ملازمت ترک نمودن مناسب نیست که اکنوں یک بلیه است ممکن ست که از ترک در بلیات متعدده مبتلا باشند از حق تعالیٰ استغفار و دعائے خلاص کنند. ۲۳ محرم ۱۳۳۴ھ ۔

(۳) ’’سورة الحجرات قوله تعالیٰ ”یایها الذین امنوا لا ترفعوا اصوتکم الیٰ قوله تعالیٰ ان تحبط اعمالکم و انتم لا تشعرون“ اس آیت کے متعلق خود مترجم نے یہ عبارت لکھ کر دی واہی ہذہ۔‘‘

احقر نے اپنی تفسیر میں اس مقام پر اَوّلاً یہ لکھا تھا" اس کا مطلب یہ ہے کہ بعض اوقات رفع صوت الیٰ قولہ گو اور معاصی موجب حبط نہیں ہوتے لیکن یہ اس عام میں سے مخصوص ہے ثم الی قولہ لا تشعرون کے یہی معنی ہیں اور اس تقریر پر جو شبہ ہو سکتا تھا کہ اس میں تو معتزلہ وخوارج کے استدلال کی بھی گنجائش نہ رہی الیٰ قولہ غایت مافی الباب ایک معصیت کو بھی حابط اعمال کہنا پڑے گا سو اس موجبہ جزئیہ کی نقیض کوئی سالبہ کلیہ منصوص نہیں۔ ثم الیٰ قولہ قائل ہونا ارجح ہے یہ تھی تقریر مقام کی جو تفسیر میں اختیار کی گئی تھی مگر بعد میں اس میں یہ جزء قلب میں کھٹکنے لگا کہ اہل سنت کے اس قاعدہ کو جو ظاہراً عام معلوم ہوتا ہے کہ معاصی حابط اعمال نہیں مخصوص کہنا پڑے گا جس پر بجز ضرورت توجیہ قریب آیت کے اور کوئی دلیل نہیں اور چونکہ دوسری توجیہات بھی محتمل ہیں اس لئے احتمال کے ہوتے ہوئے اُس ظاہر کا دلیل بننا مشکل ہے اور بلا دلیل تخصیص کا دعویٰ مشکل اس لئے ایسی توجیہ کی تلاش ہوئی جس میں تخصیص کا بھی قائل ہونا نہ پڑے اور آیت میں بھی کسی بعید تاویل کا ارتکاب کرنا نہ پڑے پس متعدد تفاسیر میں بھی تلاش کیا گیا اور دوسرے احباب سے بھی مشورہ کیا گیا مگر میرے قلب کو کسی توجیہ سے شفاء نہ ہوئی آخر حضرت مولانا رومی رحمہ اللہ کے کلام سے جنابِ باری تعالیٰ میں دُعا کر کے استمداد کی کہ ان کے کلام میں کوئی ایسا مضمون ظاہر فرما دیجئے جو اس آیت کی تفسیر میں معین ہو جاوے یہ دُعا کر کے جو مثنوی کھولی تو دوسرے اشعار مناسبہ کے ساتھ یہ شعر نکلا۔

چوں دل آں شاہ زیں ساں خوں بود عصمت دانت فیہم چوں بود

جس میں بہت ہی تھوڑا تامل کرنے سے فوراً قلب میں تقریر ذیل وارد ہوئی وہ یہ کہ بے ادبی اور گستاخی سے جبکہ بقصد ایذاء رسول نہ ہو صرف گناہ ہی ہوگا مگر چونکہ یہ سبب ہوگا ایذاء رسول کا (و ینطبق علیٰ قول مولانا زیں ساں خوں بود) اور ایذاء رسول حق تعالیٰ کے نزدیک اس قدر مبغوض ہے کہ بعض اوقات وہ سبب ہو جاتا ہے خذلان وعدم توفیق وعدم حفظ حق للعبد کا (و ینطبق علی قول مولانا عصمت چوں بود)

اور یہ خذلان سبب قریب ہو جاتا ہے وقوع فی الکفر الاختیاری کا اور کفر کا حابط اعمال ہونا معلوم ہے پس معنی یہ ہوئے کہ تم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے رفع صوت و جہر بالقول مت کرو کبھی ایسا نہ ہو کہ آپ کو تکلیف پہنچے جس سے تم مخذول ہو جاؤ اور اس خذلان کے سبب خدانخواستہ تم قصداً کفر کے اعمال کرنے لگو اور جس وقت تم رفع صوت و جہر بالقول کے مرتکب ہوئے تھے۔ اس وقت تم کو اس تسبب رفع و جہر للکفر بواسطہ تاذی رسول و خذلان حق کی خبر اور اس کا احتمال بھی نہ تھا کیونکہ اس کے احتمال پر صحابہ سے اُس کے ارتکاب کا کب احتمال ہوسکتا تھا پس میں نے جو کہا ہے کہ کبھی ایسا نہ ہوالخ یہ حاصل ہے ان تحبط بتاویل مخافة ان تحبط کا اور یہ جو کہا ہے اُس وقت الیٰ قولہ خبر اور اس کا احتمال بھی نہ تھا یہ حاصل ہے و انتم لا تشعرون کا پس اس تقریر پر کسی معصیت کا حابط بلاواسطہ ہونا بھی لازم نہ آیا اور اسی حبط بلاواسطہ ہی کی اہل سنت نے نفی فرمائی ہے اور اس معصیت کا دوسرے معاصی سے اشد ہونا بھی جو کہ مفہوم عن المقام ہے ثابت ہو گیا کہ دوسرے معاصی میں اس شان کی وعید نہیں آئی الحمد للہ اس تقریر سے سب غبار صاف ہو گئے اور لفظاً بھی کسی تکلف کا ارتکاب کرنا نہیں پڑا، وھذا من فضل اللہ تعالیٰ ثم من برکات مولانا رحمہ اللہ۔ ۲۹ محرم ۳۴ھ

نیز اشرف علی عارض ہے کہ تقریر بالا میں جملہ حالیہ "وانتم لا تشعرون" کی مقارنت عامل کے ساتھ حکمیہ ہوگی اس کے بعد ایک تقریر اس حال کی مقارنت حقیقیہ کی ذہن میں آئی جس کو ہنوز ضبط نہ کرنے پایا تھا کہ مشفقی مولوی حبیب احمد صاحب نے مجھ کو لکھ کر دِکھلائی چونکہ وہ بالکل وہی تقریر تھی جس کو میں لکھنا چاہتا تھا اس لئے میں اس میں بالکلیہ متفق ہوا اور ذیل میں اس کو نقل کیا جاتا ہے وہو ہذا چونکہ وانتم لا تشعرون حال ہے ان تحبط اعمالکم سے اس لئے مجھے اچھا معلوم ہوتا ہے کہ عنوان بیان یہ ہو پس معنی یہ ہوئے کہ تم رفع صوت و جہر بالقول مت کرو مبادا اس کی شامت سے تمہارے اعمال حبط ہو جائیں (اس طرح کہ رفع صوت و جہر بالقول موجب ایذاء رسول ہو کر

مفضی الی الخذلان ہو اور خذلاں منجر بکفر اختیاری اور کفر اختیاری موجب حبط اعمال ہو جائے) اور تمہیں احساس بھی نہ ہو کہ اس کا اصلی سبب تمہارا رفع صوت و جہر بالقول ہی تھا اور تمہارے ایسے لا اُبالی پن نے تم کو یہ روز بد دکھایا اس عنوان میں پورا مقصود بھی آ گیا اور انتم لا تشعرون کی حالت بھی ظاہر رہی انتہی تقریر المشفق الموصوف۔

## ایضاً توجیہ آخر منہ سلمہٗ

"لنمهدلک اوّلا مقدمات تعلیک علی درک المقصود المقدمة الاولی ان رفع الصوت والجهر بالقول للرسول صلی اللّٰہ علیه وسلم یکون علی انحاء منها ما یکون کفرا کالرفع والجهر علی وجه الاستخفاف سواء کان الرافع والجاهر عالمًا بکون ذٰلک الرفع والجهر کفرا مستحضرالذلک العلم او غیر مستحضر له ذاهلا عنه لعارض کالغضب الطبعی وغیره ولم یکن عالمًا به اصلا او کالرفع والجهر علٰی سبیل المطائبة بکلمات دالة علےٰ الاستخفاف کما یکون فیما بین الاحباب کقول البعض للبعض . ایها الجاهل او قاتلک اللّٰہ او ثکلتک امک و غیرها سواء کان ذلک الجاهروالرافع عالما بکونهما کفرا مستحضر الذلک العلم او غیر مستحضر له او لم یکن عالما به اصلا. و منها مالا یکون کفرا کرفع الصوت والجهر بالقول من غیر قصدالا ستخفاف والایذاء وبدون ان یکونا دالین علےٰ الاستخفاف ولا یتعلق بهما غرض شرعےٰ اصلاکارهاب العدووغیره سواء حصل بهما التاذی للرسول صلی اللّٰہ علیه وسلم

اولم یحصل والمقدمة الثانیة ان المؤمنین فی زمن الرسول صلی اللّٰہ علیه وسلم المخاطبین بهذین النهیین علٰی مراتب من العلم والایمان فمنهم من تکامل علمهم و ایمانهم کالخلفاء الاربعة و

غيرهم من اجلاء الصحابة علىٰ تفاوت مراتب كمال علمهم وايمانهم فيما بينهم و منهم الذين لم يتكامل علمهم و ايمانهم وقت نزول الآية كحديثى العهد بالجاهلية و منهم من تكامل ايمانهم دون علمهم كجفاة الاعراب عمومًا او خصوصًا علىٰ ما يعلمه اللّٰه.

والمقدمة الثالثة ان المؤمنين الذين تكامل علمهم و ايمانهم يمتنع ان يصدر منهم الرفع والجهر الموجبان للكفر تعمدا و بدونه اما امتناعًا عاديا فقط كغير المشهود لهم بالجنه او شرعيا و عاديا معًا كالمشهود لهم بالجنة والذين لم يتكامل ايمانهم وعلمهم لا يمتنع عادة ولا شرعا ان يصدر منهم الرفع والجهر الموجبان للكفر ولكن يستبعد منهم ايضاً ان يرتكبوا لهما مع العلم بكونهما كفرا واستحضار ذٰلك العلم فالاحتمال القريب فيهم ان يقعوا فى الكفر من دون ان يشعروا به والذين تكامل ايمانهم دون علمهم يمتنع منهم التعمد للكفر دون الوقوع فيه من غير ان يشعروابه واذ تمهد لك هٰذه المقدمات فاعلم ان اللّٰه عزوجل نهى المؤمنين عن رفع الصوت والجهر بالقول مطلقا اذا لم يتعلق به غرض شرعى وقال نهيتكم عنهما مخافة ان تقعوا فى الكفر برفع الصوت والجهر بالقول فتحبط اعمالكم حال كونكم غير شاعرين بذلك الكفر والحبط اما لانكم لم تعلموا كون ذلك الرفع والجهر موجبا للكفر لعدم تكامل علمكم بعد اولا نكم ذهلتم عنه بسبب من الاسباب لعدم كمال ايمانكم وانما قلنا حال كونكم غير شاعرين لان التعمد للكفر بعيد منكم غاية البعد فالتخويف بالكفر راجع الى البعض منهم فى الحقيقة دون الكل والوجه فى صورة التعميم هو المبالغة فى النهى. محرم الحرام ۳۴ھ۔

ترجمہ: ''ضرورت ہے کہ اوّلاً تمہارے لئے ہم چند ایسے مقدمات ممہد کریں۔ جو تم کو فہم مقصود میں مدد دیں۔ مقدمہ اولی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بآواز بلند اور چلا کر بات کرنا انحاء شتی رکھتا ہے۔ بعض انحاء تو ان میں سے موجب کفر ہیں مثلاً رفع و جہر علی سبیل الاستخفاف خواہ رافع صوت و جاہر بالقول اس رفع و جہر کے موجب کفر ہونے سے واقف ہو۔ نیز خواہ یہ علم اس کو متحضر ہو یا متحضر نہ ہو بلکہ کسی عارض مثل غضب طبعی وغیرہ کے سبب اس سے ذہول ہو گیا ہو۔ اور خواہ سرے سے اس کے موجب کفر ہونے سے واقف ہی نہ ہو۔ یا مثلاً رفع و جہر بروجہ مطائبہ بالفاظ دالہ بر استخفاف جیسا کہ آپس میں دوستوں میں ہوتا ہے کہ ایک دوسرے سے کہتا ہے او جاہل۔ یا خدا تجھے غارت کرے۔ یا تیری ماں تجھے روئے وغیرہ خواہ یہ رافع و جاہر۔ اُس کے موجب کفر ہونے سے واقف ہو۔ پھر خواہ وہ علم اس کو متحضر ہو۔ یا غیر متحضر اور خواہ سرے سے اِس کے موجب کفر ہونے سے واقف ہی نہ ہو۔ اور بعض انحاء وہ ہیں جو موجب کفر نہیں مثلاً رفع صوت و جہر بالقول جب کہ استخفاف و ایذاء مقصود نہ ہو۔ نیز جبکہ وہ دال بر استخفاف نہ ہوں اور کوئی غرض شرعی مثل ارہاب عدو وغیرہ بھی ان سے متعلق نہ ہو۔ خواہ ان سے تاذی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حاصل ہو یا نہ ہو۔

مقدمہ ثانیہ: جو لوگ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں مؤمن اور مخاطب بہذین النہیین تھے۔ وہ بلحاظ علم وایمان مدارج متفاوتہ رکھتے ہیں۔ کچھ ایسے ہیں جو علم وایمان کے مدارج سامیہ پر فائز ہیں جیسے خلفائے اربعہ ودیگر اجلائے صحابہ علی تفاوت مدارج کمال علم وایمان اور کچھ ایسے ہیں۔ جو بوقت نزول آیۃ شریفہ مدارج علیہ علم وایمان پر فائز نہ تھے مثلاً حدیث العہد بالجاهلية اصحاب۔ اور کچھ ایسے ہیں۔ جو ایمان کے لحاظ سے تو اپنی استعداد کے موافق ذروۂ اعلیٰ پر فائز تھے مگر علم کے لحاظ سے ہنوز حضیض تسفل سے خارج نہ ہو چکے تھے۔ جیسے جفاۃ اعراب عموماً اور خصوصاً کما یعلمہ اللہ۔

مقدمہ ثالثہ:۔ جو مؤمنین کہ ذروۂ قصوی علم وایمان پر فائز تھے۔ ان سے تو

صدور رفع و جہر موجب کفر مستحیل ہے۔ علیٰ وجہ التعمد بھی اور لاعلیٰ وجہ التعمد بھی۔ اب یہ امتناع خواہ محض عادی ہو۔ جیسے غیر مشہود لہم بالجنۃ۔ یا عادی و شرعی ہر دو ہو۔ جیسے مشہود لہم بالجنۃ۔ اور جو علم و ایمان کے ذروۂ قصویٰ پر نہ پہنچے تھے ان سے نہ رفع و جہر موجب کفر کا صدور عادۃً مستحیل ہے۔ نہ شرعاً۔ لیکن ان سے بھی یہ اَمر نہایت مستبعد (بلکہ قریب باستحالۂ عادیہ) ہے کہ وہ متصدی رفع و جہر موجب کفر ہوں درآنحالیکہ وہ ان کے موجب للکفر ہونے سے واقف ہوں۔ اور وہ علم ان کو مستحضر بھی ہو۔ پس ایسے لوگوں میں احتمال قریب وقوع فی الکفر یہ ہی ہو سکتا ہے کہ وہ بدون شعور اس میں واقع ہو جائیں۔ جبکہ یہ مقدمات تمہارے لئے عہد ہو چکے۔ تو اب سمجھو کہ حق سبحانہٗ نے مؤمنین کو رفع و جہر سے جبکہ ان سے کوئی غرض شرعی متعلق نہ ہو مطلقاً نہی فرمائی۔ اور فرمایا کہ میں نے تم کو اس لئے نہی کی ہے کہ مبادا۔ تم رفع صوت و جہر بالقول (موجب کفر) کا ارتکاب کر کے ربقۂ اسلام اپنی گردنوں سے نہ نکال دو۔ اور اس سے تم حبط اعمال کی بلا میں گرفتار نہ ہو جاؤ۔ اور تم کو اس کا شعور بھی نہ ہو خواہ اس لئے۔ کہ بہ سبب عدم تکامل علم کے تم کو ان کے موجب کفر ہونے کی اطلاع ہی نہ تھی۔ یا بوجہ عدم تکامل ایمان تم کو کسی سبب سے اس علم سے ذہول ہو گیا تھا اور یہ قید کہ تم کو اس کا شعور بھی نہ ہو۔ ہم نے اس لئے بڑھائی ہے کہ تعمد کفر تم سے نہایت ہی بعید اور قریب باستحالہ عادیہ ہے۔

پس تخویف فی الحقیقۃ راجع الی البعض ہے۔ نہ کہ راجع الی الکل۔ اور تعمیم صوری کا باعث مبالغہ فی النہی ہے۔

(۴) مثنوی معنی دفتر دوم عنوان خاریدن روستائی الخ کے تحت میں یہ اشعار ہیں:

حق ہمی گوید کہ اے مغرور کور نے زنامم پارہ پارہ گشت طور

کہ لو انزلنا کتابا للجبل لانصدع ثم انقطع ثم ارتحل

ازمن ارکوہ اُحد واقف بُدے پارہ گشتے ودلش پرخوں شدے

ان اشعار کے مقصود پر اور اسی طرح اس کے ماخذ یعنی آیت ”لو انزلنا

هذا القرآن علیٰ جبل ‘‘الخ پر یہ شبہ ہوتا ہے کہ یہ الزام تو مقبولین و مطیعین پر بھی عائد ہوتا ہے کہ وہ بھی تو اس درجہ تو قرآن سے متاثر نہیں ہوئے جواب یہ ہے کہ مقصود اس سے اس درجہ کے تاثر کی مطلوبیت نہیں ہے کیونکہ اس صورت میں تو پھر اطاعت ہی کا تحقق نہ ہوگا اور یہ حکمت تکلیف کے منافی ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ قرآن مجید سے جو کہ فی نفسہٖ ایسا مؤثر ہے گو اس کی اتنی تاثیر انسان میں بوجہ حکمت مطلوب نہیں مگر جس قدر مطلوب ہے اس قدر تو انسان کو متاثر ہونا چاہئے جیسا کہ مطیعین ہوتے بھی ہیں فافہم۔

۱۷ر صفر المظفر ۱۳۳۴ھ

(۵)...(سوال) الامداد صفحہ ۳ بابت صفر ۳۴ھ میں فرمایا (کوئی شخص مؤمن کامل نہیں ہوتا جب تک کہ اپنے کو کافر فرنگ سے بھی بدتر نہ سمجھے) اس کے مالہ وما علیہ کو ملاحظہ فرماتے ہوئے مطلب حل فرمایا جاوے سمجھ میں نہیں آیا؟

(جواب): کافر فرنگ سے بدتر سمجھنا اگر فی الحال ہے تو یہ ایک حال ہے جو وارد ہونے سے سمجھ میں آ سکتا ہے تفہیم سے فہم میں نہیں آتا اور اگر فی المآل ہے تو بطور احتمال کے ہے جو فرع ہے مسئلہ خوف ورجاء کی اور مقصود مشترک دونوں شقوں کا ازالہ ہے کبر اور تحقیر غیر کا۔ (۲۵ر صفر المظفر ۱۳۳۴ھ)

## (۶) ارضی الاقوال فی عرض الاعمال من مقال العارف الجلال

﴿یہ مضمون مثنوی مولانا روم دفتر دوم کے بعض اشعار کی شرح ہے چونکہ ایک معتد بہ مقدار ہوگئی تھی لہٰذا اس کا مستقل نام رکھ کر رسالہ کی صورت کر دیا گیا اور چونکہ اس کا پورا لطف جب ہی حاصل ہو سکتا ہے جبکہ پورا مضمون پیش نظر ہو لہٰذا بعض مضمونوں کو حذف کر کے اس کو ایک ہی رسالہ میں جگہ دی گئی۔۱۲۔﴾

یعنی خلاصہ مضمون اشعار ذیل واقعہ دفتر دوم سرخی ’’قسم‘‘ غلام درصدق ووفائے یار خود الخ جن کا زیادہ حصہ مشتمل ہے مبحث نقل اعمال دنیویہ الی صورہا الخاصۃ الاخرویہ پر۔

شاہ گفت اکنوں ازآنِ خود بگو　　چند گوئی آن ایں و آن او

توچہ داری وچہ حاصل کردۂ   از تگِ دریا چہ دُر آوردۂ
روزِ مرگ ایں حس تو باطل شود   نورِ جاں داری کہ یارِ دل شود
در لحد کیں چشم را خاک آگند   ہست آنچہ گور را روشن کند
نور دِل از جاں بود اے یارِ غار   مستعار آں را مداں اے مست عار
آں زماں کیں دست و پایت بردرد   پرو بالت ہست تاجاں برپرد
آں زماں کیں جانِ حیوانی نماند   جان باقی بایدت برجانشاند
شرطِ مَن جَاءَ بِالْحَسَنْ نے کردن است   بل حسن راسوے حضرت بُردن است
جوہرے داری زانساں یا خری   ایں عرضہا کہ فنا شد چوں بری
ایں عرض ہائے نماز و روزہ را   چونکہ لا یبقٰی زمانین انتفا
نقل نتواں کرد مرا عراض را   لیک از جوہر برند امراض را
تامبدل گشت جوہر زیں عرض   چوں زپرہیزے کہ زایل شد مرض
گشت پرہیز عرض جوہر بجہد   شدوہانِ تلخ از پرہیز شہد
از زراعت خاکہا شد سنبلہ   داروے موکرد مورا سلسلہ
آں نکاح زن عرض بُد شد فنا   جوہر فرزند حاصل شد زما
جفت کردن اسپ و استر را عرض   جوہر کُرّہ بزائیدن غرض
ہست آں بستاں نشاندن ہم عرض   گشت جوہر میوہ اش اینک غرض
ہم عرض داں کیمیا بردن بکار   جوہری زاں کیمیا گرشد بیار
صیقلی کردن عرض باشدشہا   زیں عرض جوہر ہمی زاید صفا
پس مگو کہ من عملہا کردہ ام   دخل آں اعراض راہنما مرم
ایں صفت کردن عرض باشد خمش   سایۂ بُزرا پئے قربان مکش
گفت شاہا بے قنوط عقل نیست   گر تو فرمائی عرض را نقل نیست
بادشاہا جُز کہ یاس بندہ نیست   ہر عرض کان رفت بازآیندہ نیست

گر نبودے مر عرض را نقل و حشر — فعل بودی باطل و اقوال فشر
ایں عرضہا نقل شد لون دگر — حشر ہر فانی بود کون دِگر
نقل ہر چیزے بود ہم لائقش — لائق گلہ بود ہم سائقش
وقت محشر ہر عرض را صورتیست — صورتِ ہر یک عرض رانو بتیست
بنگر اندر خود کہ تو بو دہی عرض — جنبش جفتی و جفتی باعرض
بنگر اندر خانۃ و کاشانہا — در مہندس بود چوں افسانہا
کاں فلاں خانہ کہ مادیدیم خوش — بود موزوں صفۂ و سقف و درش
از مہندس آں عرض و اندیشہا — آلت آوردہ ستوں از بیشہا
چیست اصل و مایۂ ہر پیشۂ — جز خیال و جز عرض و اندیشۂ
جملہ اجزائے جہاں را بے غرض — در نگر حاصل نشد جز از عرض
اوّل فکر آخر آمد در عمل — بنیت عالم چناں داں در ازل
میوہا در فکر دل اوّل بود — در عمل ظاہر بآخر مے شود
چوں عمل کردی شجر بنشاندی — اندر آخر حرف اوّل خواندی
گرچہ شاخ و برگ و بیخش اوّل است — آں ہمہ از بہر میوہ مرسل است
پس سرے کہ مغز ایں افلاک بود — اندر آخر خواجۂ لولاک بود
نقل اعراض است ایں بحث و مقال — نقل اعراض است ایں شیر و شغال
جملہ عالم خود عرض بودند تا — اندریں معنی بیامد ھل اتٰی
ایں عرضہا ازچہ زائید از صور — ویں صورھم ازچہ زائید از فکر
ایں جہاں یک فکرتست از عقل کُل — عقل چوں شاہ است و فکرتہا رسل
عالم اوّل جہان امتحاں — عالم ثانی جزائے ایں و آں
چاکرت شاہا خیانت می کند — آں عرض زنجیر و زندان مے شود
بندہ ات چوں خدمت شایستہ کرد — آں عرض نے خلعتی شد در نبرد

ایں عرض با جوہر آں بیضہ است وطیر　　ایں ازاں وآں ازیں زاید بہ سیر
یعنی بادشاہ نے بغرض امتحان اس غلام کے اس سے سوال کیا اور امتحان کا قرینہ یہ ہے کہ آخر قصہ سے کہ بادشاہ نے دونوں غلاموں کے افعال سے استدلال کیا ان کے اخلاق پر اور حسن السیرۃ کو اس کے اخلاق حسنہ کے سبب باوجود اُس کی قبح صورت کے مقبول اور حسن الصورۃ کو اس کے اخلاق ذمیمہ کے سبب باوجود اُس کے حُسن صورت کے مخذول کیا اور یہ استدلال اور اُس کے مقتضا کا امتثال یہ کام عارف ہی کا ہے پس عارف کا سوال ظاہر ہے کہ امتحان ہی کے سبب ہوگا ''و صرح بکونہ امتحانًا بعض المحشین علی قولہ'' گفت ﴿عبارۃ الحاشیہ چوں شاہ اختیار اوکرد معلوم کرد کہ او عالم السرست الخ ۱۲﴾ شاہنشہ الخ الواقع بعد الاشعار المذکورۃ متصلا دیدن علیہ قولہ'' بنفسہ حق بمن نمودو قولہ تو نشانے دہ کہ من دانم تمام الواقع بعدہا غیر متصل۔ اور وہ سوال یہ ہے کہ تو اپنا تو کچھ حال بیان کر کہ تو نے اپنی رُوح کے حسن کرنے کی کیا کوشش کی ہے اور اس کی ضرورت بطور خطابہ کے ایک آیت سے بطورِ تفسیر خاص بیان کی کہ حق تعالیٰ نے من جاء بالحسنہ فرمایا ہے من عمل بالحسنۃ نہیں فرمایا جس سے اقرب یہ ہے کہ یہ حسنہ عمل نہیں بلکہ مصدر عمل یعنی روح انسانی ہے جس کو اعمال سے حسن بنا کر درگاہ حق میں لانا چاہئے کیونکہ آوردن کا متعلق جوہر ہو سکتا ہے نہ کہ عرض کیونکہ العرض لا یبقیٰ فی آنین پھر آوردن اُس کے متعلق کیسے ہوگا نیز الاعراض لا تنتقل من محل الیٰ محل اور آوردن ایک نقل ہے البتہ اعراض یعنی اعمال مکمل اس جوہر یعنی روح کے ہو سکتے ہیں'' وا وردلہ امثلہ من قولہ چوں زپرہیزی الی قولہ صیقلی کردن الخ'' غلام نے جواب دیا کہ تم جو عدم نقل اعراض سے استدلال کرتے ہو یہ استدلال ناتمام ہے خود یہ مقدمہ ہی ثابت نہیں۔

پس نقل ممکن ہے گو عدم انتقال بھی ممکن ہے مگر ان دونوں ممکنوں میں نقل اولیٰ بالقول ہے کیونکہ عدم نقل کا قائل ہونا مصلحت عامہ کے کہ وہ جب سنیں گے کہ ہمارے

اعمال آخرت میں نہ جائیں گے کم فہمی سے مایوس ہو جاویں گے اور عمل میں سستی کریں گے جس طرح بعض احادیث مبشرہ کو اسی سستی کی مصلحت سے چندے ظاہر نہیں کیا گیا آگے بیان ہے اعراض کے امکان نقل کا جس کا حاصل یہ ہے کہ اس کے امتناع کی کوئی دلیل نہیں اصل جواب تو اسی قدر ہے باقی اُس کی توضیح ہے حاصل اس کا یہ ہے کہ نقل اعمال میں عقلی اشکال صرف یہ ہے کہ یہ نقل اعراض یعنی اعمال من الدنیا الی الآخرۃ گو تبعاً للموضوع تو ظاہر الجواز ہے لیکن جس طرح نصوص سے ثابت ہے کہ مثلاً اُن کا وزن کیا جاوے گا اور ظاہر اُن نصوص سے یہ ہے کہ عامل کا وزن نہ ہوگا پس یہ نقل تبعاً للموضوع نہیں ہے پھر اس میں دو احتمال ہیں یا تو وہ اعراض اعراض رہیں گے یا مستحیل الی الجواہر ہو جاویں گے دونوں شق باطل ہیں۔

اوّل اس لئے کہ نقل اعراض بلا موضوع محال ہے دوسرا اس لئے کہ عرض کا جوہر بن جانا محال ہے پس یہ ہے اس میں اشکال عقلی سو اس کا جواب بہ اختیار شق ثانی ہو سکتا ہے اور ہم اس کا استحالہ نہیں مانتے سند منع یہ ہے کہ ہم خود دنیا ہی میں دیکھتے ہیں کہ اختلاف موطن سے ایک ہی چیز عرض و جوہر ہو سکتی ہے مثلاً صورت عقلیہ جواہر کی کہ ذہن میں عرض ہے کیونکہ موجود فی موضوع ہے اور خارج میں جوہر کیونکہ موجود لا فی موضوع ہے اور دونوں کی حقیقت ایک ہی ہے اگرچہ بعض ہی کے نزدیک سہی جو کہ قائل ہیں حصول اشیاء فی الذہن بانفسہا کے اور گو بعض نے عرض و جوہر کی تفسیر میں اذا وجدت فی الخارج کی قید لگا کر اس صورت ذہنیہ پر عرض کے صادق آنے سے انکار کیا ہے مگر اس سے ہمارے اصل مقصود میں خلل نہیں آتا کیونکہ قول حصول اشیاء بانفسہا پر حقیقۃ واحدہ ہی کا وجود فی موضوع فی موطن اور وجود لا فی موضوع فی موطن تو ثابت ہوا اور یہی اصل مقصود ہے خواہ اس کا نام کچھ ہی رکھ لیا جاوے پس جو نسبت ذہن کو خارج کے ساتھ ہے اگر وہی نسبت خارج دنیا کو خارج آخرت کے ساتھ ہو اور اس وجہ سے یہاں جو اشیاء موجود فی موضوع ہیں وہ وہاں موجود لا فی موضوع ہو جاویں تو اس میں کیا استحالہ ہے

چنانچہ اہل کشف نے اس عالم شہادت پر بمقابلہ عالم غیب کے لفظ خیال وغیرہ کا اطلاق کیا بھی ہے اسی طرح اس عالم شہادت میں ظاہر ہونے کے قبل بھی ایسی اشیاء کا اس عالم غیب میں وجود لا فی موضوع ظاہر نصوص سے معلوم ہوتا ہے "کقوله عليه السلام لما خلق الله الرحم قامت فقالت هذا مقام العائذ بك من القطيعه" اور بہت نصوص سے اس عالم کے بعد بھی یہ ہی معلوم ہوتا ہے "کقوله عليه السلام ان البقرة و آل عمران تاتيان يوم القيمة كانهما غمامتان او غيايتان او فرقان من طير و كقوله عليه السلام يوتى بالدنيا يوم القيمة فى صورة عجوز شمطاء" چنانچہ اسی تمثل خاص کے اعتبار سے اس عالم کا لقب اصطلاح میں عالم مثال رکھا گیا ہے۔ "كما ذكره الشاه ولى الله رحمه الله فى الحجة البالغة و سر دفيه احاديث كثيرة" اور مولانا جلال الدین المحقق الدوانی نے اپنے رسالہ زوراء اور اس کے حواشی میں اس کی تصریح بھی کر دی ہے۔ عبارتھا۔

## تنبیہ

كانك فيما قرع سمعك من هذه المقدمات اطلعت على حقيقة الانطباق بين العوالم بل على حقيقة العوالم بل انكشف عليك اسرار غامضة فى حقيقة المبداء والمعاد و تيسر عليك مشاهدة الواحد الحقيقى فى الكثرات من غير شوب مما زجة ولا انفصال وتسلفت به الى حقايق ماالباء عنه لسان النبوات من ظهورالاخلاق والاعمال فى المواطن المعادية بصور الا جساد و كيفية وزن الاعمال وسرحشر الافراد بصور الاخلاق الغالبة عليهم واطلعت على سرقوله تعالىٰ . و ان جهنم لمحيطة بالكفرين. و قوله تعالىٰ ان الذين ياكلون اموال اليتامىٰ ظلما انما ياكلون فى بطونهم نارا. و قوله الخاتم الفاتح عليه و علىٰ آله افضل الصلوة والتحية .

الذين يشربون فى آنية الذهب والفضة انما يجرجر فى بطونهم نار جهنم و قوله عليه الصلوٰة والسلام. ان الجنة قيعان و ان غراسها سبحان الله و بحمده الىٰ غير ذلک من غوامض الحكم والاسرار الالٰهية وعلمت ان جميع ذلک على الحقيقة على المجاز والتاويل كما انتهى اليه نظر بعض الواغلين فى الفحص عن الحقائق بطريق البحث فانه قصور ظاهر كما لا يخفى.

## شک و تحقیق

لعلک تقول كيف يكون العرض بعينه هوالجوهر و كيف يكون العين والمعنى واحدًا والحال ان الحقايق متخالفة بذواتها فنقول قد لوحنا اليک ان الحقيقة غير الصورة فانها فى حد ذاتها و صرافة سذاجتها عارية عن جميع الصور التى تنجلى بها لكنها تظهر فى صورة تارة و فى غيرها اخرى والصور تان متغايرتان قطعًا لكن الحقيقة المتجلية فى صورتين بحسب اختلاف الموطنين شئ واحد.

## تشبیہ

ما اشبه ذلک بما يقوله اهل الحكمة النظرية ان الجواهر باعتبار وجودها فى الذهن اعراض قائمة به محتاجة اليه ثم هى فى الخارج قائمة بانفسها مستغنية عن غيرها فاذا اعتقدت ان حقيقةً تظهر فى موطن بصورة عرضية محتاجة وفى اٰخر بصورة مستغنية مستقلة فاجعل ذالک تأنيسًا لک تكسر به صولة بنوطبعک عنه فى بد والنظر حتى ياتيک اليقين و لتصعد الافق المبين. انتهى بقدر الضرورة.

پس اس تقریر سے جواب ہوگیا استدلال علیٰ امتناع نقل الاعمال بامتناع نقل

الاعراض کا اور اسی سے مستدل کی دوسری دلیل عقلی یعنی عدم بقاء اعراض اور دلیل نقلی یعنی من جاء بالحسنة الخ کا جواب بھی مستفاد ہو گیا گو بلسان غلام اس سے بوجہ ظہور کے تعرض نہیں کیا گیا عدم بقاء اعراض کا تو جواب یہ ہوا کہ اگر یہ عدم بقاء مان لیا جاوے گو اس پر کوئی دلیل صحیح قوی قائم نہیں ہوئی مگر ماننے کی تقدیر پر وہ عدم بقاء در صورت عرض کے عرض ہونے کے ہے اور اگر بجر د صدور دوسرے عالم میں بصورۃ جوہریہ منتقل ہو جاوے تو پھر بقاء میں کیا امتناع ہے اور استدلال بالآیۃ کا جواب یہ ہے کہ اگر یہ تفسیر مان بھی لی جاوے تو جب یہ عمل بھی جوہر بن گیا تو مجئی بہ اس پر بھی مثل روح حسن کے صادق آتا ہے یہ تقریر ان اشعار تک کی ہے وقت محشر ہر عرض را صورتے ست الخ آگے تنویر دعویٰ امکان مذکور کے لئے چند امثلہ اشیاء جوہریہ متصورہ فی الذہن کی ہیں جو ذہن میں فی موضوع اور خارج میں لافی موضوع ہیں اس شعر تک اگر چہ شاخ و برگ و بے خش الخ اور پھر مضمون مذکور پر ایک نظیر کی تفریع بطور جملہ معترضہ کے ہے گو وہ اس کی مثال نہیں بس سرے کہ مغز الخ آگے شعر نقل اعتراض الخ میں یہ بیان کیا ہے کہ عرض موجود فی مرتبۃ العلم جس طرح کبھی خارج میں جوہر ہو جاتا ہے کما ذکر اسی طرح کبھی عرض بھی رہتا ہے چنانچہ یہ بحث و مقال کہ پہلے سے ذہن میں تھا اور عرض تھا بعد نقل کے خارج میں بھی عرض ہی رہا اور دوسرے مصرعہ میں پھر ایک نظیر عرض فی مرتبۃ العلم کی جوہریت فی الخارج کی بیان کی نقل اعراض است ایں شیر و شغال اور نظیر اس لئے کہا گیا مراد اس مصرعہ میں وجود فی مرتبۃ العلم الالٰہی ہے اور وہ عرض ہونے سے منزہ ہے لتنزہہ عن الامکان اسی طرح اس کے بعد کے شعر جملہ عالم خود عرض بودند الخ میں اسی مرتبہ علم الٰہی میں تمام عالم کے کالعرض ہونے کو بتلایا پس یہ بھی نظیر ہے آگے شعر ایں عرضہا از چہ زائد میں اختلاف موطن سے جواہر کا عرض ہونا اور عرض کا جوہر ہونا بتلاتے ہیں اس طرح سے کہ اعراض موجودہ فی الدنیا عالم مثال میں صور جوہریہ تھے وہو معنی قولہ ایں عرضہا از چہ زائید از صور کما ذکرتہ قبل عن الشیخ ولی

اللہ رحمہ اللہ اور صور جوہر یہ موجودہ فی الدنیا علم الٰہی میں کالعرض تھے وہو معنی قولہ ویں صور ہم از چہ زائید از فکر اور شعر ایں جہاں یک فکر تست اُسی مصرعہ ثانیہ کی شرح ہے اور یہ احکام مذکورہ فی الاشعار القریبہ وجود قبل عالم الدنیا کے متعلق تھے آگے وجود بعد الدنیا کے یہی احکام کہ اُس میں سے اعظم عرض کا جوہر ہوتا ہے مذکور ہیں اس شعر میں عالم اوّل الیٰ قولہ بندہ ات اور اس کے اعظم ہونے کے سبب یہاں ذکر میں اس کی تخصیص کی گئی آگے تمام مقام کا خلاصہ کہ کبھی جوہر سے عرض اور کبھی عرض سے جوہر ظاہر ہوتا ہے اس شعر میں فرماتے ہیں ایں عرض با جوہر الخ۔

## تہذیب المقام وتقریب المرام الیٰ عامۃ الافہام

اگر انصاف سے غور کیا جاوے تو عرض کا جوہر ہو جانا جس کا کہ تقریر مذکور میں دعویٰ کیا گیا ہے اس سے زیادہ بعید نہیں ہے کہ جوہر عرض ہو جاوے اور حصول الجواہر فی الاذہان میں شب و روز اس کے وقوع کا مشاہدہ کیا جاتا ہے تو پھر آخرت میں اس کا وقوع کیا مستبعد ہے سو یہاں حصول فی الذہن کے وقت جواہر سے لباس مادی کا منخلع ہو کر وہ موجود فی موضوع ہو جاتا ہے وہاں وزن وغیرہ کے وقت عرض پر مادہ ملبوس ہو کر وہ موجود لا فی موضوع ہو جاوے تو اس میں کیا عجب اور بُعد ہے اور راز اس میں یہ کہا جاوے گا کہ جوہریت وعرضیت ذاتیات سے نہیں ہیں منجملہ کیفیات ظہور حقیقت کے ہیں اور حکماء کا مقولات عشرہ کو اجناس عالیہ ماننا نہ کسی دلیل سے ثابت ہے اور نہ بداہت اس کی مسلم ہے خاص کر جبکہ اُن کے اکابر خود اس کی تصریح کرتے ہیں کہ عرض عام اور جنس میں اسی طرح خاصہ اور فصل میں فرق کرنا بہت دُشوار ہے **کما لاح لک شئ من ذلک مما نقلتہ من الزوراء۔**

ونیز بعض محشین مثنوی نے بھی اس کی اس طرح تصریح کی ہے تحقیق مقام آنست کہ جوہریت وعرضیّت از ذاتیات حقائق نیست اور مولانا بحر العلوم نے بھی اپنے حواشی میں اس کی تائید کی ہے اور یہ سوال کہ عرض کا جوہر ہونا کسی طرح اس کو عقل

نہیں قبول کرتی دوسرے سوال سے معارض ہے کہ جوہر کا عرض ہو جانا باوجود روز و شب کے وقوع کے آج تک عقل اس کی کُنہ کو نہیں سمجھ سکی واللہ مجھ کو تو جب اس میں غور کرتا ہوں حیرت ہوتی ہے کہ الٰہی اس قیام الصورۃ بالذہن واتصاف الذہن بالصورۃ کی کیا حقیقت ہے اور کیا کیفیت ہے اور اس حال ومحل یعنی صورۃ وذہن میں کیا علاقہ ہو جاتا ہے اور اس حلول سے ذہن میں کیا تاثر ہو جاتا ہے اور حقیقت موجودہ فی الاعیان میں تجرد عن المواد کا کیسے تغیر ہو جاتا ہے کچھ سمجھ میں نہیں آتا مگر شب وروز کے وقوع سے اس حیرت کی طرف التفات نہیں ہوتا گو کیفیت وحقیقت نہ جاننے کا اعتراف سب کو ہے چنانچہ آج تک یہ طے نہ ہو سکا کہ علم کون سے مقولے سے ہے اور اس کا عکس یعنی عرض کا جوہر بننا چونکہ نشأۃ دنیویہ میں ایسے بین طور پر جس میں کسی تاویل وعذر کی گنجائش نہ رہے نہیں دیکھا جاتا اس لئے حیرت کی طرف التفات ہوتا ہے ورنہ حقیقت کی مجہولیۃ میں دونوں یکساں ہیں۔

## تقویت

مولانا نے ایک مقام پر اس مضمون کو اس سے زیادہ صریح عنوان سے ذکر فرمایا ہے۔

(منقولاً من جزاء الاعمال)

چو سجودی یار کوعی مرد گشت — شد دراں عالم سجود او بہشت
چونکہ پرید از دہانت حمد حق — مرغ جنت ساختش رب الفلق
حمد و تسبیحت نماند مرغ را — ہمچو نطفہ مرغ باداست و ہوا
چوں زدستت رفت ایثار وزکوٰۃ — گشت ایں دست آں طرف نخل ونبات
آب خیرت آب جوئی خلد شد — جوے شیر خلد مہر تست وُدُد
ذوق طاعت گشت جوے انگبیں — مستی و شوق تو جوے خمر بیں
ایں سببہا آں اثرہا را نماند — کس نداند چونش جاے آں نشاند
ایں سببہا چوں بہ فرمان تو بود — چار جو ھم مرترا فرماں نمود

هر طرف خواہی روانش میکنی | آں صفت چوں بدچنانش میکنی
چوں منی تو کہ در فرمان تست | نسل تو در امر تو آیند چست
می دوددر امر تو فرزند تو | کہ منم جزوت کہ کردیش گرد
آں صفت در امر تو بود ایں جہاں | ہم در امر تست آں جوہا رواں
آں درختاں مرترا فرمان برند | کان درختان از صفاتت بابرند
چوں بہ امر تست ایں جا ایں صفات | پس در امر تست آنجا آں جزات
چوں زدستت زخم بر مظلوم رست | آں درختے گشت آں زقوم رست
چوں زخشم آتش تو درد لہا زدی | مایہ نار جہنم آمدی
آتشت ایں جا چومردم سوز بود | آنچہ ازوے زاد مرد افروز بود
آتش تو قصد مردم میکند | نارکزوے زاد بر مردم زند
آں سخنہائے چومار و کژدمت | مار و کژدم گشت وی گیرد دست

## توجیہ آخر

اگر باوجود اس قدر بسط و ایضاح کے اب بھی کسی کی عقل اس جوہریت اعراض کو قبول نہ کرے تو وہ نقل اعمال کی دوسری توجیہ اس طرح سے سمجھ لے کہ یہ اعمال گو ظاہراً اعراض ہیں مگر واقع میں وہ جواہر ہیں جیسے اور بھی بعض اشیاء ایسی ہیں کہ ان کو بہت عقلاء نے اعراض سمجھا مگر دوسرے عقلاء نے اُن کے جوہر ہونے کا دعویٰ کیا جیسے قدماء میں کیفیت شم میں اختلاف ہے کہ آیا ہوا کیفیت مشموم سے متکیف ہو کر شامہ کی مدرک ہوتی ہے یا مشموم سے کچھ اجزاء منفصل ہو کر شامہ تک پہنچتے ہیں۔

یا اب متاخرین میں بعض فلاسفر نے نور شمس وغیرہ کو جس کو اب تک عرض کہا جاتا تھا جوہر مانا ہے پس اسی طرح ممکن ہے کہ جب آدمی سے کوئی طاعت یا معصیت صادر ہوتی ہو فوراً اس عامل سے کچھ اجزاء جوہریہ غیر مبصرہ للعامہ طیبہ یا خبیثہ حاملہ لکیفیۃ العمل منفصل ہو کر دوسرے کسی عالم میں کسی طریق سے منتقل ہو جاتے ہوں اور

وہ وہاں بصور مناسبہ محفوظ رہتے ہوں اور قیامت میں وہی معروض اور موزوں ہو جاویں اور بعض اہل کشف سے جو منقول ہے کہ اُنہوں نے غسل خانہ میں سے پانی نکلتا ہوا دیکھا اور آنکھیں بند کرلیں کسی نے پوچھا تو فرمایا کہ ان قطرات میں مجھ کو زنا کا نقشہ نظر آتا ہے سو عجب نہیں کہ اُس پانی میں اُن ہی اجزاء میں سے بعض اجزاء موجود ہوں اور وہ ہیئت زنائیہ اُن اجزاء میں حال ہو۔

اور اسی طرح اُن کو مکشوف ہو گئے ہوں اور میں نے اپنے اُستاد علیہ الرحمۃ سے قولہ تعالیٰ ''وَوَجَدُوْا مَا عَمِلُوْا حَاضِرًا '' کی تفسیر میں سُنا ہے کہ ہر عمل کی ہیئت بھی قیامت میں نظر آوے گی مثلاً چور چوری کرتا ہوا نظر آوے گا، زانی زنا کرتا ہوا، سو عجب نہیں کہ وہی اجزاء اس ہیئت سے نظر آویں اور اُن اجزاء کی شکل عامل کیسی ہو اور اہل محشر کے بصر میں خاصیت خورد بین کی پیدا ہو جاوے کہ وہ اجزاء خوب بڑے بڑے ہو کر اس عامل کے برابر جثہ میں نظر آویں واللہ اعلم۔ اور اس توجیہ کی بناء پر مولانا کے کلام میں ان کو اعراض سے تعبیر کرنا باعتبار زعم اہل ظاہر کے ہوگا۔

افادہ: چونکہ یہ کیفیت عرض اعمال کی یعنی اُن کا ظہور صور جوہریہ میں اوفق بظواہر الکتاب والسنۃ ہے اس لئے اس قول کو ارضی الاقوال کہا گیا جیسا رسالہ کا تسمیہ اس پر دال ہے وَلِلّٰہِ الحمد علی ما علم وافھم۔ سلخ صفر ۳۴ھ۔

(۷) سوال: میں نے کتاب چہل حدیث مولانا اصغر حسین صاحب کی تصنیف میں پڑھا ہے کہ حرام مال رشوت وغیرہ میں سے خدا واسطے صدقہ دے اور ثواب کی اُمید رکھے تو بعض علماء کے نزدیک کفر کا فتویٰ ہے لیکن اب میں آپ سے دریافت کرتی ہوں کہ آج کل ہر فرد بشر رشوت سے خالی نہیں ان کی عورتوں کے پاس جو زیور وغیرہ ہوتا ہے تو وہ اُس کی زکوٰۃ دیتی ہیں اور زکوٰۃ بھی صدقہ ہی ہے تو نہ معلوم یہ جائز ہے یا نہیں اور پھر عورتیں حجت کرتی ہیں آپ اس کا جواب ضرور عنایت فرمایئے۔

جواب: جو مال اس کی مِلک میں داخل ہے اُس کی زکوٰۃ فرض ہوگی اور اُس

کے دینے سے فرض ادا ہوگا اور فرض ادا ہونا اور بات ہے اور ثواب ہونا اور بات ہے ممکن ہے کہ ثواب نہ ہو لیکن زکوٰۃ نہ دینے سے جو عذاب ہوتا دینے سے وہ نہ ہوا اور اگر نہ دے تو وہ عذاب بھی ہو۔ پس سب باتیں ٹھیک ہوگئیں۔ ۱۸/ربیع الاوّل ۳۴ھ

(۸) سوال: ایک شخص نے یہ خواب شب کے وقت دیکھا ہے تعبیر کیا ہے ایک شخص نے اپنے عزیز مسمّی زید کو جس کو انتقال کئے ہوئے آٹھ سال ہوئے شب کے وقت خواب میں دیکھا کہ بہت پریشان ننگے سر و ننگے پیر ہے اور ایک گروہ ڈاکوؤں میں شامل ہے جس میں بہت لوگ گرفتار ہیں۔

جواب:۔ محض خواب کی بناء پر کسی کو برا سمجھنا جائز نہیں مردہ کے ساتھ حُسنِ ظن رکھے اپنے خواب کو وسوسہ سمجھے لیکن احتیاطاً اُس کے لئے دُعاء و استغفار و ایصال ثواب کرے جو کہ بلا خواب بھی ہر حال میں بہتر ہے۔ ۲۳ربیع الاوّل ۳۴ھ

(۹) توجیہ بعض اجزاء مشکلہ حکایت راعی موسیٰ علیہ السلام مذکورہ مثنوی معنوی برقریب نصف دفتر دوم۔ یہ شخص جاہل تھا مگر صاحب حال۔ غلبۂ حالت میں بنا بر اپنے جہل کے کچھ کچھ کہہ رہا تھا موسیٰ علیہ السلام کو اُس کی باتوں سے اُس کا جہل تو معلوم ہوا اور مغلوب الحال ہونا معلوم نہیں ہوا اور اُس میں کچھ استبعاد نہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ماعز کی نسبت پوچھا تھا کہ اس کو جنون تو نہیں اس لئے اس پر نکیر فرمایا اس نکیر سے وہ حال جاتا رہا اور اپنے جہل کے اقوال پر ندامت ہوئی اور اس ندامت کے اشتغال سے وہ اشتغال سابق جو بلا واسطہ بحق تھا جاتا رہا جو اپنی ذات میں اشتغال بالندم کی نسبت اکمل فی قرب الالٰہی ہے کیونکہ قرب بھی اشتغال بحق ہے اور قرب بلا واسطہ اکمل ہوگا بواسطہ سے گو کسی عارض سے وہ بواسطہ والا انفع ہو چنانچہ اُس راعی کو اُس سے نفع عظیم پہنچا جو کہ حکایت ہی میں مذکور ہے مگر چونکہ یہ ممکن تھا کہ موسیٰ علیہ السلام ذرا توقف فرماتے اور غور کے بعد قرائن قویہ و نور بصیرت سے اُس کا صاحب حال ہونا معلوم کر کے اس وقت سکوت فرماتے کیونکہ اس وقت وہ مکلف نہ تھا اور بعد

افاقہ کے اس کے جہل کو رفع فرما دیتے تو اس طریق سے اُس کا جہل بھی رفع ہو جاتا اور وہ قرب خاص بھی زائل نہ ہوتا اس لئے حق تعالیٰ نے اس پر شکایت فرمائی اور دونوں مذکورہ اشتغالوں کے تفاوت سے اس کو جدا کردن سے تعبیر فرمایا پس اس میں جو یہ مضامین ہیں بردہ ویراں خراج وعشر نیست الخ۔ مطلب یہ ہے کہ عین غلبۂ حال میں اُس سے تعرض مناسب نہ تھا نہ یہ کہ مکلف ہونے کے وقت بھی وہ مطلق العنان چھوڑ دیا جاوے اور شاید ۔ اے معاف يفعل الله ما يشاء الخ سے مطلق العنانی کا شبہ پڑے تو اس کی توجیہ یہ ہے کہ شارع کو اختیار ہے کہ اگر کسی شخص کو حکم عام سے کسی قدر مخصوص کر دیا جاوے جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صحابی کو بکری کے بچہ کی قربانی کی اجازت دے کر فرمایا: ولن تجزئی عن احد بعدک۔ اور ایسی تخصیص باعتبار بعض شرائط وقیود کے مستلزم اطلاق عنان کو نہیں اور مبنی اس تخصیص کا یہ ہوسکتا ہے کہ حق تعالیٰ کو اس راعی کی حالت وقدرت سے معلوم تھا کہ جس مرتبہ تنزیہ پر اس کو موسیٰ علیہ السلام پہنچانا چاہتے ہیں بوجہ ضعف عقل کے وہاں نہ پہنچ سکے گا خاص کر غلبۂ عشق عقل سے اتنا بھی کام نہ لینے دے گا پس جس طرح فقہاء نے ایسے شخص کو جو بعد کوشش کے تصحیح حروف سے نا اُمید ہو گیا ہو ترک تجوید کی اجازت دے دی ہے اسی طرح اس کی حالت یاس عن کمال المعرفۃ مقتضی ہوئی اس کے لئے کسی قدر توسع کو اور گو ایسے شخص کے لئے ایماء توسع یہ بھی کلیہ عامہ شرعیہ ہے مگر اس کی تخصیص صرف اتنی ہوگی کہ دوسروں پر جو کہ مغلوب العشق نہیں زیادہ کوشش کرنا ضروری تھا اور اس پر وہ زیادہ کوشش ضروری نہ رہی اور گو یہ بھی ایک کلیہ ہے لیکن چونکہ اس کلیہ کے مصادیق شاذ و نادر ہیں والنادر کالمعدوم اس لئے حکما ایسا سمجھا جاوے کہ گویا یہ حکم اسی کے لئے ہے اور کسی کے لئے نہیں اور اگر یہ کہا جاوے کہ جو غلبۂ عشق بلا جمع اسباب ہے اُس میں تو معذوری قاعدہ عامہ ہے لیکن جو غلبہ بجمیع اسباب ہو جیسا بعض ذاکرین کی حالت سے مشاہدہ کیا جاتا ہے کہ جب وہ خلوت یا مراقبہ میں ذکر وفکر میں مشغول ہوتے ہیں

فوراً یا کسی قدر دیر کے بعد اُن پر ایسے آثار غالب ہو جاتے ہیں سو جس شخص کی ایسی حالت ہو اور اُس کو معرفت صفات حق کی بقدر ضرورت حاصل نہ ہوئی ہو اُس کو حکم یہ ہے کہ اس معرفت کو تحصیل میں مقدم کرے اور اُس کو اُن اسباب کے جمع سے منع کیا جاوے گا اور ممکن ہے کہ اُس شبان کی ایسی ہی حالت ہو مگر باوجود اس کے وہ اُس معرفت کی تقدیم کا مامور اور اس جمع اسباب کا منھی نہ ہو اس کے لئے معرفت ناتمام ہی کو جائز رکھ کر اُس کی اس حالت عشقیہ کو اس کے لئے پسند کیا گیا ہو تو اس تقریر پر تخصیص بے تکلف محفوظ رہے گی۔ ۲۵ ربیع الاوّل ۳۴ھ

(۱۰) سوال۔ شبہ یہ ہے کہ ان آیات سے بندہ بالکل مجبور محض ثابت ہوتا ہے اور جب خدا تعالیٰ ارادہ کرتا ہے اضلال کا تو بندہ مکلف کیونکر ہے اور یہ بھی مسلم ہے کہ نوشتہ تقدیر کے خلاف نہیں کرسکتا اس سے کارخانہ تکلیف درہم برہم ہوا جاتا ہے پھر جزا سزا کیسی۔

ہمہ ہرچہ کردم تو برہم زدی چہ قوت کند باخدائے خودی

ادھر شرع شریف میں وارد ہے (لا جبر ولا قدر ولکن الا مر بین بین) اس مسئلہ پر نقض پڑتا ہے اگرچہ یہ اعتراض تو مخالفین کا ہے میرے قلم سے جو یہ نکلا محض سمجھنے کے لئے ہے تقدیر پر میرا ایمان ہے اور یہ مسئلہ اعتقادیات میں سے نہایت اہم ہے اس سے کب اباء ہوسکتا ہے اس کے متعلق علاوہ اُصولیوں کی تقریر کے آپ تحریر فرماویں یا جو کچھ میرے مناسب ہو ارشاد فرمایا جاوے۔

جواب:۔ میرے نزدیک تو یہ مناسب ہے کہ اس کی کاوش ﴿اتفاق سے اُسی روز ایک اور طالب حق کا یہی شبہ مجھ تک پہنچا میں نے جواب دیا کہ زبانی جواب دیا جاوے گا پھر زبانی جواب یہ دیا گیا کہ اُس کا مقتضا تو یہ ہے کہ اگر دوسرا کوئی تم کو ضرر پہنچاوے تو تم بھی اس کو غیر مکلف سمجھو جیسا اپنے کو غیر مکلف ثابت کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ ۱۲ منہ﴾ میں نہ پڑیئے اس میں قال سے شفاء نہیں ہوتی حال سے ہوتی ہے۔ ۱۲ ربیع الثانی ۱۳۳۴ھ

(۱۱) سوال :۔ احقر کو جب کبھی کوئی دشواری پیش آتی ہے خواہ وہ کسی مضمون علمی کے سمجھنے میں ہو یا کسی عمل پر استقلال میں ملول ہوتا ہو یا دنیوی ضیق و رنج ہو تو استغفار کرتا ہے اس سے دشواری بھی اکثر رفع ہو جاتی ہے اور قلب میں ایک خاص بشاشت اور نشاط پیدا ہوتا ہے لیکن کبھی فقط دُشواری جاتی رہتی ہے اور تکدر قلب میں باقی رہتا ہے نشاط نہیں ہوتا گو زیادہ استغفار کی جاوے اس کا سبب کثرت معاصی ہے یا کچھ اور۔

جواب:۔ عوارض طبعیہ کا اختلاف اس تفاوت کا سبب ہے کہ کبھی طبعی نشاط ہوتا ہے کبھی نہیں ہوتا اور مقصود انشراح عقلی و رُوحانی ہے اور وہ حاصل ہے۔

(۱۲) سوال :۔ ایک ذاکر نے عرصہ ہوا یہ بیان کیا تھا کہ باوجود شدت سردی کے حالت ذکر میں مجھے پسینہ آ جاتا ہے میں نے کہا کہ یہ طبعی گرمی کا اثر ہے جو ذکر کی وجہ سے ہو جاتی ہے ہاں اس سے اتنا ضرور معلوم ہوتا ہے کہ ذکر نے تمام جسم میں سرایت کی ہے اور بس اصلی اثر حرارت طبعی کا ہے یہ جواب صحیح ہے یا غلط۔

جواب: بالکل صحیح ہے۔　　۱۸ ربیع الآخر ۱۳۳۴ھ

(۱۳) سوال :۔ مردہ جب قبر کے اندر لٹا دیا جاتا ہے تو منکر و نکیر آتے ہیں اور سوال کرتے ہیں اگر مردہ نیک ہے تو خوشخبری دیتے ہیں اور کہتے ہیں اے بندۂ خدا تو حشر تک بہ آرام اس طرح سو جیسے پہلی شب کی دلہن اور اس کے واسطے جنت کی کھڑکی کھول دیتے ہیں پس نیک بندہ حشر تک نہایت آرام کے ساتھ سویا کرے گا اور نیند سے اُسی وقت بیدار ہوگا جب حشر قائم ہوگا بصورت تصحیح روایت مذکورہ دل کو بڑی اُلجھن پیدا ہوتی ہے وہ یہ کہ سونے والے آپس میں کس طرح ملاقات کر سکتے ہیں جیسا دوسری روایات میں آیا ہے اور کیونکر ہم کلام ہو سکتے ہیں۔

جواب:۔ سونے سے مراد استراحۃ جو غایت سرور سے مشابہ نوم کے ہے اور ایسا سرور مانع ملاقات و مکالمت نہیں ہے۔　　۱۸ ربیع الآخر ۱۳۳۴ھ

## نکتہ عدم ذکر عروج سموات در آیت اسراء

(۱۴) بعض لوگوں کو سبحن الذی اسریٰ ۔الآیۃ میں اسراء کی غایت مسجد اقصیٰ فرمانے سے اور سموات کے ذکر نہ کرنے سے اُس کے انتفاء کا شبہ ہو جاتا ہے۔ سو اوّل تو احادیث میں پھر خود قرآن میں سورہ (النجم کی آیت ولقد رآہ نزلۃ اخریٰ الخ میں مذکور ہونے کے بعد یہ شبہ محض باطل ہے اور ہر جگہ ہر جزو کا مذکور ہونا ضروری نہیں دوسرے اس جگہ اُس کا ذکر کرنا بعد تامل بدون ارتکاب تجوز کے (جو کہ خلاف اصل ہے اور بدون کسی خاص مقتضی کے اصل سے عدول نہیں کیا جاتا) صحیح بھی نہ تھا۔ بیان اس کا موقوف ہے دو مقدمہ پر۔ ایک یہ کہ شروع آیت میں اسریٰ بعبدہ لیلاً واقع ہوا ہے جس کا ذکر کرنا بحکمت اشارہ وقوع اسراء فی اللیل کے (کہ وہ دلالت ہے زیادہ اختصاص پر بوجہ اس کے لیل کہ عادۃً وقت خلوت کا ہے) خصوصیت واقعہ کے مناسب ہے۔

دوسرا یہ کہ حسب تصریح اہل ہیئت کے لیل ونہار ہی کے تکون کا محل ہوا کا طبقہ کثیفہ مخلوطہ بالا بخرہ ہے جس کا لقب کرۃ البخار اور عالم نسیم اور کرۃ اللیل والنہار بھی ہے کیونکہ ہواؤں کا چلنا اور ظلمت ونور کی قابلیت اسی میں ہے اور اس کا ثخن ارض سے تقریباً سترہ فرسخ یعنی اکیاون میل ہے اور اس سے آگے ہوائے لطیف صافی من الابخرہ ہے اور شمس کی شعاعیں چونکہ طبقہ کثیفہ سے متجاوز نہیں ہوتیں اس لئے وہاں نہار کا تحقق نہیں اور چونکہ لیل ضد ہے نہار کی اس لئے لیل کا بھی تحقق نہیں ان دونوں مقدموں سے معلوم ہو گیا کہ فوق سمٰوٰت تو درکنار یہاں سے پچاس میل آگے بھی لیل ونہار کا تحقق نہیں۔ پس اگر مسجد اقصیٰ کے عروج سمٰوات کا ذکر فرماتے مثلاً ثم منہ الی السمٰوٰت وما فوقھا یا مثل اس کے تو وہ بھی مظروف لیلاً کا ہوتا تو لازم آتا کہ سیر سماوات وما فوقھا لیل میں واقع ہوئی حالانکہ وہاں لیل ہی کا تحقق نہیں پس اس کی ظرفیت صحیح نہ ہوئی اس لئے یہاں عروج سموات کا ذکر صحیح نہ تھا مگر باوجود اس کے لنریہ من آیاتنا میں جو کہ ایک غایت ہے اُس کی طرف اشارہ فرما دیا اس

طرح سے کہ آیات سے مراد بقرینہ مقام واضافتہ الی العظیم آیات عظمٰی وکبری ہیں جس کو سورہ والنجم آیت لقد رای من آیات ربه الکبریٰ میں صاف اس عنوان سے ذکر فرمایا ہے اور آیت کبریٰ کاملہ فوق السمٰوات ہیں پس اُس کی اراءۃ کے ذکر میں اشارہ ہوگیا عروج فوقہا کی طرف کیونکہ اصل یہی ہے کہ راءی اور مرئی ایک جگہ ہو۔ الابدلیل یقتضی العدول عن ذالک الاصل۔

باقی یہ کہ جب یہ آیات سماویہ ہیں تو اسری لیلا اس میں کیسے عامل ہوا وہی وجہ عدم صحت کی یہاں ہونا چاہئے جواب یہ ہے کہ غایت کے معمول ہونے سے اراءۃ کا مظروف ہونا لازم نہیں آتا اور بدون مظروفیت کے اُس کا غایت ہونا اسی طرح صحیح ہو سکتا ہے کہ اسراء الی المسجد مقدمہ ہے عروج سماء کا اور عروج کی غایت ہے اراءۃ اور مقصود کی غایت بواسطہ مقصود کے غایت ہوتی ہے مقدمہ کی بھی کیونکہ مقصود باعتبار مقدمہ کے کالغایت ہے اور غایۃ الغایۃ غایت ہوتی ہے۔

واللّٰہ افاض علیَّ هذه النكتة ليلة الخميس تاسع عشر من ربيع الآخر ۱۳۳۴ھ و للّٰہ الحمد مالا یحد ولا یحصی۔ ۱۹/ ربیع الآخر ۱۳۳۴ھ

(۱۵) ہدیۃ الاحباب ص ۲۱ میں حضرت کا ایک خاص موقع پر حاشیہ ہے جس کے یہ الفاظ ہیں اس قصے سے کوئی شخص جو شگون بد وغیرہ کا قائل ہو یوں نہ سمجھے کہ الفاظ کے اثر سے وہ جل گئے کیونکہ یہ الفاظ تو اس سے بہت پہلے کے ہیں اور یہ اثر نہیں ہوا بلکہ وہ واقعہ اتفاقی تھا جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو مکشوف ہوگیا اور واقعہ کا توافق الفاظ کے ساتھ یہ بھی ایک اتفاقی اَمر ہے۔ اھ۔ اس پر تو ایک اہل علم کا سوال حسب ذیل آیا۔

جمرۃ بن شہاب کا نام وولدیت وسکونت وغیرہ کے سوال پر حضرت فاروق کا حکم احراق لگانا بظاہر تکلم یا تسمیہ باسماء السوء ہی کا اثر ہے جواب سے اس شبہ کا رد نہیں ہوا نیز اسی کے متعلق اس کی تحقیق ہے کہ تفاؤل حسن کا اقتضاء کیا ہے جس کو شرعاً محمود سمجھا گیا ہے اور حرب کو لوائے جنگ نہ دینے یا اس قسم کے ناموں سے کام لینے میں احتراز کرنے

کے جو واقعات احادیث میں مذکور ہیں اُن کا محمل کیا ہے ظاہر تو یہی ہے کہ اسم کو مسمّی میں دخل ضرور ہوتا ہے اور یہی لم ہے اولاد کے اچھے نام رکھنے کے مامور بہ ہونے کی پس ایسا شخص جس کنبہ و مسکن وغیرہ سب کے اسماء میں حرقت کا اثر ہو بوجہ دخل الاسم فی المسمّی کے کسی خاص وقت میں اپنا اثر دکھائے تو کیا بعید ہے اور اس کے لئے یہ اَمر لازم نہیں کہ نام رکھتے ہی اثر ہو جائے کہ نام کا پہلے سے ہونا اور اس اثر کا وقت خاص میں پیدا ہونا پہلے سے نہ ہونا مستبعد نہیں۔ بارود کا گولا آگ لینے کے دیر بعد پھٹتا اور اثر دکھاتا ہے بلکہ بعض تو ایجادات میں موجد وقت معین کر دیتا ہے کہ چار یوم کے بعد پھٹے گا اور اپنا اثر دکھلائے گا حالانکہ یہ اثر اُسی اصل کی طرف منسوب ہوتا ہے جو پہلے سے موجود تھی مگر اثر اس وقت نہ تھا اس کا جواب حسب ذیل حضرت نے تحریر فرمایا۔

اصل مقصود مقام کا نفی ہے تطیر کی جس کے عموم میں اسماء قبیحہ کا غیر مؤثر ہونا بھی داخل ہے اور اس کی یہ ایک دلیل بیان کی گئی تھی جس کے ایک مقدمہ پر سوال میں شبہ کیا گیا ہے سو اگر اس شبہ کو تسلیم بھی کر لیا جاوے تب بھی اصل مقصود میں (جبکہ اُس پر دوسری دلیل صحیح قائم ہو جیسے حدیث لا طیرۃ) کوئی خلل نہیں واقع ہوتا لان نفی الدلیل لایستلزم نفی المدلول اور اگر شبہ ہی کو تسلیم نہ کیا جاوے تو یہ دلیل بھی سالم رہے گی اور حقیقت میں شبہ قابل تسلیم ہی نہیں کیونکہ اصل تو یہی ہے کہ مؤثر کے ساتھ اثر کا ظہور ہو اور اس اصل سے عدول کرنا بضرورت کسی مانع کے ہوگا اور جہاں کوئی مانع ثابت نہ ہو اُس اصل سے تمسک کیا جاوے گا اور یہاں کوئی مانع ثابت نہیں اور ایسے احکام میں محض احتمال غیر ناشی عن الدلیل کافی نہیں اور جن روایات کی طرف سوال میں اشارہ کیا گیا ہے وہ خود بوجہ محتمل ہونے کے اس کی دلیل نہیں ہو سکتی تا کہ اس احتمال کو ناشی عن الدلیل کہا جاوے پس استدلال بحالہ قائم رہا اصل شبہ کا جواب تو ہو گیا اب صرف اس قصہ کی توجیہ باقی رہی جس کو تبرعاً اس مقام میں ذکر کیا جاتا ہے۔ سو ایک توجیہ تو وہی حاشیہ میں ہے یعنی حمل علی الاتفاق اس وقت سہولت کے سبب اسی

پر اکتفاء کیا گیا تھا دوسری توجیہ اس سے اچھی اور ہوسکتی ہے وہ یہ کہ جس طرح حق تعالیٰ کو کوئی حادث واقع کرنا ہوتا ہے اور منام میں اس سے قبل کچھ واقعات ایسے ظاہر فرماتے ہیں جن سے صاحب تعبیر اُس حادث پر استدلال کرتا ہے اور واقعات منامیہ اُس میں مؤثر نہیں ہوتے محض علامات ہوتے ہیں یعنی دلیل لمی نہیں ہوتے دلیل انی ہوتے ہیں اسی طرح حق تعالیٰ کو کوئی واقعہ حادث کرنا ہوتا ہے تو بیداری میں اُس کے قبل کچھ واقعات ایسے ظاہر فرماتے ہیں جن سے صاحب کشف اس حادث پر استدلال کرتا ہے اور وہ واقعات یقظہ اس میں مؤثر نہیں ہوتے محض علامات ہوتے ہیں پس اس قصہ میں حق تعالیٰ کو احراق مقصود تھا اُس کی علامات پہلے سے واقع کر دیں یعنی تسمیہ باسماء خاصہ جس سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی فراست و کشف سے استدلال فرمالیا اس احراق کے وقوع پر پس تسمیہ مؤثر فی الاحراق اور اس کی دلیل لمی نہیں محض علامات اور اُس کی دلیل انی ہے واللہ اعلم۔ ۷ جمادی الاوّل ۱۳۳۴ھ

(۱۶) سوال: حضور ایک مرتبہ میں نے مولوی (نام صاحب علمے مدعی اجتہاد گستاخ درشان سلف) کو خواب میں دیکھا کہ نہایت افسردہ خاطر پریشان تمام کپڑے بدن کے میلے اور چیتھڑے لٹک رہے ہیں ایک میرے دوست عمدہ لوگوں میں تھے انہوں نے کہا کہ میں نے رات کو خواب میں دیکھا کہ جامع مسجد میں حضور سلطان المرسلین صلوٰۃ اللہ علیہ وسلامہ تشریف فرما ہیں اور لوگ جوق در جوق حاضر ہوتے ہیں اتنے میں وہی مولوی صاحب موصوف آئے دربان نے دروازہ پر روک دیا اور اندر نہ جانے دیا اور اکثر ان مدعیان اجتہاد کی نماز کو عالم خواب میں بہت ابتری اور بے ڈھنگہ دیکھتا ہوں حضور والا یہ صرف خیال ہی ہے جو ان لوگوں کی دریدہ دہنی اور بے ادبی ائمہٗ ہدیٰ کی خدمت میں کرنے سے ان سے تنفر ہو گیا ہے یا درحقیقت یہ ایسے بد بخت و بدنصیب ہیں۔

جواب: جو گستاخ یا مخالفت اجماع ہیں وہ ایسے ہی ہیں۔

(۱۷) سوال: حضور والا یہ جو ارشاد رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ جتنے

اور انبیاء علیہم السلام ایذاء دیئے گئے ہیں ان کی سب کی برابر میں دیا گیا ہوں اس کی تطبیق آج تک اس ناقص الفہم کی سمجھ میں نہیں آئی نوح علیہ السلام کا سنگسار ہونا۔ زکریا علیہ السلام کا آرہ سے چرنا، یحییٰ علیہ السلام کا سرتن سے جدا ہونا، خلیل اللہ کا آگ میں پڑنا، ایوب علیہ السلام کا آفت جسمانی میں مبتلاء ہونا علیٰ ہٰذا اور بہت سے انبیاء کا مبتلائے مصائب ہونا صلوٰۃ اللہ تعالیٰ وسلامہ علیہم اجمعین۔ برائے خدا اس کی تطبیق فرما دیجئے۔ میں بہت مشکوک اور مضطرب ہوں جس سے بہت خوف نقصان ایمان ہے۔

جواب:۔ ایذاء جس طرح طریق ایذاء کے اشد اد سے بڑھتی ہے اس سے زیادہ دوسرے اسباب سے بھی بڑھتی ہے مثلاً متاذی کے مزاج کا زیادہ لطیف ہونا۔ موذیوں سے اس کے خلاف کی توقع ہونا متاذی کا موذی پر زیادہ شفیق ہونا۔ پس مراد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ان ہی اسباب سے اشد ادیہ ہے۔ اس اعتبار خاص سے ایذاء نبوی سب انبیاء علیہم السلام کی ایذاء سے اشد تھی۔ ۲۲ جمادی الاوّل ۱۳۳۴ھ

(۱۸) سوال: کتاب "تذکرۃ الاولیاء" دیکھنے کے قابل معتبر وسند والی ہے یا نہیں۔

**جواب:**۔ عالم کے دیکھنے کے قابل ہے اور جاہل اگر کسی عالم سے پڑھ لے تو کچھ حرج نہیں اور جو مقام اُس کے سمجھانے سے بھی سمجھ میں نہ آوے اُس کو چھوڑ دے۔ ۳ جمادی الثانی ۱۳۳۴ھ

## (۱۹) در حل بعض اشعار مثنوی آخر دفتر سوم

**قولہ بادو عالم عشق را بیگانگی الی قولہ** ۔ بے تفکر پیش ہر دانندہ ہست۔ حاصل اشعار کا یہ ہے کہ عشق کو دونوں عالم سے اجنبیت ہے یعنی اس کے خواص سب موجودات دو عالم سے نرالے ہیں اُس میں بے شمار جنون ہیں یہ بیان ہے اس کے بعض خواص کا کہ دونوں عالم کے مصالح کا مبنیٰ ہوش ہے اور یہاں بے ہوشی ہے اور بے ہوشی متعارف سے بھی یہ بے ہوشی دوسری نوع کی ہے اور اس میں جو حیرت ہوتی ہے وہ باعتبار اپنے کنہ کے عام سے پنہاں ہے کیونکہ وہ ذوقی ہے عام اُس

ذوق سے خالی ہیں اور باعتبار بعض آثار کے ظاہر ہے چنانچہ ظاہر ہے اور شاہاں جان یعنی انبیاء واولیاء اُس کی تمنا اور شوق میں مَیں پس حسرت مجازاً بمعنی تمنا کے ہے اور تمام مذاہب سے الگ اُس عشق کا مذہب ہے مذاہب باطلہ سے الگ ہونا تو ظاہر ہے کہ عشق اَمرِ حق ہے اور ممکن ہے کہ ہفتاد و دو سے مراد صرف مذاہب باطلہ ہی لئے جاویں اور اگر قطع نظر عدد سے عام مذاہب لئے جاویں تو مذہب حق سے جدا ہونا اس طرح ہے کہ مذہب تو مکتسب اور عقلی ہے اور یہ موہوب وحالی ہے۔

اور تغائر دونوں کا ظاہر ہے اور عشق ایسی چیز ہے کہ بادشاہوں کا تخت وتاج اس کے سامنے بجائے حبس کے یعنی کلفت دہ ہے۔ سماع کے وقت مطرب حق بزبان حال عشق کی صفت میں یہ کہتا تھا کہ تابعیت تو ایک قید ہے اور متبوعیت دردسر ہے۔

چنانچہ ظاہر ہے یعنی دونوں سے ارفع ہے اور اس میں دونوں سے آزادی ہے کیونکہ یہ دونوں فرع ہیں صحو وہستی کے اور عشق میں فنا ونیستی ہے پس اس سے ثابت ہوا کہ عشق کیا چیز ہے ایک دریائے فنا ہے دریا سے تشبیہ باعتبار محل غرق ہونے کے ہے اور جس طرح دریا میں کوئی عاقل قدم نہیں رکھ سکتا اس میں بھی عقل شکستہ قدم ہے اور اس کی اس میں رسائی نہیں چنانچہ فناء کا فوق العقل ہونا ظاہر ہے اور اس تقریر سے بندگی وتابعیت اور سلطنت ومتبوعیت کا حال معلوم ہو چکا ان دونوں حجابوں سے عشق مکتوم ہے کہ وہاں دونوں کا گذر نہیں ہے اسی لئے ان دونوں کو حجاب کہہ دیا اور ان ہی دو کی کیا تخصیص ہے جو علت ان دونوں کی رسائی نہ ہونے کی ہے یعنی ان دونوں کا فرع ہونا ہستی کے لئے اسی علت سے جتنی اشیاء وجودیہ ہیں سب کا عدم دخل معلوم ہو گیا اسی کو فرماتے ہیں کہ بجائے اس کے کہ ہم بعض اشیاء وجودیہ کا بیان کر رہے ہیں کاش خود ہستی کی زبان ہوتی تو وہ اپنی حقیقت بیان کر کے تمام اشیاء کی حقیقت خاص اس اَمر میں بیان کر دیتی کہ عشق تک کسی کی رسائی نہیں آگے فرماتے ہیں کہ اس سے بھی حقیقت عشق کی منکشف نہ ہوتی پس بعنوان خطاب فرماتے ہیں کہ اے ہستی کے

تکلم یعنی اے ہستی متکلم تو فرضاً عشق کے ان خواص کو کہ وہاں کسی ہستی کا گذر نہیں جتنا بھی بیان کرے اس سے یہ ہوتا کہ تو اُس پر ایک حجاب اور ڈال دیتی یعنی یہ بیان خود ایک حجاب ہو جاتا اور حجاب میں عدم انکشاف ظاہر ہے اور یہ حجاب اس لئے ہو جاتا کہ ادراک عشق کی آفت یعنی مانع یہی دو چیزیں ہیں قال و حال اور یہ بیان ہستی قال ہوتا اس لئے حجاب ہوتا چنانچہ قال کا مانع ہونا تو ظاہر ہے کہ عشق ایک حال ہے اور قال اُس کا مضاد اور حال سے مراد غیر حال عشق ہے جو عشق سے ادون ہے اور ظاہر ہے کہ ادنیٰ کا حصول ادراک اعلیٰ کے لئے کافی نہیں اور عکس کافی ہے اس لئے ایسا حال بھی مانع ہوگا آگے ایک مثال ہے تکلم ہستی کے رافع حجاب نہ ہو سکنے کی یعنی جس طرح خون کو خون سے نہیں زائل کر سکتے اسی طرح دوسرے حجب اس حجاب یعنی تکلم ہستی سے زائل نہ ہوتے۔ آگے اسی قال کا کشف عشق کے لئے کافی نہ ہونا بیان کرتے ہیں کہ میں بوجہ اتصاف بعشق کے صرف اس کے سودائیوں یعنی عشاق کا محرم ہوں اور مخاطبین سودائی عشق ہیں نہیں اس لئے اُن کے سامنے قال سے اُس کی تحقیق کرنا ایسا ہے جیسا قفس میں پھونک مارنا یعنی عبث ولا طائل۔ آگے اس قال میں اپنا کسی قدر مغلوب ہونا اور باوجود اس مغلوبیت کے اس قال کے ترک کا مناسب ہونا بیان کرتے ہیں پس اپنے نفس کو خطاب فرماتے ہیں کہ تو بہت ہی تیز و مست و بے خود و آشفتہ ہو رہا ہے اے جان یعنی اے نفس تو کس پہلو پر سویا تھا کہ تیرے ہوش درست نہیں ہوئے ہاں ہوش کو سنبھال اور اس قسم کی ایک بات بھی منہ سے مت نکال بلکہ اوّلاً اس بے ہوشی سے نکل اور کسی محرم کو ڈھونڈ پھر اس سے کہنے کا مضائقہ نہیں اور علاوہ محرم کے نہ ہونے کے ایک اور مانع بھی اس قال کا پایا جاتا ہے آگے اس کا بیان ہے کہ عاشق ہو کر اور مستی عشق لئے ہوئے اور پھر زبان کھولے ہوئے یہ اجتماع المتنافیین ہے جیسا شتر کا نردبان پر ہونا عادتاً اجتماع المتنافیین ہے آگے اسی قال کا نا مناسب ہونا دوسرے عنوان سے بیان کرتے ہیں کہ جب عشق کے اسرار و اطوار کو زبان قال ظاہر کرتی ہے تو آسمان بھی

جبکہ صعودِ عمل کے وقت اُس پر مطلع ہوتا ہے اس اظہار قال سے توحش کرتا ہے اور دُعا کرتا ہے کہ یا جمیل الستر استرہ یعنی اے ستار حسن الستر اس راز کو پوشیدہ کردے اور اُس قائل کے قلب میں سکوت کا القاء کردیجئے یہاں تک مولانا نے حکیمانہ رائے دی ہے کہ اس کا اخفاء کرنا چاہئے آگے آثار عشق کا آثار حکمت پر غلبہ ہوگیا اُس غلبہ و جوش میں کہتے ہیں کہ کیسا اخفاء اس راز کی تو ایسی مثال ہے جیسے اُون اور روئی میں آگ کہ اُس کے اندر مخفی کرنے سے زیادہ ظاہر ہوگی کہ پہلے تو اپنی ہی جگہ میں تھی روئی کے اندر رکھنے سے روئی کے حیز کو بھی گھیر لیا بلکہ اُس کے نواح کو بھی تو بہت ہی پھیل گئی اسی طرح جب میں کوشش کرتا ہوں کہ اُس کے راز کو مخفی کروں تو وہ پرچم بلند کی طرح ظاہر ہوتی ہے کہ دیکھو میں یہ ہوں مراد اس ظہور سے وہ ظہور نہیں جس کے اصدار سے اُوپر منع کیا گیا ہے کہ وہ تو اثر ہے اظہار مکتسب کا بلکہ یہ دوسرا ظہور ہے جس کا اصدار حضرت حق سے ہوا ہے یعنی خود وجود واجب کا ظہور تکوینی مظاہر کونیہ میں اور اس میں ایک قسم کا انتقال ہے یعنی گو میں عشق کا اخفاء کروں مگر خود ہی اس کا اس طرح ظہور ہو رہا ہے کہ وجود حق ظاہر ہے اور چونکہ یہی ظہور وجود عشاق حق کے نظر میں ظہور اسرار عشق ہے اس لئے اس کا نام ظہور عشق رکھا گو عوام سے وہ اس حیثیت سے مستور ہے مگر عشاق کی نظر میں یہی وجود کا ظہور عین عشق کا ظہور ہے اس بناء پر اس مضمون کو بعنوان استدراک لایا گیا کہ کیسا اخفاء الخ اور جب میں کوشش کرتا ہوں الخ اور اسی مضمون کی آگے تاکید ہے کہ وہ عشق علی رغم انفی میرے دونوں کان پکڑ کر کہتا ہے کہ اے محتل الدباغ تو راز عشق کو کیونکر مخفی کرتا ہے لے مخفی کر وہ مخفی ہو ہی نہیں سکتا جبکہ وجود واجب کا خود ظہور ہو چکا اور وہی راز عشق کا ظہور ہے اور اس کو ظہور راز عشق کہنا ایسا ہے جیسا بعض اہل حال نے لکھا ہے کہ وحدۃ الوجود.....کا اخفاء کیوں کیا جاوے جبکہ لا اِلٰہ الا اللہ کا وہ مدلول ہے اور لا الٰہ اِلا اللہ کا اعلان منائر اور منابر اور محاریب میں کیا جاتا ہے آگے ایک مکالمہ ہے جو اسی معنی پر مبنی ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ مولانا بطون

سر عشق کو راجح کہہ رہے ہیں وقوعاً بھی کہ باوجود ظہور کے پھر وہ باطنی ہی ہے اور استدعاءً بھی کہ محبوب حقیقی سے اسی کی درخواست کرتے ہیں اور محبوب حقیقی اُس کے ظہور کو راجح کر رہا ہے اور در حقیقت یہ ظہور و بطون دونوں مجتمع ہیں پس یہ محض عنواناً مکالمت ہے معنون میں مزاحمت نہیں اور مجموعہ کلام میں سے مقصود یہ بتلانا ہے کہ اگر بصیرت ہو تو حق تعالیٰ کا ظہور وجود عشاق کی نظر میں عین شہود ہے اور اگر بصیرت نہ ہو تو ہر شے حجاب مقصود ہے وہ مکالمہ یہ ہے کہ میں اس عشق سے کہتا ہوں کہ تو جو مجھ پر انکار کرتا ہے کہ تو مخفی نہیں کر سکتا تو میں یہ کہتا ہوں کہ تو ظاہر بھی نہیں ہو سکتا کیونکہ تو اگر چہ ظہور میں جوش کر رہا ہے لیکن روح کی طرح من وجہ ظاہر ہے اور من وجہ باطن تو ظہور تام تو تیرا نہ ہوا چنانچہ ظاہر ہے کہ وجود حق آثار سے ظاہر ہے مگر کنہ اس کی نامعلوم پس پورا ظاہر نہ ہوا بلکہ غلبہ بطون ہی کو رہا وہ جواب میں کہتا ہے کہ میرے ظہور کو ترجیح ہے اس لئے کہ میں مشابہ مئے انگور کے ہوں جو مرتبہ بطون فی لعنب سے نزول کر کے متلبس بالدن یعنی موضوع در خم ہو جاوے اور پھر بزم میں آ کر مستی اور تالیاں بجانے کا سبب بن جاوے جو صاف ظہور ہے اسی طرح بطون سے میراتن بمعنی وجود یا ذات مجازاً مظاہر میں ظاہر ہو گیا اور محسن اس مجاز کا اعتبار ہے جانب مشبہ بہ کا کہ اس کا تعین مصداق تن کا ظاہر ہے پھر میں اس سے بطور استدعا کہتا ہوں کہ قبل اس کے کہ تو ادراک خلائق کا مرہون یعنی مدرک ہو جاوے اپنے کو باخفاء ممکن مخفی کر لے پس عامل ”زان پیش“ کا مقدر ہے اور مخفی اس لئے کر لے تاکہ اس مدرک پر مستی کی آفت نہ آ جاوے یعنی اندیشہ ہے کہ کبھی یہ ظہور وجود ظہور شہود تک کسی شخص کے اعتبار سے پہنچ جاوے اور وہ مغلوب السکر ہو کر آفت شطح میں مبتلاء نہ ہو جاوے اس لئے اس ظہور کو مستور کر لے وہ جواب میں کہتا ہے کہ خواہ کچھ ہی ہو قیامت خاصہ یا عامہ تک تو یہ ظہور ضرور ہی رہے گا الاوّل باعتبار کل واحد والثانی باعتبار المجموع۔ اس کو اس عنوان سے فرماتے ہیں کہ مظاہر کے واسطہ سے جس کو جام لطیف آشام سے

اس لئے تعبیر کیا کہ مئے کا ظہور بواسطہ جام کے ہوتا ہے کہ اس میں وہ مئے لطیف بھر بھر کر پیتے ہیں مجازاً آلہ آشامیدن کو آشامندہ کہہ دیا پس وہ جام مظہر ہوتا ہے مئی کا اسی طرح ان مظاہر کے واسطہ سے نماز شام یعنی اختتام آجال تک تو میں نہار کا قرین یعنی متجلی وظاہر ضرور ہی ہوں گا پھر نفخ صور پر باطن محض ہو جاؤں گا اور تیری درخواست بھی پوری کر دوں گا گو پھر ظہور ثانیاً ہو جاوے۔ مگر خیر ایک بار تو بطون محض ہو جاوے گا یہاں مکالمہ ختم ہو گیا اور محبوب ہی کی بات درخواست کنندہ کی ایک تسلی منظوری بمیعاد معین پر غالب رہی۔ اب مولانا جوش عشق میں اس وعدہ مذکورہ منظوری بطون کے متعلق کہتے ہیں کہ جب وہ شام موعود آوے گی اور میرے جام یعنی میری ہستی کو کہ ایک مظہر خاص ہے وہ شام نہاں خانہ عدم میں مخفی کرنا چاہے گی تو میں اس شام سے کہوں گا کہ مہربانی کر کے میرا جام واپس دے کہاں لے چلی کیونکہ میری شام نہیں آئی یعنی تو ہر چند کہ شام ہے مگر تو میری شام نہیں ہے پس تیرا آنا میری شام کا آنا نہیں ہے میرا جام تو نہیں لے سکتی مطلب یہ کہ میری قیامت فناء کے مرتبہ میں آچکی ہے اور اس فناء کے بعد بقاء سرمدی نصیب ہو چکی ہے اب میں استثناء الامن شاء اللہ میں داخل ہوں حاصل یہ ہوا کہ یہ جو وعدہ بطون محض کا ہے یہ عام اعتبار سے ہے مجھ سے محبوب حقیقی مخفی نہ ہوگا کیونکہ میری درخواست بھی ان ہی کے اعتبار سے تھی جن کے لئے ظہور محتمل ابتلاء بآفت شطح تھا ولست منھم آگے ایک حسن التعلیل ہے کہ میں اس لئے اس سے اپنا جام واپس لے لوں گا کہ اس میں شراب تجلی دائمی پیوں کیونکہ شراب کو عربی میں مدام کہتے ہیں کیونکہ وہ چھوٹتی نہیں دائماً پی جاتی ہے پس اس کا مقتضاء بھی یہی ہے کہ میرا شرب کبھی منقطع نہ ہو اور عدم واپسی میں انقطاع لازم آتا ہے اس لئے بھی واپس ملنا مجھ کو ضرور ہے یہاں مضمون مقصود مقام ختم ہو گیا۔

آگے ان مضامین کے حسن پر نظر کر کے ایک تفریع فرماتے ہیں کہ ان مضامین حسنہ کا منشاء عشق ہے اور عشق ایسی ہی چیز ہے کہ وہ بادۂ تحقیق کو جوش میں لاتی ہے۔ اور

وہ عشق صدیقین یعنی اولیاء عارفین کے لئے ساقی اس شراب روحانی کا بن جاتا ہے جب تو توفیق خیر وخلوص کے ساتھ اس کا طالب بن جاوے تو یہ شراب مذکورہ روح کے لئے آب حیات بخش بن جاتی ہے اور جسم اس کا ابریق ہو جاتا ہے جس کے اندر شراب رہتی ہے اور جسم کا محل آثار عشق ہونا ظاہر ہے پھر جب وہ عشق شراب توفیق کو زائد کردیتا ہے یعنی آثار عشق کے زیادہ غلبہ کرتے ہیں تو اس شراب کا زور اُس ابریق تن کو توڑ ڈالتا ہے یعنی آثار کثرت کے کہ مناسب تن کے ہیں مغلوب ہو جاتے ہیں اور آثار توحید کے غالب ہوتے ہیں پس وہی پانی جیسا مشروب تھا وہ ساقی بھی ہو جاتا ہے اور مست آب یعنی شارب بھی ہو جاتا ہے یعنی تمائز مرتبہ التفات سے رخصت ہو جاتا ہے اور اگر حقیقت اُس کی سمجھ میں نہ آوے تو تم واللہ اعلم بالصواب کہہ دو انکار مت کرو اور جو اس شیرہ یعنی شراب میں مستی آگئی ہے یہ پرتو ساقی یعنی محبوب حقیقی کا ہے کہ اس نے اس میں یہ اثر دیا اور یہ ظاہر ہے جس سے شیرہ جوشان اور رقصان ہو گیا۔

اور جو لوگ اس عشق موہوب کے منکر ہیں عبد ہی کو خالق افعال کہتے ہیں کا لفلاسفہ والمعتزلہ ایسے خیرہ وبے باک سے اس مضمون کے بارے میں ذرا پوچھو تو کہ تو نے شیرہ کو ایسا مست کنندہ کب دیکھا تھا چنانچہ نفس محبت مکتسب مع الحق کے مدعی وہ بھی ہیں جو بوجہ ضعیف ہونے کے مشابہ شیرہ کے ہیں مگر وہ دیکھیں کہ کیا اُن کی اس محبت میں بھی یہ جوش اہل اللہ کی سی محبت کا ہے پھر اگر یہ موہوب من اللہ نہیں ہیں بلکہ مکتسب ہے تو دوسرے مکتسب اس کے برابر کیوں نہیں۔ آگے اس مضمون کی تعمیم کرتے ہیں کہ ایک اسی تصرف پر کیا منحصر ہے سب تصرفات اُس خالقِ حقیقی کی طرف سے ہیں پس فرماتے ہیں کہ بلا تفکر یعنی بداہۃً ہر ذی علم کے سامنے یہ بات ثابت ہے کہ ہر متحرک کے ساتھ کوئی نہ کوئی محرک ہوتا ہے اور انتہاء اس کا عقلاً حضرت حق تک ہے پس وہی متصرف حقیقی ہوا۔ (۲۷ رجب ۱۳۴۴ھ)

(۲۱) سوال:۔ عام طور پر نماز ظہر ومغرب وعشاء ووتر کے بعد دو رکعت نماز نفل

پڑھتے ہیں بعض لوگ بیٹھ کر اور بعض کھڑے ہو کر اور ان نوافل کا پڑھنا اوقات متذکرہ صدر میں لازم سمجھا جاتا ہے لیکن نہ پڑھنے والے پر کوئی اعتراض بھی نہیں ہوتا ایک مرتبہ کفش بردار کے یہ خیال موجزن ہوا کہ پڑھنا نہ پڑھنا دونوں پر اختیار حاصل ہے مگر جو کہ نماز فرض کے ساتھ ضروری سمجھا جاتا ہے جائز نہیں اسی تحقیق میں تھا کہ ایک دن خواب میں حضور پُرنور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار فرحت آثار سے چشم بد بیں کو شرف زیارت حاصل ہوا اور خود حضور ممدوح روحی فداہ سے استفسار کیا جس کے متعلق حضور نے ارشاد فرمایا کہ اختیار ہے پڑھ یا نہیں مگر پڑھنے سے نہ پڑھنا بہتر ہے معاً یہ خیال پیدا ہوا کہ حضور ممدوح روحی فداہ نے خود تو اتنی نوافل پڑھیں کہ پائے مبارک پر ورم آ گیا مجھ سے نہ پڑھنا بہتر ہے کیوں فرمایا گیا شیطان کا دھوکہ ہے چنانچہ اس امتحان کے لئے اسی خواب کی حالت میں پشت مبارک سے کپڑا اُٹھایا اور مہر نبوت نہ پایا جس سے کہ پہلے خوابات میں فیض بوسہ حاصل ہوا تھا۔

فوراً زبان سے لاحول جاری ہو کر آنکھ کھل گئی اور بدستور لاحول پڑھتا ہوا اُٹھ بیٹھا حلیہ مبارک میں کچھ بھی فرق نہ تھا صرف مہر نبوت نہ تھی بہت پریشان ہوا کہ یہ کیا بھید ہے اور عجیب عجیب شبہات پیدا ہوئے۔ یہ خیال کر کے کہ نہ پڑھنا بھی اختیار میں ہے بعد نماز فرض نوافل پڑھنا ترک کر دیا اور دوسرے اوقات میں کبھی کبھی پڑھ لیا کرتا تھا اور اس طرح قلب ناصبور کو سمجھایا کہ حضور نے ترک لزوم کو فرمایا ہے نہ کہ ترک نوافل کو مگر چونکہ مہر نبوت نہ تھی اس لئے بہت پریشانی رہی کہ حلیہ مبارک میں تو سرمو فرق نہ تھا اور شیطان کو بھی یہ قدرت حاصل نہیں ہے کہ وہ حضور کی شکل مبارک میں اپنے آپ کو ظاہر کر سکے۔ یہ کیا راز ہے۔ اس معاملہ کو من وعن ایک صاحب سے عرض کیا تھا جس کے متعلق انہوں نے کوئی قابل تسکین جواب نہیں دیا صرف یہ ارشاد فرمایا کہ تم نے حکم رسالت میں وساوس شیطانی کا شبہ کیا اس لئے مہر نبوت سے محروم ہوئے ایک عرصہ تک ہمراہ فرض نماز کے نوافل کو ترک رکھا اب تھوڑے دنوں سے پھر پڑھتا

ہوں مگر بھی وہ وسوسہ پھر پریشان کرتا ہے خدا کے لئے اس رازسربستہ واداۓ نوافل کے متعلق قابل تسکین باحکام شرع شریف جواب مرحمت فرمائیے۔

الجواب: غالب گمان یہ ہے کہ آپ کے ذہن کو خلط ہوا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا ہوگا کہ نہ پڑھنے سے پڑھنا بہتر ہے جو کہ حقیقت ہے مستحب کی۔ ذہن نے یاد میں غلطی کی تھی کیونکہ خواب کی صحت کا معیار موافقت شریعت ہے اور موافقت کی یہی صورت ہے اور تاویل باللزوم بھی ممکن ہے مگر الفاظ سے بعید ہے اور اعتقاد لزوم کا خیال غلط ہے ورنہ تارکین پر اعتراض ضرور کیا جاتا یہ دوام ہے نہ کہ لزوم۔

اور مہر نبوت کا نظر نہ آنا دلیل اس کی نہیں کہ وہ واقع میں بھی نہ تھی اور اکثر محققین کے نزدیک تو اصلی حلیہ پر نظر آنا بھی ضروری نہیں اس خواب کی بناء پر ہرگز نوافل کو ترک نہ کیجئے۔ (۶ شعبان ۱۳۳۴ھ)

(۲۲) من العبد الكئيب الى جناب الشيخ الاكمل النجيب مدالله ظلاله بعد آلاف تحية و سلام. اما بعد فقد طالعت رسالة الامداد لشهر رجب المرجب وفيها نبذ من بقية تاويل الآية الكريمة يايها الذين امنوا لا ترفعوا اصواتكم فوق صوت النبى الخ ولا شک فى متانة ذلک التاويل لكن اختلج فى صدر ان فى اى موضع قال اهل السنة والجماعة ان الاعمال بعضها الا تكون موجبة لحبط بعض الاعمال بل ظنى ان الامر خلافه فهذا الا مام الهمام محمد ابن اسمٰعيل البخارى رحمه الله مع علو كعبه فى العلوم والكلام قد بوب بابا فى صحيحه ص ۱۲. المطبوع فى المصطفائے وقال باب خوف المؤمن ان يحبط عمله و هو لا يشعرُ وقال السندهى فى تعليقه على البخارى اى خوفه من ان يكون منافقا فيحبط لذلک عمله و هو لا يعلم بنفاقه لكمال غفلته او خوفه من ان يحبط عمله لشؤم معاصيه

كما رفع علم ليلة القدر من قلبه صلى اللّٰه عليه وسلم لشوم الاختصام اھ۔وفی تفسیر جامع البیان فسرتلک الآیۃ الکریمۃ ھکذا ان تحبط ای کرامۃ او خشیۃ ان تحبط اعمالکم وانتم لا تشعرون بحبطھا و فی الصحیح ان الرجل لیتکلم بالکلمۃ من سخط اللّٰہ لا یلقی لھا بالاالا یکب لہ بھا فی النار ابعد ما بین السّماء والارض اھ۔ و قد رأیت فی الصحیح ص ۹۵۹، جلد دوم مصطفائی بلفظ اخر عن ابی ھریرۃ سمع رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یقول ان العبد یتکلم بالکلمۃ ما یتبین فیھا یزل بھا فی النارا بعد ما بین المشرق وفی روایۃ عن ابی ھُریرۃ عن النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال ان العبد لیتکلم بالکلمۃ من رضوان اللّٰہ لا یلقی لھا بالاً یرفع اللّٰہ بھا درجات و ان العبد لیتکلم بالکلمۃ من سخط اللّٰہ لا یلقی لھا بالایھوی بھا فی جھنم اھ۔

ترجمۃ البخاری و تفسیر جامع البیان یدلان صراحۃ مع ھٰذین الحدیثین ان بعض الاعمال قد یکون موجبًا لبطلان الاعمال فای شناعۃ بالتزامہ و فرق بین ھٰذاالقول وقول المعتزلۃ والخوارج فانھم یقولون ان الکبائر ویخرج العبد من الایمان فاما یدخلہ فی الکفر کما ھو رای الخوارج اولا یدخلہ فی الکفر ویثبت منزلہ بین المنزلتین وھو قول قول المعتزلۃ بخلاف تلک المقالۃ فانھا تدل علی الحبط بدون رفع الایمان ویستانس ھٰذا من تلک الایۃ الکریمہ ایضاً فان اللّٰہ تعالٰی صدرھا بقولہ یایھا الذین امنوا تبنیھا علی ان ذالک الحبط یکون مجامعًا مع الایمان وذیلھا بقولہ و انتم لا تشعرون اشعاراً علی ان ھٰذا لا یدخلہ فی الکفر لعدم تعمد الکفر ولا یبعد انْ یکون الامر ھکذا لان اللّٰہ تعالٰی مھما ذکر الحبط فی غیر ھٰذہ الآیۃ فاما قارنھا

بخسران فی الدنیا والآخرة اوالخلود او عدم اقامة الوزن و غیر ذلک من الوعید و فی هٰذه الآیة لم یذکر کذلک و نحن نعد الآیات جسما ادی الیه نظری. قال اللّٰه تعالیٰ (۱) و من یرتد منکم عن دینه فیمت و هو کافرفاولئک حبطت اعمالهم فی الدنیا والآخرة الخ (سیقول رکوع ۱۱) (۲) و من یکفر بالایمان فقد حبط عمله الخ (لایحب اللّٰه رکوع ۵) و یقول الذین اٰمنوا اهولاء الذین اقسموا باللّٰه جهد ایمانهم انهم لمعکم حبطت اعمالهم الخ (لا یحب اللّٰه رکوع ۱۲) اولئک الذین لیس لهم فی الاخره الا النار و حبط ما صنعوا فیها و باطل ما کانوا یعملون (وما من دابة فی الارض رکوع ۲) ما کان للمشرکین ان یعمروا مساجد اللّٰه شاهدین علےٰ انفسهم بالکفر اولئک حبطت اعمالهم الخ براء ت رکوع ۹) و خضتم کالذی خاضوا اولئک حبطت اعمالهم فی الدنیا والاخرة (براء ت رکوع ۱۵) اولئک الذین کفروا بآیات ربهم ولقائه فحبطت اعمالهم (قال الم اقل لک رکوع ۳) لئن اشرکت لیحبطن عملک ولتکونن من الخاسرین (فمن اظلم رکوع ۴) والذین کفروا فتعسًا لهم واضل اعمالهم ذلک بانهم کرهوا ما انزل اللّٰه فاحبط اعمالهم (حم رکوع ۵) بل اقول القول بعدم حبط الاعمال هو قول المرجئة الذین یقولون لا یضر مع الایمان معصیة فالظاهر ان القول بالتخصیص او غیر ذلک غیر ضرورے هٰذا ما ظهر نحوید یکیم صح فان فارجوالقبول والا ارشدونی الی مواقع غلطی واهدونی الیٰ سواء الطریق افیدونی دمتم مفیدین و مداللّٰه طلالکم . والسلام مع الاکرام.

الجواب: لیعلم ان الحبط الذی نسبت نفیه الی اهل السنة

والجماعة هوالذی یکون الره کون الاعمال السابقة کالعدم کما یکون فی الکفرحتی یبطل صلوٰته و صیامه اصلا و یجب علیه الحج ثانیا اذا استطاع الزاد والراحلة بعدالتوبة والتفائه عند اهل الحق لا یشک فیه والافکیف لم یحکموا فی فتا وهم باعادة الحج مثلاً بعد صدور بعض المعاصی کما حکموا بها بعدالتوبة من الارتداد فالحبط الذی البتموه بتبویب الخباری وتعلیق السندهی ان کان هٰذا هو المذکور سابقا فلا نسلم لالتها علیه و ان کان غیره من ذهاب برکت الاعمال وثوابها کلاً او بعضاً فلا یضرنا فی دعوی انتفائه عن اهل الحق لانها لا ننکره فیبقی النزاع اذن لفظیا لکنه لا یناسب الآیة فان سوقها تدل ظاهرا علی ان شان هٰذاالحبط اشد من سائر المعاصی ولا رشدیة فی ما یشترک بینه و بینها و کذا ما نقلتم من الحدیثین فلا مساس له بالحبط اصلا و انما مدلولها الوقوع فی المعصیة العظیمة ولا یلزمه الحبط بشی من التفسیرین واما تفسیر جامع البیان فلیس فیه شیٔ زائد علی الترحمة حتی یستدل به علی المدعی واما ماذکرتموه من الفرق بین قولکم وقول المعتزلة والخوارج فنعم الفرق لومس الیه الحاجة ولا تمس ما لا یثبت بناء ه من الحبط و لم یثبت ولا یدل شیٔ من الایات التی سردتموها علی شیٔ من المقصود کما هو ظاهر واما دلالة اية الحجرات علٰی کون هٰذا الحبط مجامعا مع الایمان فمنقوض لقوله تعالٰی یایهاالذین اٰمنوا من یرتدد منکم عن دینه والحال ان الایمان باعتبار الحال والحکم المقصود باعتبار المآل.وما فسرتم قول المرجئة بانتفاء هٰذا الحبط یحتاج الی النقل بل الظاهر ان معنی قولهم لا یضر ای لا یعاقب علیه فبقی الحاجة الی

التخصیص اوالتاویل علٰی حالها . ھٰذا ما عندی ولعل غیری یقدر علٰی احسن مما قدرت و قدرت وفورت، ۶ رجب ۱۳۳۴ھ۔

از غلام شکستہ دل بجناب شیخ کامل شریف مداللہ ظلالہ۔ بعد ہزاراں ہزار تحفہائے سلام مسنون معروض آنکہ میں نے رسالہ الامداد بابت ماہ رجب المرجب ۱۳۳۴ھ مطالعہ کیا جس میں کچھ بقیہ حصہ بابت تفسیر آیت کریمہ "یایها الذین آمنوا لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی الآیۃ" مذکور تھا، اس تفسیر کی خوبی اور متانت میں شک نہیں لیکن میرے دل میں یہ خلجان ہو رہا ہے کہ اہل سنت نے تو کسی موقع میں بھی یہ نہیں کہا کہ بعض اعمال دوسرے اعمال کے حبط (وغارت ہونے) کا سبب نہیں بن سکتے بلکہ میرا گمان یہ ہے کہ معاملہ برعکس ہے دیکھئے امام ہمام محمد بن اسمٰعیل بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے جن کا پایہ علوم کلام میں بہت بلند ہے اپنی صحیح میں ایک باب باندھا ہے باب "خوف المؤمن ان یحبط عمله و هو لا یشعر" (باب اس بیان میں کہ مؤمن کو ڈرنا چاہئے اپنے عمل کے حبط ہونے سے غفلت کی حالت میں) ص ۱۲۔ مطبوع مصطفائی علامہ سندھی حاشیۂ بخاری میں فرماتے ہیں یعنی مؤمن کو اس بات سے ڈرنا چاہئے کہ وہ منافق ہو اور اس وجہ سے اُس کے اعمال حبط ہو جائیں اور اُس کو اپنے نفاق کی بوجہ کمال غفلت کے خبر بھی نہ ہو یا مطلب یہ ہے کہ مؤمن کو اپنے اعمال کے حبط ہونے سے ڈرنا چاہئے بوجہ گناہوں کی نحوست کے جیسا کہ شب قدر کا علم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب مبارک سے اُٹھا لیا گیا بوجہ نحوست خصومت کے ساتھ اور تفسیر جامع البیان میں اس آیت کریمہ کی تفسیر اس طرح کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز پر آواز بلند نہ کرو بوجہ خوف اس بات کے کہ تمہارے اعمال حبط ہو جائیں اور تم کو اُن کے حبط ہونے کی خبر بھی نہ ہو صحیح میں ہے کہ آدمی بعض دفعہ ایک بات اللہ تعالیٰ کی مرضی کے خلاف کہتا ہے جس کی اُس کو پرواہ بھی نہیں ہوتی مگر اُس کی وجہ سے اُس کو جہنم میں زمین و آسمان کی لمبائی سے زیادہ

گہرے درجہ میں ڈال دیا جاتا ہے اور میں نے خود صحیح بخاری میں ص ۹۵۹، جلد دوم مصطفائی میں دیگر الفاظ سے اس حدیث کو دیکھا ہے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ بندہ بعض دفعہ ایک بات کہتا ہے جس میں اُس کو کوئی بات نہیں معلوم ہوتی اور اُس کو جہنم میں مابین مشرق و مغرب سے زیادہ گہرے درجہ میں ڈالا جائے گا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں فرمایا حضور نے کہ بندہ بعض دفعہ کوئی بات اللہ کی خوشی کی کہتا ہے جس کی اُس کو قدر نہیں ہوتی حق تعالیٰ اُس کی وجہ سے اُس کے بہت درجے بلند فرمادیتے ہیں اور بعض دفعہ کوئی بات اللہ تعالیٰ کی ناراضی کی کہتا ہے جس کی اس کو پرواہ بھی نہیں ہوتی مگر اُس کی وجہ سے جہنم میں جھونکا جائے گا۔

پس بخاری کا ترجمۃ الباب اور تفسیر بیان القرآن ان دونوں حدیثوں کے ساتھ مل کر صراحۃً اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ بعض اعمال کبھی دوسرے اعمال کے لئے موجب ابطال ہو جاتے ہیں پس اس بات کے مان لینے میں کون سی خرابی ہے اور اس قول میں اور معتزلہ اور خوارج کے قول میں بڑا فرق ہے کیونکہ وہ قائل ہیں کہ کبائر بندہ کو ایمان سے نکال دیتے ہیں پھر یا تو وہ کافر ہو جاتا ہے جیسا کہ خوارج کی رائے ہے یا یہ کہ کفر میں بھی داخل نہیں ہوتا اور ایمان و کفر کے بیچ میں ایک مرتبہ نکل آتا ہے یہ قول معتزلہ کا ہے یہ سب اس مذکورہ بالا قول کے خلاف ہیں کیونکہ اس قول سے صرف حبط عمل پر دلالت ہوتی ہے نہ کہ زوال ایمان پر اور اس کے لئے اشارہ اِس آیت میں بھی موجود ہے کیونکہ حق تعالیٰ نے اس آیت کو اس قول سے شروع فرمایا ہے **یایھا الذین امنوا** (اے ایمان والو) جس سے اس اَمر پر تنبیہ ہوتی ہے کہ یہ حبط عمل ایمان باقی رہنے کی حالت میں ہوتا ہے اور اخیر میں یہ قول بڑھایا **و انتم لا تشعرون** (اس حال میں کہ تم جانتے بھی نہ ہو) یہ بات بتلانے کے لئے کہ یہ جہر کفر میں بھی داخل نہ کرے گا کیونکہ کفر کا قصد نہ تھا اور کچھ بعید نہیں کہ یہ حبط عمل اسی طرح

یعنی بدون زوال ایمان ہو کیونکہ حق تعالیٰ نے اس آیت کے سوا جہاں کہیں بھی حبط عمل کا ذکر فرمایا ہے وہاں ساتھ ساتھ خسران دنیا و آخرت کا یا دائمی دخول جہنم کا یا وزن نہ ہونے کا یا اور کسی وعید شدید کا ذکر ضرور کیا ہے اور اس آیت میں ایسی باتیں مذکور نہیں (اب میں اپنی وسعت نظر کے موافق آیتوں کو شمار کرتا ہوں) حق تعالیٰ فرماتے ہیں اور جو کوئی پھر جائے تمہارے میں سے اپنے دین سے اور مر جائے کافر ہو کر پس ان لوگوں کے اعمال اکارت ہو گئے دنیا و آخرت میں (سیقول، رکوع ۱۱) اور جو کوئی ایمان کا انکار کرے ان کے اعمال اکارت ہو گئے (لا یحب اللّٰہ، رکوع ۵) اور مسلمان لوگ کہیں گے ارے کیا یہ وہی لوگ ہیں کہ بڑے مبالغہ سے قسمیں کھایا کرتے تھے کہ ہم تمہارے ساتھ ہیں ان لوگوں کی ساری کارروائیاں غارت گئیں۔ (لا یحب اللّٰہ، رکوع ۱۲)۔ یہی لوگ ہیں جن کے لئے آخرت میں سوائے آگ کے کچھ نہیں اور جو انہوں نے کیا دنیا میں اکارت گیا اور جو کچھ کرتے تھے فضول ہوگا (وما من دابۃ، رکوع ۶) مشرکوں کو حق نہیں کہ اللہ کی مسجدوں کو آباد کریں اس حال میں کہ اپنے نفسوں پر کفر کے گواہ ہیں ان لوگوں کے اعمال اکارت ہو گئے (براءت، رکوع ۹) اور تم نے بھی فضول باتوں میں خوض کیا جیسا کہ پہلوں نے خوض کیا ان لوگوں کے اعمال ضائع ہو گئے، دنیا و آخرت میں (براءت، رکوع ۱۵) یہی لوگ ہیں جنہوں نے اپنے رب کی آیتوں کا کفر کیا اور اُس کی لقاء سے انکار کیا پس ان کے اعمال ضائع گئے (قال الم اقل لک، رکوع ۳) البتہ اگر تو نے شرک کیا تو تیرے اعمال ضائع ہو جائیں گے اور تو ناکاموں میں سے ہو جائے گا (فمن اظلم، رکوع ۴) اور جنہوں نے کفر کیا اُن کے لئے ہلاکت ہے اور اللہ نے اُن کے اعمال غارت کر دیئے یہ اس لئے کہ انہوں نے کلام الٰہی سے کراہت کی تو اللہ نے ان کے اعمال کو ضائع کر دیا۔ (حم، رکوع ۵) بلکہ میں کہتا ہوں کہ عدم حبط اعمال کا قول مرجئہ کا قول ہے جو کہتے ہیں کہ ایمان کے ساتھ کوئی معصیت مضر نہیں ہوتی، پس ظاہر یہ ہے کہ تخصیص (جہر) وغیرہ کے قائل ہونے کی ضرورت

نہیں، یہ وہ بات ہے جو آپ کے ناچیز خادم کے ذہن میں آئی اگر صحیح ہو تو اُمیدوار قبول ہوں ورنہ مجھ کو مواقع غلطی سے مطلع فرمایا جائے اور مجھے سیدھا راستہ دکھایئے۔ مجھے بھی افادہ فرمایئے ہمیشہ آپ افادہ فرماتے رہیں اور اللہ تعالیٰ آپ کا سایہ دراز کرے۔

جواب:۔ جاننا چاہئے کہ جس حبط کی نسبت بطور نفی کے اہل سنت والجماعۃ کی طرف کی گئی ہے وہ وہ ہے جس کا اثر یہ ہو کہ اعمال گذشتہ بالکل کالعدم ہو جائیں جیسا کہ کفر سے ہوتا ہے کہ نماز اور روزہ بالکل باطل ہو جاتا ہے اور اُس پر دوبارہ حج واجب ہو جاتا ہے اگر طاقت زاد وراحلہ بعد توبہ کے ہو جائے۔ اور اہل حق کے نزدیک اس کے انتفاء میں کوئی شک نہیں ہوسکتا ورنہ پھر اُنہوں نے اپنے فتاویٰ میں بعض معاصی موجب حبط اعمال کے صدور کے بعد اعادۂ حج کا حکم کیوں نہیں کیا جیسا کہ وہ یہ حکم بعد توبۂ ارتداد کرتے ہیں پس وہ حبط جس کو آپ نے ترجمہ باب بخاری اور حاشیۂ سندھی سے ثابت کیا ہے یہی مذکورہ بالا ہے تو ہم تسلیم نہیں کرتے کہ وہ دونوں اس پر دال ہیں اور اگر اس کے سوا حبط کے کوئی دوسرے معنی مراد ہیں مثلاً برکت عمل اور ثواب کا کل اعمال کے یا بعض کے ضائع ہو جانا تو یہ ہمارے دعویٰ انتفاء عن اہل الحق کو مضر نہ ہوگا کیونکہ اس حبط کا ہم انکار نہیں کرتے تو اب نزاع صرف لفظی رہ گیا مگر یہ معنی ثانی حبط کے اس آیت میں مناسب نہیں کیونکہ سوق آیت کھلم کھلا اس بات پر دلالت کر رہا ہے کہ اس حبط کی شان (جو جہر سے ہو) دیگر معاصی سے زیادہ سخت ہے اور جس بات میں تمام اعمال مشترک ہوں اُس میں اشدیۃ کہاں اسی لئے جو احادیث آپ نے نقل کی ہیں اُن کو حبط سے کوئی بھی علاقہ نہیں بلکہ اُن کا مدلول تو صرف ایک بڑے گناہ میں پڑ جانا ہے اُن میں حبط کسی تفسیر کے موافق بھی لازم نہیں آتا، رہی تفسیر جامع البیان تو اُس میں ترجمہ باب سے زیادہ کوئی بات نہیں یہاں تک کہ اُس سے مدعیٰ پر استدلال کیا جائے اور جو فرق آپ نے معتزلہ وخوارج کے قول میں اور اپنے قول میں کیا ہے تو وہ فرق اچھا ہے اگر اُس کی کچھ ضرورت ہوتی مگر ضرورت نہیں جب تک کہ اُس کا حبط

پرمبنی ہونا ثابت نہ ہو جائے اور یہ ثابت نہیں ہوا اور جتنی آیات آپ نے بیان کی ہیں وہ مقصود پر بالکل دلالت نہیں کرتیں اور یہ ظاہر ہے رہا آیت حجرات کا حبط پر دلالت کرنا ایمان کے بقاء کے ساتھ تو یہ دوسری آیت سے منقوض ہے فرماتے ہیں حق تعالیٰ :"اے ایمان والو! جو کوئی تمہارے میں سے اپنے دین سے پھر جائے۔ بات یہ ہے کہ ایمان بالفعل کے اعتبار سے ہے اور حکم کفر آئندہ حالت کے اعتبار سے ہے۔" اور آپ نے جو قول مرجئہ کی تفسیر اس حبط کی نفی سے کی ہے اس کے لئے نقل کی ضرورت ہے بلکہ ظاہر یہ ہے کہ اُن کے قول کے معنی یہ ہیں کہ ایمان کو معصیت مضر نہیں یعنی اُس پر عذاب ہی نہیں ہوتا تو تخصیص اور توجیہ کی ضرورت بحالہا موجود ہے یہ تو میرا خیال ہے اور شاید کوئی صاحب میری قدرت اور میری تقریر سے زیادہ عمدہ بیان پر قادر ہوں۔

حال: بہ نسبت سابق توجہ الی اللہ کسی قدر زائد معلوم ہوتی ہے نہ معلوم یہ حالت اثر صحبت سے صرف چند روزہ ہے یا کیا بات ہے خیر کچھ بھی اب تو یہ خیال ہے کہ حق تعالیٰ اس کو قبول اور اس میں برکت فرمائیں کہ خواہ کچھ ہو یا نہ ہو بندہ اپنی سی کوشش اِن شاء اللہ کئے جائے گا۔

تحقیق: یہی ٹھیک ہے فکر عمل بہتر ہے مطالعۂ ماضی وحال سے۔

سوال: جو عمل خیر حضوری کے ساتھ نہ ہوا اور اثر باطنی بھی اُس پر بہت کم مرتب ہو اُس کا ثواب پورا ملے گا یا کچھ کم۔

جواب: حضور اختیاری کی کمی بیشی کو تو دخل ہے ثواب کی کمی بیشی میں لیکن اثر باطنی کی کمی بیشی یا حضور غیر اختیاری کی کمی بیشی کو اس میں کچھ دخل نہیں۔

سوال:۔ حدیث شریف میں جو آیا ہے "ما یصیب المسلم من نصب ولا وصب ولا هم ولا حزن الا کفر الله بها من خطایاہ" یہ درصورت صبر کرنے کے ہے یا بے صبری کی حالت میں بھی یہ اثر مرتب ہوگا۔

جواب: بے صبری مذموم کا انتفاء اس کے لئے شرط ہے۔

سوال: اور بے صبری کی تعریف اور اس کی علامت جس سے ہر جگہ اس کا شناخت کرنا سہل ہوگیا ہے۔

جواب:۔ جس جس اُمر سے نہی آئی وہ بے صبری مذموم ہے۔

سوال:۔ اگر کسی کی طرف سے کچھ ایذاء پہنچے خواہ نقصان مالی پہنچے یا یدا یا لساناً کسی اور طرح کی تکلیف تو ایسی صورت میں اُس کو کچھ بُرا بھلا کہنا اور اس کی شکایت کرنا یہ بے صبری میں داخل ہوگا یا نہیں۔

جواب: جس قدر کا اذن ہے وہ داخل بے صبری نہیں۔

سوال: مصیبت کا تذکرہ کرنا محض اس واسطے کہ اُس کے ضبط کرنے میں اور بالکل کسی سے ظاہر نہ کرنے میں تو ایک قسم کی تکلیف ہوتی ہے اور تذکرہ کرنے میں فی الجملہ تسلی ہوتی ہے تو کیا یہ بھی بے صبری ہے۔

جواب: اگر ایسے شخص کے روبرو ہو جس کو اس سے مضرت نہ پہنچے بے صبری نہیں۔

سوال: اور یہ کہ اظہار شکوہ کے طور پر ہے یا بلا شکوہ کے اس کی کیا علامت ہے؟

جواب: جب شکوہ کی حقیقت ظاہر ہے پھر اُس کی علامت کی تحقیق کیا ضرور ہے اور مراد شکوہ سے شکوہ حق ہے۔

سوال: اور بعض اوقات اپنی حالت اور گناہوں پر نظر کر کے بہت خوف ہوتا ہے اور مقصود اعظم رضاء و مغفرت خداوندی ہوتی ہے اور یہ خیال ہوتا ہے کہ بڑے احوال اور بڑے مقامات تو بڑے لوگوں کو مبارک ہوں میری تو صرف مغفرت ہو جائے اور کسی قسم کا مجھ سے مواخذہ نہ ہو۔

جواب: میرا بھی بعینہٖ یہی مذاق ہے۔

سوال: لہٰذا بہزار آرزو یہ التجا ہے کہ عاجز کے اس مقصود کیلئے حضور دِل سے دُعاء فرمادیں آپ کی دُعا سے اُمید ہے کہ بفضل خداوندی بندہ اس میں شاید کامیاب ہو جائے۔

یارب ایں آرزوی من چہ خوش است تو بدیں آرزو مرا برساں

جواب:۔ آمین

(۲۴) ایک خاص طرز کے مدرسہ کے مہتمم صاحب کے نام خط متعلق بعض رسوم جن پر طلبہ سے عمل کرایا جاتا ہے ''مثل تعطیل یوم عرس درنگین کردن جامہ ہائے ایشان وحلقہ کنانیدن ایشان پیش سواری صاحب سجادہ واحضار ایشان در مجالس سماع و برمزارات واقراء اشعار نعتیہ مثل مولد از ایشان'' مکرم بندہ زیدت مکارکم السلام علیکم و رحمۃ اللہ! آپ کے تقریر فرمائے کے وقت بھی یہ مضمون ذہن میں حاضر تھا مگر میں نے اس وجہ سے عرض نہیں کیا تھا کہ ہم جیسوں کے تبادر ذہن پر کیا وثوق اس لئے اُس وقت سکوت کر کے دوسرے اوقات میں کرۃً بعد مرۃٍ غور کیا چونکہ مجھ کو بے تکلف عرض کرنے کی اجازت بھی ہے اور فی نفسہٖ مقتضائے نصح وتدین بھی یہی ہے اس لئے بے تکلف عرض کرتا ہوں کہ میرے ذہن نے ایک مصلحت کو بھی قبول نہیں کیا حالت موجودہ میں یہ مصلحت تو کسی درجہ میں قابل رعایت ہے کہ کہنہ خیالات کے ساتھ مزاحمت نہ کی جاوے سو یہ محض سکوت کو مقتضی ہے نہ کہ خاص اہتمامات کو کہ وہ اہتمامات موقوف علیہ اُس مصلحت کے نہیں جیسا کہ ظاہر ہے بلکہ ان اہتمامات کا اثر یقیناً اُن کہنہ خیالات کی تقویت ہے جیسا کہ اظہر ہے سال بھر تک جن اصلاحات کا دعویٰ کیا جاتا ہے وہ سب ایک تاریخ میں بے اثر ہو جاتی ہیں نافہم بچے ضرور اُس سے یہ نتیجہ نکالیں گے کہ اگر یہ اُمور مذموم ومنکر ہوتے تو ہمارا مربی روحانی اس کی اجازت بلکہ ایجاب کیوں فرماتا اس طرح سے کہ کوئی اُن امور کی شرکت سے انکار وعذر بھی نہیں کرسکتا اور یہ بات کہ شریک ہو کر خوب معائنہ اُس کے قبائح کا ہوتا ہے۔

سو اوّل تو صاحب اہتمام کی یہ نیت یقیناً نہیں بلکہ محض ارضاء قوم اور قوم بھی کون سی محبان ڈوم ہے دوسرے اس طرح تو تمام معاصی کی اجازت بلکہ اہتمام ہونا چاہئے تاکہ مباشرت سے مشاہدہ اُن کے قبائح کا کرلیں تیسرے اس کو خود اپنی تقریر میں تسلیم فرمالیا تھا کہ ممکن ہے کہ کوئی شخص اصلاح کے درجہ تک پہنچنے سے پہلے ہی منقطع

ہو جاوے تو ضررِ متیقن کا جائز رکھنا نفع متوہم کے لئے عقلاً یا سمعاً کب جائز ہے چوتھے جن بچوں کے اکابر کے ایسے خیالات نہیں ہیں بلکہ اُن کو نفرت ہے ان کو کیوں شریک کیا جاتا ہے میرے نزدیک یہ اہتمامات سب حرام ہیں آپ اتنا کر سکتے ہیں کہ نہ مصادمت کیجئے نہ معاونت و مشارکت اس طرح سے کہ یوم خاص کو تعطیل نہ دیجئے مگر عملاً اُس غیر حاضری پر سزا نہ دیجئے بچوں سے نہ حلقہ کرایئے نہ دوسرے ایام میں اُن سے اشعارِ نعتیہ پڑھوائیے نہ ان کو مزارات پر لے جایئے جس بدعت پر انکار کرنے سے اندیشہ تشویش ہو اُس پر سکوت فرمایئے اس کی کوشش کب جائز ہے کہ ناظرین آپ کو مبتدعہ میں شمار کریں کہ تدلیس مذموم ہے۔

(۲۵) سوال:۔ خادم کے دل میں ایک کھٹکہ پیدا ہو گیا ہے صفائی کا طالب ہوں وہ یہ کہ قرآن کریم و احادیث میں جو دُعائیں وارد ہوئی ہیں اُن میں بعض تو ایسی ہیں جو پیغمبروں نے کی ہیں بعض اور مؤمنین کی صفات برگزیدہ میں وارد ہوئی ہیں وغیرہ وغیرہ سو یہ حضرات باوجودیکہ بزرگانِ دین و مؤمنین کامل تھے گناہوں سے سخت پرہیز کرتے تھے خصوصاً انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام تو گناہوں سے پاک ہی تھے اُن کے لئے یہ دعائیں تھی مثلاً آدم علیہ السلام نے جب دانہ کھالیا اور ہبوط کا حکم ہوا تو معافی کے لئے یہ دُعاء کی ''ربنا ظلمنا انفسنا الخ'' اور نوح علیہ السلام نے جب عرض کیا ''رب ان ابنی من اهلی الخ'' تو عتاب ہوا کہ **انه لیس من اهلک انه عمل غیر صالح فلا تسئلن ما لیس لک به علم انی اعظک ان تکون من الجاهلین** ۔ تو نوح علیہ السلام نے عرض کیا ''**انی اعوذبک ان اسئلک ما لیس به علم و ان لا تغفرلی و ترحمنی اکن من الخاسرین** '' وغیرہ اور بھی بہت سی اسی قسم کی ہیں سو کھٹکہ یہ ہے کہ ان حضرات کے ایسے ایسے معاملات پر یہ دُعائیں تھیں اور ہم نالائق جو شب و روز مبتلائے فسق و فجور ہیں تو بہ بھی ہماری ایسی کہ۔ ''بشب توبہ کردو سحر گہ شکست'' بڑے سخت سخت کبائر ہم سے سرزد ہوئے اور ہوتے ہیں

اُن کا کیا حال ہوگا اور یہ دُعائیں ہمارے لئے کیونکر ذریعۂ مغفرت ہوں گی اُمید کہ جواب باصواب سے صفائی فرماویں گے۔

الجواب:۔ اُن دُعاؤں کے الفاظ ایسے عام ہیں کہ بڑے گناہوں کے بخشوانے کے لئے بھی کافی ہیں بلکہ اُن سے اچھی دُعائیں ملنا مشکل ہیں۔

(۲۶) سوال:۔ مکرمنا و مولانا زاد الطافکم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہٗ۔ میں نے ابھی حال ہی میں بایمائے سرکار عالیہ بھوپال ایک کتاب موسوم بہ "حقائق اسلام" لکھی ہے میں نے اس میں ان جدید تعلیم یافتگان کو مخاطب کیا ہے جو مغربی خیالات سے متاثر ہوکر مذہبی معاملات میں کرید کرنے لگتے ہیں اور ساتھ ہی حتی الامکان یورپین معترضین کے اعتراضوں کا جواب بھی دینے کی کوشش کی ہے میں اس کو قابل تو نہیں سمجھتا تھا کہ آپ جیسے بزرگ کی نظر سے گذرے لیکن ابھی میں نے ماہِ رمضان المبارک کے رسالہ "الرشید" کو دیکھا اس کے آخری صفحہ کے مضمون سے مجھے معلوم ہوا کہ جناب نے ایسے مضامین کی کتابوں کی تنقید و تنقیح کا بار اپنے اُوپر لینا گوارا کیا ہے کتاب تو بہر حال شائع ہو ہی چکی ہے اس لئے اس میں تو ردو بدل ممکن نہیں ہے لیکن ہاں چونکہ ممکن ہے کہ آپ کی نظر فیض اثر سے اس کے مصنف کی کچھ اصلاح ہو جائے اس لئے بادب یہ جرأت کرتا ہوں اور اُمید کرتا ہوں کہ اس کی بابت اپنے خیالات سے مجھے آگاہی بخشیں یا مناسب ہو تو الرشید میں ریویو فرما دیا جاوے آئندہ جو رائے عالی ہو۔

الجواب: مکرمی السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ اتفاق سے وہ کتاب پھر مل گئی بعض بعض مقامات سرسری و متفرق طور پر دیکھے گئے جن کے متعلق مختصراً معروض ہے۔ "عنوان تصدیق رسالت صفحہ ۷۴۔ عبارت "یہ ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے تصدیق رسالت کے بغیر بھی نیکوکاروں کو بخش دے الخ۔

تنقید نصوص قطعیہ و اجماع اہل اسلام کے خلاف ہونا اس کے بطلان و استلزام تکذیب نصوص کے لئے کافی ہے "عنوان اعتقاد حشر و نشر صفحہ ۸۰ عبارت "یوں کہئے کہ

خوداس کے وہ اثرات ہی اس کے لئے جنت یا دوزخ بن جائیں الخ۔'' تنقید اس میں صاف انکار نعماء وآلام کے حِسی وجسمانی ہونے کا جوظواہر نصوص کے بالکل خلاف ہے جن کا خلاف کرنا بدون معارض یقینی کے الحاد ہے ''عنوان مذکورہ بالا صفحہ ۸۱:عبارت ایک زمانہ کے بعد گناہوں کا تکلیف دہ اثر خود ہی اپنی آگ میں جل کر روح کو اپنی آلودگیوں سے پاک کردے اور یوں عذاب جہنم ہی ان کے لئے عطائے جنت کا سبب بن جائے الخ۔تنقید: اگر یہ عصاۃ اہل اسلام کے حق میں ہے تو ممکن کیا معنی یہ تو واقع ہوگا پس ممکن سے معلوم ہوا کہ یہ غیر اہل اسلام کے حق میں ہے تو اس میں کفار کے عذاب کی ابدیت کا انکار ہے جو نصوص قطعیہ کے خلاف ہے۔

عنوان بالا صفحہ۸۳عبارت یہ کہیں بھی ثابت نہیں کہ مرنے کے بعد جو کچھ سزا و جزاء دی جاوے گی وہ ہمارے اس موجودہ مادی جسم کو دی جاوے گی جسم کا سرے سے کسی جگہ ذکر ہی نہیں الخ۔تنقید''قال اللّٰہ تعالٰی قال من یحی العظام و ھی رمیم قل یحییھا الذی انشأھا اوّل مرۃٍ وقال تعالٰی و نحشرھم یوم القیامۃ علٰی وجوھھم عمیًا و بکما و صمًا و قال تعالٰی الیوم نختم علٰی افواھھم وتکلمنا ایدیھم وتشھد ارجلھم. وقال تعالٰی کلما نضجت جلودھم بدلنا ھم جلودًا غیرھا الآیہ و غیرھا من الآیات'' معلوم نہیں جسم کا ذکر اور کس طرح ہوتا ہے پھر عقیدہ اجماعیہ ہے''عنوان اسلام اور معجزات'' صفحہ ۱۰۵'' عبارت'' بہر حال ہم کو تو یہ اعتراض خدا لگتے معلوم ہوتے ہیں۔اھ۔بعد نقل اعتراضات ٹامس پین تنقید اس میں صاف تکذیب ہے اَمر متواتر المعنٰی کی اور معجزات کا شعبدہ میں داخل کرنا ہے نیز عقیدہ اجماعیہ کے بھی خلاف ہے۔

یہ وہ مسائل ہیں جو اسلام کے اُصول میں سے ہیں آگے فروع کے دیکھنے کی نہ حاجت ہوئی اور نہ فرصت مگر یوں ہی بلا قصد مسئلہ استرقاق پر نظر پڑ گئی اُس میں بھی جمہور کے اعتقاد کے خلاف تحقیق کی گئی ہے بہر حال حالت موجودہ میں یہ سمجھ میں نہیں

آتا کہ سرسید کی تفسیر کے بعد اس کتاب کی کیا ضرورت رہی یا انگریزی خوانوں کے کس خیال کی اُس میں اصلاح ہوئی جو کہ کتاب کی غرض بیان کی گئی ہے۔ فقط

آخر میں ''الرشید'' کے حوالہ کے متعلق اس قدر عرض کرنا ہے کہ میں نے وہ پرچہ احتیاطاً دیکھا اُس میں تو کوئی عبارت نظر نہیں پڑی جس میں میں نے اپنے اُوپر اس کا بار لیا ہو بلکہ اُس میں تو صرف علماء سے استصواب کا مشورہ دیا ہے اور ظاہر ہے کہ استصواب کا کسی پر حصر نہیں کیا گیا نہ خود سب کی درخواستوں کے منظور کر لینے کا میں نے ذمہ لیا ہے اس لئے اس حوالہ سے تسلی نہیں ہوئی۔

(تمام شد حصہ چہارم مکتوباتِ خُبرت)

# مکتوباتِ خبرت.....حصہ پنجم از ۱۳۳۵ھ

﴿اس کا لقب (بوجہ اس کے ملفوظات خُبرت سے اس کو صرف ۱۳۳۳ھ سے جدا کر کے ہر سال کے ذخیرہ کو ایک ایک حصہ قرار دیا گیا ہے جیسا کہ سنہ مذکورہ کے مکتوبات کی تمہید میں مذکور ہے اور اُس وقت سے اس وقت تک دو سال سے زیادہ نہیں ہوا) پنجم حقیقۃً نہیں ہوسکتا بلکہ اس سے سابق حصہ کے موافق ''ضمیمہ ملفوظات خُبرت حصہ پنجم'' ہونا چاہئے مگر چونکہ اس عنوان کی عبارت طویل ہے اس لئے اس سال سے تابع کو بحکم متبوع قرار دے کر متبوع یعنی ملفوظات خُبرت حصہ پنجم کے تناسق کے لحاظ سے اس کو بھی حکماً حصہ پنجم سے ملقب کر دیا گیا اب آئندہ اسی اعتبار سے اس کے عدد کا سلسلہ رہے گا اِن شاء اللہ تعالیٰ۔

یعنی ۱۳۳۶ھ کا حصہ ششم مثلاً الی ماشاء اللہ تعالیٰ اشرف علی عفی عنہ (اضافہ فی الحاشیہ) لیکن حسب تمہید مکتوبات خُبرت حصہ دوم اس توجیہ کی ضرورت نہیں رہی اب یہ حصہ حقیقۃً حصہ پنجم ہے ۱۲ منہ (اضافہ دیگر) چونکہ مکتوبات وملفوظات کے دو سلسلہ

ہو گئے ایک حسن العزیز دوسرا مکتوباتِ خُبرت وملفوظات خُبرت اس لئے ترجیح علم کے لئے دونوں میں تمایز کی ضرورت ہوئی پس وجہ تمایز یہ تجویز کی گئی ہے کہ جو عام فہم ہوں وہ حُسن العزیز میں رہیں اور جو علمی حیثیت رکھتے ہوں وہ مکتوباتِ خُبرت و ملفوظات خُبرت میں رہیں لیکن مولوی احمد حسن صاحب کے ضبط ہوئے ملفوظات سب ملفوظاتِ خُبرت میں رہیں گے خواہ عام فہم ہوں یا خاص فہم۔ ۱۲ رمنہ

## تمہید حصہ دوم ملاحظہ ہو

سوال:۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو ایک بدوی کے بالتصریح قول (اقلنی بیعتی) پر بھی توجہ فرمایا اور اقالہ بیعت سے انکار صریح کر دیا تھا ہم سے تو وہ بدوی ہی اچھا تھا کہ باوجود اس کے انکار کے بھی رحمۃ اللعالمین (روحی فداہ) صلی اللہ علیہ وسلم اس کی اصلاح کے درپے ہیں۔

الجواب: آپ کا انکار مستلزم عزم اصلاح نہیں ہے بلکہ بنا بر اعراض ہے اور وہ تو اقالہ بیعت کی درخواست سے مرتد ہو گیا آپ نے اس لئے اس میں موافقت نہیں فرمائی کہ اذن ارتداد کو مستلزم تھا۔

سوال:

گر کسے وصف او زمن پرسد　　بے دل بازے نشاں چہ گوید باز
عاشقان کشتگان معشوق اند　　بر نیاید زکشتگان آواز
اے مرغ سحر عشق ز پروانہ بیاموز　　کاں سوختہ راجاں شد و اواز نیامد
ایں مدعیان در طلبش بے خبرانند　　کان را کہ خبر شد خبرش باز نیامد

ان دونوں قطعوں کا مفصل مطلب مرحمت ہو جس سے اصل مقصود واضح ہو جائے۔

جواب:۔ ان دونوں قطعوں میں حال ''فنا قبل العود الی البقاء'' کا مذکور ہے اُس حالت میں سالک کو بے دل کہنا اس لئے مناسب ہے کہ قلب کا فعل ہے شعور وادراک اور اُس حالت میں یہ رہتا نہیں اور ہر چند کہ ذات حق جل وعلا شانہ بے

نشان اس معنی کے اعتبار سے دائماً ہے کہ کوئی نشان اُس کی کنہ تک نہیں پہنچاتا مگر بالخصوص حالت فناء سالک میں اس کے ساتھ اتصاف اس اعتبار سے ہے کہ اُس کی نظر میں اُس وقت کوئی نشان دال علی الوجہ بھی نہیں ہوتا ''لعدم التفاتہ الی الآثار واقتصار نظره علی الذات البحت فقط او مع الصفات ایضاً'' اور اسی فناء کو کشتگی سے تعبیر کیا ہے اور چونکہ قبل العود الی البقاء یعنی قبل التنز ل استغراق محض کی حالت ہوتی ہے اُس حالت میں نطق و بیان بالاختیار جو کہ خواص صحو سے ہے سب فناء ہو جاتا ہے اس کو آواز بر نیاید سے تعبیر کیا اس سے قطعہ اوّل حل ہو گیا دوسرا قطعہ اس پر بمنزلہ تصریح کے ہے کہ اے مدعی ناطق بالتقلید والتکلف تو حال فنا سے عاری ہے تو عشق کی صفت حاصل کر جو موقوف علیہ ہے اس حال کا اور صاحب حال و عشق کی یہ حالت ہوتی ہے کہ بیان و نطق فنا ہو جاتا ہے اگر چہ یہ فنا ممتد نہ ہو مگر اس کا عروض تو طریق میں ضرور ہوتا ہے اور تجھ پر اس کا عروض بھی نہیں ہوا پس تیرا نطق و بیان تصلف محض ہے ایسے ہی متکلفین و نقالین کی نسبت فرماتے ہیں کہ ان کو حقیقت سے آگاہی نہیں اگر آگاہی ہوتی تو ان پر فناء شعور و ادراک ضرور طاری ہوتا۔

اسی کو فرماتے ہیں خبرش باز نیامد یہ دوسرے قطعہ کا حل ہوا اور اس تقریر سے یہ شبہ بھی رفع ہو گیا کہ وہ عارفین جو اہل ارشاد ہیں اور اس لئے وہ اسرار ظاہر کرتے ہیں کیا وہ بھی اسی میں داخل ہیں وجہ رفع ظاہر ہے کہ یہ عدم نطق دائم نہیں عارض ہے سو جس کو عروض کے بعد نطق کا اتفاق ہو وہ بے خبر نہیں اور جو بدون اس کے عروض ہی کے نطق کرنے لگے وہ مدعی ہے اُس کو فرماتے ہیں کہ جب تجھ پر یہ حالت ہی وارد نہیں ہوئی تجھ کو کیا منصب ہے نطق کا۔ پس مطلق نطق علامت غیر عارف ہونے کی نہیں بلکہ نطق قبل عروض الفناء علامت ہے غیر عارف ہونے کی۔ ۱۵ ربیع الاوّل ۱۳۳۵ھ۔

سوال: علمائے دین و مفتیان دین متین اس مسئلہ میں کیا ارشاد فرماتے ہیں کہ اکثر لوگ بوجہ گرمی یا دیگر طرح کی تکلیف کی وجہ سے سر کے بالوں میں ہم مثل پان کے کھلوا

لیتے ہیں کہ جس کو زمانہ سابقہ سے آج تک شیطان کی کھڈی کر کے مشہور کرتے ہیں آیا فی الحقیقت کھڈی ہے اس کی وجہ فرمادی جاوے کہ آئندہ ایسے فعل مکروہ سے باز رہیں۔

جواب:۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ کھڈی تو اس لئے کہتے ہیں کہ اُس کی ایک صورت بشکل قدمچہ پائخانہ کے ہے اور شیطان کی طرف اس لئے منسوب کرتے ہیں کہ یہ فعل خلاف شرع ہونے کے سبب پسندیدہ شیطان ہے حدیث میں اس کی صریح ممانعت آئی ہے۔ ۲۳ ربیع الاوّل ۱۳۳۵ھ

سوال:۔ جمال القرآن میں جو لکھا ہے زبان کی نوک۔ زبان کا کنارہ۔ زبان کا سرا، آیا ان تینوں کا مطلب ایک ہے یا اُردو زبان میں تینوں میں فرق ہے اگر فرق ہے تو کیا۔

جواب:۔ جس حرف کے بیان میں جو لفظ ہے اُس حرف کا جو مخرج ہو اُس جگہ اُس لفظ سے وہی مراد ہے اور وہی فرق ان الفاظ میں ملحوظ ہے باقی ایک لفظ کو دوسرے کی جگہ بول سکتے ہیں۔

سوال: (یہ سوال بعض صلحاء کی اس تحریر پر کہ اُنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اُردو میں کلام فرماتے دیکھا اُن ہی صاحب رویا کے نام آیا تھا) آپ عالم اور عربی دان ہیں پھر باوجود اس کے جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ سے منام میں عربی زبان میں کس وجہ سے کلام نہیں فرمایا۔ فقط۔

الجواب:۔ (من صاحب المکتوبات) خواب میں جو حقائق منکشف ہوتے ہیں خواہ وہ مبصرات میں سے ہوں یا مسموعات میں سے اُن کا انکشاف دو طرح ہوتا ہے کبھی صورت واقعیہ میں اور کبھی صورت مثالیہ میں اور دوسری صورت اکثر ہوتی ہے اور احیاناً پہلی صورت بھی ہوتی ہے پس تکلم باردو میں غالب الوقوع یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے افاضہ معانی کا ہوا ہے اور معانی حسب اقتضاء حالت مخاطب اُردو کلمات کی صورت میں متمثل ہو کر مسموع ہوئے اور احتمال یہ بھی ہے کہ بطور خرق عادت کے احیاناً آپ ہی نے غیر عربی میں تکلم فرمایا ہو جیسا بعض روایات

حدیبیہ میں بھی آیا ہے کہ آپ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا کہ اشکمت درد رواہ ابن ماجہ اور وجوہ مذکورہ بالا مجموعہ صورتوں کی حکمت ہو سکتی ہیں واللہ تعالیٰ اعلم۔ اور ایک بار صاحب المکتوبات نے اس مضمون کو اس عنوان سے ارشاد فرمایا کہ خواب عالم تمثل ہے کچھ عجب نہیں آپ نے عربی میں فرمایا ہو مگر خصوصیات طبعیہ رائی کے سبب وہ عربی اُردو میں متمثل ہو گئی ہو۔ وھذا اقرب الی قواعد فن الرؤیا۔

سوال (ایک خط در باب اشکالات مسئلہ تقدیر آیا جس کے اخیر میں یہ عبارت لکھی تھی) اگرچہ تقدیر میں خوض کرنا منع ہے لیکن اطمینان قلب اور معترض کے لئے جواب تو دندان شکن ہونا ضرور چاہئے (اُس کا یہ جواب گیا)؟

جواب: جس ذات مقدسہ نے اس خوض سے منع فرمایا ہے انہوں نے ان دو حالتوں کو مستثنیٰ کیوں نہیں فرمایا۔

سوال:۔ ایک خاص بات جو کئی روز سے لکھنا چاہتا تھا مگر حجاب سا معلوم ہوتا تھا اب عرض کرتا ہوں کہ یہاں ایک فارغ التحصیل مولوی صاحب نے جو بحمد اللہ جوان صالح اور سید ہیں قریباً ایک ہفتہ ہوا ایک خواب دیکھا ہے اور اس کو انہوں نے اوّل مہتمم صاحبان سے اور پھر شاہ صاحب سے بیان کیا اور مجھ سے بھی کہا باوجود اپنے اذعان نابکاری کے بندہ کو بھی اور ان بزرگوں کو بھی بے حد خوشی ہوئی حق تعالیٰ شانہٗ کا فضل و کرم اور بندہ نوازی تو اس سے بھی ارفع و اعلیٰ ہے اور یہ بھی گذارش ہے کہ اغلباً صاحب رؤیا کو میرے خاص اشغال و معمولات کی چنداں اطلاع بھی نہیں ہے کیونکہ وہ میرے یہاں بہت ہی شاذ آتے ہیں اور میں ذکر وغیرہ زنانہ مکان کے اندر کرتا ہوں اگر یہ رؤیا من اللہ ہے تو واللہ باللہ اُس کو حضور کے تعلق شفقت اور اپنی غلامی کے آثار میں سے تصور کرتا ہوں یہ خواب انہوں نے مظفر نگر میں دیکھا جہاں وہ ایک خاص ضرورت سے گئے تھے سکندر آباد کے ایک حکیم صاحب وہاں آئے ہوئے تھے جو کچھ حضرت مولانا نانوتوی قدس سرہٗ کے دیکھنے والوں میں ہیں اُنہوں نے شب کو ان

صاحب رویا کے سامنے مولانا مرحوم کا بہت تذکرہ کیا پھر ان سے مدرسہ کے اور وہاں کی کل موجودہ جماعت کی جس میں بندہ بھی محسوب تھا کیفیت دریافت کی۔ جس وقت یہ مولوی صاحب (صاحب رؤیا) یہاں سے اُٹھ کر اپنے بستر پر لیٹے تو غالباً صبح کے قریب خواب میں دیکھا کہ ایک بہت وسیع میدان جو نہایت ہی صاف وشفاف ہے ایک بالکل اجنبی جگہ واقع ہے اُس میں بہت بڑا جم غفیر لوگوں کا مختلف قسم کے لباس پہنے ہوئے موجود ہیں اور وسط میں ایک عورت سر سے پاؤں تک عمدہ سبز لباس پہنے ہوئے حلم ومتانت کے ساتھ چہرہ پر نقاب ڈالے ہوئے تشریف رکھتی ہیں اور اُن کے سامنے ایک بڑا پیالہ رکھا ہے جو دُودھ سے بھرا ہوا ہے اور قریب ہی کوئی دوسری چیز ہے جو اُن کو معلوم نہیں ہوسکی اب یہاں شبہ ہوتا تھا کہ انبیاء واولیاء بھی تو واسطۂ فیض ہیں اُس کا جواب دیتے ہیں کہ اُن کی مثال مثل اُس ابر کے ہے جو متخلق باوصاف ماہ ہو جاوے تو وہ حجاب نہیں ہوتا گو اُس کی صورت بظاہر نظر آتی ہے مگر واقع میں وہ صف لا اور فناء میں ہے پس ایسا ابر پردہ نہیں بلکہ پردہ در ہے۔

اُس ابر کی ایسی مثال ہے جیسا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزہ میں پانی بڑھ گیا تھا اور جس ابر سے وہ پانی آیا تھا وہ غایت لطافت سے ہم رنگ آسمان کے ہوگیا تھا اور اس لئے وہ حجاب سماء نہ ہوا پس اِسی طرح ان حضرات کا ابر وجود متصف باوصاف حق ہو جاتا ہے اور حاجب عن الحق نہیں ہوتا یہ دوسری حکمت تھی پَر اکھاڑنے کی کہ حجاب ہے اب پھر عود ہے حکمت سابقہ کی طرف یعنی یہ کہ میرا پَر مجھ کو ضرر رساں ہے پَر بے غیرست الخ۔ آگے ہر ایسی زینت اور اظہار کے کمال للحق سے منع کرتے ہیں جو مضر ہو اور ہر ایسے انکسار کی ترغیب دیتے ہیں جو نافع ہو الیٰ قولہ گنجہا را در خرابی الخ آگے فرماتے ہیں کہ اگر ان اخلاق بد جاہ واشتہار وریا کا ازالہ نہ کرسکو تو خلوت اختیار کرو کہ اُس میں ظہور اِن اخلاق کا کم ہوگا اور قبول واشتہار خلق کا بالکلیہ تو شکار نہ ہو جاوے گا وہٰذا معنی قولہ پرنتانی کند الخ وقولہ زانکہ تو ہم لقمۂ الخ۔ فقط ۹ جمادی الاخری ۱۳۳۵ھ۔

اطلاع:۔ ابھی ان مضامین حل اشعار مثنوی دفتر پنجم کا اور حصہ بھی تیار ہے لیکن پہلے توان مضامین کا مسودہ متفرق تحریرات کی رنگ میں تھا پھر مؤلف نے اُس کو ایک رسالہ کی شکل میں کر کے اُن سب تحریرات کو مجتمع و مرتب کر کے المفتاح المعنوی لحل بعض ابیات المثنوی سے مسمّی کر دیا اب چونکہ اُس کا چھاپنا ''کلید مثنوی'' کی جلدوں کے ساتھ تجویز کیا گیا ہے اِس لئے اِس صحیفہ میں درج ہونا ملتوی کیا گیا اور دوسرے مضامین کا سلسلہ جاری کیا گیا۔ نائب مدیر

## ایک معزز عہدہ دار پنشنر کا خط

(بعد القاب وآداب کے) اس کے (یعنی وقف علی الاولاد کے) بابت آپ اگر کوئی مضمون ٹھیک احکام شریعت کے موافق شائع فرمادیں تو مسلمانوں کے حق میں نفع کی بات ہے۔ لیکن اُس کے ساتھ ہی یہ بھی ہو کہ واقف کی نیت کسی بے ایمانی پر مبنی نہ ہو یعنی کوئی کسی کا قرضہ مارنے کی غرض سے یا کسی کا حق العباد مارنے کے واسطے کسی حق دار شرعی کو کسی وجہ رنج یا بدنیتی سے محروم کرنے کے واسطے وقف کرے تو ناجائز ہوگا ۔دوم یہ کہ قانونِ میعاد میں ترمیم کی ضرورت ہے مثلاً کسی کا لگان واجب الاداء ہے یا کہ قرضہ چاہتا ہے تین سال گذر گئے یا کہ مہر کی نالش ایک سال کے اندر نہ کی تو وہ ساقط ہوگیا میعاد وہ ہونا چاہئے جو شریعت نے مسلمانوں کے واسطے قرار دی ہے۔(از کرانہ)

(اتفاق سے اُس کا جواب مدت کے بعد لکھا گیا مگر مفید ہونے کے سبب نقل کر لیا گیا وہ یہ ہے۔)

الجواب:۔ وقف کے متعلق مستقل مضمون شائع کرنے کی تو اب اس لئے ضرورت نہ تھی کہ وہ کوشش گورنمنٹ میں کامیاب اور مسلم ہوگئی چنانچہ اس کا اجراء موافق فقہ حنفی کے ہوگیا البتہ اس کے متعلق اور بعض ضروری اُمور قابل لکھنے کے ہیں ایک تو یہ کہ خط سوال میں جو شرط تجویز کی گئی ہے (فی قولہ لیکن اُس کے ساتھ ہی یہ بھی ہوالی قولہ تو ناجائز ہوگا) واقعی یہ واجب الرعایت ہے مگر اس کے یہ معنی نہیں کہ اگر اس

نیت سے کیا تو وہ قانوناً نافذ نہ ہوگا بلکہ معنی یہ ہیں کہ خود واقف پر واجب ہے کہ ایسی نیت سے وقف نہ کرے ورنہ گنہگار ہوگا اور ثواب سے محروم رہے گا گویا نافذ ہو جاوے حاصل یہ کہ ایسا کرنا دیانتاً ناجائز ہے مگر قضاءً جائز ہے جیسا فقہاء نے تفضیل بعض اولاد علی البعض فی العطاء میں اس کی تصریح فرمائی ہے دوسرا امر یہ کہ اس شرط کے ساتھ ایک اور شرط بھی ہے جس کی رعایت اس سے زیادہ فرض ہے وہ یہ کہ اس وقف کا باعث واقف کا یہ عقیدہ نہ ہو کہ وہ میراث کے منصوص حکم کو مضر اور سبب خرابی جائیداد و نافع ترقی قومی سمجھتا ہو جیسا بعض ہوا پرستوں کا اس وقت خیال ہے اور یہ شرط پہلی شرط سے زیادہ اِس لئے ہے کہ شرط سابق کا خلاف تو صرف فساد نیت ہی ہے جو محض ایک معصیت ہے اور اس شرط کا خلاف فساد اعتقاد ہے اور فساد بھی اس درجہ میں کہ منصوص قطعی کو خلافِ حکمت سمجھنا اور یہ کفر ہے چنانچہ اُستاذی مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ اِبلیس کے کفر کی وجہ یہی اعتقاد حکم حق کو خلاف حکمت سمجھنے کا ہے اور اسی لئے مولانا مرحوم کے زمانہ میں ایک مدعی خیر خواہ قومی کی رائے اس وقف علی الاولاد کی ترجیح علی المیراث کے بارے میں ایک رئیس نے بغرض تحقیق مولانا کی خدمت میں بھیجی تھی تو مولانا نے اِس بناء خاص پر اس پر عمل کرنے کو حرام اور اس بناء کو کفر فرمایا تھا اب قریب زمانہ میں بھی جن لوگوں کا ذہن بعض محرکین کی اس منشاء کی طرف پہنچ گیا اُنہوں نے ایسی تحریرات پر دستخط نہیں کئے اور جن کی نظر محض اس کے مسئلہ شرعیہ ہونے پر مقتصر رہی اُنہوں نے دستخط کر دیئے یہ گفتگو تو اس وقف کے متعلق تھی باقی خط سوال میں جو میعاد کے بارے میں لکھا ہے اگر اہل اسلام ادب کے ساتھ حکام سے اس کے مرتفع کرنے کی درخواست کریں تو مصلحت ہے لیکن اس مضمون میں کاتب خط کا یہ خیال قابل ترمیم ہے کہ وہ حقوق کے لئے شریعت میں کوئی میعاد سمجھے ہوئے ہیں سو شریعت مطہرہ میں جو حق بینہ یا اقرار یا نکول سے حاصل یہ کہ حجت شرعیہ سے ثابت ہو جاوے اُس میں کوئی میعاد نہیں اور بعض کتب میں جو پندرہ سال یا کم و

بیش لکھ دیا ہے سو اس کے یہ معنی نہیں کہ ثبوت کے بعد صرف انقضاء میعاد مسقط حق ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ غالباً اتنی مدت کے بعد پورا ثبوت دشوار ہے ورنہ ثبوت کے بعد پھر احیاء حق کا یقینی ہے۔ اور مثل درخواست متعلق ارتفاع میعاد کے ایک اور درخواست بھی بہت ضروری ہے وہ یہ کہ بہت مسائل میں شرعاً حاکم مسلم کا فیصلہ شرط ہے جس کو قضاء قاضی سے تعبیر کیا جاتا ہے پھر کتاب القضاء میں اس قاضی کے شرائط میں سے اسلام کو کہا ہے گو اُس کا تقرر احکام غیر مسلم کی طرف سے ہو، درمختار وردالمحتار میں اس عموم کی تصریح ہے جیسے مفقود یعنی بے نشان شخص کی زوجہ کے نکاح اوّل کے فسخ میں یا خیار بلوغ کی بناء پر فسخ کرنے میں اور بہت مسائل ہیں سو اگر حکام سے یہ درخواست کی جاوے کہ وہ ہر ضلع یا ہر تحصیل میں علماء اہل اسلام کے مشورہ وانتخاب سے ایک عالم متدین ومتیقظ بنام قاضی محض ایسے مقدمات کی سماعت کے لئے مقرر کردیں اور اُس کی تنخواہ کا یہ انتظام کردیا جاوے کہ مسلمان زمینداروں سے مال گزاری کے ساتھ مثل دوسرے ابواب مدارس وسڑک وغیرہ کے کچھ مختصر سی رقم اضافہ کرکے اور وصول کرلی جاوے تو مسلمانوں کو ایسے معاملات میں بہت آسانی ہوجاوے ورنہ بعض مواقع پر تو تنگی پیش آتی ہے جیسے احقر نے زن مفقود میں ایک جگہ فتویٰ لکھا کہ بعد انقضاء میعاد مقرر عندالامام مالک رحمہ اللہ کے حکام سے یہ درخواست کرو کہ وہ خاص اس مقدمہ کی سماعت کا اختیار کسی عالم کو دے دیں اور وہ عالم یہ کہہ دے کہ میری رائے میں وہ مفقود مرگیا ہے پھر اس کہنے کے بعد وہ عورت عدت وفات کی پوری کرکے نکاح ثانی کرلے چنانچہ اُن لوگوں نے پھر اطلاع دی کہ ہم نے حاکم ضلع سے کہا تھا اُنہوں نے جواب دیا کہ ہم مذہبی معاملات میں دخل نہیں دیتے تو دیکھئے کیسی تنگی پیش آئی اور بعض مواقع میں ظاہراً تو تنگی نہیں مگر شرعاً تنگی ہوتی ہے مثلاً ''خیار بلوغ'' میں ایک حاکم غیر مسلم نے نکاح اوّل کے فسخ ہونے کا حکم دے کر نکاح ثانی کی اجازت دے دی تو ظاہراً کارروائی ہوگئی مگر شرعاً یہ کارروائی معتبر نہیں ہوئی یعنی اس سے وہ نکاح اوّل فسخ نہیں

ہوااور نکاح ثانی صحیح نہیں ہوا تو تمام عمر ناجائز ہم بستری کا گناہ زوجین کو رہا۔

اگر مثل کوشش مسئلہ وقف علی الاولاد کے اس میں بھی کوشش کریں تو یہ اُس سے زیادہ ضروری ہے کیونکہ اُس میں تو بہت سے بہت وقف علی الاولاد کا انسداد ہو جاتا ہے سو خود یہ وقف ہی ضروری نہیں تو کوئی حرج شرعی نہ تھا اور یہاں تو حرام وحلال کا قصہ ہے جو بہت ہی نازک ہے اس میں شرعی حرج ہے پھر وقف کی ضرورت علاوہ اُس کے خفیف ہونے کے تمام قوم کے لئے عام نہیں صرف اہل ثروت کے ساتھ مختص ہے اور اس کی ضرورت شدید بھی ہے جیسا کہ مذکور ہوا پھر تمام قوم کو عام اس لئے اس کا اہتمام بہت زیادہ موجب ثواب ہوگا اور اس کا آسان طریق یہی ہے کہ اہل قلم اس کی مصالح کو ظاہر کریں اور پھر درخواست لکھ کر اُس پر کثرت سے دستخط کرا کر پیش کریں گورنمنٹ کی شفقت اور رعایا کی بھلائی خواہی سے اُمید ہے کہ وہ ضرور ایسے ضروری معروضہ پر توجہ فرماوے گی۔　۱۹ ر ج ۲، ۱۳۳۵ھ

سوال: ایک عامی شخص کا خط آیا جس میں ایک مسئلہ پر زید کے نام سے حدیث کا مطالبہ کیا تھا اور اُس خط میں ایک چھوٹا پرچہ بھی تھا اس میں بہشتی زیور و گوہر کے تمام مسائل میں حوالہ کی درخواست کی تھی اُس خط کا یہ جواب گیا۔

جواب:۔ زید سے یہ پوچھا جاتا ہے کہ اُصول شرعیہ کے ہیں کیا اجماع وقیاس حجت نہیں جو وہ حدیث ہی طلب کرتا ہے اور چھوٹے پرچہ کا جواب یہ ہے کہ عامی کو تو دلیل کی ضرورت نہیں اور عالم خود دلیل جانتا ہے پھر اگر کوئی نہ مانے وہ دوسرے سے پوچھ لے کچھ اسی کتاب پر حصر نہیں ہم کو اتنی فرصت نہیں جس کو اعتقاد نہ ہو اُس کو ہم مجبور نہیں کرتے نہ مسئلہ دانی اس کتاب پر منحصر ہے کتب مسائل کی بہت ہیں اور اگر ہم نے کتابوں کا نام بھی لکھ دیا تو جو شخص اُن کتابوں کو بھی نہ مانے اُس کے منوانے کے لئے کیا لکھا جاوے گا حتیٰ کہ جو لوگ حدیث کو بھی نہ مانیں جیسے فرقۂ قرآنیہ تو اُن کے واسطے ان احکام کے متعلق آیتیں کہاں سے لائیں گے۔ فقط　۲۴ جمادی الثانی ۱۳۳۵ھ

سوال: جونماز حصول زیارت حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ''نشر الطیب'' میں لکھی ہے اور اس کو دو شب جمعہ سے پڑھتا ہوں اس کی بابت کیا ارشاد ہوتا ہے؟

جواب: دُرُود شریف جس قدر ہو موجب برکت ہے باقی کسی درود میں یہ خاصیت کہ اس سے ضرور زیارت ہو جاوے اس کے لزوم کا اعتقاد نہ کیجئے اور نہ اس ثمرہ کے عدم ظہور سے تنگ دل ہو جایئے نہ اس حالت میں اس کو ترک کر دیجئے کیونکہ اس ثمرہ کا کہیں خدا رسول کی جانب سے وعدہ نہیں کیا گیا یہ مشائخ کے اقوال ہیں جو توقع کے درجہ سے آگے بڑھے ہوئے نہیں بلکہ پڑھنے میں یہ نیت بھی نہ رکھئے غالباً اس سے وہ محذورات پیدا ہو جاتے ہیں بلکہ درود پڑھئے صرف درود کے برکات حاصل کرنے کے لئے اور تمنائے زیارت رکھئے مستقل طور پر اور اس کے لئے صرف دعا کر لیا کیجئے لیکن اس کے ساتھ ہی یہ اعتقاد وثوق کے ساتھ رکھئے کہ اگر عمر بھر زیارت منامی سے کوئی شخص مشرف نہ ہو مگر ہو متبع سنت وہ شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا محبوب ہے اور جو روزانہ تمام شب مشرف بہ زیارت رہتا ہو مگر اتباع سنت سے محروم ہو وہ شخص حضور اقدس کے نزدیک مبغوض ہے خوب سمجھ لیجئے ایک طبقہ کا طبقہ اس غلطی کے اندر مبتلا ہے۔

سوال:۔ میں نے تفسیر ''بیان القرآن'' پوری منگوالی ہے اُس میں میں نے اُن آیات کے معنی دیکھے جس میں قادیانی نے تحریف کی ہے اب تک اُن کے اس استدلال کا جواب سمجھ میں نہ آیا وہ کہتے ہیں کہ ''فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیھم'' سے عیسیٰ علیہ السلام کی وفات ثابت ہوتی ہے تفسیر میں جناب والا نے ایک اور رسالہ کا حوالہ تحریر فرمایا ہے جس میں حیات مسیح پر بحث ہے۔

جواب:۔ حوالہ تو یاد نہیں باقی خود اس مقام پر اس استدلال کا جواب متن اور حاشیہ میں صاف موجود ہے معلوم ہوتا ہے غور ہی نہیں کیا اُس جواب کا حاصل بھی تبرعاً لکھے دیتا ہوں کہ مدعی کے دعوے کو منع یعنی احتمال جناب مخالف کا مضر ہوتا ہے۔ فافھم

۱۸ رجب المرجب ۱۳۳۵ھ

سوال:۔ اہلیہ احقر نے کل دوپہر یہ خواب دیکھا کہ ایک شخص خوب صورت سفید لباس پہنے ہوئے یہ کہتا ہے کہ اب اینٹوں پر کلام مجید کی آیتیں لکھی جاویں گی دریافت کیا کہ کیوں فوراً بیدار ہوگئی تعبیر عطاء ہو۔

جواب:۔ خواب ذووجہین ہے یہ معنیٰ بھی ہوسکتے ہیں کہ قلوب جن پر قرآن لکھا ہوا ہے مثل اینٹوں کے سخت ہوجاویں گے تو اشارہ ہوگا غلبۂ باطل کی طرف اور یہ معنیٰ بھی ہوسکتے ہیں کہ اینٹوں جیسی غیر متاثر چیزوں پر بھی قرآن کا اثر ہوگا تو اشارہ ہوگا غلبۂ حق کی طرف واللہ اعلم باسرارہٖ۔ ۲۰ رجب المرجب ۱۳۳۵ھ

سوال:۔ ایک مسئلہ میں عوام الناس سے ناچیز کوئی بڑی دشواری اُٹھانی پڑی ہے وہ یہ کہ بہشتی زیور میں حضور نے ریل کے اندر نماز پڑھنا اور جہاز کے اندر نماز پڑھنا ایک درجہ میں رکھا ہے اور رفیق سفر میں مولوی اصغر حسین صاحب نے مفتی صاحب کا قول نقل کیا ہے کہ محض گر جانے کے اندیشہ یا سر گھومنے کے اندیشہ سے بیٹھ کر نماز پڑھنا درست نہیں بلا عذر شرعی اور یہ رسالہ غالباً حضور کی نظر سے بھی گذرا ہے جواب جلد عنایت ہو۔

جواب:۔ جس مسئلہ میں دُشواری لکھی ہے غایت اُس کی تعارض ہے اس میں دشواری کی کیا بات ہے اہل علم کے اقوال میں تعارض کوئی جدید بات نہیں بلکہ کبھی ایک ہی شخص کے دوقولوں میں ایسا ہوتا ہے آپ خود عالم ہیں جو فتویٰ موافق قواعد کے ہو اُس کو صحیح کہیے دوسرے کو غلط سمجھئے۔ ۲۸ رجب المرجب ۱۳۳۵ھ

سوال:۔ طالب حق یعنی ذاکر شاغل کیلئے مردہ کا لباس اور تیجے چالیسویں کا کھانا یا علاوہ اس کے جو کھانا دانا مردہ کی طرف سے کھلایا جاتا ہے اس کا کھانا جائز ہے یا نہیں؟

جواب:۔ ذاکر شاغل کی کیا تخصیص ہے احکام شرعیہ سب مسلمانوں کے لئے یکساں ہے۔ ۲۸ رجب ۱۳۳۵ھ

سوال:۔ پیر سے ایک دفعہ بیعت ہوکر اگر دوبارہ بیعت اسی پیر سے اس خیال

سے ہو کہ شاید بداحتیاطی کی وجہ سے بیعت پہلی فاسد ہوگئی ہو تو یہ بیعت ہو جائے یا نہ۔
جواب:۔ اُس حالت کو بیان کر کے اُس پیر ہی سے پوچھے اگر وہ پیر متبع سنت ہو۔

۲۸ رجب، ۱۳۳۵ھ

# الرق المنشور + فی اشتات الکلام المنظوم والمنثور

مکتوبات خبرت کا ایک جزو ہے

بعد الحمد والصلوٰۃ یہ وہ کلام ہے جو کسی خاص رسالہ کا جزو نہیں بن سکتا اور بلا تکلف بن بھی سکتا تھا........... اس لئے اس کو مستقل بالتدوین کر دیا گیا۔ اس کے دو حصے ہیں جو بمناسبت رق کے ورق سے ملقب ہیں۔

## ورق اوّل

کلام منظوم میں اور اظہارِ تمائز کے لئے اس کے تین طبق کر دیئے:

﴿فی القاموس الطبق ایضاً الی قولہ والقرن من الزمان او عشرون سنة و من الناس والجراد الکثیر اوالجماعة اہ. ولا یخفی ما فیه من المناسبة بتقسیمه علی الاقسام باعتبار المن ولا یخفی ایضاً ما فی مجموع لفظ الرق والورق والطبق من الصناعة اللفظیة. ۱۲/ منه﴾

طبق اوّل: بیس سال کی عمر سے قبل کا۔ طبق ثانی بیس اور چالیس سال کی عمر کے درمیان۔ طبق ثالث: چالیس سال کی عمر کے بعد کا۔

ورق ثانی: کلام منثور میں یہ مجمل فہرست ہے اس عجالہ مختصرہ کی اب اُس کی تفصیل آتی ہے۔

## ورق اوّل کا طبق اوّل

اس میں کئی جزو ہیں: (۱) اوّل ایک غزل لکھی گئی تھی جو گم ہوگئی اُس کے صرف بعض اشعار یاد رہ گئے۔

# غزل

از دوست ایں زمانہ بگریز شیصت فرسنگ
مانندموم برروز پس گراں تراز سنگ
یا رب چہ دور آمد کز دوست میگریزند
بآسماں برآیم یاراں چگونہ درجنگ
طے شد نہ منزل دل عدم شد ہ دریں غرق
مویم سفید گشت و پایم شدہ دریں لنگ
اشرف چہ فزع ہست ایں خیر الوریٰ شفیع ست
ازقبر زندہ گشت دردامنش زنی چنگ

جزودوم (یہ زمانہ تحریز یرو بم کا تھا خواہ اسی کو جزودوم سمجھا جاوے) ''طبق ثانی''

اس میں بھی کئی جزو ہیں: (۱) جزواَوّل: ابیات فردہ درضبط بعض اُصول فرائض۔

ترتیب ارث: (۱) فروض وعصبہ (۲) نسب و (۳) سبب پس (۴) عصبہ اش (۵) پس رد (۶) ذوی الارحام و (۷) مولی و (۸) مقر (۹) موصی و (۱۰) بیت المد۔

موانع ارث: اے برادر مانع ارث اند چار + (۱) رق (۲) قتل (۳) اختلاف دیں (۴) دار+

ذوی الفروض:۔ (۱) اب (۲) وجد (۳) وزوج (۴) و برادر لام (۷) وسہ اخت (۹) ودو بنت (۱۰) وزن (۱۱) وجدہ (۱۲) واُم

حالات اب: (۱) باپسر سدس (وعصبہ ہم بہ (۲) نبات (۳) چو کسے بنت ہست از عصبات+ ..............حالات جد چوں: پدر ہست جد مگر در چار+ (۱) ارث ام اب دو (۳) ثلث ام بشمار+ (۳) ارث علات وعین جز بامام+ (۴) سدس اب معتق ست جدنا کام+ (عندابی یوسف رحمہ اللہ)

حالات اولا دام: (۱) یکے راسدس (۲) افزوں راثلث دہ+ (۳) بولد وولد

ابن وجد واب نہ+ ............ حالات زوج:۔(۱) بولد و ولد ابن اور ارلع دہ+ (۲) نبا شد گر کسے نصفش جدانہ ۔............ حالات زوجہ:۔(۱) بولد و ولد ابن اور اثمن دہ+ (۲) نباشد گر کسے ربعش جدانہ+ ............ حالات بنات صلبی:۔(۱) یکے را نصف (۲) افزوں راست ثلثین (۳) با بن اوذکر را حظ اثین+

حالات بنات الابن: (۱) یکے نصف و (۲) فزوں ثلثیں گیرد گر نہ صلبی اند+ بیک (۳) صلبی سدس گیرد (۴) بدو صلبی تھی دستند مگر (۵) باشد غلامے در برابر یا یزیر آں+ ہمہ عصبہ (۶) اندو پیش ابن ساقط ای فرائض داں۔

حالات اخوات عینی: (۱) یکے نصف (۲) فزوں ثلثین (۳) با اخ نصف حظ آن+ (۴) بہ بنت و بنت ابن عصبہ (۵) با بن وجد واب گریاں۔

حالات اخوات علاتی۔(۱) یکے نصف و فزوں ثلثین گیرد گر نہ عینی اند۔ بیک عینی سدس گیرد بدو عینی تھی دستند+ مگر باشد بایشان گر برادر پس ہمہ عصبہ اند+ بہ بنت و بنت ابن عصبہ و با بن وجد واب گریند۔............ حالات اعیان وعلات: بنو اعیان وعلات ست کج لب+ با بن وابن وابن وجد دہم اب+

حالات بنو علات: بااخ واخت عصبہ عینی+ ہست محروم جملہ علاتی+

حالات ام: (۱) بولد واخوۃ واخوات سدسی ورنہ (۲) ثلث کل+ (۳) زباقی ثلث بعد از قرض زوجین اے رخت چوں گل+ ........... حالات جدہ: سدس جدہ بہ ام ہمہ خالی+ باب وجد تھی ست ہم ابوی+ عصبہ بنفسہ جزء واصل وجزء اب پس جزء جد+ قرب درجہ قوت قرب ست حد+ عصبہ بغیرہ عصبہ بالغیر چار زن باشد+ ہر دو بنت دواخت بااخ خود+ عصبہ مع الغیر زتے کو بزن دیگر عصبہ شود+ مع الغیر نامش اے باخرد +مولی عتاقہ آخر عصبہ معتق وعصبہ اش+ نیست زن را مگر ز موالئش+

تفصیل حجب: پنج کس محجوب نقصان میشوند، (۱) اخت (۲) بنت الابن (۳) وزوجین (۴) وام اند+ غیر محروم ست بشش اے اہل فن (۱) ام (۲) اب

(۳) بنت (۴) وابن (۵) مرد (۶) زن + ہر کہ محروم ست بردو قاعدہ + ابعد ومدلی بکس بے فائدہ۔.........مخارج الفروض: بہ یک دو زصنفی سی و کی۔ بدو منف در نصف شش اے ذکی + برالعست در خلط اثناعشر بہ ثمن ست بست و چہاراے۔

قمر۔عول: ۔(۱) دو بدو ضعف وسہ بسہ ضعفش + مخرج وعول سہ زا جز ایش + تابدہ وتر و شفع وتا ہفدہ + وترو تابست ہفت عول ایں سہ۔.......نسبت عددین: یکے کم کن ز دیگر گر بیکبارے فنا شد آں + تماثل داں وگر در چند نام او تداخل خواں + نباشد گر فنا بل ماند باقی ہیچک از درجہ + تباین گر یکے افزوں توافق در ہماں رتبہ +

جزو دوم: قطعہ تاریخ وفات والد صاحب دلم خوں شدہ دیدہ جیحوں شدہ + چوشد جاں بحق حضرت والدم + دل غمزدہ فکر تاریخ کرد + شدہ سال او موجب دردوغم ۔۱۳۰۵ھ

## جزو سوم غزل اُردو

جسے ہم ڈھونڈتے تھے خود ہی ہم تھے — ولے رتبہ سے واقف اپنے کم تھے
رہی جب تک خودی اُس کو نہ پایا — جب اُس کو ڈھونڈ پایا خود عدم تھے
کہیں تھے کعبہ ہم اور تھے کہیں دیر — کہیں مغ اور کہیں شیخ حرم تھے
کبھی تھے دست موسیٰ میں عصا ہم — کہیں ادریس کے کف میں قلم تھے
کہیں شمشیر زن تھے اور کہیں تیغ — کہیں راقم کہیں خود ہی رقم تھے
نیستاں میں کہیں تھے شیر غراں — کہیں پرچم پہ ہم شیر علم تھے
کہیں تھے بخل میں ضرب المثل ہم — کہیں ہم صاحب جود اتم تھے
کہیں تھے ہم شرار نار سوزاں — کہیں ہم رشک گلزار ارم تھے
کہیں تھے ہم خوشی کے شادیانے — کہیں ہم مجمع حزن و الم تھے
کہیں تھے کان میں ہم نقرہ و زر — کہیں ہم نقش دینار و درم تھے
حقیقت کیا تمہاری تھی میاں آہ — یہ سب امداد کے لطف و کرم تھے

**فائدہ**: یہ غزل ایک خاص حالت میں لکھی تھی جس سے بفضلہٖ تعالیٰ نجات

ہوگئی اور گومعنون اس کا قابل توجہ یہ ہے وہ یہ کہ مطلوب حقیقی ہستی حقیقی ہے جس کو اپنے مظاہر کے ساتھ عینیت اصطلاحیہ ہے اور مطلع میں جو یہ ہے کہ خود ہی ہم تھے مراد اس سے یہی عینیت ہے اور مصرعہ ثانی کا حاصل یہ ہے کہ ہم کو یہ معلوم نہ تھا کہ ہم اتنی عظیم الشان حقیقت کے مظہر ہیں ورنہ اپنی ہستی میں غور کرنا معین ہوتا اُس حقیقت تک پہنچنے میں کما قیل من عرف نفسه فقد عرف ربه اور بعد کے اشعار کا حاصل اکوان کا مظاہر ہونا ہے سو گومعنوں میں یہ توجیہ ہوسکتی ہے لیکن عنوان اس کا چونکہ خلاف ظاہر ہے اس لئے میں اس سے رجوع کرتا ہوں۔

## جزو چہارم در بیان رموز قراء

قال الامام الشاطبی فی الرموز علی القراء اجمالاً۔

جعلت ابا جاد علے کل قارئ  دلیلا علی المنظوم اوّل اوّلا

قلت مفسّر اللرموز۔

ابج دہز حطی کلم نصع فضق رست  تخذ ظغش خذ بالرمز صار مسہلا

قلت مفصلا للرموز۔

الف نافع بای قالوں ورش جیم  دال را ابن کثیر ست اے فہیم

ہائے بزی زاے قنبل را بگو  حاے بوعمر وست و طادوری شنو

یاے سوسی ابن عامر کاف راست  لازم از بہر ہشام اے مرد راست

ابن ذکواں میم و عاصم نون را  صاد شعبہ عین حفص اے ذی ہدیٰ

فای حمزہ ضاد باشد خلف را  قاف خلاد و کسای راست را

سین از بہر ابوالحارث شنو  تا دوری از کسائی ۔باز گو

عاصم و حمزہ کسای راست تا  چوں نبا شد دیگرے را التقا

عاصم و حمزہ کسای راست خا  سہ دگر را چونکہ باشد التقا

ابن عامر دان دگر ابن کثیر وال سوم بو عمر دہر سہ یادگیر
عاصم و حمزہ کسائی راست ذال ابن عامر گر شود ضم بے جدال
عاصم و حمزہ کسائی راست غین با ابو عمرو آں امام ای نور عین
از پے حمزہ کسائی ہست شین ختم شد حرفی رموز اے مرد دین
صحبت از حمزہ کسائی شعبہ یاب حمزہ و حفص کسائی راصحاب
ابن عامر نافع است از بہر عم یادکن ایں اصطلاح اے خوش شیم
نافع و بو عمر و باابن کثیر برسمای ایں قرأت جائے گیر
آں ابوعمرو است وآں ابن کثیر حق تجوید ست زی شان دل پذیر
شد ابو عمر و دگر ابن کثیر ابن عامر ایں نفر از فن خبیر
آں امام نافع و ابن کثیر شدازیشاں جملہ حرمی فیض گیر
نافع و عاصم کسائے حمزہ را گشت فتح باب حصن اہتداء

**تمام شد**

# طبق ثالث جزو اوّل

جواب شعر یکے ہندو۔ شعر ہندو۔

ببیں کرامت بت خانہ مرا اے شیخ کہ چوں خراب شود خانہ خدا باشد

جواب:

ببیں نجاست بت خانہ ہائے خود اے گیر
کہ تا خراب نگردند بیت حق نشوند

جزو دوم و مابعدہ: یہ اجزاء منظومات متعلقہ مثنوی معنوی ہیں جن کی یہ تفصیل ہے: ''رائے اشرف علی تھانوی در انتساب کتاب مشہور بدفتر ہفتم مثنوی معنوی۔ بمولانا رومی اثباتاً ونفیاً۔ و کل رای لا یجب ان یقبل۔

حمد نذر بادشاہ ذوالجلال صد درودے بر رسول خوش خصال
پس ازیں نازیم بخت خویش را کیں سخن صافی گذشت از چشم ما
گویا جزوی زعین مثنوی ست چونکہ شانس چوں کلام معنوی ست
مینہد برگام مولانا قدم گوئیا ہست ایں وآں از یک قلم
نیست لیکن از کلام آں ہمام شاہدے چندیں بریں دارد قیام
اوّلاً اتیان برھان کثیر کہ عدد ہفت است گویا ناگزیر
ایں بعید از طرز مولانا ست ہاں بہر تائید شمار دفتراں
ثانیا دورست از اہل علوم خویش را دادن لقب مولائی روم
یا کہ خود را مولوی کردن خطاب یاز خود منت کشیدن در کتاب
ثالثاً کردے ششم را اختتام بازہفتم را نمودے انصرام
رابعاً من دیدہ ام ایں نسخہ را نزد حضرت حاجی امداد ما
لیک باایں اہتمام کان صفی داشت در طبع کلام مولوی
ہر زبہر طبع ایں نسخہ نداد پس ندانستش زمولانائے راد
پس یقیں شد کایں سخن زاں شاہ نیست ہاں مگر از غیر حق آگاہ نیست
آئینہ از تاب خورشیدا رپرست آئینہ خورنیست لیکن چوں خورست
در تو گوئی کان دو بیت اوّلیں میدہد از جزو بودن او یقیں
﴿کہ درآں مولانا حسام را خطاب کردہ است ۱۲ منہ﴾
پس بداں کہ ایں خطاب شاعری است غائبان رانے دلیل حاضری ست
گفتہ ام من انچہ ذوق من بگفت باز جوش طبع در تلمش بسفت

۱۷ ذی الحجہ ۱۳۳۰ھ مقام تھانہ بھون

## تمہید کلید مثنوی دفتر ثانی

بعد حمد ایزد و نعتِ نبی عرضہ دارد احقر اشرف علی

اوّل و سادس کلید مثنوی　　چوں نوشتم از فیوضِ مولوی
در دفاتر باقیہ ہمت ندید　　لا جرم از شرح او تن در کشید
لیک از اصرار بعض احباب صدق　　کہ بدنداز فضل حق اصحاب صدق

﴿فہرست بعضے ایشان دراشعارآئندہ است ۱۲۔منہ﴾

طرز دیگر سہل کردم اختیار　　کز زبان تقریر سازم درس وار
دیگراں ضبطش کنند اندر قلم　　بس ہمیں ساں شدشروع اندر رقم
آنچنانکہ مثنوی چوں بہشت　　مولوی گفت و حسام الدیں نوشت
ہمچنیں ایں نقش پاک ازنقش زشت　　بندہ می گفتے شبیرش نوشت

﴿یعنی ازمخالفت شرع چنانکہ بعضے درحل اودریں مبتلامیشوند۱۲؍منہ﴾

جذب ذوق و شوق شبیر علی　　می کشد جاں را بشرح مثنوی
جذب ذوق و شوق انامِ اللہ　　سوئے شرح مثنوی بنمود راہ
جذب ذوق وشوق آں احمد حسن　　داد شرح مثنوی را جان و تن
جذب ذوق وشوق احمد با حبیب　　مثنوی را میکند شرح غریب
یافت از احمد حسن جلوہ وقوع　　نیز عزمم بعد فترت شد رجوع
گشت از شبیر درقمش شروع　　کرد انعام اللہ سامانِ شیوع

﴿بوجہ بعض عوارض کے طبع کا قصد نہیں رہالیکن الدال علی الخیر کفاعلہ ۔۱۲۔منہ﴾

ہم حبیبم دون و عدالالتزام　　حاشیہ بنگاشت در بعضے مقام

﴿لیکن پھر باالالتزام لکھا۔۱۲۔منہ﴾

احمد و انعام و شبیر و حبیب　　ازشما شدبدر ایں حل عجیب
چوں کشیدیدم دریں رہ زابتدا　　ھم بریدم از دعا تا انتہا
نیمہ از ماہ محرم رفتہ بود　　کہ بجنبش آمد ایں دریائے جود
یک ہزار و سہ صدوسی و چہار　　بود سال ہجرت خیر الخیار

یا معید و مبدی ہر انتظام ماہمہ رابخش توفیق ختام
طالباں راز و بدہ ہم نفع تام ختم شد تمہید باقی والسلام

## تمہید کلید مثنوی دفتر ثالث

بعد حمد اللّٰہ قسام الھدیٰ ثم تسلیم علےٰ خیر الوریٰ
تم من فیض الجلال المعنوی شرح ثانی الشطر من ذاالمثنوی
مرحبا شبیربخ بخ یا حبیب حزنما من شرحه او فی النصیب
فاشرحا الثالث بجد واجتهاد طالبین العون من رب العباد
ھٰکذا ما بعده باقی الشطور نور نور فوق نور فوق نور

﴿فی الاتیان بلفظ النور اربع مرات اشارة الیٰ ان عدد لھٰذه الدفاتر التی شرحت بھٰذا الطرز اربع من الثانی الی الخامس و فی نسختہ اشارة الی کون کل الدفاتر ستة. ۱۲﴾

## تمہید کلید مثنوی دفتر رابع

بعد حمد ایزد و نعت نبی ملتمس ہے احقر اشرف علی
شکر شرح دفتر ثالث کے بعد شرح رابع کا ہوا آغاز سعد
مولوی شبیر اور فاضل حبیب داد کے قابل ہیں یہ دونوں لبیب
اپنی اپنی شرح میں دونوں فرید ہیں کلید مثنوی کی دو کلید
دونوں شرحیں اپنے اپنے طرز پر ہیں مفید خاص و عام و پر گہر
دونوں شرحوں کو الٰہی کر مفید اور دونوں شارحوں کو دے مزید
اور بقیہ دفتروں کی بھی شروح ختم کو پہنچا دے اے صاحب فتوح

## تمہید کلید مثنوی دفتر خامس

بعد حمد ایزد و نعت نبی عرض کرتا ہے فقیر اشرف علی

مثنوی کے دفتر رابع کا حل　ختم ہو خامس کا ہے یہ مستہل

﴿عزم ختم کو حکماً ختم قرار دیا گیا کیونکہ اس تمہید کے لکھنے کے وقت وہ ختم نہ ہوئی تھی خامس کو بھی بعض مصالح سے شروع کرادیا تھا اور وہ مصلحت یہ تھی کہ تا کہ کاتبین شرح کے ذہن میں دفتر پنجم کی شرح بھی مہتم بالشان اور اُس کے ساتھ بھی دلچسپی ہو جاوے اس لئے دفتر پنجم کے ربع اوّل کو دفتر چہارم کے نصف ثانی پر درس میں مقدم کردیا گیا۔ فقوله فى الشعر الاخير من هٰذا التمهيد ثم شرح المثنوى تفاول و ان الامر كله لله و ان الفضل بيدالله ۔۱۲منہ﴾

ہے مقرر اس کا یہ عاجز فقیر　اور محرر دو عزیزدل پذیر

یک حبیب احمدِ کیرانوی　دیگر آں شبیر علی تھانوی

شرح اوّل لائق اہل علوم　شرح ثانی لائق اہل عموم

شارح اوّل بفضل اجتہاد　میکند در بعض جاھا انفراد

انفرادش ہست لیکن بس لطیف　كل شیء من ظريف هو ظريف

ماخذ الشرحين من اسنى الفروح　كاملان فى الفيوض والفتوح

فألفان فى الاصابة والوضوح　خاليان عن عيوب و جروح

ربنا فالشكر لک فى كل حال　تم شرح الثمنوى بالكمال

## ورق ثانی

جو کلام مشور میں ہے اس میں اس وقت صرف ایک سند کی عبارت ذہن میں ہے جو زمانہ قیام جامع العلوم کان پور میں طلبہ فارغین کے دینے کے لئے لکھی تھی اور اُن کو دی جاتی تھی۔ وهو هٰذا۔

# سند البلاغ الی الکمال الفراغ

# من الدرسیات او من الدینیات

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ○ یُسَبِّحُ لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الۡاَرۡضِ الۡمَلِکِ الۡقُدُّوۡسِ الۡعَزِیۡزِ الۡحَکِیۡمِ○ هُوَ الَّذِیۡ بَعَثَ فِی الۡاُمِّیّٖنَ رَسُوۡلًا مِّنۡهُمۡ یَتۡلُوۡا عَلَیۡهِمۡ اٰیٰتِهٖ وَیُزَکِّیۡهِمۡ وَیُعَلِّمُهُمُ الۡکِتٰبَ وَالۡحِکۡمَةَ وَاِنۡ کَانُوۡا مِنۡ قَبۡلُ لَفِیۡ ضَلٰلٍ مُّبِیۡنٍ ○ وَّاٰخَرِیۡنَ مِنۡهُمۡ لَمَّا یَلۡحَقُوۡا بِهِمۡ. وَهُوَ الۡعَزِیۡزُ الۡحَکِیۡمُ ○ ذٰلِکَ فَضۡلُ اللّٰهِ یُؤۡتِیۡهِ مَنۡ یَّشَآءُ. وَاللّٰهُ ذُوالۡفَضۡلِ الۡعَظِیۡمِ○ وبعد فیقول الفقیر الی اللّٰهِ الغنی محمداشرف علی الحنفی التهانوی عفی عنه ما صغر وما کبر ان اللّٰه سبحانه وتعالٰی سمی فی هذه الآیة بعث النبی صلی اللّٰه علیه وسلم معلما للکتاب والسنة فضلا عظیما وکفی بهذا تشریفا للعلم و تعظیما + و ان اصل العلوم هو الکتاب والسنة + واحتیج فی تفضیل بعض ما اجمل فیهما الی القیاس و اجماع الامة + ولکونهما باللغة العربیة + افتقر الی الفنون الادبیة + ولجمع الشتات الفصول + مست الحاجة الی الاصول+ولا قامة الحجة والبرهان + علٰی اهل الزیغ والطغیان اضطر الی قدر من قواعد المیزان + فهذه العلوم التی قد اشیر الی اقسامها+ وارتباط ما بینها ونظامها + لابد منها فی احیاء الدین واقامة مراسم الحق والیقین + وما عد اذلک من الفنون الفلسفیة+ والخرافات السفطیه + فهو فی نفسه جهل و شین + و کذب و بین + و انما یقصد بالتحصیل لغرضین + احدهما و هو لا یتجاوزالطالب

البحث عن الشر + ليجتنب الضر + كما قال حذيفة رضى اللّٰه عنه كان الناس يسالون رسول اللّـه صلى اللّٰه عليه وسلم عن الخير و كنت اساله عن الشر مخافة ان يدركنى الخ فكانما عناه القائل بقوله ۔شعر

عرفت الشر لا للشرلكن لتوقيه
و من لا يعرف الشر من الخير يقع فيه

و ثانيهما و هو المتعدى الى غيره دفع مكائده الفلاسفة و غوائلهم + والقلب عليهم بكفتهم و حبائلهم + ورميهم بقسيهم + و شجهم بعصيهم كما قيل . شعر۔

سلوا سيوف فلاسف بفلاسف　　رضخوا بها ما مات آل فلاصفا

فالاخذ منها و ان كان احكم واشد (بالمعجمة) لكن فيه خطر + والتوقى عنها اسلم واسد+ (بالمهملة) و هو طريق العذر + و ان اخى فى اللّٰه فلاناً قدر ركب الطريق الاشد + (ان كان فارغا من الدرسيات ) اوالاسد (ان كان فارغا من الدينيات ) وسلكها بجهد وجد + حتى بلغ مقاطع الحد + من جميع العلوم النافعة + والتى هى للريب (بالتحتيه) رافعة + (بمعنى المزيله ان كان فارغا من الدرسيات) او للرتب( بالفوقية) رافعة+ (بمعنى المعلية ان كان فارغا من الدينيات ) التى كتبها بين الطلاب مشهورة و فى آخر هذه الوريقة مذكورة + مدة اقامته فى هذه المدرسه +التى هى بحمد اللّٰه تعالٰى مغنمة للفضائل و مكسبه + و هى من سنة كذا الى سنة كذا و لم يزل فى او ان تحصيل العلوم + يقيم وظائف المدرسة والرسوم + من التدريس والامتحان والافتاء والوعظ بالسنة والقرآن+ فهو بحمد اللّٰه تعالٰى شاب صالح ذوفضائل جليلة و اخلاق جميله +

حری بان عمم بعمامة الفضيلة + بحضرة العلماء الكرام + والمشائخ العظام+ اتباعاً لسنة خير الانام + عليه افضل التحية والسلام وهی ما نقل فی در المعارف عن الطبرانی قال (الراوی) كان رسول الله صلی الله عليه وسلم لا يولی والياحتی يعممه يرخی سدلها من جانبه الايمن نحو الاذن له واو دعه بقلب كئيب + واوصيه وصية المحب الی الجنيب + ان يجعل الشريعة شعاره + والادب + وثاره + و ان يكون من علماء الآخرة + ولا يبيع الدين بالدنيا فيرجع بصفقة خاسرة +ولا يتقاعد عن خدمة للعلم وذويه + و يترفق بالمرتحلين اليه وطالبيه+ و ان يجتهد ان وفق لعلوم ﴿المراد مطلق علم الباطن تسمية لكل باسم الجزاء﴾ المكاشفة + فان العلم ما فی القلب لا ما بالشفة + واسأله ان لا ينسانی من الدعاء ولو بعض حين + ان يتوفانی الله مسلما ويلحقنی بالصالحين و يجمعنا فی جنة الفردوس بخدمة نبينا و حبيبنا حبيب رب العالمين + سيدالانبياء والمرسلين + و صلی الله عليه وسلم ابد الابدين ودهر الداهرين و كان هذا فی شهر كذاتاريخ كذا يوم كذا سنة كذا مقام كذا عدد كذا وها قد حان انجا زالو عد فی عدالزير + وبختمها يختم الاسطر+ (اسماء الكتب) و بعد ذلک خاتم المدرسه والاساتذة والممتحن والعميم والعلماء والمشائخ الحاضرين .

قد تمت رسالة الرق المنشور من اجزاء

مکتوبات خُبرت وستاتی بعدها بقية المكتوبات

تصحیح (۱): الامداد ذی الحجہ ۱۳۳۵ھ کے صفحہ ۱۸ رسطر ۱۹ رلفظ الطریق الاشد پر اور صفحہ مذکورہ سطر ۲۱ لفظ ''الریب'' پر حاشیہ ذیل چھپنے سے رہ گیا اور وہ یہ ہے: ﴿ان دونوں لفظوں کی سند مطبوع میں یہ رعایت کی گئی کہ اس میں ''اسد'' غیر منقوط اور اسی طرح ''الریب'' بلا نقاط فوقانی وتحتانی چھاپا گیا پھر اگر وہ فارغ عن الدرسیات ہوا تو قلم سے ''اشد'' میں اوپر اور ''الریب'' میں نیچے نقطے لگا دیئے اور اگر فارغ عن الدینیات ہوا تو ''اسد'' کو غیر منقوط رہنے دیا اور ''الرتب'' میں اُوپر نقطے لگا دیئے۔﴾

(۲) صفحہ ۱۸ رسطر ۱۸ ر میں ''العذر'' چھپ گیا صحیح الحذر ہے۔ ۱۲ منہ)

## اضافہ دوم در تشنیف الاسماع

﴿اضافہ اوّل تشنیف الاسماع کے آخر میں درج ہو چکا ہے۔ ۱۲ منہ﴾

(۱) نام: محبوب علی سجع۔ محبوب نبی محبوب علی ''معنی'': ایک معنی یہ ہیں کہ جو شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا محبوب ہے وہ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بھی محبوب ہے اور دوسرے معنی یہ ہیں کہ مسمی محبوب علی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا محبوب ہے پہلے معنی میں مبتدا مقدم ہے اور دوسرے میں مؤخر ہے۔

(۲) نام: دین محمد سجع شرف یافت و نیاز دین محمد معنی ایک معنی یہ ہیں کہ عالم دنیا نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کی بدولت شرف حاصل کیا ہے اور دوسرے معنی یہ ہیں کہ مسمی دین محمد سے دنیا نے شرف حاصل کیا ہے یہ تفاؤل ہوگا۔ اشرف علی۔

## بقیہ مکتوباتِ خُبرت

سوال: کمترین بزمرۂ پولیس ملازم ہے دسمبر ۱۵ء میں جناب مولانا شاہ عبدالعلیم صاحب قدس سرہ جون پوری سے دست بیع ہوا۔ فروری ۱۷ء میں جناب مولانا کا وصال ہوا ہے ہدایات وعطیات اور اوراد وقتی پر عامل ضرور ہوں لیکن جناب کی توجہ کی ضرورت ہے ودل سے خواستگار ہوں ذریعہ عریضہ ہذا گذارش کرتا ہوں۔

جواب: اگر صرف دُعا مطلوب ہے تو جان ودل سے دُعا کرتا ہوں اور اگر تعلیم میں مدد لینا مقصود ہے تو باقاعدہ ہونا چاہئے اگر آپ قاعدہ پوچھئے گا عرض کروں گا۔

۱۳ ارمضان المبارک ۱۳۳۵ھ

سوال: میرے جناب حضرت اقدس دام ظلکم۔ بعد قدم بوسی کے عرض یہ ہے کہ یہ ناخلف غلام آپ کا جو ۱۳۱۲ھ میں کان پور مدرسہ جامع العلوم ٹپکا پور میں حافظ عبداللہ صاحب کے سفارش کرنے سے جناب کے خادموں میں داخل ہوا۔ اور بعد چند روز کے وطن کو یعنی بمبئی کو آیا جواذکار جناب نے ارشاد فرمائے تھے سب چھوٹ گئے اور دنیاوی جھگڑوں میں گرفتار ہوگیا اب چند دنوں سے پونہ میں قیام ہوا ہے یعنی نوکری ہے آپ کے ارشاد کئے ہوئے وظائف کم وبیش کئے جاتے ہیں یہاں چند نوجوانوں کو تعلیم شروع کی ہے اور وہ سب لڑکے عمر میں ۲۵ سال سے ۱۲ سال تک کے ہیں اور یہ لڑکے انگریزی سکول والے ہیں اور کچھ ملازمت کرتے ہیں تو اُن کی روزانہ عادت یہ مقرر کی ہے کہ بعد نماز فجر قرآن شریف دو گھنٹہ بعد ظہر وبعد عصر کے مغرب تک قرآن شریف یا استغفار بعد مغرب چھ رکعت نماز نفل اور بعد عشاء صلوٰۃ التسبیح اور صلوٰۃ کن فیکون اور بعد تہجد ۵۰۰ بار ذکر لا إلٰہ الا اللہ اور ہر وقت ذکر ذات اور درود شریف کا زیادہ ورد رہتا ہے تعداد اُن کی پندرہ ہے اب ان میں سے چھ لڑکے جن کو کشف اور کشف القبور بہت اچھی طرح سے ہوتا ہے تین لڑکے جو تین سال سے برابر محنت کرتے ہیں نہ تو کشف ہوتا ہے اور نہ کچھ۔ جن لڑکوں کو کشف القبور ہوتا ہے وہی بزرگان دین کے مزاروں سے فیض یاب ہوتے ہیں اب میں حیران ہوں کیا کروں جو کشف والے ہیں ان کو آگے کیا تلقین کروں اور جو کشف کی آرزو رکھتے ہیں اُن کے لئے کیا کروں میں تو کچھ بھی نہیں جانتا ہوں بچوں سے پوچھ کے سب کام چلتے ہیں دیگر عرض ہے کہ یہ لوگ ابھی تک مرید بھی نہیں ہوئے ہیں تو اس کا کیا رستہ کیا جائے اور عرض یہ ہے کہ میں یہاں سے دو لڑکوں کو جن کی عمر ۱۴۔۱۴ سال کی ہے مدرسہ امداد

العلوم میں پڑھنے کے لئے اور آپ کی خدمت میں رہ کر فیض باطنی حاصل کرنے کے لئے روانہ کروں تو میرے جناب اس بارے میں جو فرمادیں وہی کیا جائے گا۔ پس براہِ کرم ان تمام باتوں کے لئے ارشاد فرمادیں۔ فقط۔

جواب:۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ لڑکوں کا قصہ تو پیچھے رہا خود آپ کو ضرورت ہے تحقیق طریق کی سو یہ بتلایئے کہ لڑکے تو خواہ یہاں آسکیں یا نہ آسکیں مگر خود آپ بھی کچھ قیام کر یہاں قیام کرسکتے ہیں یا نہیں کیونکہ اگر آپ کو خود تحقیق ہوتی تو آپ اس قسم کے سوالات نہ کرتے اب آگے رہا لڑکوں کا قصہ سو آپ اُن کو صاف کہہ دیجئے کہ میں صاحب باطن نہیں ہوں ظاہری علوم کی تعلیم میں کرسکتا ہوں باطنی علوم میں کسی صاحب باطن متبع سنت محقق عارف سے رجوع کریں پھر جب وہ رجوع کریں گے اُن کو جواب مناسب دیا جائے گا بیچ میں آپ کے سفیر بننے کی حاجت نہیں البتہ شیخ قابل رجوع کی صحیح علامتیں اُن کو بتلا دینا ضروری ہے سو وہ تعلیم الدین باب پنجم کے اوّل میں مذکور ہیں اُن سب لڑکوں کو میری طرف سے سلام کہہ دیجئے۔ والسلام ۲۲ رمضان المبارک ۱۳۳۵ھ

## ایک شخص نے اس عنوان سے اپنا خط ختم کیا تھا

فلاں ولد فلاں اشرفی امدادی عفی عنہ از مقام فلاں۔

## جواب میں یہ لکھا گیا

لفظ ''اشرفی'' کو چھوڑ دیجئے فقط ''امدادی'' کافی ہے اس میں گروہ بندی کا سا شبہ ہوتا ہے۔ ۲۴ رمضان المبارک ۱۳۳۵ھ۔ اور ایک بار ایسی ہی نسبت کے جواب میں یہ لکھا کہ اپنے نام کے ساتھ لفظ ''اشرفی'' لکھنا میرے مزاج کے خلاف ہے کیونکہ ایسی نسبتوں کی مصلحت اپنے کو ایسے فرقوں سے ممتاز کرنا ہے جن سے ممتاز کرنا ضروری ہے اگر یہی مصلحت ہے تو ''امدادی'' لکھنا کافی ہے اور اگر اور کوئی مصلحت ہے اُس کو ظاہر کیا جائے۔ والسلام۔ ۶ شوال ۱۳۳۵ھ

سوال: آج کل حضور کے ملفوظات دیکھ رہا تھا جس میں یہ فرمان نظر سے گذرا کہ لوگوں کو احکام شرعیہ میں اس وجہ سے گرانی ہو رہی ہے کہ سب نے اس پر عمل ترک کر دیا ہے اگر سب مل کر عمل کرنے لگیں تو یہ سب تنگی و گرانی رفع ہو جائے انتہی جس سے بظاہر یہ شبہ ہو گیا کہ بعض احکام مثل اعتکاف کے جو ہر مرد و عورت پر سنت مؤکدہ ہے اس پر اگر ہر شخص عمل درآمد کرے تو بظاہر دِقت اور دُشواری ہو اور کھانے تک کو نہ ملے جس کے جواب باصواب سے تشفی بخشیں۔

الجواب:۔ شاید اجمال عبارت کی وجہ سے قرائن فہم مطلب میں کافی نہ ہوئے ہوں مراد احکام شرعیہ سے معاملات ہیں نہ کہ سب احکام اُس میں تنگی واقع ہونے کا اصلی سبب یہی ہے مثلاً علماء بیع الثمار قبل الصلاح کو منع کرتے ہیں اور نیز حصہ پر باغ کی نگرانی کو بھی منع کرتے ہیں چونکہ عمل میں سب اس پر متفق نہیں لہٰذا اگر کوئی مالک باغ صلاح اثمار کا منتظر رہے اور اُس کے قبل نگرانی اُجرت نقد پر کرائے تو اَوّل تو چونکہ نگرانی شریک پر نہیں ہے اُس کی نگرانی ہی ناقص ہوگی دوسرے نگرانی میں بعض اوقات اس قدر صرف ہو جاوے گا کہ بیع میں ثمن اُس کا تدارک نہ کر سکے گا۔

اگر اس میں سب کا شریعت پر اتفاق ہوتا تو یہ دِقتیں واقع نہ ہوتیں وعلیٰ ہذا نیز اگر دیانات کو بھی عام لیا جاوے جب بھی سب کے متفق ہونے کے معنی یہ ہیں کہ جس کیفیت سے وہ عمل وارد ہے سو اعتکاف خود سنت کفایہ کے طور پر وارد ہوا ہے اُس پر سب کے عمل کرنے کے معنی یہی ہیں کہ سب متفق ہو کر دو چار کو بٹھلا دیں ورنہ میری اس تحقیق ہی پر کیا موقوف ہے آپ کا ظاہری اعتراض تو خود شریعت تک پہنچتا ہے کہ ایسے احکام بھی مشروع کیے جس سے سب مستفید نہیں ہو سکتے سب مستفید ہوں تو کسی کو کھانے کو نہ ملے غور کر کے سوال کرنا چاہئے۔ ۲۵ رمضان المبارک ۱۳۳۵ھ ہجری۔

سوال:۔ ۱۲ بجے شب یہ دیکھا کہ کچھ مجمع حضرات دیوبند کا ہے جس میں غالباً ...... صاحب یا ...... صاحب بھی موجود ہیں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ قبل از

اسلام وہاں تشریف رکھتے ہیں اور ایک طویل لکڑی ہاتھ میں ہے اسلام پر گفتگو ہو رہی ہے اور وہ اُس لکڑی کو بار بار زمین پر مارتے ہیں باقی صحابہ بھی موجود ہیں مگر اُن کی صورت ذہن میں نہیں آئی بیدار ہونے پر معلوم ہوا کہ ۱۲ ربجے ہیں مکرر سو گیا اسی کے قریب پھر دیکھا مگر کچھ یاد نہیں رہا اُس حالت میں گریہ بھی تھا بیداری پر آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔

## اس سوال میں یہ تنقیح کی گئی

کیا یہ مطلب ہے کہ حضرت کو اُس زمانہ کی حالت میں دیکھا جب وہ اسلام سے مشرف نہ ہوئے تھے۔

## جواب تنقیح

جی حضور!

## جواب اصل سوال

بہت سوچنے کے بعد جو تعبیر خیال میں آئی وہ یہ ہے کہ اسلام کی خدمت دو حیثیت سے کی جاتی ہے ایک طبعی طور پر ایک شرعی طور پر اور اس زمانہ میں پہلی صورت غالب ہے کہ جوش طبیعت اس کا داعی ہوتا ہے بعض اوقات حدود شرعیہ کا خیال بھی نہیں رہتا ایسا شخص مشابہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے اُس حال کے ہے جب تک وہ اسلام نہ لائے تھے کہ اُس وقت بھی وہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نصرت فرماتے تھے مگر محض محبت طبعیہ سے نہ کہ حمیت شرعیہ سے بس خواب میں ایسے خادموں کی حقیقت بتلائی گئی اس خواب میں جز و مہتم بالشان یہی تھا باقی ظاہر ہے۔

والسلام ۲۰ شوال ۱۳۳۵ھ

سوال:۔ اب وجہ اس کی عرض کرتا ہوں کہ بیعت ہونے کا خیال مجھ کو کیوں ہوا اور حضور کی طرف کیوں رجوع کیا بیعت کا شوق صرف مطالعہ کتب تصوف سے اور حضور کی جانب رجوع اس لیے کہ ہمارے نانا صاحبان مولانا مولوی محمد صاحب

مرحوم مولانا مولوی عبداللہ صاحب مرحوم و مولانا مولوی عبدالعزیز صاحب مرحوم لودیانہ والوں سے حضور کے اعتقادات ملتے جلتے تھے اس سے یہ غرض تھی کہ ہمارے نانا یا اور کوئی اپنے دادا وغیرہ علماء کے اعتقادات گوخراب ہی ہوں اُن کو بلاوجہ ترجیح دی جاوے اصل غرض یہ ہے کہ حضور کے اور بندہ کے اعتقادات بالکل ایک ہیں اور اگر مولوی صاحبان لودیانوی اور حضور کے درمیان کسی فروعات میں اختلاف بھی ہو تو اس میں بھی جناب کی طرف رجوع کرتا ہوں۔

(۲) اور حضور کی تصنیف کی چند کتابیں زیر مطالعہ رہی ہیں جن میں سے بہشتی زیور تو حرز جان ہے اور شرح مثنوی مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ اور بھی چند تصانیف نظر سے گزری ہیں۔

(۳) ایک دفعہ رام پور ریاست میں جانے کا اتفاق ہوا تو وہاں ایک مسجد میں ایک مولوی صاحب جو طالب علم تھے اُن کے پاس ٹھہرنے کا اتفاق ہو گیا اور یہ بھی معلوم ہوا کہ وہ مولوی صاحب حضور سے بیعت ہیں اس لئے اُن سے اور بھی محبت ہوگئی تو اثناء گفتگو میں معلوم ہوا کہ ان کے پاس تھانہ بھون سے دو رسالہ ''الامداد'' اور ''حُسن العزیز'' بھی ماہواری آتے ہیں بندہ نے اُن کے دیکھنے کے واسطے درخواست کی تو اُن مولوی صاحب طالب علم نے چند رسالہ مجھ کو دیکھنے کے واسطے دیئے الحمدللہ جو لُطف اُن سے اُٹھایا بیان سے باہر ہے ایک روز کا ذکر ہے کہ ''حُسن العزیز'' دیکھ رہا تھا اور دوپہر کا وقت تھا کہ نیند نے غلبہ کیا اور سو جانے کا اِرادہ کیا رسالہ ''حُسن العزیز'' کو ایک طرف رکھ دیا لیکن جب بندہ نے دوسری طرف کروٹ بدلی تو دل میں خیال آیا کہ کتاب کو پشت ہوگئی اس لئے رسالہ ''حُسن العزیز'' کو اُٹھا کر اپنے سر کی جانب رکھ لیا اور سو گیا کچھ عرصہ کے بعد خواب دیکھتا ہوں کہ کلمہ شریف ''لا اِلٰہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ'' پڑھتا ہوں لیکن محمد رسول اللہ کی جگہ حضور کا نام لیتا ہوں اتنے میں دل کے اندر خیال پیدا ہوا کہ تجھ سے غلطی ہوئی کلمہ شریف کے پڑھنے میں اس کو صحیح

پڑھنا چاہئے اس خیال سے دوبارہ کلمہ شریف پڑھتا ہوں دل پر تو یہ ہے کہ صحیح پڑھا جاوے لیکن زبان سے بے ساختہ بجائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کے اشرف علی نکل جاتا ہے حالانکہ مجھ کو اس بات کا علم ہے کہ اس طرح درست نہیں لیکن بے اختیار زبان سے یہی کلمہ نکلتا ہے دو تین بار جب یہی صورت ہوئی تو حضور کو اپنے سامنے دیکھتا ہوں اور بھی چند شخص حضور کے پاس تھے لیکن اتنے میں میری یہ حالت ہوگئی کہ میں کھڑا کھڑا بوجہ اس کے کہ رقت طاری ہوگئی زمین پر گر گیا اور نہایت زور کے ساتھ ایک چیخ ماری اور مجھ کو معلوم ہوتا تھا کہ میرے اندر کوئی طاقت باقی نہیں رہی اتنے میں بندہ خواب سے بیدار ہوگیا لیکن بدن میں بدستور بے حسی تھی اور وہ اثر نا طاقتی بدستور تھا لیکن حالت خواب اور بیداری میں حضور کا ہی خیال تھا۔

لیکن حالت بیداری میں کلمہ شریف کی غلطی پر جب خیال آیا تو اس بات کا ارادہ ہوا کہ اس خیال کو دِل سے دور کیا جاوے اس واسطے کہ پھر کوئی ایسی غلطی نہ ہو جاوے بایں خیال بندہ بیٹھ گیا اور پھر دوسری کروٹ لیٹ کر کلمہ شریف کی غلطی کے تدارک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھتا ہوں لیکن پھر بھی یہ کہتا ہوں **''اللھم صل علٰی سیدنا و نبینا و مولانا اشرف علی''** حالانکہ اب بیدار ہوں خواب نہیں لیکن بے اختیار ہوں مجبور ہوں زبان اپنے قابو میں نہیں اس روز ایسا ہی کچھ خیال رہا تو دوسرے روز بیداری میں رقت رہی خوب رویا اور بھی بہت سے وجوہات ہیں جو حضور کے ساتھ باعث محبت ہیں کہاں تک عرض کروں۔

جواب: اس واقعہ میں تسلی تھی کہ جس کی طرف تم رجوع کرتے ہو وہ بعونہ تعالیٰ متبع سنت ہے۔ ۲۴ شوال ۱۳۳۵ھ

سوال:۔ جناب مخدومنا و مولانا عم فیوضہم وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ مکرمت نامہ وارد ہو کر باعث اعزاز ہوا یہ ناچیز حضرت جد امجد قبلہ عالم مدظلہٗ العالی کا بڑا نواسہ مولوی صاحب مرحوم کا لڑکا ہے اس میں شبہ نہیں کہ جناب نے ضروریات

زمانہ کے لحاظ سے دینی خدمت بہت کی ہے اور بہت سے رسائل مفیدہ دینیات میں تصنیف فرما کر لوگوں کو مستفیض فرمایا مگر آپ سے صاحب فضل اور دین کے پیشواؤں کو تو ہر وقت کی ضرورتوں کو ملحوظ خاطر فرما کر دین متین کی اصلاح اور اس کی حفاظت میں پوری توجہ سے کوشش فرمانا فرض ہے خصوصاً ایسے نازک وقت میں جبکہ اندرونی و بیرونی ہر طرح کے حملے زوروں پر ہو رہے ہیں یہی وقت ہے ''علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل'' کا نظارہ دکھانے کا ہمارے اندرونی دشمن جو اسلامی پیرایہ میں در پردہ اسلام کی بیخ کنی کرنے میں پوری کوشش اور سرگرمی سے مصروف ہیں زیادہ خطرناک ہیں بہ نسبت بیرونی دشمنوں کے پھر جب تک ان کا متفقہ قوت سے مقابلہ نہ کیا جاوے اُس وقت تک ان کا دفعیہ غیر ممکن ہے ایک دو آدمی کی توجہ اور کوشش سے کام نہیں چل سکتا چونکہ آنجناب کو اس طرف پوری توجہ نہیں ہے اس لئے ان کی پوری حالت نہیں معلوم کہ یہ لوگ کیا کر رہے ہیں اور غالباً مرزا کی کتابیں بھی ملاحظہ سے نہیں گذری ہیں ورنہ جناب کو معلوم ہوتا کہ اُس نے در پردہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اور مذہب اسلام کو بالکل اُڑا دینا چاہا ہے یعنی محمدیت کو اور اپنا مذہب یعنی بقول اُن کے احمدیت مرزائیت کو پھیلانا چاہا ہے اور یہی کوشش اُن کی جماعت کی بھی ہے اس میں جان توڑ کوشش کر رہے ہیں اُن کی طرف سے سینکڑوں مبلغین مرد و عورت صرف بہکانے پر مقرر ہیں اور تنخواہ پاتے ہیں تمام لوگوں کو گمراہ کرتے پھرتے ہیں صرف ہندوستان ہی میں نہیں افریقہ وغیرہ بلکہ تمام دنیا میں پھیلے ہوئے ہیں ان کا ہر شخص اپنے مذہب کے پھیلانے میں سرگرم ہے ادنیٰ سے لے کر اعلیٰ سب اپنی حیثیت کے موافق چندہ دیتے ہیں جو لوگ امیر ہیں وہ سینکڑوں روپے ماہوار قادیان بھیجتے ہیں حیدر آباد دکن میں ایک تاجر ہے وہ قادیانی ہو گیا ہے بہت صرف کرتا ہے اسی طرح اور بھی ہیں حیدر آباد میں اور سہارنپور کی طرف کوئی جگہ سادھورا ہے وہاں کے بعض مشائخ در پردہ قادیانی ہیں اُن کے ماننے والے بہت ہیں اسی طرح ہر طرف گمراہی پھیل رہی ہے

اب فرمایئے کہ ہماری طرف سے اس کے مقابلہ میں کون کھڑا ہوا جو پوری کوشش و توجہ سے اُن کا مقابلہ کرتا اگر اس طرف سے بھی پوری کوشش ہوتی تو آج گمراہی کی یہ حالت نہ ہوتی فلاں مولوی صاحب اور فلاں مولوی صاحب نے کچھ مقابلہ کیا وہ اپنی ذاتی غرض سے وہ بھی جب تک مولوی.........صاحب کا رسالہ ''اشاعت السنہ'' نکلتا رہا اُس وقت تک وہ کچھ اُس میں لکھتے رہے وہ بھی تقریباً اُنہیں کی جماعت میں محدود رہا اس پر بھی اس قدر قیمت رکھی گئی تھی کہ اُس کو کوئی شائق بھی نہیں لے سکتا تھا یا مولوی .........صاحب نے اپنے اخبار میں کچھ مضمون لکھ دیا بعض رسالے لکھ دیئے تو آپ ہی فرمایئے کہ اس سے کہاں تک لوگ فائدہ اُٹھا سکتے ہیں پھر اُن کے مقابلہ میں جن کی کوشش کا یہ حال ہو کہ ساٹھ ہزار خطوط و اخبار و رسالے ماہواری مرزا کے وقت میں تمام میں شائع ہوتے تھے اور اب بھی بہت شائع ہوتے ہیں اور اب ایک نیا طریقہ یہ نکالا ہے کہ مختلف زبانوں میں قرآن مجید کا ترجمہ تحریف کر کے شائع کر رہے ہیں اب آپ ہی فرمایئے کہ ادھر کس عالم کو توجہ ہے جو اس فتنہ کی طرف متوجہ ہو بجز ہمارے جد امجد قبلہ عالم مدظلہ العالی کے مگر اب کچھ ایسی حالت رہتی ہے اور ضعف و نسیان غایت درجہ ہو گیا ہے جس کی وجہ سے اب بہت مجبور ہو گئے ہیں اور کوئی معین مددگار بھی نہیں ہے جو کسی قسم کی مدد کر سکے اس وقت جناب کا اور حضرات علماء دیوبند کا بہت اثر ہے اگر آپ حضرات کی خاص توجہ اس طرف ہوتی تو لوگوں پر زیادہ اثر ہوتا اور لوگوں کو یہ خیال ہوتا کہ واقعی یہ فتنہ ہے اس سے بچنا ضروری ہے اب تو لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ یہ سب مولویوں کے جھگڑے ہیں اس وجہ سے ہمارے رسالوں کو کوئی دیکھتا بھی نہیں آپ نے تو یہ فرما کر ٹال دیا کہ رسالہ ''الامداد'' سے مجھے کوئی تعلق نہیں علماء دیوبند نے اپنے رسالوں میں اس قسم کا مضمون لکھنے سے انکار کیا حالانکہ اُس میں بھی آپ ہی کی سرپرستی لکھی ہے اور ''الامداد'' آپ کے معتقدین کا ضروری ہے پھر یہ ناممکن ہے کہ آپ ان حضرات سے فرمائیں اور وہ انکار کریں مگر ہاں توجہ خاص کے بغیر کام چلنا

ناممکن ہے جب آپ ہی جیسے حضرات اس سے پہلوتہی فرمائیں گے تو پھر اسلام کا خدا ہی حافظ ہے جناب جدامجد قبلہ عالم کا کام تو آپ حضرات کے گوش گذار کر دینا ہے اب جناب کو اختیار ہے اس فرض کو ادا کیجئے یا نہیں جناب قبلہ عالم کا کرامت نامہ بھی ملفوف ہذا ہے ختم نبوت کے بارے میں ادھر سے کافی بحث لکھی جا چکی ہے مگر ابھی اُدھر سے ایک کتاب حقیقت ختم نبوت لکھی گئی جس کے دو حصے ہیں مگر قادیانی ہم کو نہیں دیتے جو رسائل جناب کے ملاحظہ کے لئے بھیجے گئے ہیں اگر اُن میں کوئی بات آپ کے خیال میں پسندیدہ نہ ہو تو اس سے ضرور عزت افزائی فرمادیں اور یہ بھی تحریر فرمایئے کہ اُن میں کون سا رسالہ زیادہ مفید ہے اس ناچیز کو کان پور میں کئی مرتبہ ملازمت حاصل ہوئی ہے اور چند بار مواعظ سننے کا موقع حاصل ہوا ہے مولوی ........... صاحب مرحوم کے ایک صاحبزادے ہیں ........... نام ہے مجھے اُمید قوی ہے کہ اس کے جواب باصواب سے عزت فرمائیں گے والسلام۔

جواب:۔ جامع الفضائل العلمیہ والعملیہ مولوی ........... صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ السلام علیکم! ورحمۃ اللہ صحیفہ محبت نے ممنون فرمایا آپ کا پورا پتہ معلوم کر کے مسرور ہوا اللہ تعالیٰ آپ کو ظاہری و باطنی برکات عطا فرماوے آپ کے صحیفہ کے دو جزو ہیں ایک متعلق امراء کے اُس میں تو ہم غرباء کا کچھ دخل ہی نہیں دوسرا متعلق طلباء کے وہ بے شک ہم لوگوں کے کرنے کا کام ہے اور فرض ہے مگر علی الکفایہ۔ لیکن اسی کی مثل اور بھی بہت کام فرض علی الکفایہ ہیں ظاہر ہے کہ ہر شخص ہر کام پورے طور سے نہیں کر سکتا بجز اُس کے کوئی صورت نہیں کہ اہتماماً یا اتفاقاً کوئی کام کوئی کرے کوئی کام کوئی کرے جب ایک یا دو شخص سے ایک کام میں کفایت ہو جاوے دوسرے سبکدوش ہو جاویں گے ظاہر اَرد قادیانی میں رسائل کافی ہو چکے ہیں اس لئے دوسروں کا ذمہ اب مشغول نہیں ہے لیکن آپ کو اس باب میں وسعت نظر زیادہ ہے اگر اب بھی کوئی خدمت ضروریہ رہ گئی ہو تو اُس کو معین و مشخص کر کے فرمائیں کیونکہ مبہم مضامین سے

کشف حال نہیں ہوتا اگر وہ خدمت مقدور ہوگی اِن شاء اللہ تعالیٰ اُس کو اپنے ذمہ سمجھ کر انجام دیا جاوے گا باقی رہا مطبع کے مالکوں کا معتقدین میں سے ہونا اور اس لئے میرے اذن کا لازم یا مستحسن ہونا یہ ایک نہایت ظاہری حکم ہے تعمق کے بعد میرے اس دخل نہ دینے کو اِن شاء اللہ تعالیٰ ترجیح دی جاوے گی۔

مصالح اس قدر کثیر ہیں کہ تحریر میں گنجائش نہیں میں رسائل مرسلہ کے مطالعہ کی فکر میں ہوں وقت نہیں ملا لیکن جس طرح بن پڑے گا دیکھوں گا اور دیکھ کر جو رائے ہوگی اِن شاء اللہ تعالیٰ اِطلاع دوں گا اس میں جتنی دیر ہوگی اُس کا سبب تاخیر مطالعہ ہو گا باقی آپ کی دِل سوزی و مشورہ خیر پر دل سے آپ کے لئے دُعائے برکت کرتا ہوں والسلام مکرر آنکہ ان رسالوں کے علاوہ اور رسائل ردِ قادیانی کے جو آپ کو معلوم ہوں اُن کا نام و نشان فرمایئے تا کہ منگواؤں یا موجود ہوں تو عاریۃً دے دیجئے ان سب کے مطالعہ میں شاید کوئی خدمت میرے ذہن میں بھی آجاوے۔ ۲۶ شوال ۱۳۳۵ھ۔

سوال:۔ جبکہ اہل اسلام تصویر کو رکھنا گناہ شمار کرتے ہیں اور صعوبت خیال کرتے ہیں تو سکہ شاہی جس میں بادشاہ کی تصویر ہوتی ہے کیوں رکھتے ہیں جواب عقلی سے سرفراز فرمائے گا نقلی سے میں بھی واقف ہوں ایک شخص نے سوال کیا تھا میں جواب نہ دے سکا۔

جواب:۔ آپ لکھتے ہیں کہ اہل اسلام تصویر کو رکھنا گناہ شمار کرتے ہیں یہ عنوان تو وہ شخص لکھ سکتا ہے جو اہل اسلام میں سے نہ ہو آپ کو تو یہ لکھنا چاہئے تھا کہ ہم لوگ تصویر کو رکھنا گناہ شمار کرتے ہیں پھر یہ کہ اگر یہ شبہ آپ کو بھی ہے تب تو اس کے لکھنے کی کیا ضرورت ہے کہ ایک شخص نے سوال کیا تھا یوں لکھئے کہ مجھ کو شبہ ہے اور اگر آپ کو شبہ نہیں ہے تو آپ سارے جہان کی فکر میں کیوں پڑتے ہیں سائل کو اتنا جواب دے دینا کافی ہے کہ میں نہیں جانتا کسی عالم سے پوچھ لو پھر وہ جانے اور بتلانے والے جانیں تیسرے یہ کہ یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ نقلی جواب ہوتے ہوئے مسلمان کو عقلی جواب کی کیا ضرورت پڑی اس کی تو ایسی مثال ہے کہ کوئی شخص یوں کہے کہ نقلی قانون

تو مجھ کو بھی معلوم ہے کہ فلاں اسٹیشن سے فلاں اسٹیشن تک یہ محصول ہے مگر اس تخصیص کی وجہ عقلی کیا ہے اور اگر میلوں کے شمار کو وجہ تخصیص کی بتائی جاوے تو پھر یہ سوال رہے گا کہ فی میل اتنا محصول کیوں ہوا اس کی وجہ عقلی کیا ہے پس جو جواب مایۂ تسلی یہاں ہے وہی وہاں بھی سمجھ لیجئے۔ والسلام ۲۹ ۱۳۳۵ھ

سوال:۔ بیت مرقوم زیریں کے مضمون موافقِ شرع ہے یا خلاف شرع بندہ کو اطلاع فرما کے ممنون ومشکور فرماویں۔

خداہست مرکب محمد لگام علی شاہ زینش سوارش کدام

جواب:۔ افسوس ایسے مضمون میں تم کو موافق شرع ہونے کا بھی احتمال ہے جس کا ظاہر بالکل کفر اور کفر بھی گندہ کفر ہے اور ظاہر سے صرف کرنے کی کوئی وجہ نہیں کیونکہ صارف اس ظاہر سے قائل کی خصوصیات ہوتی ہیں یہاں قائل بھی مجہول ہے تو اُس کی خصوصیات بھی معلوم نہیں جب بنا نہیں مبنی بھی نہیں۔ خبردار جو پھر ایسی لغویات پوچھیں۔

۴ شعبان ۱۳۳۵ھ

سوال:۔ حزب البحر کی اجازت بندہ کو فرماویں اور اُمید کہ جو قید رکھے جائیں بسر وچشم ادا کروں گا آں صاحب نے پہلے خط میں محرومی دی ہے اُمید ہے کہ اس دفعہ جواب سے سرفراز فرماویں گے۔

جواب:۔ حزب البحر اگر دنیا کے واسطے پڑھنا مقصود ہے تو نمازوں کے بعد دُعا کرنا اُس سے افضل اور انفع ہے اور اگر دین کے لئے مقصود ہے تو اُس میں اجازت یا خاص قیود کو کوئی دخل نہیں اِس لئے اس درخواست کے معنی کچھ سمجھ میں نہیں آئے اور یہاں سے کوئی جوابی خط بلا جواب کے نہیں رہتا باقی پہنچنا اختیار سے باہر ہے۔ والسلام

۶ شعبان ۱۳۳۵ھ ہجری

سوال:۔ حضرت احقر نواں خط آپ کے قدموں میں ڈالتا ہے آپ دُعا کریں کہ اللہ تعالیٰ اپنا غلام بنالیں اور حضرت میرا نام.......... ہے میں آپ کی خدمت میں

حاضر ہوا تھا آپ نے فرمایا تھا کہ میرے یہاں ایک مہینہ کا قاعدہ ہے کہ ایک مہینہ رہو تو میں نے بذریعہ خط کچھ عذر کیا جو کہ آپ نے فرمایا کہ ایسی حالت میں رہنا مناسب نہیں مگر آپ نے لکھا تھا کہ بیس خط کے بعد آپ بیعت کی درخواست کرنا پہلے تو مناسب نہیں حضور میرا نواں خط ہے اور جب بیس خط ہو چلیں گے جب آپ سے بیعت کا ذکر کروں گا۔ اور خادم ............ ہے۔ آپ کے خداموں میں سب کا خادم ہے آپ دُعا کیجئے کہ اللہ میاں اپنا غلام بنالیں اور اپنے کام میں لگالیں کسی کام کا نہیں رہا۔

جواب:۔ میں نے خطوں کی گنتی پورا کرنے کو نہ کہا تھا اُن خطوں میں اپنے حالات اور میرے بتلائے ہوئے معمولات بھی تو لکھنا چاہئے تا کہ اُس سے اندازہ ہو کہ بیعت کی قابلیت ہوئی یا نہیں میاں ............ کو سلام اور یہ واضح ہو کہ تمہاری گول باتوں کا مطلب ہی سمجھ میں نہیں آتا لکھتے ہو کہ کسی کام کا نہیں رہا سو کام کا ہونے کو کس نے منع کیا ہے فضول واہیات باتیں مت لکھا کرو۔ ۸ شعبان ۱۳۳۵ھ

ایک خط آیا جس میں سائل نے اپنے طریقہ کو رشیدیہ لکھا تھا اور پیشانی پر "ھو اللہ الرشید" لکھا تھا اُس کے جواب میں یہ لکھا گیا۔

جواب:۔ اور یہ طریقہ رشیدیہ کیا چیز ہے اس کی شرح بھی لکھئے اور اللہ کے بہت سے نام ہیں "الرشید" کی تخصیص کی کیا وجہ۔ ۲۹ شوال ۱۳۳۵ ہجری

ایک اجازت یافتہ صاحب کا خط آیا تھا جس میں اُنہوں نے اپنے ایک طالب کے ایک خط کے جواب کی نقل کر کے استصواب چاہا تھا اُس میں یہ مضمون بھی تھا۔ آج ایک شخص نے اپنے ذکر کے وقت حالات لکھ کر بھیجے ہیں اُس کے جوابات میں نے اپنے فہم کے مطابق لکھ دیئے ہیں اور حضور کے پاس بغرض استصواب روانہ کرتا ہوں تا کہ جو غلطی ہو اُس سے مجھ کو آگاہ فرماویں چونکہ میری حالت میرے نزدیک خود قابل اطمینان نہیں ہے تو دوسروں کے ہدایت کرنے پر کیسے مجھ کو اطمینان ہو سکتا ہے بس میری مثال ایسی ہے جیسے سُنار کا ہتھوڑا کہ اُس سے ٹھوک پیٹ کر ہزاروں زیور سونے

چاندی کے درست ہو سکتے ہیں مگر وہ خود لوہا کا لوہا ہی رہا اگر میرے ذریعہ سے کسی کی درستگی ہوگی تو وہ حقیقت میں حضور ہی کا فیض ہے میں بطور ہتھوڑا ہوں ہاں میری درستگی حضور کے ہاتھ میں ہے اگر حضور چاہیں تو یہ لوہے کا ہتھوڑا سونے کا ہو سکتا ہے۔

آنانکہ خاک را بنظر کیمیا کنند      آیا بود کہ گوشۂ چشمے بما کنند

اور میں تو حضور سے یہی چاہتا ہوں ۔

ہمتم بدرقۂ راہ کن اے طائرِ قدس      کہ درازست رہِ مقصد و من نوسفرم

حضور میرے لئے دُعا فرماویں تا کہ کسی کے حالات کے جواب میں مجھ سے غلطی نہ ہو کہ جس کی گمراہی کا باعث میں بنوں مجھ کو ہر وقت اس کا ڈر رہتا ہے۔

جواب:۔ آپ کے حالات ماشاء اللہ سب محمود ہیں خدا اور زیادہ برکت فرماوے ماشاء اللہ جواب بھی آپ کے سب باصواب ہیں اللہ آپ کو ثواب دے۔ آپ تو ہتھوڑا بھی ہیں ہم تو ہتھوڑے بھی نہیں ہتھوڑا مضبوط تو ہوتا ہے اگر حق میں ایسی صلابت میسر ہو جاوے اور کیا چاہئے۔ وہ سونا کس کام کا کبھی سر پر جا چڑھے کبھی گلے میں آ کر پھنس جاوے کبھی ہاتھوں میں آ کر پڑ جاوے اور کبھی پیروں کو جا لگے اس سونے کی تلوین سے اُس لوہے کی تمکین ہی اچھی پھر یہ کہ یہاں تعزز ہے وہاں تذلل ہے پھر یہ کہ یہ صناع کے ہاتھ میں ہے جس کا دست مال ہونا خود بڑی دولت ہے بس ہتھوڑا ہونے پر آپ کو مبارک باد دیتا ہوں والسلام۔ ۲۹ شوال المکرم۔ ۱۳۳۵ھ

سوال:۔ مجھ کو بہت سخت تکلیف ہے جس کی ابتداء یہ ہے کہ ایک مرتبہ قبرستان کے اندر جا نکلا ایک قبر کے اندر جو خیال کیا تو دیکھا تو اُس کے اندر بکرے کا سر رکھا ہوا ہے جس کے دونوں رخساروں میں دو میخ برنجی ٹھکی ہوئی تھیں اور دو کانوں میں اور دو آنکھوں میں دونوں میں میرے سے بہت بڑی غلطی ہوئی میں نے جو چھیڑ دیا ہے جس وقت میں نے اس کو چھیڑا تھا اُس وقت سے مجھ کو از حد تکلیف ہے اُسی روز سے میری ناک کی دونوں راہیں بھی بند ہو گئیں ہیں اور دونوں کانوں سے بھی کم سُنائی دینے لگا

اور دونوں آنکھوں کو بھی بہت بڑا صدمہ ہوا میں نے بہت طرح سے علاج کیا لیکن کچھ کسی کا فائدہ نہیں ہوا یہاں تک کہ میں لاعلاج ہو گیا اس وقت لاعلاج اور مایوس ہو کر آپ کی زبان مبارک کا آوازہ سُن کر اُمیدوار ہوں کہ اللہ واسطے میرے لئے کچھ دُعاء خیر کریں اللہ تعالیٰ آپ کے مرتبہ کو بلند پائے پر پہنچائے گا اور میں نہایت عاجز ہوں میری یہ حالت ہوگئی ہے کہ صوم وصلوٰۃ کا بھی پابند نہ رہ سکا اور تمام اشخاص مجھ سے نفرت کرنے لگے اس لئے آں جناب برائے اللہ سمجھ کر میرے لئے دُعا کریں کیونکہ آپ مقبول دُعا ہیں۔ المرسلہ عبداللہ ولد کریم بخش از قصبہ نہٹور محلہ دکھنی سرائے ضلع بجنور۔

جواب:۔ اگر یہ واقعہ صحیح ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کا قہر تھا اُس کو دیکھ کر خوف وعبرت واجب تھی تم نے بالعکس بے باکی سے کام لیا اُس کی سزا میں گرفتار ہو۔ یہ علاج کا کام نہیں بہت التجا وزاری کے ساتھ توبہ کرو اور دُعا کرو اور عام نمازیوں سے دعا کراؤ اور نماز وطاعات کی پابندی کرو اور گناہوں سے اجتناب کرو اور یہی اصلی مقصود تھا اس واقعہ کے دِکھلانے سے پس ایسا کرنے سے اوّل تو حق تعالیٰ سے اُمید ہے کہ یہ تکلیف تمہاری جاتی رہے گی اور اگر حکمت حق مقتضی اس کے بقاء کو بھی ہوئی تب بھی کچھ حرج نہیں یہ کوئی اصلی سزا بھی نہیں اصلی اور بڑی سزا کا مقام آخرت ہے تو بطریق مذکور تدارک کرنے سے اُس سے تو نجات ہو جاوے گی ''و هو الذی یقبل التوبة عن عباده و یعفو عن السیئات الآیه''۔ ۷ ذیقعدہ ۱۳۳۵ھ

سوال:۔ اغلباً جناب آئندہ مہینہ میں اور اس مہینہ میں تھانہ بھون تشریف رکھیں گے اس وقت جو اِرادہ یا عزم سفر ہو تو اِطلاع فرما دیجئے۔

جواب:۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ اگر اس کے جواب میں ہاں لکھ دوں تو اُس کے معنی یہ ہوں گے کہ مجھ کو دو ماہ تک پابندی کے ساتھ یہاں قیام کرنا چاہئے گویا اس قیام کا وعدہ ہو جاوے گا اگر آپ کے نزدیک بھی اس کے یہی معنی ہیں تو اس کا کُھلا نتیجہ یہ ہے کہ آپ اِن دو ماہ میں بالکل آزاد رہیں کہ جب چاہیں آ جاویں اور میں مقید رہوں

سو قطع نظر اس سے کہ آیا آپ کو میرا پابند ہونا چاہئے یا مجھ کو آپ کا مجھ کو اتنے روز تک کی پابندی سخت دُشوار ہے کیونکہ اگرچہ مجھ کو سفر کثرت سے پیش نہیں آتا۔

لیکن اگر اتفاق سے کوئی سفر پیش آ گیا سو یا تو اُس کو ملتوی کر کے تنگی اُٹھائی جاوے اور یا اختیار کر کے وعدہ خلاف بنا جاتے اور ممکن ہے کہ آپ اُسی زمانہ میں آ جاویں تو مجھ کو نہ پا کر آپ کے قلب میں شکایت پیدا ہو کہ ہم کو بھروسہ دلا کر خود غائب ہو گئے اور اس مرحلہ کا دُشوار ہونا ظاہر ہے اور اگر اس مضمون کے یہ معنی نہیں ہیں تو آپ لکھئے کیا معنی ہیں اُس وقت جواب عرض کروں گا۔ ۷ ذیقعدہ ۱۳۳۵ھ

سوال:۔ اصلاح حال کے لئے خدمت شریف میں حاضر ہونا چاہتا ہوں جب اجازت ہو۔

جواب:۔ اصلاح کے دو طریقے ہیں ایک یہ کہ میں آپ کے حالات کی خود دیکھ بھال رکھوں اور مناسب نامناسب پر اطلاع دیتا رہوں سو یہ مجھ سے نہیں ہو سکتا دوسرا طریقہ یہ ہے کہ اپنے حالات میں خود غور کر کے یا کتابوں کے ذریعہ سے سمجھ کر یا میری تقریرات خاصہ وعامہ سے سمجھ کر ان حالات میں خود امتیاز کریں اور مجھ سے جس حالت کے متعلق چاہیں تدبیر یا مشورہ دریافت کریں اس کے لئے میں حاضر ہوں بشرطیکہ بیعت پر اصرار نہ کیا جاوے نیز اگر کچھ تنہائی میں کہنا ضروری ہو تو اُس کے دو طریقے ہیں یا تو پرچہ پر لکھ کر دے دیں میں اُسی پرچہ پر جواب لکھ دوں گا اور یہ سہل تر ہے اور اگر کوئی بات آپ کی رائے میں ایسی ہو کہ بدون مشافہہ کے طے نہ ہو سکے تو آپ ایک پرچہ پر تنہائی کا وقت بتلانے کی درخواست کیجئے پھر میں جو وقت بتلا دوں اس میں آپ کو جو کہنا ہو کہئے مگر تحریری جواب یا تنہائی کا وقت بتلانا ان دونوں کی کوئی میعاد معین نہیں میرا جب دل چاہے گا اُس وقت جواب یا تنہائی کا وقت دیا جاوے گا۔

والسلام ۱۲ ذیقعدہ ۱۳۳۵ھ

تمام شدہ حصہ پنجم مکتوبات خبرت

# مکتوبات خُبرت

## (حصہ ششم از ۱۳۳۶ھ ہجری)

سوال:۔ کیا دیکھتا ہوں کہ حضور ایک مسجد میں تشریف فرما ہیں شرعی پائجامہ ڈھیلا کورتہ سفید ململ کا اور ٹوپی چوگوشیہ حضور دیئے ہوئے ہیں آنکھوں میں سُرمہ حضور کے لگا ہوا ہے وقت ظہر کا ہے محراب میں بیٹھے ہوئے کلام پاک نہایت جلی قلم سے نہایت خوش خط لکھتے جا رہے ہیں اور زبر وزیر وپیش لگاتے جاتے ہیں ایک صاحب دوسرے بولتے جاتے ہیں اُس کے بعد میں آیا میں نے اجازت چاہی کہ میں بولتا جاؤں حضور نے اجازت دے دی کہ اچھا بولو چنانچہ چند آیات میں نے پڑھیں حضور اس کو لکھتے گئے اُس کے بعد ایک جگہ پر لفظ (رؤیا) کا آیا حضور نے ارشاد فرمایا کہ ذرا دیکھنا وہ کلام مجید جو میں نے لکھا ہے اُس کو دیکھ کر بتلاؤ چنانچہ اُس کو دیکھ کر لفظ کی تصحیح کی گئی اتنے میں آنکھ کُھل گئی وقت ایک بجے دن کا تھا کھانا کھا کر لیٹ گیا تھا۔

جواب:۔ اشارہ ہے ایضاح واشاعۃ دین کی طرف آپ کا تعلق اس خواب سے علاوہ بشارت اعانت فی الاشاعت کے اتنا اور ہے کہ آپ کو تسلی دی گئی ہے کہ آپ کو ایسا رہنما نصیب ہوا۔　اشرف علی قرب ۱۳۳۶ھ ہجری

سوال:۔ بندہ کا اور میری والدہ کا اِرادہ عرصہ سے جناب سے بیعت ہو جانے کا ہے مگر بعض عوارضات کی وجہ سے اب تک اتفاق نہیں ہوا اب عریضہ حضور کی خدمت فیض درجت میں ارسال کرتا ہوں کہ اگر حضور فرماویں تو میں معہ اپنی والدہ

کے حاضر ہوں میں حاجی محمد ابراہیم صاحب سوت فروش کی دکان پر محرری کا کام کرتا ہوں جواب سے براہ کرم مطلع فرمایئے۔

جواب:۔ چونکہ ہر شخص سے جُدا معاملہ ہوتا ہے آپ اپنے متعلق جدا خط لکھئے اور والدہ صاحبہ کے متعلق خاص اُن کی طرف سے گو کاتب آپ ہی ہوں جُدا خط لکھئے ممکن ہے کہ ہر ایک کو جُدا جُدا جواب دیا جاوے۔

سوال:۔ گذارش خدمت عالی میں یہ ہے کہ حضرت کا بعض شدید موانعات کے سبب سے مدرسہ کے سالانہ جلسہ میں شرکت نہ فرمانا اہل مدرسہ کے لئے خصوصاً اور باشندگان کے لئے عموماً قابل افسوس ہونے کے علاوہ باعث غم وملال واقع ہوا ہے جو مستغنی عن البیان ہے۔ جلسہ ہونے کو ہوا لیکن وہ لطف کہاں جو جناب کی شرکت سے ہوتا۔ حضرت نے چونکہ حافظ صاحب کو عنقریب ہی تشریف آوری کی اُمید دِلا دی ہے اِس وجہ سے تقسیم انعام وحفاظ کی دستار بندی کو اُس وقت تک ملتوی کر دیا ہے باشندگان۔ واللہ آپ کے بیان وزیارت کو پھڑکتے ہیں۔ مجھے جلسہ کے موقع پر اِس کا پورا اندازہ ہو چکا ہے خدا وہ دِن جلد لاوے کہ آپ یہاں رونق افروز ہوں۔ اِس وقت اگرچہ جلسہ میں حضرت نہ تھے مگر جناب کے دعوات باطنیہ کا اثر کرامت کی صورت میں میں نے اپنی آنکھوں سے یہ دیکھا کہ بحمد اللہ جلسہ نہایت آب وتاب اور خیر وخوبی کے ساتھ انجام کو پہنچا اور اُمید سے زیادہ کامیابی ہوئی جس کی بحیثیت سرپرستی حضور کو مبارکباد دیتا ہوں گر قبول افتذ زہے عزّ وشرف۔ خیریت وکار لائقہ سے مطلع فرماویں۔

جواب:۔ رنج وملال ناشی محبت سے ہوا ہے اللہ تعالیٰ اس محبت کی سب احباب کو جزائے خیر عطا فرمادیں۔ باقی خدا تعالیٰ نے آنکھوں سے دِکھلا دیا کہ دین کا کوئی کام کسی خاص شخص پر موقوف نہیں ہے۔ میرے نہ آنے کی ایک یہ حکمت بھی قدرتی طور پر ظاہر ہوگئی تا کہ آئندہ نہ کسی پر اصرار کیا جاوے اور نہ نظر کی جاوے اس بناء پر مصلحت یہ ہے کہ تقسیم انعام ودستار بندی حفاظ کو بھی میرے آنے پر نہ رکھا جاوے۔

باقی وہاں کے برکات کو جو میری دُعا کا اثر قرار دیا ہے بے تکلف بات یہ ہے کہ یہ محض تکلف ہے دوسرے سچ یہ ہے کہ یہ گمان بلا دلیل بھی ہے جس کو لاتقف ما لیس لک به علم میں روکا گیا ہے اور آپ نے جو مبارک باد دی ہے میں اس کو دل و جاں سے قبول کرتا ہوں مگر نہ اُس بناء پر جو آپ نے تجویز فرمائی ہے یعنی سر پرستی کیونکہ جب سر پرستی نہیں ہے تو بناء الفاسد علے الفاسد ہے گویا آپ مبارکباد کو معدوم کرنا چاہتے ہیں بلکہ اس بناء پر قبول کرتا ہوں کہ اسلامی کام ہے اُس کی کامیابی پر سب مسلمان ایک درجہ میں مستحق مسرت کے ہیں۔

سوال:۔ مسئلہ ذیل مرقومہ بہشتی زیور دیگر تصنیفات کے خلاف معلوم ہوتے ہیں براہِ کرم اُن کی تشریح فرما کر مرہون منت فرماویں۔

(۱) حصہ ۴، ص ۴۰ (عبارت بہشتی زیور) جب تک اپنی بہن نکاح میں رہے تب تک نکاح بہنوئی سے درست نہیں البتہ اگر بہن مر گئی یا اُس نے چھوڑ دیا اور عدت پوری ہو چکی تو اب بہنوئی سے نکاح درست ہے اور عدت پوری ہونے سے پہلے نکاح درست نہیں۔ انتہی۔ اِس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ زوج کو اپنی زوجہ کے انتقال کے بعد عدت گذرنے تک اپنی سالی سے نکاح کرنا درست نہیں مگر دوسرے علماء کی تصانیف میں یہ مرقوم ہے کہ عورت کے مرنے سے مرد پر عدت لازم نہیں آتی۔ لہٰذا زوجہ کے اِنتقال پر ایک روز کیوں نہ گذرے سالی سے نکاح درست ہے۔ اِن عبارات سے مضمون مندرجہ بہشتی زیور خلاف معلوم ہوتا ہے لہٰذا اس کی تشریح صاف فرمائی جاوے۔

(۲) حصہ ۴، ص ۶، (عبارت مسئلہ بہشتی زیور) جس مرد کے نکاح میں چار عورتیں ہوں اب اُس سے پانچویں عورت کا نکاح درست نہیں اور اِن چار میں سے اگر اُس نے ایک کو طلاق دے دی تو جب تک طلاق کی عدت پوری نہ ہو چکے کوئی اور عورت اُس سے نکاح نہیں کر سکتی انتھی۔ مسئلہ ہٰذا بھی مسئلہ مذکورہ کی طرح تشریح طلب ہے چونکہ مرد کو عدت کی ضرورت نہیں تو چوتھی عورت کی بھرتی کے لئے عدت کی قید کیوں لگائی گئی۔

## الجواب علیٰ ترتیب السوال

(۱) یہ جملہ کہ عدت پوری ہو چکی صرف متصل کے جملہ سے متعلق ہے یعنی اُس نے چھوڑ دیا۔ دُور کے جملہ سے متعلق نہیں ہے یعنی بہن مرگئی۔

(۲) کیوں کہ جواب کی تو ضرورت نہیں البتہ اگر اس کے خلاف کہیں مسئلہ دیکھا ہو جیسا شروع خط میں آپ نے تحریر فرمایا ہے کہ دیگر تصنیفات کے خلاف معلوم ہو رہے ہیں تو اُس کا حوالہ دیجئے۔

سوال:۔ ۸ ذی الحجہ ۱۳۳۵ھ یوم چہار شنبہ کو حضور کی خادمہ مسماۃ محمدی جس نے قریب ۲۵ یوم کے ہوا حضور نے اُس کی بے حد التجاء پر بیعت سے مشرف فرمایا تھا انتقال ہوگیا حضور کی دُعا سے اللہ تعالیٰ نے اُس کا خاتمہ بخیر فرمایا اخیر وقت تک کلمہ شریف کا ورد زبان پر جاری تھا اور اُسی پر خاتمہ ہوا حضور مرحومہ کی مغفرت کے لئے دُعا فرمائیں۔ مکرر التماس ہے کہ لوگوں کی رائے ہے کہ مرحومہ کی قبر حسب اجازت حضور جس طرح سے شرعاً جائز ہو پختہ بنوادی جاوے اس وجہ سے قبر بالکل نشیب میں ہے بارش میں پانی جمع ہو جاتا ہے اگر اجازت ہو تو چاروں طرف سے پختہ کرادی جاوے اور بیچ میں کچی رہے یا اور جس طرح سے جائز اور مناسب ہو اُمید کہ جواب سے مشرف فرمایا جاوے۔

جواب:۔ مرحومہ کے لئے دُعائے مغفرت کرتا ہوں۔ قبر کا پختہ بنانا ناجائز ہے نشان کے واسطے قبر کے سراہنے کوئی درخت لگا دیجئے یا کوئی لمبا سا پتھر نصب کر دیجئے مگر ویسے ہی زمین میں گاڑ دیا جاوے چونہ سے نصب نہ کیا جائے برسات کے دِنوں میں اُس کے آس پاس ڈھلواں پشتہ کچی مٹی کا بنا دیا جایا کرے اگر پھر بھی قبر دھنس جاوے اُور مٹی ڈال دی جایا کرے اِس میں ایک نفع یہ بھی ہے کہ قبر اور صاحب قبر سے ہمیشہ تعلق رہے گا اور پختہ بنا دینے سے پھر کوئی جا کر پھرے گا بھی نہیں اور اِسی پر کیا منحصر ہے جتنے احکام شرعیہ ہیں سب میں دُنیوی مصلحت بھی ہوتی ہیں۔

والسلام ۱۷ ذی الحجہ ۱۳۳۵ھ

سوال:۔ مولوی ...... الہ آبادی میرے موضع میں بغرض تحصیل چندہ تشریف لائے تھے میں نے اُن کی خدمت میں ایک رقم صرف اُن کے لئے پیش کی میرے موجودہ حالات اکثر حضرات نے میری عدم موجودگی میں اُن سے کہے جب میں اُن کی خدمت میں حاضر ہوا تو اُنہوں نے حضور والا کے اکثر مسائل شرعیہ سے اختلاف کیا اور بے حد مخالفت ظاہر کی۔ یہ فعل اُن کا مجھے بے حد ناگوار ہوا اور مجھے اپنے اُس حق خدمت کے ادا کرنے پر افسوس ہوا کہ میں نے مولانا کے مخالف کی خدمت کیوں کی۔ مجھ کو تو اُن کے پاس نہ آنا چاہئے تھا۔ منجملہ اور شکایات کے ایک بات یہ بھی کہی کہ جب تک مولانا (یعنی حضور والا کے یہاں) کوّے کا گوشت نہیں کھِلا لیتے اُس وقت تک کسی طالب علم کی دستار بندی نہیں کی جاتی مجھے بے حد جوش آیا کہ میں کچھ سخت جواب دُوں مگر یہ خیال ہوا کہ یہ بھی نائب رسول ہیں اِن کی اس سخت گوئی کا نتیجہ اِن کو اللہ دے گا۔ میرا کچھ کہنا داخل بے ادبی و گستاخی ہوگا۔

جواب:۔ اِس سے زیادہ دل خوش ہوا کہ آپ نے معترض صاحب کو جواب نہیں دیا ایسے موقع پر قیل وقال کرنا میرے مذاق کے بالکل ہی خلاف ہے اور میں اپنے ایسے طرف دار سے سب سے پہلے ناراض ہوتا ہوں اِس واسطے کہ یہ حرکت محض لایعنی اور غیر مفید ثابت ہوئی ہے اور لایعنی اَمر کو مبغوض رکھنا اَمر شریعت ہے اِس لئے ایسے شخص سے مجھ کو نفرت ہوتی ہے دوسرے دُنیا کے اعتبار سے بھی ایسا شخص سبب بن جاتا ہے زیادہ سب وشتم کا تو گویہ شخص صورۃً خیر خواہ ہے مگر معناً بدخواہ ہے الحمد للہ کہ آپ نے میرے مذاق کے موافق عمل کیا جزاکم اللہ۔　۱۷ ر ذی الحجہ ۱۳۳۵ھ

ایک صاحب جو حضرت سے تربیت واصلاح کا تعلق رکھتے تھے اُنہوں نے ایک رسالہ اثبات جمعہ فی القریٰ کے متعلق مجتہدانہ طرز پر لکھا وہ رسالہ حضرت مدظلہ کی نظر سے گذرا اُس کے متعلق اُن کے نام یہ تحریر روانہ فرمائی۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ! مجھ کو بحیثیت اُس تعلق کے جو آپ کو میرے ساتھ ہے

یعنی اِصلاح وتربیت آپ کی ایک سخت شکایت ہے بشرطیکہ اُس تعلق کو آپ رکھنا بھی چاہیں ورنہ مجھ کو اِتنا جواب لکھ دینا کافی ہے کہ اب وہ تعلق میں نہیں رکھنا چاہتا اِس صورت میں پھر اپنے سب خطابات کو واپس لے لوں گا اور وہ شکایت آپ کا ایک رسالہ دیکھنے سے پیدا ہوئی جس کا آپ نے کبھی ذکر تک نہیں کیا حالانکہ ایسے اہم اُمر میں ضروری تھا کہ اُس تعلق مذکور کے سبب مشورہ کر لیتے اور اگر مشورہ کی اِس لئے حاجت نہ تھی کہ آپ کو حق یقیناً متعین ہو گیا اور اُس کے خلاف آپ کے نزدیک ضلالت ہے اور آپ کو یہ توقع نہ تھی کہ میں اس اُمر حق میں جس کا خلاف یقینی ضلالت ہے آپ کی موافقت کروں گا تو ایسے متعصب شخص سے آپ کو وہ تعلق رکھنا جائز نہ تھا جس سے اُس شخص کو بھی یعنی مجھ کو اور دوسرے مسلمانوں کو بھی دھوکہ ہو کہ من غشنا فلیس منا حدیث ہے۔ اِس رسالہ میں آپ کی تصریح سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نافیں جمعہ فی القریٰ کو نص کا مخالف قرار دے رہے ہیں اور آپ کے نزدیک ان نافین کے پاس کوئی دلیل نہیں۔ سو مہربانی کر کے آپ یہ بتلائیے کہ آپ نے اس دعوے کے متعلق احناف کی کیا کیا کتابیں دیکھی ہیں اور کن کن علماء احناف سے آپ نے رجوع کیا ہے اور جو شبہات اس رسالہ میں دلائل نافین پر آپ نے لکھے ہیں اُن شبہات کا جواب کس کس رسالہ میں آپ کی نظر سے گذرا ہے یا وہ رسائل ہی آپ نے نہیں دیکھے شق ثانی پر کیا یہ حکم یکطرفہ نہیں ہے اور شق اوّل پر کیا اُن جوابوں سے تعرض کرنا آپ کے ذمہ ضروری نہ تھا پھر ایک یہ اُمر قابل نظر ہے کہ آپ نے یہ رسالہ مقلدانہ لکھا ہے یا محققانہ۔ شق اوّل پر آپ نے کس کی تقلید کی ہے اور شق ثانی پر کیا آپ میں شرائط اجتہاد و تحقیق کے مجتمع ہیں جن کو آپ نے صفحہ ۵ میں خود لکھا ہے۔ اگر یہ شرائط مجتمع ہیں تو مسئلہ جمعہ فی القریٰ ہی کی کیا تخصیص ہے کیا سب مسائل فرعیہ میں آپ کے ذمہ واجب نہیں کہ اجتہاد سے کام لیں اور جہاں جہاں بزعم آپ کے دلائل حنفیہ کے ضعیف ہوں اُن سب مسائل میں تقلید حنفی کو چھوڑیں اگر واجب ہے تو آپ نے یہ واجب

کہاں ادا کیا آپ کی وہ تحقیقات ایسے مسائل کے متعلق کہاں مجتمع ہیں اور اگر واجب نہیں تو مسئلہ جمعہ اور دیگر مسائل میں کیا فرق ہے اگر لفظی بحث سے نفرت نہ ہوتی تو میں اس رسالہ ہی سے ثابت کر دیتا کہ آپ کو عبارت تک لکھنا نہیں آتی اور نہ آپ نے فقہاء کے اقوال کو سمجھا ہے۔ بہر حال اِن سب مواخذات سے قطع نظر کر کے اخیر بات یہ لکھتا ہوں کہ اگر اس مسئلہ میں مانعین قیاسات عقلی سے جو کہ دلائل شرعیہ سے خالی ہیں نص صریح میں دخل ناروا و بے جا دینے والے ہیں جیسا آپ نے صفحہ ۲۲ میں تصریح فرمائی ہے اور محض تعصب سے مخالفت کرنے والے ہیں جیسا کہ صفحہ ۳۱ میں ہے۔

تب تو آپ پر شرعاً واجب ہے کہ بوجہ اس کے کہ میں بھی مانعین میں ہوں آپ نقض بیعت کا اعلان کر دیں تا کہ آپ ایک گمراہ کے تعلق کے وبال سے بچیں اور مسلمان دھوکہ سے بچیں اور اگر مانعین میں بھی احتمال حق کا ہے تو آپ ایسے سخت غیر مہذب دعوؤں سے دست بردار ہو کر اعلان کریں کہ میرا فلاں رسالہ قابل اعتبار نہیں میں اُس سے رجوع کرتا ہوں لوگ علماء سے تحقیق کر کے عمل کریں میرے فتوے پر عمل نہ کریں جواب بہت جلدی دیجئے والسلام۔ ۲۵ ذی الحجہ ۱۳۳۵ھ

سوال: شامی میں بعض مشائخ کا یہ مقولہ نقل کیا ہے کہ (اگر شب استخارہ میں) خواب میں سفیدی یا سبزی دیکھے تو وہ اَمر خیر ہے اور اگر سیاہی یا سُرخی نظر آوے وہ اَمر شر ہے اُس سے اجتناب لازم ہے۔

جواب: خود یہی تفصیل بے دلیل ہے۔

سوال: میں حسب الارشاد دُعاء حزب البحر بعد نماز صبح روزانہ پڑھتا ہوں اگر کچھ اور پڑھنے کے لئے مناسب خیال فرمادیں تو ارقام فرمادیں۔

جواب: سب کا ایک ہی اثر ہے کسی کا اثر اختیاری نہیں۔

سوال: آج صبح سے میں نہایت پریشان ہوں کیونکہ شب گذشتہ کو یعنی شب مابین ۳۰ و ۳۱ راکتوبر ۱۷ء یوم منگل و بدھ میں مَیں نے عجیب پریشان خواب دیکھا

ہے۔ اوّل تو یہ ہے کہ میں...... میں ہوں اور ہمارے گھر کے سامنے کی مسجد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں بہت لوگ ہیں اور مَیں بھی ہوں آپ نے کوئی نماز بالجہر پڑھائی جماعت میں لوگ بکثرت تھے میں بھی تھا مگر نماز حضور نے اُردو میں پڑھائی گو رکوع سجود بھی فرمائے مگر رکوع سجود میں تکبیرات نہیں کہی گئیں اس لئے بعض مقتدی صحیح اتباع جماعت نہ کر سکے بعد اختتام نماز کے حضور وہیں تشریف فرما رہے اور میں قدم بوسی کرتا رہا۔ بعد تشریف لے جانے کے لوگوں میں چرچا ہوا کہ یہ کیسی نماز تھی جس میں قرآن شریف اور تکبیرات نہیں ہوئیں۔ اور اُردو میں حضور نے کیوں پڑھا۔ اُن لوگوں نے مجھ سے اِس کا سبب دریافت کیا تو میں نے کہا کہ اس نماز سے یہ تلقین مراد تھی کہ اُمت میں جس کسی کو کوئی حاجت پیش آوے اور وہ اللہ سے دُعا مانگے تو اُس کو چاہئے کہ اُردو میں دُعا مانگے تا کہ اپنا صحیح مافی الضمیر ادا کر سکے اور دُعا کو بحالت قیام یا بحالت رکوع یا بحالت سجود یا بحالت قاعدہ مانگا کرے اِس سے اُن دریافت کرنے والوں کی کچھ تسکین سی ہوگئی مگر ایک اور شخص نے کہا کہ نہیں بلکہ یہ مراد ہے کہ آئندہ سے جماعت اُردو میں ہوا کرے کیونکہ عربی قرآن کے صحیح پڑھنے والے کم رہ گئے ہیں جس میں غلطی زیادہ کرتے ہیں۔ پھر آنکھ کھل گئی۔ تو قریب ۳ بجے شب کے وقت تھا۔ میں پھر سو گیا اور پھر خواب میں دیکھا کہ میں اپنی دُختر کے بوسہ لے رہا ہوں اور گلے لگا رکھا ہے اس سے زیادہ کچھ نہیں ہوا کہ اچانک کوئی جلسہ ہے اُس میں میری دختر نے کچھ کھڑے ہو کر بیان کرنا چاہا تو میں اپنے جی میں ڈرا کہ شاید میرے اُس بوسہ و کنار کی شکایت کر دے مگر اُس نے کچھ علمی بات کہی جو مجھے اس وقت یاد نہیں پھر آنکھ کھل گئی اِن دونوں خوابوں سے میں بہت پریشان ہوں اُمید ہے کہ اِن خوابوں کی تعبیر سے معزز فرما کر اور دُعا خیر میں بندہ کو بھی یاد رکھئے۔ پچھلے خواب کا تو مجھے کبھی خیال تک بھی نہیں گیا جواب کے لئے ایک ٹکٹ آدھ آنہ کا ملفوف ہے اور کاغذ رکھ دیا اُمید کہ جلد تر جواب باصواب سے معزز فرمادیں گے تا کہ پریشانی دُور ہو۔ میرے

لئے مغفرت کی دُعا فرمایئے اور جو بُرائی کہ اِن دونوں خوابوں میں یا اِن میں سے کسی ایک میں مستتر ہو اُس کے رد کے لئے دُعا فرمایئے۔

جواب: جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آئینہ ہیں۔ ہم کو اپنے حالات حضور کی ذات مبارکہ میں مشاہدہ ہوتے ہیں زمانہ خود رائی کا ہے۔ دین میں جو جو کچھ رائیں لگائی جاتی ہیں ظاہر و باہر ہیں۔ گو کسی کے ایسے خیالات خود نہ ہوں مگر ایسوں کی صحبت واختلاط و مکالمت سے گو وہ مکالمت بغرض رد ہی کے ہو بعض اوقات ضعفاء یعنی غیر راسخ وغیر محقق لوگوں کو نیز اس قسم کے وساوس پیدا ہو جاتے ہیں گو اُن وساوس کو کچھ وقعت نہ دی جاوے لیکن یہ ضرور ہے کہ اُن کا بطلان بھی قلب میں با وقعت نہیں رہتا پھر شدہ شدہ وہ وساوس خطرہ کے درجہ سے گذر کر حدیث النفس تک پھر اس سے آگے چل کر تردّد و خلجان تک پھر اُن سے آگے نکل کر شبہ و شک تک پہنچ جاتے ہیں اور یہی راز ہے اہل ظلمت کی صحبت سے بچنے کا۔ عجب نہیں کہ آپ کو ایسے لوگوں کی صحبت و مکالمت کا اتفاق ہوا ہو جو منصوص مسائل شرعیہ پر بھی رائے زنی کرتے ہیں چنانچہ مَیں نے ایسے لوگ دیکھے ہیں کہ اُردو میں نماز پڑھنے کی رائے دیتے تھے بلکہ اس باب میں ایک رسالہ بھی شائع ہو چکا ہے جس کا رد علماء نے تو کیا ہی ہے مگر عجب بات یہ ہے کہ سید احمد خاں نے بھی زبانی تقریر سے مولانا محمد حسین صاحب الہ آبادی کے مواجہہ میں بہت زور سے اس کا ابطال کیا ہے۔ پس اگر میرا یہ احتمال صحیح ہے اور غالباً صحیح ہے کیونکہ ایسے لوگ برساتی کیڑے مکوڑوں کی طرح ہر جگہ پھیل رہے ہیں تو ایسی صورت بہت ممکن ہے کہ اُن کے ایسے خیال کا عکس آپ پر پڑا ہو پھر وہ آپ کا عکس آئینہ مقدسہ میں نمایاں ہوا ہو۔ چنانچہ آپ کا ایک جملہ میرے احتمال کو قریب کرتا ہے وہ جو خط کے اخیر میں لکھا ہے کہ پچھلے خواب کا تو مجھے کبھی خیال تک بھی نہیں گیا اس کا مفہوم مقابل قابل غور ہے چونکہ بالکل آخر میں خواب کی محتمل مستتر برائی کے رد کی دُعا بھی چاہی ہے اِس بناء پر و نیز اپنے اسلامی خیر خواہی کے اقتضا

پر بے تکلف عرض کرتا ہوں کہ آپ ایسے حضرات کی صحبت سے اور بدرجہ مجبوری صحبت سے پرہیز نہ ہو سکے تو مذہبی مباحثات سے سخت اجتناب فرمایئے اور دوسرا خواب کچھ بھی فکر کے قابل نہیں یہ آپ کا پیشہ جس سے آپ منتفع ہو رہے ہیں اس شکل مثالی میں نظر آیا کیونکہ دنیا عالم مثال میں بشکل عورت نظر آتی ہے اور اُس عورت کا محرم ہونا کہ موصوف بالحرمت ہوتا ہے اِشارہ ہے اس پیشہ کے بعض صورتوں کے عدم جواز کی طرف جس سے بچنا تھوڑی سی ہمت پر بہت سہل ہے حق تعالیٰ سے دُعائے توفیق کرتا ہوں اور آپ سے اپنے لئے بھی یہی چاہتا ہوں۔

سوال: حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے رُوحانی فیض فقیر پر بحمدہٖ تعالیٰ روز افزوں ہیں رسالہ الجرح علی ابی حنیفہ دیکھ کر فقیر کو بے حد صدمہ ہوا رسالہ کتاب الحفاء فقیر کی ایک ہفتہ کی مشقت کا نتیجہ اور گویا بالمعنیٰ اُس کا جواب ہے ملاحظۂ سامی کے لئے مرسل خدمت ہے فقیر نے بمقابلہ غیر مقلدوں کے یہ رسالہ لکھا ہے اس کے متعلق جناب عالی کی کیا رائے ہے جواب نیاز نامہ سے مفتخر فرماویں ۔

برکریما کارہا دُشوار نیست

جواب:۔ ہدیہ سامی کتاب الحفاء نور بخش چشم ظاہری و باطنی ہوا افنصرتم وانتصرتم و شفیتم واشتفیتم فجزاکم اللّٰہ تعالیٰ و بارک فیکم۔ ایک طالب علم نے ایک شُبہ پیش کیا کہ اگر ضعف مروی عنہ مستلزم ضعف راوی عنہ کو ہو تو یا تمام اقویاء کی تضعیف کا یا تمام ضعفاء کی تقویت کا التزام کرنا پڑے گا کیونکہ باستثناء شاذ ونادر کوئی اوثق سے اوثق بھی نفس روایت عن الضعیف سے خالی نہیں اھ۔

چونکہ اس کا کوئی شافی جواب میرے ذہن میں نہیں آیا اِس لئے بمقتضاء تصنیف را مصنف نیکو کند بیان جناب سامی ہی کو اطلاع کرنا مناسب معلوم ہوا کہ اشاعت ثانیہ کے وقت یا کسی اور موقع پر اِس کے جواب سے بھی تعرض ہو جاوے تو مفید موافقین و مسکت مخالفین ہو باقی دُعائے خیر کا طالب ہوں۔

سوال:۔ تفسیر بیان القرآن میں سورۂ زُمر میں ہے کہ نفخۂ صور کے بارہ میں یہ ہے کہ تین بار ہوگا ایک فزع کا۔ دوسرے موت کا۔ تیسرے اعادہ کا۔ بندہ کو پانچ آیات ملیں سورہ نمل ''و یوم ینفخ فی الصور ففزع الآیۃ'' نیز دوسری جگہ سورۂ زُمر میں ''ونفخ فی الصور فصعق الآیۃ'' نیز سورہ زُمر ''ثم نفخ فیه اخری فاذا هم قیام ینظرون'' چوتھی سورۂ یٰسین میں ''ونفخ فی الصور فاذاهم من الاجداث الیٰ ربهم ینسلون'' پنجم سورہ نباء میں ''یوم ینفخ فی الصور فتاتون افواجا'' تطبیق کس طرح ہے حاشیہ شاہ رفیع الدین صاحب میں ہے ایک نفخہ فنا کا دوسرا زندہ ہونے کا تیسرا بے ہوشی کا بعد حشر چوتھا خبردار ہونے کا اس کے بعد اللہ تعالیٰ کے سامنے ہوجاویں گے اور سورۂ نمل کے حاشیہ میں ہے ایک بار مرنے کے لئے پھونکے گا دوسرا جینے کے لئے اور اس کے بعد فزع کے لئے پھر بے ہوش ہونے کے لئے پھر ہوشیار ہونے کے لئے یہ بہت تعداد ہوگئی۔

جواب:۔ تطبیق کے بہت وجوہ ہوسکتے ہیں لیکن ظاہراً یہ معلوم ہوتا ہے کہ دو ہوں اوّل جس سے احیاء کو اوّل فزع پھر موت اور اموات کی ارواح کو بے ہوشی ہوجاوے دوسرا وہ جس سے اہل بے ہوشی کو ہوش اور اہل موت کو حیات ہوجاوے پس سب آیتیں متطابق ہوجاویں گی باقی اس کی کسی خاص نص پر اعتقاد رکھنا فرض نہیں البتہ تعداد کا قائل ہونا واجب ہے۔

سوال:۔ ایک صاحب اپنے دوست کے مذہب قادیانی اختیار کرنے اور عقائد مذہب مذکور کی اشاعت و تفہیم کی غرض سے مطبوعہ خط ان کے پاس بھیجنے کی وجہ سے پریشان ہوکر حضرت کی خدمت میں تمام حالات مع اس مطبوعہ خط کے ارسال کر کے استدعا کرتے ہیں کہ جماعت مذہب قادیانی کی اس مطبوعہ تحریر کا شافی وکافی جواب مرحمت فرمایا جاوے۔

جواب:۔ جواب دو طرح کا ہوتا ہے الزامی اور تحقیقی۔ الزامی کے لئے ضرورت

ہے خصم کی کتابیں دیکھنے کی جس کی مجھ کو نوبت نہیں آئی اِس کے لئے مونگیر خانقاہ رحمانیہ میں مولوی محمد علی صاحب سے یا لکھنؤ محلہ پاٹا نالہ میں مولوی عبدالشکور صاحب سے یا مراد آباد مدرسہ امدادیہ میں مولوی مرتضیٰ حسن صاحب سے خط و کتابت مناسب ہے اور تحقیق کے لئے میں حاضر ہوں مگر وہ خط و کتابت سے نہیں ہوا کرتا اور نہ اس قدر مجھ کو فرصت اگر طالب تحقیق خود آ کر زبانی سمجھنا چاہیں حاضر ہوں لیکن اگر طالب علم و استعداد کافی نہیں تو پھر بھی وہ دوسرے کی تسلی نہیں کر سکتا۔ اب جو رائے ہو۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

# حکایات الشکایات مع درایات الحکایات

(کہ جزوے از مکتوبات خبرت است)

بعد حمد و صلوٰۃ کے یہ احقر عرض رسا ہے کہ ایک مدت دراز سے مجھ پر عنایت فرماؤں کی طرف سے بے جا اعتراضوں کی بوچھاڑ ہے جس میں سے اکثر کا سبب تعصب و تحزب ہے جس کے جواب کی طرف احقر نے اس لئے کبھی التفات نہیں کیا کہ میں اُن اعتراضوں کو قابل التفات نہیں سمجھا نیز یہ بھی خیال ہوا کہ آج کل جواب دینا قاطع اعتراضات نہیں ہوتا بلکہ اور زیادہ مطول کلام ہو جاتا ہے تو وقت بھی ضائع ہوا اور غایت بھی حاصل نہیں ہوئی تیسرے مجھ کو اُس سے زیادہ اہم کام اس کثرت سے ہا کیے کہ اِس کام کے لئے مجھ کو وقت بھی نہیں مل سکتا تھا چوتھے میں نے جہاں تک دل کو ٹٹولا ایسے اعتراضوں کے جواب دینے میں نیت اچھی نہیں پائی میں اہل خلوص کو تو کہتا نہیں مگر مجھ جیسے مغلوب النفس کی نیت تو زیادہ یہی ہوتی ہے کہ جواب نہ دینے میں معتقدین کم ہو جاویں گے شان میں فرق آ جاوے گا جس کا حاصل ارضاء عوام ہے سو

طبعًا مجھ کو اس مقصود یعنی ارضاء عوام سے غیرت آتی ہے باقی بعض محبین کی یہ توجیہ کہ اعتراض سے عام مسلمانوں کو بدگمانی کا گناہ ہوتا ہے تو جواب سے اُن کا اِس گناہ سے بچانا ہے تأمل کے بعد یہ توجیہ برائے گفتن ہی معلوم ہوئی ہے کیونکہ مسلمان دوسرے ہزاروں گناہوں میں مبتلا ہیں اُن سے بچانے کا اس قدر اہتمام کیوں نہیں کیا جاتا نیز دوسرے علمائے حقانی سے اگر ایسی ہی بدگمانی ہو جائے اُس کے رفع کرنے کا وہ اہتمام نہیں ہوتا جو اپنے نفس یا اپنے کسی معتقد فیہ کے لئے ہوتا ہے بلکہ اُس قدر تو کیا کچھ بھی نہیں ہوتا بلکہ بعض اوقات تو اگر اُن بزرگوں سے کچھ چشمک ہوتی ہے تو نفس میں ایک گونہ سرور پایا جاتا ہے کہ اچھا ہوا کہ ان کی ذرا رُسوائی تو ہوئی تدین کا تو مقتضا یہ تھا کہ اگر اپنے یا اپنے اکابر کے کسی مخالف سے بھی کسی کو بے جا بدگمانی ہو تو اُس کے رفع کے لئے بھی ویسا ہی اہتمام ہو جیسا اپنے یا اپنے اکابر کے لئے ہوا ہے پھر اس توجیہ کو کیسے قبول کیا جا سکتا ہے اور خیر اگر اپنے کسی بزرگ کے لئے ایسا اہتمام کرے تو اُس کو نصرت مظلوم میں بھی داخل کر سکتے ہیں جو کہ طاعت ہے مگر اپنے نفس کے لئے ایسا کرنا تو کوئی طاعت بھی نہیں گو جائز ہو مگر ممکن ہے کہ کسی کو بعض جائز سے بھی طبعًا انقباض ہوتا ہو چونکہ احقر کو اس سے انقباض ہوتا ہے بالکل ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے گویا عوام کی خوشامد کر رہی ہے کہ ہم سے ناراض مت ہونا ہم کو بُرا مت سمجھنا ہماری برائی تم سے غلط کہی گئی ہے سو جہاں کوئی دُنیوی ضرورت ہو وہاں تو ایسا کرنا بھی مضائقہ نہیں اور جہاں یہ بھی نہ ہو تو کیوں تعب میں پڑے اور تقلیل منافع مالیہ یا فوت جاہ یہ کوئی معتد بہ ضرر نہیں جس کے لئے اتنا اہتمام کیا جاوے یہ ہے میرا مذاق اِس اَمر میں۔ پس ان وجوہ سے میں نے اس کا کبھی قصد نہیں کیا اور نہ اپنے مخصوصین کو اس کی اجازت دی ہاں اگر کسی محض بے تعلق شخص نے بدون مجھ سے مشورہ لئے ہوئے کبھی جواب دے دیا تو نفس کو سرور ضرور ہوا مگر پوچھنے پر مشورہ بھی کسی کو نہیں دیا۔ لیکن آج کل بعضے نئے اعتراضات سُن کر خصوص رسائل ''الامداد'' بابت شُہورِ اَوّلیہ سنہ رواں کے مضامین کے

متعلق دیا بعضے پُرانے اعتراضوں کا اعادہ سُن کر قلب میں ایک نیا خیال یہ پیدا ہوا کہ ممکن ہے کہ بعض معتقدین وموافقین کو اب تک ان اعتراضوں کا علم نہ ہو اور اس لئے وہ معتقد ہوں اور اگر علم ہو جاتا تو معتقد نہ رہتے تو گویا زمانہ بقاءِ عقیدت تک وہ دھوکہ میں رہے اور مسلمانوں کو دھوکہ سے بچانا ضروری ہے جیسا کسی تاجر کے سودے میں کوئی کھوٹ ہو تو ظاہر کر دینا ضروری ہے اور اگر تاجر کے علم میں وہ کھوٹ نہ ہو لیکن بعض مشترین کے زعم میں ہو تب بھی گو شرعاً اُس کا اظہار واجب نہیں لیکن خوش معاملگی وصفائی کا کمال پھر اسی کو مقتضی ہے کہ ایسے اُمر کو بھی مع اپنی تحقیق کے دوسرے مشتری کے سامنے ظاہر کر دے تا کہ وہ دونوں قولوں کو سُن کر آزادی سے رائے قائم کر کے خریدنے نہ خریدنے میں مختار رہے لہٰذا مناسب معلوم ہوا کہ چند ایسے اعتراضات کو نقل کر کے اپنے نزدیک جو اُن کی حقیقت ہے اُس کو بھی لکھ دیا جاوے تا کہ دیکھنے والے دونوں کو دیکھ لیں پھر جس کا جی چاہے احقر سے تعلق پیدا کرے یا رکھے اور جس کا جی چاہے تعلق نہ کرے یا نہ رکھے ضمناً یہ بھی مصلحت ذہن میں آئی کہ بعض لوگ واقعی طالب حق ہوتے ہیں اور اصل قصہ معلوم نہ ہونے یا اُس کی حقیقت نہ سمجھنے سے تردّد میں پڑ جاتے ہیں اور وہ خلوص کے ساتھ تردّد رفع کرنا چاہتے ہیں ایسوں کا تردّد رفع کرنا ہدایت کا ایک شعبہ ہے جو کہ طاعت ہے سو ساتھ ساتھ یہ طاعت بھی ادا ہو جاوے گی۔ پس اِس عجالہ مختصرہ میں اِن مضامین کو اس ترتیب سے لکھا جاوے گا کہ اوّل ایک وہ مضمون جو مبنٰی ہے اعتراض کا بعنوان حکایت لکھوں گا۔ پھر معترض کے اعتراض کو بعنوان شکایت نقل کروں گا پھر اپنے نزدیک جو اُس کی حقیقت واقعیہ ہے بعنوان درایت لکھ کر ختم کر دوں گا پھر اسی ترتیب سے دوسرے مضمون کے متعلق لکھا جاوے گا۔ اس طرز سے اظہار واقع سنت حضرات انبیاء علیہم السلام کی ہے۔" كما قال الله تعالٰى فى قصة يوسف عليه السّلام : فَلَمَّا جَآءَهُ الرَّسُوْلُ قَالَ ارْجِعْ اِلٰى رَبِّكَ فَاسْئَلْهُ مَا بَالُ النِّسْوَةِ الّٰتِىْ قَطَّعْنَ اَيْدِيَهُنَّ

اِلٰی قَوْلِهٖ وَمَآ اُبَرِّیُٔ نَفْسِیْ الایہ'' یعنی مقصود بالذات اس اظہار سے اپنا تبریہ؛ تزکیہ نہیں گو براءت مطابق واقع کے بھی ہے بلکہ دوسرے مصالح دینیہ سے اس کا اظہار کیا جاتا ہے گو تعیین مصالح میں مقیس و مقیس علیہ متفاوت ہوں اور آج کل کا طرز متعارف اس سے متفاوت ہے یعنی اس طریق میں تو صرف اظہار واقع کیا جاتا ہے اور طرز متعارف میں اِس کی کوشش کی جاتی ہے کہ کسی طرح عام لوگوں کے ذہن میں ضرور ہی پہنچانا چاہئے جس کو تصدّی یعنی درپے ہونا کہا جاتا ہے اور اس سے بڑھ کر ایک لُطف اور ہے کہ موافقین اہل فہم بھی اس قسم کی ملامت کرتے ہیں کہ ایسے مضامین لکھے ہی کیوں جاویں یا اِن کی حاجت ہی کیا تھی حالانکہ جاننے والے خوب جانتے ہیں کہ میری طبیعت حق تعالیٰ نے ایسے انداز کی بنائی ہے کہ جس اَمر میں ذرا بھی تشویش کا شُبہ ہوتا ہے میں اُس کے اظہار خاص تک کو پسند نہیں کرتا چہ جائے اظہار عام۔ مگر جب مجھ کو اس کا شُبہ ہی نہ ہوا اور نہ وہ اَمر محل شُبہ ہو حتّٰی کہ ان خیر خواہوں کی نظر سے بھی اگر وہ مضامین قبل ظہور اِس تشویش کے گذرتے تو اُس وقت وہ بھی یہ رائے ہرگز نہ دیتے کہ ایسا مضمون ظاہر کرنا مناسب نہیں تو اِس حالت میں مجھ کو علم غیب تو ہے نہیں۔ اسی طرح اگر غیر محتاج الیہ مضامین لکھنا کلیۃً متروک ہوتا تو اس کہنے کی گنجائش تھی قدیماً وحدیثاً محتاج الیہا کے ساتھ غیر محتاج الیہا بھی ہمیشہ مدوّن وشائع ہوا کئے ہیں تو صرف غیر محتاج الیہا ہونا مانع تدوین نہیں ہوسکتا جب تک کہ اُس میں کوئی مفسدہ متوہم نہ ہو واذ لیس فلیس۔ اور بفضلہٖ تعالیٰ ان شُبہات سے کوئی مفسدہ ہوا بھی نہیں چنانچہ خطبہ کے آخر نوٹ نمبر 1 میں مذکور ہے۔

اور خود حاجت نہ ہونا بھی مسلم نہیں رفع شبہات و تصحیح اعمال وعقائد اعظم حاجت ہے مثلاً حکایت متضمنہ خواب مندرجہ رسالہ صفر میں وجہ حاجت نہایت ظاہر ہے کہ اگر کسی اہل حال کو ایسا اَمر پیش آوے تو وہ غلطی اعتقاد یا پریشانی وتوہم مطرودیت سے بچا رہے اس سے وہ شُبہ بھی دفع ہوگیا جو بعض خیر خواہوں کو جواب نہ دینے کے

متعلق واقع ہوا کہ اپنے سے رفع تہمت کرنا سنت بھی تو ہے۔ جیسا حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے واقعہ اعتکاف میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا وجہ جواب ظاہر ہے کہ یہ سنت بھی اُس اَمر میں ہے جو محل اشتباہ ہو اور جب یہ نہیں تو احتمالات غیر ناشی عن دلیل کا کہاں تک انسداد کیا جاوے یوں تو جواب دینے کے بعد بھی اُس میں پھر شبہات پیدا کئے جاسکتے ہیں تو پھر اس کے لئے تو ایک مستقل محکمہ کی ضرورت ہوگی اور اگر اس سب کے بعد بھی کوئی شخص تقیہ کی تہمت لگانے لگے چنانچہ بعض جگہ یہ بھی ہوا تو پھر اس کا کیا علاج۔ مجھ کو اس وقت اپنی تین حالتیں پیش نظر ہیں ایک محبین کی ملامت اور مخالفین کا اعتراض۔ دوسرے ان سب اعتراضوں کو جن کو دوسرا عیب جو مُدتوں میں چھانٹتا از خود ایک جگہ جمع کر دینا۔ تیسرے اِس جمع کرنے میں یہ نیت کہ جس کا جی چاہے تعلق رکھے جس کا جی چاہے نہ رکھے اِن تینوں حالتوں پر تین شعر بے ساختہ ذہن میں آتے ہیں۔ اَوّل کے متعلق مؤمن خاں کا شعر۔

دوست کرتے ہیں ملامت غیر کرتے ہیں گلہ
کیا قیامت ہے مجھی کو سب بُرا کہنے کو ہیں

ثانی کے متعلق اُسی غزل کا دوسرا شعر ۔

میں گلہ کرتا ہوں اپنا تو نہ سُن غیروں کی بات
ہیں یہی کہنے کو وہ بھی اور کیا کہنے کو ہیں

ثالث کے متعلق غالب کا شعر بتصرف یسیر ۔

ہاں وہ نہیں وفا پرست جاؤ وہ بے وفا سہی
جس کو ہو جان و دِل عزیز اُس کی گلی میں جائے کیوں

**وافوض امری الی اللہ ان اللہ بصیر بالعباد.**

**قل یجمع بیننا ربنا ثم یفتح بیننا بالحق و ھو الفتاح العلیم**

نوٹ (۱): ممکن ہے کہ ان مضامین کی تحریر یا تدوین میں کوئی عمل کسی مناسب

رائے کے خلاف واقع ہو گیا ہو مگر بحمد اللہ دین کے خلاف کچھ نہیں ہے۔

نیز ان مضامین میں سے جو کچھ تشویش عوام میں ہوئی اُس کا حاصل مجھ کو سب وشتم کرنا تھا بحمد اللہ کسی مقصود دینی میں کوئی اختلاف واقع نہیں ہوا سوا پنے سب وشتم کو بامید عفو حق سب کو معاف کرتا ہوں۔

نوٹ (۲): بندہ نے آئندہ کے لئے ایک کافی جماعت اہل علم ودیانت کی اس کام کے لئے مخصوص کردی ہے کہ میری تمام تحریرات کو نظر تنقید سے دیکھ لیا کرے جو اُن کی رائے میں قابل اشاعت نہ ہوں اُن کو یا حذف کردیں یا اُن پر نشان بنادیں تا کہ اُن کو کوئی شائع نہ کرے باقی اگر کوئی خاص مکتوب الیہ کسی خاص مضمون کا جواب بطور خود بدون یہاں کے علم کے شائع کردے تو وہ اختیار سے خارج ہے اب اگر کوئی مضمون جو ناظرین کے نزدیک موہم ہو یہاں سے شائع ہو تو اُس کے متعلق خط وکتابت بجائے میرے بنام جماعت انتخاب التالیفات بہ نشان تھانہ بھون فرمانا مناسب ہے۔

نوٹ (۳): جس طرح ترجیح الراجح کا سلسلہ شبہات محتمل اصحۃ کے لئے جاری ہے ایسا ہی اگر موقع ہوا تو شبہات غیر محتمل الصحۃ کے لئے اس حکایات الشکایات کا بھی سلسلہ جاری رہنا محتمل ہے۔ والامر کلہ بید اللہ۔

نوٹ (۴): اِس وقت ایسے شبہات چھ ہیں: تین مخالفین کی طرف سے۔ تین احباب کی طرف سے جن میں دو اوسط کے مجھ پر زیادہ شاق ہوئے ہیں جن کے شاق ہونے کی وجہ درایت متعلقہ حکایت (۴) میں مرقوم ہے۔

کتبہ اشرف علی تھانوی عفی عنہ آخر جمادی الاولیٰ ۱۳۳۶ھ

## حکایت (۱)

''بہشتی زیور'' میں یہ مسئلہ ہے کہ شوہر پردیس کو چلا گیا اور برسیں گذر گئیں بلکہ مدتیں ہو گئیں اور یہاں لڑکا پیدا ہو گیا تو وہ لڑکا حرامی نہیں کہلائے گا اگر شوہر انکار کردے تو حکم لعان کا ہوگا۔

## شکایت

معترضین کے الفاظ جو کہ حد تہذیب وتدین سے گذرے ہوئے ہیں یاد نہیں اس لئے اِس وقت محض ایک سوال نو آمدہ جو برنگ استفادہ آیا ہے نقل کیا جاتا ہے وھو ہٰذا۔

سوال: مسئلہ ہٰذہ میں اعتراض یہ ہے کہ اگر شوہر کے چلے جانے کے پانچ سال بعد لڑکا پیدا ہوا ہے اور شوہر پردیس میں ہے تو حالت ظاہری میں حرامی ہوا اور شوہر نے اقرار بھی کر دیا کہ یہ لڑکا میرا ہے چونکہ اُس کا مکان پر آنا ثابت نہیں تو شوہر کی نسبت بھی دیوث کا گمان ہوگا اگر ہم لوگوں کی رائے غلطی پر ہے تو بروئے شرع شریف کیا سند ہے اور آیات قرآنی یا احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے تو اِس میں کیا حکمت ہے۔ اور دلائل عقلیہ بھی اس کی نسبت کیا ہیں کیونکہ اسباب ظاہری ہم لوگوں کے شک کو رفع نہیں کر سکتے۔ ہاں اگر غلطی کتابت سے کوئی عبارت یا الفاظ سہواً کاتب سے تحریر ہونا باقی رہ گئے ہیں یا اگر ایسا ہے کہ شوہر کے جانے کے کچھ ماہ بعد یا اِنتہا میعاد دو برس کے بعد لڑکا پیدا ہو تو کوئی اعتراض باقی نہیں رہتا صرف اس قدر ضرور گذارش ہوگی کہ چونکہ "بہشتی زیور" کی تعلیم عورتوں کو خصوصاً اور عموماً کم عمر بچوں کی دی جاتی ہے لہٰذا میعاد پیدائش صاف تحریر ہونا چاہئے چونکہ مسئلہ حضور ہی کا تحریر کردہ ہے اور حضور کو بحیثیت نائب رسول ہونے کے ہم لوگوں کی تسکین کافی طور پر کرنا ضرور ہے جناب کی ذات مجمع فیض واخلاق سے اُمید ہے کہ بصراحت جواب کافی وشافی تحریر فرمائیے گا۔

## درایت

الجواب:۔ اِس مسئلہ کا یہ مطلب نہیں کہ واقع میں وہ لڑکا اُس شوہر کا ہے اور نہ یہ مطلب ہے کہ اُس عورت پر یا اُس کے شوہر پر واجب ہے کہ وہ ایسا سمجھیں کیونکہ اُن دونوں کو تو اصل حال معلوم ہے پس اُن پر کیسے واجب ہوگا کہ واقع کے خلاف کا یقین رکھیں اور دوسروں کو واقع کا حال معلوم نہیں اُن پر کیسے واجب ہوگا کہ جس بات کا حال معلوم نہ ہو اُس کا یقین رکھیں۔ بلکہ مطلب اس مسئلہ کا یہ ہے کہ دوسرے لوگوں کو یہ حق

حاصل نہیں کہ اُس کو حرام کا سمجھیں بلکہ اُن کو یہ سمجھنا چاہئے کہ قانوناً یعنی شرعی ضابطہ کی رُو سے یہ لڑکا اُس شوہر کا ہے کیونکہ ان مرد وعورت میں نکاح ہو چکا ہے اور ممکن ہے کہ یہ باہم ملے ہوں جس کا علم کسی کو بجز زوجین کے نہ ہو جس طرح سے بعضے اشتہاری لوگ خفیہ اپنے گھر آجاتے ہیں یا بعضے لوگ بذریعہ تسخیر جن کے جہاں چاہتے ہیں چلے جاتے ہیں اور گو یہ احتمال بعید ہی کیوں نہ ہو مگر ایک عورت منکوحہ کو احتمال بعید کے ہوتے ہوئے زانیہ کہنا درست نہیں اور اسی کی کیا تخصیص ہے۔

اگر شوہر پاس بھی ہو اُس حالت میں جو اولاد ہوتی ہے وہاں بھی واقع کا حال اللہ ہی کو معلوم ہے دوسروں کو یقیناً کیسے معلوم ہوسکتا ہے کہ یہ اسی کا نُطفہ ہے مثلاً اگر پاس رہ کر پانچ برس تک ہم بستر نہ ہو تو اُس حالت کی اولاد کو صرف قانونی اولاد کہا جاتا ہے واقعی ہونے کا کون حکم کرسکتا ہے ایسا ہی یہ ہے البتہ چونکہ شوہر کو یقیناً معلوم ہے کہ میں اس عورت سے کتنے روز سے ہم بستر نہیں ہوا اُس کو یہ حق حاصل ہے کہ کہہ دے کہ یہ میرا بچہ نہیں ہے پھر اگر اُس نے ایسا کہا اگر عورت بھی اس کا اقرار کرے اُس کو زانیہ کہا جاوے گا اور اگر عورت شوہر کی تکذیب کرے تو چونکہ دوسرے لوگوں کو کسی دلیل سے کسی خاص شخص کا جھوٹا یا سچا ہونا معلوم نہیں ہوسکتا ہے ہر ایک میں دونوں احتمال ہیں اِس واسطے پھر بھی اس عورت کو زانیہ نہیں کہا جاوے گا بلکہ اس صورت میں شریعت نے لعان کا قانون مقرر کیا ہے جس کا بیان ایک مستقل باب میں ''بہشتی زیور'' میں بھی ہے اور یہ مسئلہ فقہ کی تمام کتابوں میں ہے اور سمجھ دار آدمی کے نزدیک قرآن وحدیث سے بھی ثابت ہے۔ قرآن کی یہ آیتیں ہیں:

قوله تعالىٰ "اجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا مِّنَ الظَّنِّ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ" قوله تعالىٰ "لَوْلَا جَآءُوْ عَلَيْهِ بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ. فَاِذْلَمْ يَاْتُوْا بِالشُّهَدَآءِ فَاُولٰٓئِكَ عِنْدَاللّٰهِ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ'' اور حدیثیں یہ ہیں: قولہ علیہ السلام ''الولد للفراش وللعاهر الحجر و قوله عليه السلام اياكم والظن فان الظن

اکذب الحدیث'' اور احتمالات بعیدہ پر دوسروں سے تہمت و بدگمانی کا رفع کرنا حدیث کے اس قصہ سے ثابت ہے کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام نے ایک شخص کو چوری کرتے دیکھا اور ٹوکا اُس نے قسم کھا کر کہا کہ میں چوری نہیں کر رہا آپ نے احتمال بعید بلکہ ابعد کی بناء پر اپنے گمان کی تغلیط اور اُس کی قسم کی تصدیق فرمائی اور اس اعتراض کے جواب میں ایک مستقل رسالہ بھی ایک صاحب علم نے لکھا ہے جس کا نام ''رفع الارتیاب عن مسئلہ ثبوت الانساب'' ہے اُس رسالہ میں میرا بھی ایک دوسرا مضمون اِس مسئلہ کے متعلق ہے جو ایک زمانہ میں لکھا گیا تھا۔

اور اس تمام تر تقریر کا خطاب اُس شخص کو ہے جو فقہ حنفی کو تسلیم نہ کرتا ہو ورنہ فقہ حنفی ماننے والوں کے مقابلہ میں اِتنا ہی جواب کافی ہے کہ یہ فقہ حنفی کا کتابی مسئلہ ہے تعجب ہے کہ فقہ کا تو انکار نہیں کرتے اور مسئلہ پر انکار ہے صرف اس وجہ سے کہ فلاں شخص نے کیوں لکھا اِس کی تو بعینہٖ وہی مثال ہے جیسا ایک لڑکا اپنے حقیقی بھائی کو ماں کی گالی دیتا تھا کسی نے کہا کہ وہ تیری بھی تو ماں ہے تو اُس نے جواب دیا کہ بے شک مگر اُس میں دو حیثیتیں ہیں سو میری ماں ہونے کی حیثیت سے تو وہ معظمہ مکرمہ ہے اور اس کی ماں ہونے کی حیثیت سے وہ ایسی اور ایسی تو کیا مسائل دینیہ میں بھی یہی دو حیثیتیں مانی جاویں گی اگر یہ ہے تو ''آنست جوابش کہ خوابش نہ ہی''

## حکایت (۲)

حفظ الایمان میں ایک مسئلہ کی تحقیق میں یہ عبارت ہے ''اور اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کیا تخصیص ہے ایسا علم غیب تو'' الخ

## شکایت

علم نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اور علم اوانی میں تساوی کر دی نعوذ باللہ منہ۔

## درایت

مفصل جواب رسالہ ''بسط البنان ورجوم المدینین'' میں ہے یہاں مختصراً اتنا

سمجھ لینا کافی ہوگا کہ یہاں لفظ ''اِتنا'' نہیں ہے۔ ''ایسا'' ہے جو مرادف ہے کلمہ ''اِس قسم'' کا جیسے کہا جاتا ہے میری عادت ایسی ہے کہ کسی کی خوشامد نہیں کرتا اور جیسا فارسی میں لفظ چناں ہے قال الشیر ازی رحمہ اللہ۔

چناں پہن خوانِ کرم گسترد — کہ سیمرغ در قاف قسمت خورد

اور لفظ ایسا سے اشارہ نفس بعض علوم غیبیہ کی طرف ہے جس میں گفتگو ہے۔ نہ کہ خاص اُس بعض کی طرف جو رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہیں چنانچہ ادنیٰ سلیقہ والے پر ظاہر ہے۔ پس یہ مطلب نہیں کہ جیسا علم حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے الخ بلکہ معنی کلام کے یہ ہیں کہ مطلق بعض غیب کا علم تو دوسری مخلوقات کو بھی ہے الخ تو اس میں کیا محذور ہے۔ ''اظہار ظلم'' میرے کلام مذکور میں تحریف معنوی تو کی ہی گئی تھی جس کے متعلق اُوپر گفتگو تھی شاید دو ہفتے ہوئے ہوں گے کہ ایک اشتہار نظر سے گذرا جس کا یہ عنوان تھا ''نقل اشتہار یہ تھی'' ''شہر لودیانہ انجمن اصلاح عقائد نمبر ۲۲ زکریا اسٹریٹ کلکتہ'' جس کے صفحہ ۳ پر میرے دو مضمون صریح تحریف لفظی کے ساتھ نقل کر کے انتہیٰ بلفظہ لکھ کر اُن الفاظ کو میری طرف منسوب کیا ہے اس ستم کی کوئی حد ہے جن صاحب کا دل چاہے میرے رسائل کو دیکھ لے بہتان واثم مبین واضح ہو جائے گا حفظ الایمان کی عبارت مذکورہ کی جگہ یہ عبارت لکھی ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب کی کیا خصوصیت ہے ایسا علم تو الخ اور بسط البنان پر اس عبارت کی تہمت لگائی ہے اللہ سے ہم کو کام ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں اھ۔ حضرات ناظرین اس تدین کو ملاحظہ فرماویں فالی اللہ المشتکی۔

## حکایت (۳)

ایک صالح ذی علم نے اپنی ایک حالت باطنیہ لکھی تھی یہاں سے اُس کی تحقیق کی گئی تھی وہ ذیل میں منقول ہے۔

سوال:۔ اب وجہ اس کی عرض کرتا ہوں کہ بیعت ہونے کا خیال مجھ کو کیوں ہوا

اور حضور کی طرف کیوں رجوع کیا بیعت کا شوق صرف مطالعہ کتب تصوف سے اور حضور کی جانب رجوع اِس لئے کہ ہمارے نانا صاحبان مولانا مولوی محمد صاحب مرحوم مولانا مولوی عبداللہ صاحب مرحوم و مولانا مولوی عبدالعزیز صاحب مرحوم لودیانہ والوں سے حضور کے اعتقادات ملتے جُلتے تھے اِس سے یہ غرض نہیں کہ ہمارے نانا یا اور کوئی اپنے دادا وغیرہ علماء کے اعتقادات گو خراب ہی ہوں اُن کو بلا وجہ ترجیح دی جاوے اصل غرض یہ ہے کہ حضور کے اور بندہ کے اعتقادات بالکل ایک ہیں اور اگر مولوی صاحبان لودیانوی اور حضور کے درمیان کسی فروعات میں اختلاف بھی ہو تو اس میں بھی جناب کی طرف رجوع کرتا ہوں۔ (۲) اور حضور کی تصنیف چند کتابیں زیر مطالعہ رہی ہیں جن میں سے ''بہشتی زیور'' تو حرز جاں ہے اور شرح مثنوی مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ اور بھی چند تصانیف نظر سے گذریں۔

(۳) ایک دفعہ رام پور ریاست میں جانے کا اتفاق ہوا تو وہاں ایک مسجد میں ایک مولوی صاحب جو طالب علم تھے اُن کے پاس ٹھہرنے کا اتفاق ہو گیا اور یہ بھی معلوم ہوا کہ وہ مولوی صاحب حضور سے بیعت ہیں اِس لئے اُن سے اور بھی محبت ہوگئی تو اثناء گفتگو میں معلوم ہوا کہ اِن کے پاس تھانہ بھون سے دو رسالے ''الامداد'' اور ''حُسن العزیز'' بھی ماہواری آتے ہیں بندہ نے اُن کے دیکھنے کے واسطے درخواست کی تو اُن مولوی صاحب طالب علم نے چند رسالہ مجھ کو دیکھنے کے واسطے دیئے الحمد للہ جو لُطف اُن سے اُٹھایا بیان سے باہر ہے ایک روز کا ذکر ہے کہ ''حُسن العزیز'' دیکھ رہا تھا اور دوپہر کا وقت تھا کہ نیند نے غلبہ کیا اور سو جانے کا اِرادہ کیا رسالہ ''حُسن العزیز'' کو ایک طرف رکھ دیا لیکن جب بندہ نے دوسری طرف کروٹ بدلی تو دِل میں خیال آیا کہ کتاب کو پشت ہوگئی اِس لئے رسالہ ''حُسن العزیز'' کو اُٹھا کر اپنے سر کی جانب رکھ لیا اور سو گیا کچھ عرصہ کے بعد خواب دیکھتا ہوں کہ کلمہ شریف ''لا اِلٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ'' پڑھتا ہوں لیکن محمد رسول اللہ کی جگہ.......... کا نام

لیتا ہوں اِتنے میں دل کے اندر خیال پیدا ہوا کہ تجھ سے غلطی ہوئی کلمہ شریف کے پڑھنے میں اِس کو صحیح پڑھنا چاہئے اس خیال سے دوبارہ کلمہ شریف پڑھتا ہوں دل پر تو یہ ہے کہ صحیح پڑھا جاوے لیکن زبان سے بے ساختہ بجائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کے.......... نکل جاتا ہے حالانکہ مجھ کو اِس بات کا علم ہے کہ اِس طرح درست نہیں لیکن بے اختیار زبان سے یہی کلمہ نکلتا ہے۔ دو تین بار جب یہی صورت ہوئی تو حضور کو اپنے سامنے دیکھتا ہوں اور بھی چند شخص حضور کے پاس تھے لیکن اِتنے میں میری یہ حالت ہوگئی کہ میں کھڑا کھڑا بوجہ اس کے کہ رقت طاری ہوگئی زمین پر گر گیا۔

اور نہایت زور کے ساتھ ایک چیخ ماری اور مجھ کو معلوم ہوتا تھا کہ میرے اندر کوئی طاقت باقی نہیں رہی اِتنے میں بندہ خواب سے بیدار ہو گیا لیکن بدن میں بدستور بے حسی تھی۔ اور وہ اثر ناطاقتی بدستور تھا لیکن حالت خواب اور بیداری میں حضور کا ہی خیال تھا لیکن حالت بیداری میں کلمہ شریف کی غلطی پر جب خیال آیا تو اس بات کا اِرادہ ہوا کہ اس خیال کو دِل سے دُور کیا جاوے اس واسطے کہ پھر کوئی ایسی غلطی نہ ہو جاوے بایں خیال بندہ بیٹھ گیا اور پھر دوسری کروٹ لیٹ کر کلمہ شریف کی غلطی کے تدارک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھتا ہوں لیکن پھر بھی یہ کہتا ہوں اللھم صل علٰی سیدنا و نبینا و مولانا .......... حالانکہ اب بیدار ہوں خواب نہیں لیکن بے اختیار ہوں مجبور ہوں زبان اپنے قابو میں نہیں اُس روز ایسا ہی کچھ خیال رہا تو دوسرے روز بیداری میں رقت رہی خوب رویا اور بھی بہت سے وجوہات ہیں جو حضور کے ساتھ باعث محبت ہیں کہاں تک عرض کروں۔

جواب:۔ اس واقعہ میں تسلی تھی کہ جس کی طرف تم رجوع کرتے ہو وہ بعونہ تعالیٰ متبع سنت ہے۔ ۲۴ شوال ۱۳۳۵ھ

## شکایت مع درایت

اس واقعہ کے متعلق اور اُس پر جو میرا جواب ہے اُس کے متعلق جو کچھ شورش

برپا ہوئی جس میں زیادہ حصہ بعض اخباروں نے لیا اُس کا حاصل پانچ الزام ہیں:

(۱) اوّل یہ کہ نعوذ باللہ مجیب نے دعوئ نبوت کا کیا۔ استغفر اللہ نعوذ باللہ لا حول ولا قوۃ الا باللہ۔ (۲) دوسرے یہ کہ صاحب واقعہ پر زجر وتوبیخ اور اُس کو استغفار کا اُمر نہیں کیا کیونکہ وہ وسوسہ شیطانی تھا۔ یا کم از کم یہ واقعہ طبیعت پر گراں کیوں نہیں ہوا۔ (۳) تیسرے یہ کہ جب وسوسہ شیطانی تھا تو اُس کو حالت محمودہ کیوں سمجھا گیا۔ جیسا کہ اُس کی تعبیر سے معلوم ہوتا ہے۔ (۴) چوتھے یہ کہ صاحب واقعہ کو تجدید ایمان وتجدید نکاح کا حکم کیوں نہیں دیا۔

(۵) پانچویں یہ کہ اس تحریر کو شائع کیوں کیا گیا جس سے اتنا مفسدہ ہوا۔

## الزام اَوّل

الزام اَوّل کا افترا و بہتان عظیم ہونا اس قدر ظاہر ہے کہ بجز اس کے کہ اس آیت مبارکہ کی تلاوت کروں اور زیادہ جواب دیتے ہوئے بھی غیرت آتی ہے "لیۃ ان الذین یوذون المؤمنین والمؤمنات بغیر مااکتسبوا فقد احتملوا بھتاناً و اثمًا مبینا"۔ کیونکہ عبارت جواب میں اوّل سے آخر تک ایک لفظ بھی اِس دعوئ پر دلالت نہیں کرتا بلکہ جواب میں لفظ متبع سنت خود اعتراف ہے کہ مجیب کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غلامی کی نسبت ہے پس اس الزام والوں کے لئے آیت موصوفہ کی وعید ہی کافی ہے مگر چونکہ دنیا میں ایسے بھی غبی ہیں کہ وہ اس سے زیادہ واضح جواب کے محتاج ہیں اس لئے اتنا اور عرض کرتا ہوں کہ غور کرنا چاہئے کہ اگر یہی واقعہ اس زمانہ کے مشہور مدعی نبوت کے سامنے پیش ہوتا تو کیا وہ اس کا یہی جواب دیتا جو احقر نے دیا ہے ہرگز نہیں بلکہ وہ تو یوں کہتا کہ تمہارا مجھ کو رسول نہ سمجھنا اور اس بناء پر ان الفاظ کو غلط جان کر فکر تدارک کرنا تمہاری غلطی ہے اور میں واقع میں رسول ہوں۔

اور پھر یہ کہتا کہ اس سے بڑھ کر میری رسالت کی کیا دلیل ہو سکتی ہے کہ تم باوجودیکہ میری رسالت کا اقرار کرنا نہیں چاہتے مگر اللہ تعالیٰ تم سے جبراً اس کا اقرار

کراتا ہے انتہی۔اب موازنہ کر کے بتلایئے کہ احقر کے جواب میں نعوذ باللہ دعویٰ تو درکنار کہیں اس کا شبہ بھی ہے حاشا وکلا اور اگر یہ قصداً افترا نہیں بلکہ بدفہمی ہے تو اگر اس کی کوئی بنا بھی ہے جیسے بعض کا قول سنا گیا ہے کہ صاحبِ واقعہ کے اس مضمون کے نقل کرنے پر رد نہ کرنا اُس مضمون کی تقریر ہے تو موٹی بات ہے کہ جب صاحب واقعہ خود ہی اُس مضمون کے ردّ و ابطال کو بھی نقل کر رہا ہے پھر مجیب کو اس کی کیا حاجت رہی تو مجیب کا سکوت فی الواقع اُس صاحب واقعہ کے اس رد و ابطال کی تقریر ہے نہ کہ اُس مضمون کی۔پھر یہ بنا کیا چیز رہی۔اور اگر بلا کسی بنا کے یہ بدفہمی ہے تو بس اس آیت کا مصداق ہے ایۃ "فانها لاتعمی الابصار ولکن تعمی القلوب التی فی الصّدور" اللہ تعالیٰ فہم وتدین عطا فرماوے۔غرض اس الزام کا منشاء تو جہل محض یا عناد بحت ہے۔رہے بقیہ الزامات سو اصل یہ ہے کہ اس واقعہ کے دو جزو ہیں ایک خواب کا ایک بیداری کا۔سو ظاہر ہے کہ حصۂ خواب میں وہ بالیقین وبالاجماع مکلف تو ہے نہیں مگر تاہم اس میں فی نفسہ یہ چند احتمال ہیں۔ایک یہ کہ یہ خواب گو صورۃً منکرو قبیح ہے مگر نظر بر صلاح حال صاحب رؤیاء تعبیر اس کی اچھی ہو کیونکہ صاحب رؤیاء کی حالت کو تعبیر میں دخل ہوتا ہے جیسا حدیث میں قصہ آیا ہے کہ اُمّ فضل نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں یہ خواب عرض کیا "کان قطعة من جسدک قطعت ووضعت فی حجری" اور ساتھ ہی یہ عرض کیا تھا "رایت حلما منکرا اللّیلة" مگر آپ نے یہ فرمایا کہ رایت خیرًا اور پھر ایک اچھی تعبیر دی (مشکوٰۃ باب مناقب اہل البیت) حالانکہ ظاہراً کیسا بے ادبی کا واقعہ دیکھا اور جیسا امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے ایک خواب دیکھا تھا "انه اتی قبر رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم فنبشه فاخبر استاذه رضی اللّٰه عنه وکان ابو حنیفة صبیا بالمکتب فقال له استاذه ان صدقت رؤیاک یا ولد فانک تقتفی اثر رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم و تنبش عن شریعته فکان کما عبر الا استاذ

"(رسالہ تعبیر الرؤیا کشوری صفحہ ۴۷) اسی طرح علامہ خطیب نے اپنی تاریخ میں بہ تغییر بعض الفاظ یہ واقعہ درج فرمایا ہے (من رسالۃ بعض الاحباب) دیکھئے یہ خواب ظاہراً کیسا موحش تھا لیکن تعبیر بعض الفاظ یہ واقعہ درج فرمایا ہے (من رسالۃ بعض الاحبا) دیکھئے یہ خواب ظاہراً کیسا موحش تھا لیکن تعبیر کیسی تسلی بخش بتلائی۔

دوسرا احتمال یہ ہے کہ یہ خواب شیطانی ہو اور اُس کی تعبیر اچھی نہ ہو سو احقر کا ذہن جواب لکھنے کے وقت اُس احتمال اوّل کی طرف گیا اور گو میں صاحب واقعہ کو نہ پہچانتا ہوں نہ جانتا ہوں کیونکہ وہ نہ میرا مرید ہے نہ کچھ خط و کتابت یا تعلیم و تلقین کا کوئی تعلق مجھ کو یاد ہے مگر بعض قرائن قصہ سے میرے قلب نے اُس کے صلاح کی شہادت دی۔ جن میں بڑا قرینہ غلط کلمات کے نکلنے سے اُس کا خواب میں بھی پریشان ہونا اور اُس کے تدارک کی کوشش کرنا ہے کیونکہ خواب میں آدمی مکلف نہیں ہوتا مگر باوجود عدم تکلیف کی حالت میں ہونے کے اَمر و نہی کا ایسا اہتمام ہونا بیّن دلیل ہے۔

صاحب رؤیاء کے ایمان قوی و صلاح کی پس اس صلاح و تدین کی بناء پر میں نے اس کی ایک اچھی تعبیر لکھ دی اور اس وقت وجہ مناسبت کا نہ لکھنا ایک تو اس لئے تھا کہ میں اُس کو اپنے نزدیک خفی نہیں سمجھا دوسرے اس لئے کہ مخاطب میرے گمان میں صاحب علم یا صاحب فہم تھا اس کی حاجت نہ سمجھی تیسرے تعبیر کے ساتھ وجہ مناسبت لکھنا ضروری بھی نہیں جیسا حکم شرعی کے ساتھ دلیل لکھنا ضروری نہیں مگر اب تبرعاً وجہ مناسبت بھی لکھتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ بعض اوقات خواب میں معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور دل بھی گواہی دیتا ہے کہ حضور ہی ہیں لیکن زیارت کے وقت معلوم ہوتا ہے کہ شکل کسی اور شخص کی ہے تو وہاں اہل تعبیر یہی کہتے ہیں کہ یہ اشارہ ہے اُس شخص کے متبع سنت ہونے کی طرف۔

پس جس طرح یہاں بجائے شکل نبوی کے دوسری شکل مرئی ہونے کی تعبیر اتباع سے دی گئی اسی طرح بجائے اسم نبوی (صلی اللہ علیہ وسلم) کے دوسرا اِسم ملفوظ

ہونے کی تعبیر اگر اس اتباع سے دی جائے تو اس میں کیا محذورِ شرعی لازم آ گیا۔ نیز مناسبت کی تقریر علمی اصطلاح کے موافق یہ بھی ہو سکتی ہے کہ تشبیہ بلیغ میں اداتِ تشبیہ حذف کر دیا جاتا ہے جیسے ابو یوسف ابو حنیفہ اور تعبیر کے لئے ادنیٰ مناسبت بھی کافی ہے باقی مجھ کو اس پر اصرار نہیں اگر یہ خواب شیطانی ہو یا کسی مرض دماغی سے ناشی ہوا ہو اور اس کی یہ تعبیر نہ ہو یہ بھی ممکن ہے لیکن غلط تعبیر دے دینا ایک وجدان کی غلطی ہوگی جس پر کوئی الزام نہیں ہو سکتا یہ تو کلام تھا حصۂ خواب کے متعلق اب رہا حصہ بیداری کا ۔جس میں غلط کلمات نکل رہے ہیں سو صاحب واقعہ تصریحاً کہتا ہے کہ ہمیں بقصد تلافی کلمات خواب کے صحیح کلمات اداء کرنا چاہتا ہوں مگر بلا اُس کے اختیار اور قصد کے پھر بھی غلط ہی نکلتے ہیں سو چونکہ کوئی دلیل شرعی یا عقلی اُس شخص کی تکذیب پر اور اس حالت کے امتناع پر قائم نہیں گو کثیر الوقوع نہیں لیکن اتنی قلیل بھی نہیں کہ عدیم النظیر کہا جاوے۔ غرض جب ایسا ممکن ہے تو اس شخص کی اس جزو میں بھی تصدیق کی جاوے گی بس اس کی تصدیق کی بناء پر اس میں بھی چند احتمال ہیں۔

ایک یہ کہ یہ حالت بقیہ اثر ہو اُس حالت خواب کا۔ گو دونوں میں یہ تفاوت ہوگا کہ حالت خواب میں شعور و اختیار دونوں منفی ہوتے ہیں اور اس بیداری میں صرف اختیار منفی ہو شعور منفی نہ ہو جیسا بعض اوقات آدمی کچھ ہذیان بکتا ہے اور بیدار ہو کر بھی تھوڑی دیر تک ایسا مغلوب رہتا ہے کہ وہی بکتا رہتا ہے اور مدار انتفاء تکلیف کا عدم اختیار پر ہے اگر چہ بقاء شعور کے ساتھ ہو۔

دوسرا احتمال یہ ہے کہ اُس پر کسی کیفیت باطنیہ کا غلبہ ہو سو واقعی اُس کا مضمون پڑھ کر جو میرے قلب پر اثر ہوا اُس اثر سے میرا وجدان ان ہی دو احتمالوں کی طرف علیٰ سبیل التردّد گیا اور دونوں احتمالوں پر ایسی حالت مثل خواب کے قابل تعبیر و تاویل ہوتی ہے اس لئے اس نے اپنے جواب کو اس حالت کی بھی تعبیر مشترک قرار دیا باقی مجھ کو اس پر بھی اصرار نہیں کیونکہ اس میں تیسرا چوتھا احتمال اور بھی ہے وہ یہ کہ اس حالت

کا سبب کوئی آفت دماغ یا لسان میں ہو یا یہ کہ شیطانی تصرف ہو کہ جس طرح وہ قلب میں وسوسہ ڈالتا ہے زبان پر ان کلمات کا القا کر دیا ہو لیکن ہر حال میں بر تقدیر نفی اختیار وقصد میں مصدق ہونے کے وہ نہ کافر ہے نہ عاصی ہے بلکہ تیسرے احتمال پر تو یعنی جب کہ اس کا سبب کوئی آفت یا مرض ہو یہ حالت مذموم واثر شیطانی بھی نہیں چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حق تعالیٰ کی فرح بالتوبہ کی مثال میں ایک شخص کی حکایت بیان فرمائی جس نے شدت فرح میں یہ کہہ دیا تھا اللّٰھم انت عبدی و انا ربک حالانکہ فی نفسہ یہ کلمہ کفر ہے مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو نقل فرما کر اُس پر انکار نہیں فرمایا بلکہ صرف اتنا فرمایا کہ اخطا من شدۃ الفرح جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آفت فی اللسان کی حالت نہ مذموم ہے نہ اثر شیطانی ہے ورنہ حق تعالیٰ کی فرح محمود کی تشبیہ فرح مذموم شیطانی کے ساتھ لازم آتی ہے و ھو باطل اور یہی حکم ہے آفت فی الدماغ کا بل بالاولی لانہ مرض وقال اللّٰہ تعالٰی ولا علی المریض حرج اور اس حدیث مثال تائب سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کلمہ غیر صحیحہ پر ہر حالت میں گرانی ہونا ضروری نہیں یہی وجہ ہے کہ اس مثال کو نقل فرما کر تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو گرانی نہیں ہوئی اور ایک اعرابی نے جو آپ کے سامنے کہہ دیا تھا کہ ہم حق تعالیٰ کو آپ کے سامنے شفیع لاتے ہیں تو آپ پر بے حد گرانی ہوئی تھی کیونکہ وہ تکلم بالقصد تھا گو جہل سے تھا اور یہاں بلا قصد فافہم۔ اور واقعہ زیر بحث میں تو بلا قصد سے بھی زیادہ یعنی مع قصد واہتمام تکلم بکلمہٗ صحیحہ ایک غلط کلمہ نکلا تو وہ بدرجہٗ اولیٰ عدم گرانی کا مستحق ہوگا۔ اور چوتھے احتمال پر گو یہ مسبب عن الشیطان ہو مگر معصیت پھر بھی نہیں جیسا کہ قلب کے وسوسہ کا حکم ہے اور جامع دونوں میں عدم قصد وعدم اعتقاد ہے اور وسوسہ کا یہ حکم یعنی عدم معصیت احادیث میں منصوص ہے بلکہ باوجود وسوسہ کے مذموم ہونے کے اُس کے بلا قصد آنے کو علامات ایمان میں سے فرمایا گیا ہے۔

چنانچہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے انا نجد فی انفسنا ما یتعاظم الخ کے جواب

میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا او جدتموہ کے بعد ذالک صریح الایمان ارشاد فرمانا (کما فی المشکوٰۃ عن الصحیحین) صریح دلیل ہے اس کی اور بعض احادیث وسوسہ میں جو استعاذہ کا اَمر فرمایا ہے یہ دلیل نہیں اُس کے معصیت ہونے کی ۔ہاں لفظ استغفار سے اس دلالت کی گنجائش ہو سکتی تھی چنانچہ معصیت نہ ہونا مجمع علیہ ہے اور یہ استعاذہ خواہ لفظاً ہو یا معناً چنانچہ بعض احادیث میں وہ مذکور بھی نہیں صرف معنے پر اکتفا فرمایا گیا یعنی اُس کو بُرا سمجھنا اور دفع کی کوشش کرنا جیسا واقعہ زیر بحث میں بھی ایسا کرنا مذکور ہے ونعم ما قال العارف الرومی رحمہ اللہ۔

ترک استثنا مرادم قسوتے ست نے ہمیں گفتن کہ عارض حالتے ست

اے بسا نا وردہ استثناء بگفت جان او باجان استثناست جفت

بہر حال تیسرے چوتھے احتمال میں بھی معصیت لازم نہیں اور اگر تیسری حالت کے معصیت ہونے کا اس سے شبہ ہو جائے کہ حدیث میں ہے من قال باللات والعزیٰ فلیقل لا اِلٰہ اِلا اللّٰہ ۔جس سے مفہوم ہوتا ہے کہ سبق لسان بھی اس درجہ کی معصیت ہے کہ تجدید ایمان کی ضرورت ہے تو سمجھنا چاہئے کہ یہاں ذکر اُس شخص کا ہے جس کو پہلے سے عادت کفر بکنے کی تھی پھر بھی اس اَمر بالتدارک کا سبب خود اس سبق لسانی کا فی نفسہٖ معصیت ہونا نہیں بلکہ اس کے منشاء یعنی عادت سابقہ اختیاریہ کا مذموم ہونا ہے اور تدارک جو اس کا لَا اِلٰہ اِلّا اللّٰہ سے کیا گیا ہے سو مقصود اس کا اظہار بقاء ایمان سابق یعنی اظہار عدم زوال ایمان سابق ہے نہ کہ احداث ایمان جدید بعد زوال السابق۔ سو اس سے وجوب تجدید پر استدلال نہیں ہو سکتا۔

خلاصہ یہ کہ اس صاحب واقعہ کی تصدیق کی بناء پر متعدد احتمالات مذکورہ میں سے جو احتمال بھی لیا جاوے اُن سب میں اتنا تو اَمر مشترک ہے کہ یہ شخص نہ کافر ہوا نہ عاصی۔ پس اس سے الزام ثانی وثالث بھی مرتفع ہو گیا۔ ثانی تو اس لئے کہ یہ شخص جب نہ کافر ہے نہ عاصی پھر زجر وتوبیخ کی کیا وجہ۔ اور گرانی کا جواب اُوپر بہ ضمن تقریر

حدیث مثال تائب ہو چکا ہے۔ ورنہ یہاں تو شب و روز مشاہد ہے کہ اس سے اہون اُمور پر گرانی و زجر تو کیا سخت سے سخت دار و گیر کی جاتی ہے۔ تقریراً بھی تحریراً بھی اور ثالث اس لئے کہ اتنے احتمالات کے ہوتے ہوئے اوّل تو یہی متیقن نہیں کہ یہ وسوسہ شیطانی تھا۔ اور بر تقدیر تسلیم بھی غایت مافی الباب میری ایک رائے کی غلطی ہوگی مگر ملامت تو پھر بھی نہیں ہو سکتی اب چوتھا پانچواں الزام رہا سو اُوپر کی تقریر سے جب اس کا معذور عند اللہ ہونا ثابت ہو چکا تو واقعی مجھ کو جواب لکھنے کے وقت اس کی طرف درجۂ وسوسہ تک میں بھی التفات نہیں ہوا کہ آیا یہ ظاہر احکام فقہیہ میں بھی معذور ہوگا یا کہ غیر معذور ہو کر مامور بہ تجدید الایمان یا بہ تجدید النکاح ہوگا اس لئے میں نے اس کے حکم فقہی سے جواب میں تعرض نہیں کیا تھا۔ بلکہ جواب لکھنے کے مدتوں بعد تک بھی مجھ کو یہ احتمال نہیں ہوا کہ کوئی صاحب علم اس کو غیر معذور سمجھیں گے مگر بعد میں معلوم ہوا کہ گو سب کی نہیں مگر بعض حضرات اکابر کی رائے اس کے ظاہراً و قضاءً غیر معذور ہونے کی طرف ہے اُس وقت میں نے اس کے حکم فقہی کے اظہار کی ضرورت سمجھی اور چونکہ اس معاملہ کا بوجہ مجیب ہونے کے میرے ساتھ ایک گونہ تعلق تھا اور میری رائے اس میں نرم تھی اس لئے میں نے اپنے فتویٰ پر اعتماد کرنے کو خلاف احتیاط سمجھ کر دوسرے حضرات سے فتاویٰ حاصل کئے جن کا اس مقام پر تو (بوجہ کم گنجائش ہونے کے بدون اپنی رائے کو دخل دیتے ہوئے) صرف خلاصہ بالفاظہا نقل کئے دیتا ہوں بعد میں کسی موقع پر اُن کو بعینہا مع ایک مفصل تحریر ایک صاحب علم کے مرتب کر کے اگر کوئی صاحب شائع کرنے کے لئے مانگیں گے دے دیئے جاویں گے پس اُن میں سے سہارن پور کے فتویٰ کا حاصل تو یہ ہے کہ "صاحب واقعہ کا حادثہ ذوجہتین ہے ایک جہت وہ ہے جس سے فیما بینہ و بین اللہ تعالیٰ اُس کو مؤمن قرار دیا جاتا ہے دوسرے جہت ظاہر اطلاق کلمۃ الکفر کی ہے کہ جس پر اُس کو مامور بہ تجدید الایمان والنکاح احتیاطاً کیا جاتا ہے اس صورت میں فیما بینہ و بین اللہ تعالیٰ نکاح اوّل بحالہ باقی ہے لہٰذا اُس کی زوجہ کو

جائز نہیں ہے کہ وہ کسی دوسرے شخص سے نکاح کرے یا تجدید نکاح سے انکار کرے لہٰذا۔'' اور دیوبند کے فتویٰ کا حاصل یہ ہے کہ ''اُس کو معذور کہنے میں اور حکم کفرو ارتداد نہ کرنے میں کچھ تردّد نہیں ہے اور جب کہ حکم کفر وارتداد اُس پر صحیح نہیں ہے تو حکم بینونۃ زوجہ بھی متفرع نہ ہوگا احتیاطاً تجدید کر لینا مبحث سے خارج ہے لیکن ضروری کہنا خلاف ظاہر ہے''۔ اور اس دوسرے فتویٰ کی ایک تصدیق کا حاصل یہ ہے کہ ''عدم تکفیر اس قائل کی بحسب بیان اس کے کہ بلا اختیار اس سے یہ کلمہ صادر ہوا دیانۃً متفق علیہ ہے۔ البتہ زوجہ اس کی اگر تصدیق نہ کرے تو غایت یہ کہ زوجہ اس کو حلف دے'' اور دہلی کے فتویٰ کا حاصل یہ ہے کہ ''جب صاحب واقعہ نے اپنے اختیار اور اِرادے سے الفاظ مذکورہ نہیں کہے ہیں تو وہ بالاتفاق مرتد نہیں ہوا اور چونکہ ان الفاظ کا اُس کی زبان سے صدور خطاءً ہوا ہے اور اس صورت میں اتفاقاً کفر عائد نہیں ہوتا اس لئے اُن کو تجدید نکاح یا تجدید ایمان کا حکم بھی نہیں کیا جائے گا احتیاطاً تجدید کر لینا بحث سے خارج ہے اُس کی منکوحہ قطعاً اُس کے نکاح میں ہے اور اُسے ہرگز دوسرا نکاح جائز نہیں۔ اگر اُس کی یہ حالت بے خودی و بے اختیاری معروف ہو جب تو حکم قضاء و دیانت میں کوئی فرق ہی نہیں اور اگر یہ حالت معروف نہ ہوتا ہم بوجوہ مذکورۂ بالا قضاءً بھی بلاقسم یا زیادہ سے زیادہ قسم کے ساتھ تصدیق کی جائے گی۔ (انتہت) ﴿اور اصل مدعا میں یہ سب فتویٰ متحد ہیں یعنی (۱) عدم حکم بالارتداد (۲) بقاء نکاح زوجہ یعنی عدم بینونۃ زوجہ (۳) عدم جواز نکاح زوجہ بزوج ثانی اور جو اُمور زائد علی اصل المدعی ہیں مثلاً اَمر بہ تجدید ایمان و نکاح احتیاطاً اُن میں گو نہ اختلاف یہ معتد بہ اختلاف نہیں پس ان فتوؤں کے باہم متخالف ہونے کا شبہ نہ کیا جائے۔ ۱۲/منہ﴾ اب میں اس باب میں علماء کی تحقیقات کو (جن میں بعض میرے اُس شخص کو معذور سمجھنے کی بناء پر حکم فقہی سے تعرض کے ضروری نہ جاننے کی من کل الوجوہ موید ہیں) ظاہر کر کے سبکدوش ہوتا ہوں اب علماء اپنی تحقیق سے اور عوام اپنے معتقد فیہ علماء کی تقلید سے اور اسی طرح

صاحب واقعہ بھی ان فتوؤں کی تنقیح سے حکم فقہی معلوم فرمالیں۔

رہا پانچواں الزام سو واقعی میرے نزدیک یہ واقعہ اتنا ظاہر تھا کہ اُس میں کسی ایسے شبہ کی گنجائش میرے ذہن میں نہ تھی اور کسی شبہ کی گنجائش نہ ہونے ہی کے سبب میں نے جواب مجمل کو کافی سمجھا تفصیل کی حاجت نہ سمجھی تو اس حالت میں اس کی اشاعت میں کسی مفسدہ کا احتمال کیونکر ہوسکتا تھا اور جب اس کا احتمال نہ تھا تو گو اشاعت میں نے نہیں کی مگر اس کی اشاعت کو روکا بھی نہیں بالخصوص جب کہ اس کی اشاعت میں یہ فائدہ بھی سمجھتا تھا کہ اگر کسی کو ایسی حالت پیش آئے تو وہ تلبیس سے محفوظ رہ کر اپنے جان و ایمان کو بچا سکے اور ایسا ہی شخص اس فائدہ کی قدر بھی کرسکتا ہے۔ ورنہ غیر صاحب حال کیا جانے بقول کسے ۔

اے ترا خارے بپا نشکستہ کے دانی کہ چیست

حال شیرانے کہ شمشیر بلا برسر خورند

یہ تھی حقیقت واقعہ کی راست راست بے کم وکاست۔ خلاصہ سب کا یہ ہے کہ بحمد اللہ نہ صاحب واقعہ نے اور نہ احقر نے نہ کسی کفر کا ارتکاب کیا نہ کسی معصیت کا۔ غایت مافی الباب بعض اُمور متعلقہ رائے میں رائے کا اختلاف محتمل ہوسکتا ہے جو کسی درجہ میں بھی محل ملامت نہیں ہے مگر پھر بھی صمیم قلب سے کہتا ہوں: ''**اللھم اغفرلی ما قدمت وما اخرت وما اسررت وما اعلنت وما علمت منہ وما لم اعلم وما انت اعلم بہ منی. و افوض امری الی اللّٰہ انّ اللّٰہ بصیر بالعباد**''

## حکایت ۴

ایک شخص کا خواب مع تعبیر جو بعنوان سوال وجواب ذیل میں منقول ہے۔

(سوال) ۱۴ر جمادی الآخر روز جمعہ بوقت شب خواب میں احقر نے حضور مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا آپ نے فرمایا کہ شاہ.......... صاحب مولانا.......... صاحب شیخ کامل ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کے نام میں مولوی...... کہہ کے سکوت فرمایا

بعد کو غالباً دومنٹ سکوت فرما کے لفظ صاحب کہا اور شاہ..........صاحب معاف فرما گئے بیچ میں سکوت نہ کیا نہ معلوم وجہ سکوت کیا ہے جو کچھ تعبیر ہو مطلع فرمایا جاوے۔

الجواب: ''عن عائشة رضی اللّٰہ عنہا قالت کان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم مضطجعا فی بیتہ کاشفا عن فخلیہ اوساقیہ فاستاذن ابوبکر رضی اللّٰہ عنہ فاذن لہ و ھو علی تلک الحال فتحدث ثم استاذن عمر فاذن لہ و ھو کذلک فتحدث ثم استاذن عثمان فجلس رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم وسوّی ثیابہ الی قولہ قال اِنَّ عثمان رجل حیی و انی خشیت ان اذنت لہ علی تلک الحالة ان لا یبلغ الیَّ فی حاجة.'' (رواہ مسلم۔ مشکوٰۃ)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ طرز تھا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر صفت حیا و لحاظ کے غلبہ سے آپ نے اُن کے ساتھ برتاؤ لحاظ کا کیا اور شیخین کے ساتھ بے تکلفی کا برتاؤ کیا اور لفظ صاحب ہمارے محاورے میں لحاظ کے موقع پر بولا جاتا ہے سو جن صاحب کے نام کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے لفظ صاحب فرمایا ہے اُن میں اِس شانِ عثمانی کا غلبہ مشاہد ہے اور جس کے نام کے ساتھ یہ لفظ فوراً نہیں فرمایا اُس سے شیخین کا سا برتاؤ کیا اور پھر وقفہ کے بعد صاحب کا لفظ فرمانا یہ مخاطب کی رعایت مصلحت سے ہے کہ وہ خالی نام لینے سے بے وقعتی اُس نام والے کی نہ کرے آگے اللہ کو معلوم ہے کیا راز ہے۔

بہتر یہ ہوتا کہ ایسے شخص سے تعبیر پوچھی جاتی جو خواب کے تعلق والوں سے علیحدہ ہوتا اور محقق بھی ہوتا والسلام مکرر یہ ہے کہ محض اِس خواب کی بناء پر کسی کے کمال وغیرہ کے معتقد نہ ہوں کہ خواب حجت شرعیہ نہیں ہے حالت بیداری میں جس کی حالت کو شریعت پر پورا منطبق دیکھیں اُس کو کامل سمجھیں۔ والسلام۔

## شکایت

ایک صاحب کا خط آیا جو کہ بعینہ محفوظ نہیں مگر خلاصہ اُس کا یہ تھا کہ اِس کی یہ

تعبیر نہیں بلکہ ایک نام کے ساتھ لفظ صاحب فوراً نہ کہنا اِس وجہ سے ہے کہ اُس نام کا مسمّٰی ایک زمانہ میں بعض مسائل میں اختلاف رکھتا تھا اور یہ بھی لکھا تھا کہ یہ جو آخر جواب میں لکھا ہے کہ محض اس خواب کی بناء پر الخ اِس میں صاحب تعبیر نے دوسرے صاحب کی بزرگی پر حملہ کیا ہے انتہی بخلاصۃ۔

## درایت

یہاں سے جو جواب گیا اُس کا خلاصہ یہ ہے کہ ممکن ہے کہ یہی تعبیر صحیح ہو جو آپ نے کہی ہے مجھ کو اپنی تعبیر پر کہ تعبیر ظنی ہوتی ہے اصرار نہیں۔ اور حملہ کے مضمون کا حاشا وکلاّ میرے قلب میں وسوسہ بھی نہیں ایک قاعدہ کلیہ شرعیہ نفع طالبین کے لئے لکھ دیا ہے کہ ہمیشہ اُن کے کام آوے۔ اھ۔

اسی طرح ایک روایت مجھ کو ایک ثقہ دل سوز سے بایں الفاظ پہنچی سُنا ہے کہ ''الامداد'' میں حضرت.......... قدس سرہٗ کی نسبت بھی کچھ ابہامات مطبوع ہو گئے ہیں میں خوب جانتا ہوں کہ حضرت کا دل استخفاف کے خطرہ سے بھی پاک ہے مگر سُنتا ہوں کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے متعلقین و منتسبین کو گرانی ہو رہی ہے اور دُور دُور تک نوبت پہنچ گئی ہے میں نے تو خود ''الامداد'' دیکھا نہیں سُنا ہے کہ حضرت امام غزالی رحمہ اللہ کی کتاب ''الزہد'' کا تذکرہ اور اُس پر حضرت.......... کا کوئی قول مذکور ہے اسی طرح یہ سُنا ہے کہ مولوی.......... صاحب کا کوئی خط اور آپ کی طرف سے اُس کا جواب ''الامداد'' میں طبع ہوا ہے اس کے عنوان میں کچھ ایسے الفاظ لکھے گئے ہیں جن سے مولانا.......... صاحب مدظلہ کی طرف بھی اشارہ ہے انتہی۔ اور واقعی یہ شکایتیں جو اس حکایت میں ہیں اِسی طرح جو اِس سے پہلی حکایت میں ہے مجھ پر سب سے زیادہ اشد واشق اِس لئے ہے کہ جس ذات مقدسہ کے ساتھ غلامی کی نسبت کو اوّلاً و بالذات اپنے ایمان کا مدار قطعاً اور جن اکابر کے ساتھ محبت وعقیدت کو ثانیاً و بالعرض اپنے کمال نجات میں مؤخر ظناً اعتقاد رکھوں نعوذ باللہ اُنہی کی شانِ مبارک میں مجھ کو گستاخ بنایا

جاوے اور گستاخی بھی وہ جس کی مجھ کو خواب میں بھی ہوا نہ لگی ہو۔ حکایت سابقہ کی درایت تو اُوپر گذر چکی اور اس حکایت کی درّایت کے لئے میری تقریرات وتحریرات کے غیر محدود وغیر معدود مضامین کافی ہیں نمونہ کے لئے بعض اقل قلیل کا پتہ عرض کرتا ہوں مُلاحظہ ہو "الظہور" صفحہ ۴۵ اور رسالہ "یادِ یاراں" تمام اور "الامداد" بابت صفر ۱۳۳۶ھ، صفحہ ۲۹، ص ۳۰، ص ۳۱ جس میں اُن مذکورہ بالا مولوی صاحب کا بھی ایک کلام ضمناً مذکور ہے اور وعظ فوائد الصحبۃ در مجموعہ اشرف المواعظ کلاں حصہ اوّل مطبوعہ ساڈھورہ صفحہ ۵۴ وصفحہ ۵۵ اور تنبیہات وصیت میں فہرست صالحین للبیعت اور مسوّدہ وعظ فضل العابد بیان کردہ ربیع الثانی غالباً جو کیرانہ میں حکیم اسمٰعیل ہمشیرہ زادہ مولوی محبوب الٰہی کے پاس ہے جس میں حضرت شیخین کبیرین مصداق یکساں دونوں کی تفضیل بعض وجوہ سے حضرت شیخ العرب والعجم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ پر منصوص ہے اگر تتبع کیا جاوے تو بکثرت ایسے مقامات ملیں گے جن میں فضائل اِن اجلّہ کے مصرح ہیں۔ امام غزالی رحمہ اللہ کی "کتاب الزہد" کے متعلق جس مضمون کا مجھ پر شُبہ کیا گیا ہے مجھ کو اوّلاً دیکھ کر حیرت ہوگئی کہ اے اللہ یہ کیا قصہ ہے میں نے اپنے ذہن میں اُس کا کوئی وجود نہ پایا لیکن احتیاطاً اپنا کلام ٹٹولنا شروع کیا تو اتفاق سے وہ مقام مل گیا دیکھا تو اُس میں کسی بزرگ کا نام تک نہیں صرف لفظ "ایک شیخ" لکھا ہے معلوم نہیں اس کی تفسیر کس دلیل سے خود کرلی گئی میں نے بہت سوچا دو اَمر بطور احتمال ذہن میں آئے یا تو ایسا ہوا ہے کہ اس مضمون کا دوسرا جزو جو کہ ایک واعظ بزرگ کی حکایت ہے یہ جزو میں نے البتہ خود حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے سُنا ہے شاید اُس جزو کی روایت میں کسی کے سامنے میں نے حضرت رحمہ اللہ کا نام لیا ہوگا سامع کو غلطی سے اُس پہلے جزو میں یاد رہ گیا اور اس خلط سے اوّل اُس کو تفسیر میں غلطی ہوئی پھر دوسروں تک اُس کا تعدیہ ہوا۔ یا ایسا ہوا ہے کہ شاید کسی کو یہ مقولہ حضرت رحمہ اللہ کی طرف منسوب ہو کر پہنچا ہو اور اُس نے اپنے اُوپر قیاس کرکے یہ سمجھا ہو کہ مجھ کو بھی اسی طرح حضرت رحمہ اللہ

کی طرف منسوب ہو کر پہنچا ہے۔ اسی بناء پر یہ تفسیر کر لی گئی بہت پُرانی بات ہے خوب محفوظ نہیں لیکن دو امر پر حلف کرتا ہوں ایک یہ کہ میں نے حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے یہ مضمون نہیں سُنا کسی ایسے شخص سے سُنا ہے جس کا مقصود اس قول سے اپنی کم ہمتی کے لئے ایک سہارا ڈھونڈنا ہے مگر مجھ کو اُس شخص کی تعیین یاد نہیں رہی، دوسرے اس پر حلف کرتا ہوں کہ مقصود اس سے حضرت رحمہ اللہ پر نکیر نہیں ہے۔

باقی جس عنوان کا ذکر اُس دل سوزہ کے کلام میں ہے اُس عنوان کے الفاظ مجازی کے شیخ طریقت اونحوہ ہیں سو اوّل تو یہ الفاظ معلوم نہیں کس کے ہیں لیکن جس کے بھی ہوں میرے ذہن میں جو اس کے معنی متبادر طور پر اوّلاً آئے وہ یہ ہیں کہ باوجود درجہ مجازیت کے بھی انسان سے لغزش ہوسکتی ہے تو اصل کمال کو بھی اپنی اصلاح سے غافل نہ ہونا چاہیے تو مجازیت اس درجہ کا عنوان ہے نہ کہ نعوذ باللہ ان شیخ کی تنقیص کہ ایسے کو کیوں مجاز بنایا اس کی بہت سی نظیریں خود اپنے مجازین کے متعلق جابجا تحریرات میں منضبط ہیں چنانچہ اُس وقت ایک موقع نظر کے سامنے بھی ہے "الامداد" بابت محرم ۳۶ھ ص ۲۱۔ کہ اُس میں ایک صاحب پر جن کے مجاز ہونے کی عبارت میں بھی تصریح ہے کس قدر رلتاڑ پڑی ہے اِس مقام پر ظاہر ہے کہ یہی مقصود ہے کہ مجاز ہو کر بھی بے فکر نہ ہونا چاہئے کہ اُس حالت میں بھی خطائیں صادر ہوسکتی ہیں۔

## روایت

احقر نے اس درایت کے مضمون کا خلاصہ اپنی جماعت کے بعض حضرات اکابر کی خدمت میں (جو لباس خلت احمد یہ سے پیراستہ ہیں) عرض کیا تھا اُس کا جواب بخامۂ عنایت جو اِرشاد فرمایا اور اصاغر کو جس کی توقع اکابر سے ہوتی ہے اُس کا خلاصہ یہ ہے معلوم نہیں کہ لوگوں کو کیا مزا آتا ہے کہ غلط روایتیں پہنچا کر اہل خیر کے قلوب کو دُکھاتے ہیں مجھ ناچیز کو جو تعلق اور محبت پہلے تھا وہی عقیدت بحمد اللہ موجود ہے۔

آں نیست کہ حافظ را بہرت رود از خاطر آں وعدۂ پیشیں تا روز پسیں باشد

جو قلبی محبت اور جس کو ذخیرۂ آخرت سمجھ رکھا ہو وہ اِن شاء اللہ بدل نہیں سکتی جو روایتیں پہنچی ہیں اُن میں مبالغہ سے بہت کام لیا گیا ہے انتہیٰ ملخصاً بقدر الضرورۃ۔

ہر چند کہ اس تحریر کے بعد بوجہ حصول طمانینت کے اِس مضمون درایت کی حاجت نہ رہتی خصوص اس کے بعد جبکہ بفضلہٖ تعالیٰ مشاہدۃً بھی ہر پہلو سے اطمینان وایقان حاصل وکامل ہو گیا لیکن دو خیال سے اس کو باقی رکھا گیا ایک یہ کہ بہت قریب احتمال ہے کہ بعض کو اس درایت کے مضمون کا علم نہ ہونے سے کچھ وساوس باقی رہتے دوسرے یہ کہ اس کے ضمن میں میرا اعتقاد جو اپنے اکابر کے ساتھ ہے اُس کا علم میرے تمام متعلقین کو بھی صریحاً ومقصوداً ہو جاوے تا کہ مرورِ زمانہ پر بھی اُن میں اِس کا تغیر محتمل نہ رہے۔ فقط

## حکایت (۵)

میرا طبعی معمول تعلق وعدم تعلق کے بارے میں اس تفصیل سے ہے کہ جن صاحبوں کو مجھ سے کسی قسم کی خصوصیت نہیں اُن سے اگر کوئی اَمر ناگوار پیش آوے میں اُس سے عملاً ذرا متاثر نہیں ہوتا اور جن کو خصوصیت ہے اُن میں جو بیعت نہیں اُن سے ایسے اُمور کا پیش آنا چونکہ طبیعت پر شاق ہوتا ہی ہے اگر باوجود کوشش رفع کے یاس ہو جاوے تو ایسی حالت میں صبر میں تکلیف ہوتی ہے اور ہمیشہ شکایت۔ حکایت کرتے رہنا موجب بے مزگی جانبین کا ہے اِس لئے طریق اسلم سمجھ کر اُن سے عرض کر دیتا ہوں کہ میں آپ سے صرف عام مسلمانوں کا سا برتاؤ رکھ سکتا ہوں خدمات خصوصیت سے معافی چاہتا ہوں باقی اُن سے بحمد اللہ انقباض بالکل نہیں رہتا طبیعت بالکل خالی ہو جاتی ہے ممکن ہے کہ کسی کو اپنے نفس پر قیاس کر کے اِس کا یقین نہ آوے مگر یہ یقین دِلانا میرے اختیار سے باہر ہے اور جو مجھ سے بیعت ہیں اُن سے بھی یہی برتاؤ کرتا ہوں مگر رفع انقباض کے لئے اُن سے ایک اور شرط لگاتا ہوں کہ وہ کسی بزرگ سے علی الاعلان بیعت بھی ہو جاویں اور جب تک وہ ایسا نہ کریں اُن سے طبعی انقباض رہتا ہے جو کہ بوجہ غیر اختیاری ہونے کے معصیت نہیں۔

## شکایت

اِس کو مزاج کی سختی بتلایا جاتا ہے۔

## درایت

تفصیل مذکور فی الحکایت سے ظاہر ہے۔

## حکایت (٦)

ایک میرا معمول متعلق مہمانداری واردین کے یہ ہے کہ جن حضرات سے کوئی خاص خصوصیت ہے خواہ اُس خصوصیت کا منشاء کوئی سبب ہو یا کسی مہمان کی کوئی خاص حالت مقتضی اختصاص کو ہو اور قیام بھی اُن کا مطول نہ ہو اُن کی خدمت ضیافت اُسی طریق معتاد سے ہوتی ہے جو عام طور سے معمول ہے اور جن سے کوئی ایسی خصوصیت نہیں اور آنا بھی اُن کا محض استفادہ کے لئے ہے اُن کو اپنے طور پر دکان وغیرہ سے انتظام طعام کا کرنا ہوتا ہے البتہ اگر اُن کے پاس خرچ نہ ہو اور وہ مجھ کو اِطلاع دیں تو بشرط گنجائش (اور الحمدللہ اکثر گنجائش ہوتی ہے) اُن کو نقد خرچ دے دیا جاتا ہے اور اکثر سے خرچ کے متعلق خود پوچھ بھی لیا جاتا ہے۔

## شکایت

اِس کو بہت بے مروّتی اور خشکی بتلایا جاتا ہے

## درایت

اوّل تو طبعاً مجھ میں آزادی ہے روزانہ ایسے اَمر کا انتظام کرنا جس کا دوسرا اسہل طریق بھی ہو موجب خلجان ہوتا ہے اور خرچ دے دینے میں کوئی خلجان نہیں ایک منٹ میں بے فکری ہو جاتی ہے پس اِس انتظام میں مجھ کو راحت ہے اور مہمان کو کوئی کلفت نہیں ثانیاً معاملہ کا مقتضا بھی یہی ہے دیکھئے مثلاً لوگ اپنے مقدمات کے لئے عدالت میں جاتے ہیں اور اس کا کوئی موقع نہیں رہتا کہ تحصیلدار ہی آئیں دعوت کریں ہماری

آسائش کا انتظام کریں جس کی بناء صرف یہی ہے کہ جب ہم اپنی غرض کے لئے گئے ہیں تو ایسی توقع کے کوئی معنے نہیں پس جب یہی بناء یہاں پائی جاتی ہے تو ایسی توقع رکھنا اوراس توقع کے خلاف پر شکایت کرنا اگر بے معنی نہیں تو کیا ہے اِسی طرح جن صاحبوں کو میں سفر میں خود نہ لے جاؤں بلکہ وہ اپنی مصلحت سے میرے ہمراہ چلیں باستثناء بعض خاص حالات کے اِن ہمراہیوں کو بھی اپنے طعام کا انتظام کرنا پڑتا ہے۔ میزبان پر بارڈالنے کی اُن کو اجازت نہیں اِس مقام پر ایک فائدہ علمیہ حق ضیف کے متعلق مرقاۃ جلد رابع ،ص ۳۹۱ / سے نقل کرتا ہوں:

"و عامة الفقهاء على انها (اى الضيافة ) من مكارم الاخلاق و حجتهم قوله صلى الله عليه وسلم جائزته يوم و ليله والجائزة العتية والمنحة والصلة فذلک لا يكون الامع الاختيار و قوله فليكرم يدل على هذا ايضا اذ ليس يستعمل مثله فى الواجب واختلف انها على الحاضر والبادى ام على البادى الى قوله لان المسافر يجد فى الحضر المنازل وما يشترى فى الاسواق انتهٰى قلت و ان رايت الوجوب من قوله عليه السلام من كان يؤمن بالله واليوم الآخر فقد ورد مثل هذااللفظ فى ما ليس بواجب بالاجماع كما فى اخر الصفحة المذكورة برو ايت الطبرانى عن ابى امامة من كان يؤمن بالله واليوم الأخر فلا يلبس خفيه حتے ينفضهما انتهے .

## آخری التماس

ان شبہات کے پیدا ہونے میں جس طرح زیادہ دخل کسی کی رنجش یا عدم تدبر کو ہو اِسی طرح فی الجملہ ان اسباب کو بھی ہے:

(۱) میری طبیعت کی سادگی اور صاف دِلی اور میری عادت میں حکمت عملی متعارفہ کا نہ ہونا سو اس کی تبدیل تو ممکن نہیں مگر ایک درجہ میں اس کی تلافی جماعت

انتخاب مذکورہ فی الخطبہ کی نظر ثانی سے ہو جاوے گی۔

(۲) کام کا زیادہ ہونا اور وقت کا کم ہونا جس سے مجھ کو بعید پہلوؤں پر غور کرنے کی گنجائش نہیں ملتی اور ممکن ہے کہ کہیں عبارت میں بھی ابہام و اجمال رہ جاتا ہو اور اختصار میں تو میں ہمیشہ سے بدنام ہوں۔ اس کا انتظام یہ سوچا ہے (خصوص جب سے بہشتی زیور پر اعتراضات سُنے گئے ہیں) کہ تصنیف و تالیف کو اتنا کم کر دیا جاوے کہ حکم معدوم میں ہو جاوے۔ استفتوں میں باستثناء شاذ و نادر دوسرے حضرات علماء کا حوالہ دے دیا جایا کرے اور تربیت باطن کے مضامین میں علاوہ حضرات مندرجین فہرست صالحین للبیعت تنبیہات وصیت کے اگر کوئی صاحب خاص میرے مذاق کے موافق جواب چاہیں اُن کو تتمہ سادسہ تنبیہات وصیت کے مضمون اخیر کی فہرست والوں سے رجوع کرنے کا مشورہ دیا جاوے یہ تتمہ اس رسالہ کے بعد ملحق ہے۔

(۳) اکثر جواب میں عجلت جس کی ایک وجہ وہی مندرجہ نمبر ۲ ہے جس کا انتظام اُوپر لکھا گیا ہے اور ایک وجہ طبعی تقاضا ہے اس کا تدارک بھی مثل تلافی سبب نمبر ا رکے ہے۔

(۴) تحریر و تقریر کی کثرت۔ اور پیری مُریدی کا سلسلہ بفضلہٖ تعالیٰ پہلے ہی سے اِتنا کم ہے گویا کہ گُم ہے اور جو یہ تعلق رکھتے بھی ہیں اُن کو اِس تک کی بھی اجازت نہیں کہ کسی کو بیعت ہونے کی رائے دیں یا اپنے کو عبارات میں میرے نام خط کی طرف منسوب کریں سو اَمر اوّل کے تدارک کے لئے علاوہ تلافی سبب نمبر ۲ کے احباب سے یہ استدعا ہے کہ مکتوبات کی نقل میں تقلیل کر دیں اور اَمر ثانی کا تدارک ایک تو یہ سوچا ہے کہ اختلاط و سفر بہت کم کر دیا جاوے اور وعظ سفر میں قریب قریب بالکل موقوف کر دیا جاوے اور وطن میں بھی کم کر دیا جاوے۔ دوسرا یہ سوچا ہے کہ احباب سے استدعاء کرتا ہوں کہ ملفوظات میں سے صرف وہی ضبط کئے جاویں جس کے قریب قریب الفاظ محفوظ ہوں کیونکہ روایت بالمعنی میں اگر اصل مطلب بھی محفوظ رہے تاہم اثر بدل جانا مستبعد نہیں اور مذکورہ بعض شبہات کا اِس سے بھی ناشی ہو جانا

عجب نہیں خلاصہ اس دستور العمل کا جو کہ اب اختیار کیا گیا ہے وہ ہے جس کو سعدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

آنانکہ بکنج عافیت بنشستند　　دندان سگ و دہان مردم بستند
کاغذ بدریدند و قلم بشکستند　　وزدست وزباں ہمہ حرف گیراں ہستند

اب ان انتظامات کے بعد بھی اگر کوئی ذلت ہوجاوے اگر واقعی ہے تو وہ خاصۂ بشر ہے اور اگر غیر واقعی ہے تو دوسرے عوارض کا اثر ہے۔ ولقد احسن صاحب الدر المختار فی قولہ نثراً۔

ولعمری ان اسلامة عن هذاالخطر
لا مریض علے البشر
ولا غرو فان النسیان من خصائص الانسانيه
والخطاء والزلل من شعائر الادميه

و فی قوله نظما۔

اخا العلم لا تعجل بعيب مصنف　　و لم تتيقن زلة من تعرف
فكم افسدالراوی كلاما بعقله　　و كم حرف الاقوال قوم و صحفوا
و كم ناسخ اضحى لمعنى مغيرا　　وجاء بشئ لم يرده المصنف

هذا وقد تمت الرسالة

# تمتہ سادسہ تنبیہات وصیت مذکورۂ خاتمہ رسالہ

# حکایات الشکایات بابتہ منتصف ۱۳۳۶ھ

## مضمون اوّل

علاوہ چھتیس حضرات مذکورین تمتہ رسالہ کے ذیل کے اصحاب کو بیعت وتلقین کی اجازت دی گئی (۳۷) مولوی محمد اسحاق صاحب بردوانی مدرس مدرسہ عالیہ کلکتہ مولوی لین (۳۸) مولوی ابوالحسن صاحب مئو ضلع اعظم گڈھ بلاقی پورہ (۳۹) مولوی محمد ذاکر صاحب ضلع چاٹگام ڈاکخانہ ہاٹ ہزاری موضع چندر پور (۴۰) مولوی ظفر احمد صاحب ضلع نواکھالی ڈاک خانہ بسور ہاٹ موضع چر برتی (۴۱) مولوی حاجی میر عاصم ابن میر شریف قصبہ منزلہ ضلع اُوفہ صوبہ قزان مُلک روس (یورپ)۔

## مضمون ثانی

بعض کتب ومواعظ جدیدۃ التالیف بترتیب سلسلہ سابقہ (۵۰۱) خیر المرور فی السفر الثانی الیٰ گورکھپور (۵۰۲) حکایات الشکایات (۵۰۳)، تمتہ ہذا (۵۰۴) انوار الحقائق ملفوظات نزد مولوی انوار الحق (۵۰۵) وصیت الوصی ایضاً نزد مولوی وصی اللہ (۵۰۶) جلوۂ یوسف ایضاً جزوے حُسن العزیز نزد مولوی یوسف (۵۰۷) المغطی ملفوظات و مکتوبات خاصہ۔ مواعظ (۵۰۸) الاتباع نزد حکیم محمد مصطفیٰ (۵۰۹) الارتداع ایضاً (۵۱۰) مفتاح الخیر نزد مولوی احمد حسن صاحب (۵۱۱) تاسیس النبیان علیٰ تقویٰ من اللہ و رضوان نزد مولوی اشفاق الرحمٰن (۵۱۲) الصلوات علی الصابرین علے مافات نزد مولوی ظفر احمد (۵۱۳) الاجتماع مع الاتباع (۵۱۴) الاسماع لذوات القناع (۵۱۵) الطبقات (۵۱۶) السبقات (۵۱۷) علو النساء (۵۱۸) الاسلام الاسمی (۵۱۹) الاسلام الفعلی (۵۲۰) الاسلام الحرفی (۵۲۱) المغفرہ (۵۲۲) الذنوب

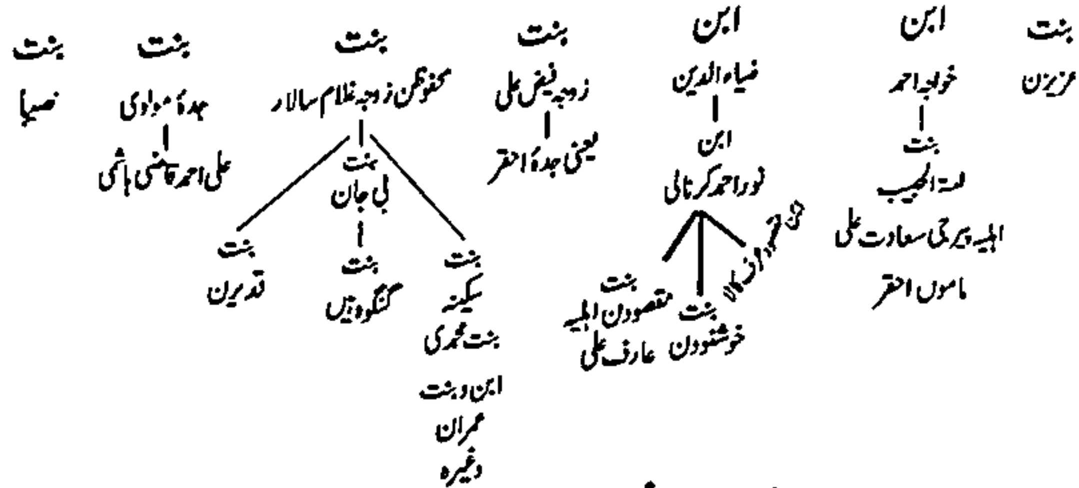
(۵۲۳) الانابہ (۵۲۴) الاتباع قبل الاقتراع (۵۲۵) ذم الکذب والاستکبار (۵۲۶) عاقبۃ التقویٰ۔ اور اِن اخیر چھ واعظ کا مجموعہ ملقب ہے اعظم الخطاب فی التوقی عن العذاب کے ساتھ (۵۲۷) ادامۃ الخشوع (۵۲۸) طرح اللغو (۵۲۹) فعل الزکوٰۃ (۵۳۰) صبح بنارس (۵۳۱) الختال الفخور (۵۳۲) الباطن (۵۳۳) الظاہر (۵۳۴) الاوّل (۵۳۵) الآخر (۵۳۶) الکاف (۵۳۷) القاف (۵۳۸) فرائد الفوائد منتخبۂ المواعظ۔ الاجتماع سے یہاں تک حکیم محمد مصطفےٰ صاحب کے پاس ہیں (۵۳۹) فضل العالم نزد مولوی ظفر احمد (۵۴۰) فضل العابد نزد مولوی اسمٰعیل ہمشیرہ زادہ حکیم محبوب الٰہی صاحب (۵۴۱) بیت الحمد ملقب بہ حمد منزل نزد خواجہ صاحب (۵۴۲) الطیب واللہیب ایضاً (۵۴۳) الظل الممدود ایضاً (۵۴۴) تحریر الحرم در مجلس (۵۴۵) ثواب المصاب نزد خواجہ صاحب (۵۴۶) الاعتصام بحبل اللہ نزد مولوی اسعد اللہ (۵۴۷) حق المساکن ایضاً (۵۴۸) حق التجمل نزد حکیم صاحب (۵۴۹) مظاہر الاقوال نزد مولوی ظفر احمد (۵۵۰) مسائلۃ اہل الخلہ فی مسئلۃ الظلہ مطبوعہ در حصہ دوم ترجیح الراجح۔ الحمد للہ کہ تالیفات کا عدد ساڑھے پانچ سو تک پہنچ گیا اگر ان میں ایک کو بھی سرکار عالی پسند فرمالیں سب وصول ہے بقول حضرت مرشدی رحمۃ اللہ علیہ۔

بس ہے اپنا ایک بھی نالہ اگر پہنچے وہاں　　گرچہ کرتے ہیں بہت سے نالہ وفریاد ہم

## مضمون ثالث

(متعلقہ سلسلہ نسب) اس میں دو جزو ہیں (نمبر۱) متعلق حرف (ہ) و (و) اِن میانجی عبدالرحمٰن کے جو کہ فارسی کے اُستاد بھی مشہور ہیں باپ کا نام میانجی بہرام بخش ہے اور یہ رسالہ نجف علی مرحوم کے چچا زاد بھائی ہیں رسالدار صاحب سے ہمارا یہ تعلق ہے وھکذا ر واہ الحکیم عارف علی۔ (نمبر۲) تحقیق مستقل نیز از حکیم صاحب سے مذکور الابعض اجزاء بصورت شجرہ۔

# عبدالقوی




مضمون رابع (نمبر:۱) بہشتی زیور میں بنگلہ کے ترجمہ کرنے کی اجازت لینے کے لئے مولوی عبدالحکیم صاحب پھول پور پوسٹ گوشکاؤں ضلع میمن سنگھ کا خط آیا۔

(نمبر۲) مولوی دین محمد صاحب فیروز شاہی نے فروع الایمان کے ترجمہ سندھی کا اِرادہ خیر پور ضلع لاڑکانہ سے ظاہر کیا۔

(نمبر۳) ابراہیم محمد پوریہ نے راندیر ضلع سورت سے اطلاع دی کہ مولوی غلام محمد صاحب راندیری نے بہشتی زیور کا ترجمہ نو حصہ تک اور بہشتی گوہر وغیرہ کا ترجمہ گجراتی میں کیا ہے۔

مضمون خامس:۔ تتمۂ ضمیمہ متعلق ظل صفحہ مندرجہ ضمیمہ تتمہ خامسہ۔ یہاں سے سوالات کا جواب صرف تحقیقی جاتا ہے جو صرف طالب تحقیق کو نافع ہوتا ہے گو مشکک کو اُس میں گنجائش شبہ رہتی ہے بعض لوگ کسی کے اسکات کی غرض سے الزامی جواب کے طالب ہوتے ہیں جو موقوف ہے مطالعہ کتب خصم پر سو یہاں نہ اُس کی فرصت نہ اُس کا انتظام اور نہ مذاق کے موافق۔ نیز وہ باوجود مسکت ہونے کے شافی نہیں کیونکہ اُس سے منشاء اشتباہ زائل نہیں ہوا ایک دوسرا شبہ پیدا ہو گیا جو بعض اوقات اور مضر ہوتا ہے اس لئے ایسے جوابوں کی کوئی صاحب استدعا نہ کریں۔

❁ ❁ ❁

## مضمون اخیر موعود آخری التماس رسالۂ حکایات

چونکہ مجھ کو فرصت بہت کم ہے اور ڈاک کی بہت کثرت ہے سہولت طالبین کے لئے اپنے احباب میں سے ایسے حضرات کی فہرست لکھتا ہوں جو ذکر و شغل وغیرہ کے متعلق کافی تعلیم فرما سکتے ہیں، معمولی حالات میں ان حضرات سے خط و کتابت کر لیجئے جن صاحب سے بھی طبیعت کو زیادہ مناسبت ہو۔

(۱) مولوی احمد حسن صاحب خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون ضلع مظفر نگر۔

(۲) خواجہ عزیز الحسن صاحب محلّہ کرم علی میرٹھ شہر۔

(۳) مولوی محمد مصطفیٰ صاحب محلّہ کرم علی میرٹھ شہر۔

(۴) مولوی محمد عیسیٰ صاحب مدرس سکول کوئنس کالجیٹ کنٹونمنٹ بنارس۔

(۵) مولوی محمد عیسیٰ صاحب ہیڈ مولوی گورنمنٹ اسکول ضلع مرزاپور۔

(۶) مولوی حبیب اللہ صاحب پرشین ٹیچر للت پور ضلع جھانسی۔

(۷) مولوی علی احمد صاحب مدرس عربی قصبہ مبارک پور ضلع اعظم گڑھ۔

(۸) مولوی وصی اللہ صاحب اعظم گڑھی حال مقیم تھانہ بھون خانقاہ امدادیہ۔

(۹) مولوی ظفر احمد صاحب مدرس عربی گڑھی پختہ ضلع مظفر نگر۔

(۱۰) مولوی عبدالغنی صاحب مدرس عربی پھول پور ضلع اعظم گڑھ۔

(۱۱) مولوی عبدالرحمٰن صاحب موضع بکھرا ڈاک خانہ دیدار گنج ضلع اعظم گڑھ۔

(۱۲) مولوی عبدالمجید صاحب بچھراؤں ضلع مرادآباد۔

(۱۳) مولوی محمد یوسف صاحب بجنوری مقیم تھانہ بھون خانقاہ امدادیہ

(۱۴) مولوی خلیل الرحمٰن صاحب موضع کوہنڈہ ڈاک خانہ پوئی۔ ضلع اعظم گڑھ۔

(۱۵) مولوی شاہ لطف رسول صاحب مقیم تھانہ بھون خانقاہ امدادیہ۔

(۱۶) مولوی عبدالعلیم صاحب ضلع بردوان ڈاک خانہ بڑاشام بازار موضع پنڈیرہ

(۱۷) مولوی افضل علی صاحب موضع تہلواڑہ ڈاک خانہ کملہ ضلع بارہ بنکی۔

(۱۸) مولوی نور حسین صاحب مقیم تھانہ بھون خانقاہ امدادیہ۔

(۱۹) مولوی ابوالحسن صاحب میؤ ضلع اعظم گڑھ۔ محلہ بلاقی پورہ۔

(۲۰) حاجی شیر محمد صاحب گھونکی ضلع سکھر (سندھ)۔

(نوٹ نمبر:۱) اِن صاحبوں سے بھی عرض کردیا گیا کہ اگر کسی تحقیق میں اِن کو خلجان رہے احقر سے مشورہ کرلیں نیز اگر اِن کی تحقیق کے بعد کسی طالب کو بھی خلجان رہے اُن کو مشورہ دینے کے لئے بھی احقر حاضر ہے۔

(نوٹ نمبر۲) ممکن ہے کہ بعض حضرات کا پتہ بدل جاوے لیکن اُمید ہے کہ اِن ہی پتوں پر خط بھیجنے سے وہ جہاں ہوں گے اُن کو مل جاوے گا اور اگر پھر بھی نہ پہنچے تو احقر سے پتہ دریافت کرلیا جاوے اگر معلوم ہوگا اور اکثر خط وکتابت سے معلوم ہوتا ہی رہتا ہے تو اِن شاء اللہ تعالیٰ بتلا دیا جاوے گا۔ والسلام

رقمہ: اشرف علی عفی عنہ۔ منصف ۱۳۳۶ھ

سوال: بایں جانب متصل دوش کی وجہ سمجھ میں نہیں آئی باوجود ایسی حالت پیدا ہونے کے خواب میں زیارت کی کمی کی وجہ سمجھ میں نہیں آتی۔

جواب:۔ یہ سب خیالات بعید از حقیقت ہیں۔

سوال:۔ دوسری گذارش یہ ہے کہ پہلے اسم ذات کے تصور سے اِس درجہ جسم میں قوت پیدا ہوتی تھی کہ جی چاہتا تھا کہ آسمان کو درہم برہم کردوں اب باوجود اس قدر غلبہ توحید کے اس درجہ ضعف جسمانی اور روحانی ہوگیا کہ حد سے زیادہ جس کی وجہ سے بجائے ترقی تنزلی ہوتی جاتی ہے طبیعت بالکل پھیکی ہوگئی ہے۔

جواب: وہ بھی خیال تھا یہ بھی خیال ہے سب کو حذف کرنا چاہئے وہ وہمی قوت تھی اور یہ جسمی ضعف ہے نہ وہ ترقی تھی نہ یہ تنزل ہے نہ غلبہ توحید کے یہ معنی ہیں جو لکھا ہے۔

سوال:۔ نہ غیر حق موجود سمجھ میں آتا ہے نہ ان ممکنات کو خدا کہتے بنتا ہے وجود حق کے مراتب میں سے یہ ممکنات ایک مرتبہ میں معلوم ہوتے ہیں۔

جواب:۔ یہ بھی صحیح نہیں۔

سوال:۔ عجب خبط میں مبتلا ہوں

جواب: ایسے خیالات سے تو خبط بڑھتا ہی ہے۔

سوال:۔ دو تین ماہ سے مولوی........... صاحب اہل حدیث انبالوی مسجد اہل حدیث قفل گنج کان پور میں مقیم ہیں۔ اتفاقاً قادیانیوں کے ورغلانے سے دو تین آدمی قادیانی ہو گئے اور قادیانیوں نے قفل گنج میں اپنا جلسہ کرنا چاہا مسلمانوں نے مولوی صاحب موصوف سے مشورہ لیا کہ اُن کے مقابلہ میں ہم کو بھی جلسہ کرنا چاہئے تو کہا کہ اُن کے مقابلہ میں جلسہ نہ کرو وہ مسلمان ہیں مسافر و مہمان ہیں اُن کی دعوت کرو میں بھی ایک روپیہ دیتا ہوں جب جلسہ کسی طور نہ رُک سکا تو کہا کہ علماء قادیانیوں کا رَد نہ کریں ورنہ میں آمین بالجہر کا مباحثہ کروں گا چنانچہ جلسہ میں خبر بھی بھیجی کہ مجھ سے آمین بالجہر کا مباحثہ کرلو علماء نے کہا اِس وقت قادیانیوں کا رَد کرنے آئے ہیں جب آپ طلب کریں گے پھر حاضر ہوں گے کسی عالم نے تنہا مرزائیوں کا حُقہ پانی بند کرنے کو وعظ میں فرمایا تھا جب دوسری جگہ مولوی........... کا وعظ ہوا کہا کہ:

(۱) جس نے مرزائیوں کا پانی بند کر دیا وہ کافر ہے اور مرزا غلام احمد کی تعریف کی فرمایا کہ میں مولوی اشرف علی صاحب و مرزا غلام احمد صاحب کو ایک سمجھتا ہوں۔

(۲) اُن کے مرید نے خواب میں کلمہ شریف کے ساتھ اُن کا نام مِلایا یہ شیطانی خواب ہے مولوی صاحب نے تعبیر میں اُس پر سختی نہیں فرمائی۔

(۳) اور مرزا کا دعویٰ مثل اکابر کے نبی مثیل ہونے کا ہے جیسے منصور نے انا الحق اور کسی نے انا موسیٰ اور کسی نے انا عیسیٰ وغیرہ کہا ہے۔

(۴) مولوی ........... صاحب کی کتاب ''السوء العقاب علیٰ مسیح الکذاب'' دِکھلائی گئی تو فرمایا کہ ان علماء کا کیا اعتبار ایک دوسرے کو کافر کہتے ہیں استفتاء بھیجا گیا تو لکھا کہ مقلد غیر مقلد کو اور کل فرقہ اسلامیہ ایک دوسرے کو کافر کہتے ہیں۔

(۵) مرزائی مسلمان ہیں مسلمان کے اقوال غیر مشروع کی تاویل ہوگی کافر نہ کہا جاوے گا۔ (۶) مولوی ...... صاحب نے تکفیر وعدم تکفیر مرزا میں مباحثہ کرنا چاہا منظور کر کے ۲ بجے رات تک شرائط کرتا رہا مناظرہ نہیں کیا مرزائی بھی اُس کے پاس آتے ہیں غیر مقلد اُس کے معتقد ہیں اُس کے وعظ میں شوق سے جاتے ہیں۔

(۷) اُس نے حضور کے پاس بھی پانی بند کرنے کا استفتاء بھیجا تھا۔ آپ نے لکھا کہ غصہ میں کہہ دیا ہوگا کُتے کا پانی بھی بند کرنا شریعت میں جائز نہیں اس کو دِکھلایا کرتے ہیں تکلیف فرما کر مفصل جواب ترقیم فرمایئے کہ غیر مقلد اُس سے بدعقیدہ ہو جاویں۔

جواب: (۱) ایسے ناصح کو کافر کہنا خود قریب کفر ہے۔

(۲) خدا نہ کرے توبہ توبہ وہ تو نبوت کا دعویٰ کرتا ہے اور اس طرح کہ اُس میں کوئی تاویل نہیں ہوسکتی کہتا ہے کہ جو مجھ کو نبی نہ مانے وہ کافر ہے۔

(۳) سختی نہ کرنے کا سبب تو یہ ہے کہ وہ بے اختیار تھا نہ اس وجہ سے کہ اُس نے جو کچھ کہا صحیح کہا اسی واسطے بطور تعبیر خواب کے اُس کی تاویل کی گئی اور ساتھ ہی اس احتمال کو بھی تسلیم کر لیا گیا کہ ممکن ہے کہ یہ شیطانی وسوسہ ہو مگر پھر بھی چونکہ غیر اختیاری ہے اس لئے محل زجر نہیں الامداد جمادی الاخری ۳۶ھ میں مفصلاً لکھ دیا ہے پس کُجا یہ کلام کُجا مرزا کا کلام۔

(۴) اکابر نے بے اختیاری میں کہا اور جب اُن سے افاقہ کی حالت میں کہا گیا تو اُنہوں نے اُس سے تبری کی اور اُس کو غلط بتلایا مرزا نے ایسا کہاں کیا ہے۔

(۵) یہ کیا ضرور ہے کہ اگر ایک جگہ تکفیر میں کسی نے غلطی کی تو اُس کا فتویٰ ہر جگہ غلط ہی ہو دلائل دیکھ لئے جاویں۔ جہاں دلائل صحیح ہوں گے فتویٰ مانا جائے گا۔

(۶) لیکن اگر تاویل نہ ہو تو مرزا کے دعوے نبوت کی کیا تاویل ہوگی جس کو مرزا بھی قبول کرے۔ (۷) بہت بُرا کرتے ہیں حدیث میں ہے من وقر صاحب بدعة فقداعان علی هدم الاسلام۔ (۸) خدا جانے کس طرح

سوال کیا گیا ہو وہ استفتاء دیکھوں تو بتاؤں۔

سوال:۔ فول وجھک شطر المسجد الحرام + قل یا اھل الکتاب تعالوا الی کلمة سواء بیننا و بینکم۔ اِن دونوں آیتوں میں پہلے کون نازل ہوئی ہے۔

جواب:۔ جن دو آیتوں کی تقدیم وتاخیر کے متعلق تحقیق فرمایا ہے اِس تحقیق کی ضرورت موقوف ہے ان دونوں آیتوں میں تعارض ہونے پر سو اس میں اگر تقریر تعارض معلوم ہو جاوے تو تحقیق کا لطف بھی ہے۔

سوال: ایک عورت ایک مرد پر قبل طلوع آفتاب کے حرام تھی پھر وہی عورت اُس مرد پر بعد طلوع آفتاب حلال ہوگئی پھر ظہر کے وقت مرد مذکور پر عورت مذکورہ حرام ہوگئی پھر عصر کے وقت حلال ہوگئی پھر مغرب کے وقت حرام ہوگئی پھر عشاء کے وقت حلال ہوگئی پھر نیم شب کو حرام ہوگئی پھر صبح کو حلال ہوگئی یہ کیونکر ہے تحریر فرمائیں۔

جواب:۔ تحقیق مسائل کا طریق یہ ہے کہ واقعہ لکھ کر حکم پوچھا جاوے کہ اس واقعہ کا کیا حکم ہے نہ یہ کہ حکم لکھ کر واقعہ پوچھا جاوے کہ یہ حکم کس واقعہ کا ہوگا۔

سوال: بہشتی زیور حصہ دوم میں دیکھا نماز میں اللہ اکبر کہتے وقت اگر اللہ کا اَلف بڑھا دے گا تو نماز فاسد ہو جاوے گی ایسے ہی کیا ذکر میں بھی اللہ کا الف بڑھانا نہیں چاہئے جیسے (اللہ یا الآہ) یا کیسے پڑھنا چاہئے۔

جواب: بڑھانا غلط ہے یعنی لام سے پہلے والے اَلف کا لیکن اس کے بڑھانے کا وہ حکم نہیں جو اللہ اکبر میں بڑھانے کا ہے۔

سوال:۔ (۱) ایک عورت کو وضع حمل کے دس دِن بعد طلاق دے دی گئی ہے اُس کی عدت کتنی ہوگی کیونکہ چالیس یا کچھ کم دن تو نفاس میں گذر جائیں گے اور اس کے بعد کچھ عرصہ (جو بعض صورتوں میں دو سال تک ہوتا ہے) حیض نہیں آتا اور پانچ چھ ماہ تو عام طور پر ایام رضاعت میں حیض نہیں دیکھا جاتا۔ (۲) ان ایام کو جن میں بعد زائیدن حیض نہیں آتا والّٰئی لم یحضن کے تحت میں شمار کرنا چاہئے یا نہ۔

(۳) بعض عالم قاضی لوگ عدت کی علت غائی اظہار حمل بیان کرتے ہیں اگر یہ واقعی درست ہے تو جس عورت کو حالت نفاس میں طلاق دی جاوے اُس پر حمل کا تو ظن ہی نہیں ہوسکتا اِس صورت میں اُس پر عدت کتنی مقرر ہے؟

جواب:۔ خط سے آپ خود مجتہد معلوم ہوتے ہیں پھر مقلدوں سے رجوع کرنے سے کیا فائدہ۔

سوال:۔ مناجات مقبول تیسری منزل کے آخر میں الی من تکلنی اے عدو کے بعد ایک نسخہ میں یتجھمنی ہے اور دوسرے نسخہ میں یتجھمنی لکھا ہے لہٰذا عرض پرداز ہوں اطلاع دیجئے کون سا جملہ صحیح ہے۔

جواب: بتقدیم ہاء علی الجیم کا ماخذ تو ہجوم ہے جو مشہور لُغت ہے تو اس کی توجیہ تو ظاہر ہے اور بتقدیم الجیم علی الھاء غیر مشہور لغت ہے مگر وہ بھی صحیح اور منقول اور معنی میں اُسی کے قریب ہے چنانچہ قاموس میں ہے جہمہ استقبلہ بوجہ کریہ کہ تجھمۃ البتہ لُغتِ اولیٰ میں اتنا شبہ ہے کہ وہ تفعل صریح نہیں ملا اس اعتبار سے غالباً ثانی راجح ہے۔

سوال:۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اِس مسئلہ میں کہ جو مندرجہ ذیل ہے۔ کتاب حکایات الصالحین میں اولیاء اللہ کی شانِ مبارک میں جناب مولانا معنوی صاحب کے یہ ابیات درج ہیں۔

بندگانِ خاص علّام الغیوب — درجہاں جان جواسیس القلوب
آنکہ واقف گشت براسرار ہو — سر مخلوقات چہ بود پیش او

اور دوسری جگہ مصنف صاحب یہ کہتے ہیں۔ اللہ اللہ۔ اللہ والوں کی کیا عظمت اور حشمت ہے کہ۔

برترند از عرش و کُرسی و خلا — ساکنان مقعد صدق خدا
پاسبانِ آفتاب اند اولیا — در بشر واقف زاسرار خدا

دوسری جانب انبیاء کرام علیہم السلام کے حالات پر غور کرنے سے یہ باتیں

ذہن نشیں ہوتی ہیں کہ ان کو اُمورِ غیبی سے صرف اتنی ہی واقفیت ہو سکتی تھی جتنی کہ خود خدائے تعالیٰ بذریعہ وحی والہام ان پر منکشف فرماتا تھا ثابت ہے کہ یوسف علیہ السلام کی گمشدگی سے اُن کے والد محترم علیہ السلام کے دل ودماغ پر ایک سخت صدمہ ہوا تھا بلکہ روتے روتے ان کی آنکھیں بھی سفید پڑ گئیں تھیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جو حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا پر بہتان کے بارے میں نزول وحی تک سخت تردّد وفکر ہوتی تھی۔ اِس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ جب اولیاء اللہ فرش سے عرش تک اور اسرار خدا سے واقف کار ہوتے تھے تو شبہ اس اَمر کا متوہم ہوتا ہے منقصت شان نبوت متصور ہوتی ہے۔ لہٰذا مع خلاصہ تشفی فرمایئے۔

جواب: مُرادمولانا کی بعض اسرار ہیں اور مقصود اُن پر رَد ہیں جو اولیاء کے لئے اس کو بھی مستبعد سمجھتے ہیں فزال الاشکال۔

سوال:۔ اور اسی کتاب میں یہ تحریر ہے کہ اولیاء اللہ کی دعا رد نہیں ہوتی بلکہ اسی وقت قبول ہوتی ہے فی الحقیقت اولیاء اللہ کی دعا مانند تیر بہدف ہے مگر جبکہ حضرت نوح علیہ السلام نے اپنے فرزند کے لئے بارگاہِ ایزدی میں دعا کی تھی تو خداوند کریم سے یہ الہام ہوایا نوح **انه لیس من اھلک انه عمل غیر صالح** اس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ جبکہ اولیاء اللہ کی دعا غیر ایمان اور بدکردار آدمی کے حق میں بھی قبول ہوتی ہے تو اس سے یہ شُبہ پیدا ہوتا ہے کہ منقصت شان نبوت متصور ہوتی ہے لہٰذا تشفی فرمایئے۔

جواب:۔ اس میں بھی وہی تقریر ہے فزال الاشکال۔

سوال:۔ اولیاء اللہ کے مزار شریف پر کسی سے کچھ بے ادبی یا اُن کی شان شوکت میں کچھ دخل اندازی ہوگی تو فوراً فاعل کو انتقام عمل مل سکتا ہے۔ اِس بارہ میں ایک کتاب میں یہ قصہ درج ہے کہ لاہور میں حضرت میران بادشاہ کے مقبرہ شریف کے ایک مینار پر مہاراجہ رنجیت سنگھ سے کچھ بے ادبی ہو جانے سے اِس قدر اُس کو شدت کا بخار آ گیا کہ جان کے لالے پڑ گئے جینے کی آس بالکل نہ رہی بعد ایک مصاحب کے ارشاد کے

بموجب مہاراجہ نے مزار شریف پر صدق دل سے پانچ سو روپیہ کی نقد نذر عطا کر کے معافی کا خواستگار ہونے سے شفاء ہوئی تھی اس سے یہ شبہ پیدا ہوتا ہے کہ مہاراجہ رنجیت سنگھ سے بے ادبی ہونے کی اطلاع ولی اللہ کو ہونا اور اِدھر متوجہ ہو کر اللہ تعالیٰ کی جناب میں بے ادبی کے انتقام عمل کے متعلق دُعا فرمانا اور بعد نذر و معافی کے بخار کا کم ہونا اور پوری شفاء حاصل ہو جانا یہ باتیں کیونکر ہو سکتی ہیں مع خلاصہ تشفی فرمایئے۔

جواب:۔ اس قصہ کی سند ہی کیا ہے جو حاجت جواب ہو۔

سوال:۔ میں ایک مسلمان مولوی کے گھر پیدا ہوا اور بچپن ہی میں مَیں کلام مجید نماز وغیرہ اپنے والد بزرگوار سے سیکھی اُس وقت میری عمر تقریباً آٹھ نو سال کی ہوگی اِس زمانہ میں نماز وغیرہ پڑھتا بھی تھا مگر وہ زمانہ ناسمجھی کا تھا اس کے بعد جب میں سولہ برس کا ہوا تو ایک دم ہوش سنبھالتے ہی میں نماز وغیرہ سب چھوڑ بیٹھا حالانکہ والد صاحب قبلہ برابر تاکید فرماتے رہتے تھے اور سرتا پا گناہوں کے دریا میں غرق ہو گیا خدا مجھ پر رحم فرمائے اور معاف کرے مگر شکر ہے خدائے پاک کا کہ زیادہ عرصہ نہ گذرا تھا کہ میرے ایک دوست نے مجھے اِس ظلمت سے نکال لیا میں دو سال تک برابر اس ناگفتہ بہ حالت میں رہا اس کے بعد توبہ واستغفار کر کے پھر خدا کی طرف رجوع ہوا اس وقت میری عمر اُٹھارہ سال کی تھی اور پھر نماز روزہ وغیرہ کا پابند ہوا اور کچھ دینی کتابیں بھی پڑھیں میں دو سال برابر اس حالت میں رہا اس کے بعد اب پھر جبکہ میری عمر بیس سال کی ہے میرے دماغ میں بہت سے فضول خیالات آیا کرتے ہیں یہ خیالات ویسے نہیں جیسے کہ سولہ سال کی عمر میں تھے میں۔

بفضل خدا اب کسی گناہِ کبیرہ میں مبتلا نہیں ہوں مگر اب میرا دل کچھ دنیا سے اور ساتھ ہی ساتھ نعوذ باللہ خدا سے پھرتا جاتا ہے میں یہ سوچتا ہوں کہ خدا جو کہ اتنا بڑا رحیم وکریم ہے وہ کیونکر ایسی باتیں جو کہ رحمانیت پر زیب نہیں دیتی گوارا کرتا ہے اس قسم کے اور سیکڑوں خیالات آتے ہیں جو مسلمانوں کو نہ آنے چاہئیں۔ توبہ یا اللہ توبہ خدا

کے واسطے آپ اس گنہگار پر رحم فرمائیے خدا آپ کو اس کا اجر دے گا اور اگر آپ نے مجھ پر رحم نہ کیا اور یوں ہی گمراہی اور ظلمت میں چھوڑ دیا تو آپ جانیں اس کا کیا نتیجہ ہوگا خدا کے واسطے مجھ کو روحانی اثر سے یا کسی طرح مسلمان بنائیے چاہے کوئی دُعا یا وظیفہ وغیرہ کا حکم دیجیے جس کی برکت سے میں سچا مسلمان ہوسکوں۔

جواب:۔ پریشان اور مایوس نہ ہوں یہ بھی ایک مرض ہے جو قابل علاج ہے مگر علاج تجویز کرنے کا حق مریض کو نہیں طبیب کو ہے اگر آپ اپنے مخاطب کو طبیب سمجھتے ہیں تو یہاں چندے رہنے کا انتظام کیجئے۔

سوال:۔ میں جس وقت سویا تو مجھے اُس وقت نہایت پریشانی تھی یہ میں نہیں کہہ سکتا کہ کس وجہ سے تھی صرف دل پر پریشانی تھی۔ اِسی عرصہ میں مَیں نے خواب میں دیکھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ مجھ سے فرماتے ہیں کہ ہمارے اُوپر الحمد شریف پڑھو میں نے فوراً پڑھا اور میں نے دریافت کیا کہ آپ کون صاحب ہیں آپ نے جواب میں فرمایا کہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہوں اُسی وقت آپ تشریف لے گئے حلیہ جہاں تک مجھے یاد ہے لمبا قد چہرہ نہایت سفید سر پر عمامہ سفید ہلکا سا بندھ رہا تھا حضور اس کی تعبیر تحریر فرمادیں۔ الحمد شریف پڑھنے کو ارشاد فرمانا کیا سر ہے۔

جواب:۔ کیا آپ کا اختلاط شیعوں سے تو نہیں۔

سوال:۔ خواب یہ ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قولاً وفعلاً ارشاد فرمایا کہ دائیں ہاتھ کی سبابہ سے ایک دانت ثنایا علیا میں سے جو کہ بائیں طرف ہے اور دوسرا جو اُس کے ساتھ متصل ہے اِن دونوں کو ملا کر (یعنی ملتا رہ صاف کرتا رہ) یہ ارشاد قولاً بھی فرمایا اور فعلاً بھی کر کے دِکھلایا۔

جواب:۔ معلوم ہوتا ہے مسواک میں کمی رہتی ہے۔

سوال:۔ مقدمہ زاد السعید میں ابن ماجہ کی علامت اور رمز (ق) لکھا ہوا ہے اِس لئے عرض ہے کہ یہ رمز (ق) صحیح ہے یا نہیں۔ خدشتہ ہوتا ہے کہ (ق) ابن ماجہ کی

علامت کس طرح ہوسکتا ہے جبکہ اُس کے سب حرفوں میں ق نہیں ہے۔

جواب:۔ابن ماجہ قزوینی ہیں۔ یہ ق قُزوینی کا ہے۔

سوال:۔اسی طرح عمل الیوم واللیلہ کی علامت (ی) لکھی ہوئی ہے سو خوب مگر مسند الامام احمد کی علامت بھی (ی) لکھی ہوئی ہے سو یہ صحیح ہے کہ ایک خدشہ یہ ہوتا ہے کہ مختلف دو کتابوں کی ایک علامت مقرر کرنا افہام کا کام نہیں دیتی بلکہ ابہام اور ثانی کتاب مسند الامام احمد کی (ی) علامت کس طرح ہوتی ہے جبکہ اُس کے حرفوں میں سے بھی نہیں ہے۔ آیا یہاں کاتب کی غلطی ہے یا ہمارا خدشہ بے جا۔ جواب عنایت ہو۔

جواب:۔ کتاب میرے سامنے نہیں شاید اُس کو دیکھ کر کچھ سمجھتا۔ پھر کتاب مل گئی معلوم ہوا کہ بجائے (الف) کے (ی) چھپ گئی ہے۔

سوال:۔ فضائل درود کے بیان میں ہے۔ جب کوئی شخص مجھ پر سلام بھیجتا ہے اللہ تعالیٰ میری روح مجھ پر واپس کردیتے ہیں یہاں تک کہ میں اُس کے سلام کا جواب دے لیتا ہوں۔ اگر اس پر کوئی یہ اعتراض کرے کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم تو زندہ ہیں اور اُن کی روح اُن کے جسم سے مفترق نہیں ہے تو رُوح کے واپس کردینے سے کیا مُراد ہے تو اس کا جواب کیا ہے؟

جواب:۔ یہ زندگی برزخی ہے جو اوروں کی زندگی سے اقویٰ ہے اور ردِ روح اس روح کا زائد متوجہ ہونا۔

سوال:۔ فصل دوم میں ہے۔ جس مجلس میں اللہ تعالیٰ کا ذکر اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود نہ ہو قیامت کے روز وہ مجلس ان لوگوں کے حق میں باعث حسرت ہوگی گو ثواب کے لئے جنت ہی میں داخل ہوجاویں۔ حب ادت س مس۔ اس میں یہ اُمر تحقیق طلب ہے کہ کس کام کے ثواب سے داخل ہوجاویں گی یہاں کسی خاص کام کا ثواب مراد ہے یا عامّہ اعمال کا۔

جواب:۔ ہاں۔

سوال:۔ آپ کے زیور بہشتی میں یہ مسئلہ لکھا ہوا ہے کہ کسی چیز میں نجاست لگی تھی اور اُس کو کسی نے تین دفعہ زبان سے چاٹ لیا تو پاک ہو جائے گا۔ یہ یاد رکھئے کہ مجھے آپ کے تحریر کردہ مسئلہ پر بالکل یقین ہے مگر معترضین کہتے ہیں کہ مولانا صاحب نے لفظ نجاست استعمال کیا ہے اور لفظ نجاست عموم سے ہے اور عام کے اندر خاص کا پایا جانا ضروری ہے پس نجاست کے اندر غلیظ بھی داخل ہے تو کیا اگر کوئی شخص فعل ممنوع کو روا رکھ کے تین دفعہ زبان سے چاٹ لے تو کیا پاک ہو جائے گا۔

مولانا صاحب نے یہ مسئلہ کہاں سے اخذ کیا ہے اور فقہ کی کس کتاب میں مذکور ہے مولانا صاحب نے مذکورہ ذیل مسئلہ لکھنے کے بعد اخیر میں یہ لکھ دیا ہے کہ چاٹنا منع ہے اس کی دو ہی صورت نکلتی ہے اگر کوئی شخص فعل ممنوع یعنی چاٹنا منع ہے اُس کو اختیار کر کے چاٹ لے تو نجاست پاک ہو جائے گی اور اس شق پر جو اعتراض وارد ہوتا ہے وہ اُوپر مذکور ہے۔ شق دوم یا یہ کہ بوجہ مناہی چاٹنے کے پاک نہیں ہو سکتا کیونکہ مناہی اِس قسم کی ہے کہ نعوذ باللہ یا تو یہ چاٹنا حرام قطعی ہے یا کفر ہے لہٰذا یہ اَمر تو ظاہر ہے کہ کوئی شخص ایسا بے وقوف نہیں ہے کہ پاک کرنے کو حرام قطعی یا کفر کو اختیار کرے گا میں اخیر میں پھر مولانا سے بہت ہی ادب سے گذارش کرتا ہوں کہ مجھ مذبذبین کے شکوک کو بہت جلد بذریعہ خط کے رفع فرمائیں گے۔

جواب: درمختار میں ہے حتی الریق فتطھرا صبع و ثدی تنجس ملجس ثلثاً ردالمحتار میں ہے و کذا اذالحس اصبعه من نجاسة حتی ذھب الاثر، ج۱، ص۳۱۸ مطبوعہ مصر ۱۲۹۴ھ۔ معترض صاحب کسی عالم سے ان عبارتوں کا ترجمہ کرالیں اور یہ بھی پوچھ لیں کہ یہ کتابیں فقہ حنفی کی ہیں یا نہیں اور پھر یہ بتلا دیں کہ اِن کتابوں پر بھی یہی اعتراض ہیں یا نہیں اگر ہیں تو کچھ شکایت نہیں اور اگر نہیں تو وجہ فرق کیا ہے البتہ اگر معترض حنفی نہیں تو اُس وقت اُس سے گفتگو نہیں۔

سوال:۔ گذارش آنکہ حضور نے رسالہ تائید الحقیقۃ بآیات العتیقۃ مطبوعہ مطبع

قاسمی میں بصفحہ پنجم تا ہشتم ارقام فرمایا ہے کہ ہذہ الآیات کلھا دالة علی صحة قول من یقول من العلماء الصوفیة ان اللّٰہ تعالٰی بکل مکان غیر النعصم لا یعلمون کیفیة کون مکان اللہ بعد ازاں درمیان قوسین اُس کی تفسیر فرمائی ہے (ای یقولون بالاحاطة الذاتیة لا بمحض الاحاطة الصفاتیة کاهل الظائر) مگر اُس سے بالصراحة واضح نہیں ہوتا کہ حضور معتقد احاطہ ذاتیہ کے ہیں یا محض ناقل مسلک اُن بعض علمائے صوفیہ کے ہیں۔ اور حضور کا عقیدہ مثل اہل ظاہر کے احاطہ صفاتیہ کا ہے اور حضور کے عقیدتمندان کے لئے کیا ارشاد ہے بنظر تشفی خاطر عقیدت مندان جواب وارشاد شافی سے سرفراز فرمائیں۔

جواب:۔ میں اس رسالہ میں محض ناقل ہوں اور میرا عقیدہ امھموا ما ابھمہ اللہ تعالٰی ہے۔ اس میں زیادہ کاوش کرنا موجب خطر ہے۔

تمام شد حصہ ششم مکتوباتِ خُبرت

## مکتوباتِ خُبرت....از آغاز ۱۳۳۸ھ

﴿ہر چند کہ التزام قدیم کا مقتضا یہ تھا کہ یہاں حصہ ہشتم کا عنوان ہوتا مگر بعض سہولتوں کی رعایت سے یہ التزام اور اُس کے ساتھ یہ عنوان متروک ہو گیا ہے، ملاحظہ ہو تتمہ سابعہ کا صفحہ اخیر سطر ۳﴾

سوال:۔ گذارش ہے کہ ہفتہ گزشتہ میں بندہ نے رسالہ الامداد کا حوالہ دیتے ہوئے بیعت کی درخواست کی تھی جواباً ارشاد ہوا کہ یہ مطلب جو تم نے سمجھا ہے غلط ہے اور ایک تنبیہ کی طرف بھی اشارہ فرمایا گیا کہ زید کا خدا تک پہنچنا عمرو کے فعل اختیاری پر کس طرح متصور ہے یہ تو حسب ایماء والا وتصریح خدام اعلیٰ سمجھ گیا اب اِس بیعت کے متعلق عرض یہ ہے کہ بیعت کے تعلق سے پیر کی توجہ خاص مرید کی طرف ہونا حضور والا ہی کے کلام مبارک سے ظاہر ہے اگرچہ موقوف علیہ نہیں پس بنا بر مزید توجہ (جس کا اثر ان شاء

اللہ تعالیٰ فیضانِ برکات اکثری ہے) بیعت کی درخواست کر کے اُمیدوارِ اجابت ہوں۔

جواب:۔ میرے کلام سے جو مفہوم ہوتا ہے وہ صحیح ہے مگر مشروط ہے مناسبت کے ساتھ اور مناسبت چندے باقاعدہ کام کرنے سے معلوم ہوسکتی ہے پس یہ مقدم ہے۔

سوال: آج کل ایک خلجان یہ ہو رہا ہے کہ حدیث شریف میں وارد ہے کہ ابلیس اپنے اُس چیلہ کی بڑی قدر کرتا ہے جو کہ میاں بی بی میں نااتفاقی پیدا کرا دے اور بندہ کی حالت یہ ہے کہ جب بھی بی بی سے نااتفاقی ہوتی ہے تو توجہ الی اللہ و شوق کی ترقی ہوتی ہے پہلے تو خیال نہیں ہوا اب جبکہ چند مرتبہ ایسا ہوا تو یہ خلجان ہوا کہ ابلیس کی قدردانی تو باعتبار عظم اضرار کے ہے جیسا کہ شراح تقریر بھی فرماتے ہیں گر بندہ کے حق میں ایک گونہ مفید ثابت ہوتا ہے۔

جواب:۔ اوّل تو محض نااتفاقی وارد نہیں تفریق وارد ہے دوسرے منفعت عاجلہ مضرت آجلہ کی منافی نہیں تیسرے اس کا فیصلہ کیسے ہوا کہ وہ توجہ معتد بہ ہے خیالی نہیں۔

سوال:۔ ایک دن جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ آپ سامنے سے تشریف لاتے ہیں، میں دوڑ کر آپ کے قدموں میں گر گیا تو حضور اپنے ساتھ لے کر ایک چارپائی پر بیٹھ گئے اور پھر میری ران پر سر مبارک رکھ کر سو رہے اور میں بدن مبارک دبانے لگا اور حضور لیٹے ہوئے ہیں اِتنے میں اور شخص میرے پاس آکر بیٹھ گئے پھر میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) مولود شریف کی مجلس جائز ہے یا ناجائز آپ نے فرمایا کہ ہندوستان میں ناجائز ہے شاید دوسرے آدمی نے بھی یہی سوال کیا اور یہی جواب ملا اتنے میں نیند کھل گئی۔

الجواب: بالکل سچا خواب ہے۔ سچا ہونے کی علامت قواعد شرعیہ کے ساتھ موافق ہونا ہے۔

سوال: زمانہ دراز سے اس جگہ نکاح بغیر کفو میں علماء نے عدم جواز پر بنا بر روایت امام حسن رضی اللہ عنہ کے جو کہ جمہور متاخرین کے مفتی بہا ہے فتویٰ دیا ہے آں

ذات والاصفات نے بھی لکھا کہ میں بھی اس روایت امام حسن صاحب پر فتویٰ دیا کرتا ہوں مولانا.........صاحب مفتی صاحب دیوبند اور مولانا صاحب.........سہارن پوری نے بھی الجواب صحیح لکھا عرصہ پانچ سال کا تخمینا ہوا ہوگا کہ جناب مولانا صاحب .........کی خدمت میں بھی یہ فتویٰ ارسال کیا تھا آنحضرت نے بھی الجواب صحیح لکھا اور اُس کے ساتھ کچھ اور عبارت بھی لکھی جو کہ پورے سوال کے آخر میں آتی ہے سوال یہ ہے۔کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ زید کہتا ہے کہ سیدزادی بالغہ کا نکاح بلا رضائے ولی غیر قریشی کے ساتھ بنا بر روایت اور ابتدائی سے نادرست ہے ''لفسادالزمان كما فی شرح الوقاية و شرح الياس والدرالمختار و رد المحتار وقاضی خان و البزازية والطحطاوی و ابی المكارم والبرجندی والقهستانی وغيرها'' کیونکہ غیر قریشی علویہ کا کفو نہیں ہوتا اور نکاح بغیر کفو لفسادالزمان ابتداءً ہی ناجائز ہے۔بکر کہتا ہے کہ ظاہر روایت میں نکاح درست ہے اور قطع نظر کتب فقہ سے خود قرآن شریف سے ثابت ہے کہ سیدزادی سے جو کوئی بھی نکاح کرے درست ہے اگرچہ بافندہ و کناس اور اس سے بھی ادنیٰ ہو بشرطیکہ مسلمان ہو کیونکہ قرآن شریف میں فقط ازواج رسول اللہ کو اُمہات المؤمنین کہا ہے پس سوائے اس کے یعنی سوائے ازواج مطہرات کے کل اولاد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسلمانوں پر درست ہے تفسیر عباسی وصاوی علی الجلالین ومدارک وخازن وروح البیان میں ہے ''وهذه العبارة لروح البيان النبی اولی بالمؤمنين من انفسهم و ازواجه امهاتهم ای منزلات منازلهن فی وجوب التعظيم و تحريم النكاح كما قال تعالٰی ولا ان تنكحوا ازواجه من بعده.........
و اما فيما عدا ذٰلک من النظر اليهن و الخلوة لبهن والمسافرة معهن والميراث فهن كالاجنبيات ولا يرثن المؤمنين ولا يرثونهن الی ان قال ان معنی هذه الامومة تحريم نكاحهن فقط ولما ثبت التحريم

خصوصاً لم یتعد الی عشیرتھن فلا یقال لبناتھن اخوات المؤمنین ولا خواتھن واخوانھن اخوال المؤمنین وخالاتھم ۔اھ۔" اس پر مولانا.......... صاحب نے یہ لکھا ہے آیت کریمہ مثل اُمہات تحریم ابدی عام کے لئے ہے یہ بے شک ازواج مطہرات سے خاص ہے ورنہ ختنین .......... کریمین سے تزویج بنات مکرمات نہ ہوسکتی اس سے یہ لازم سمجھنا کہ غیر ازواج مطہرات میں حل مطلق ہے بکر کی غفلت ہے۔ علوم آلیہ سے کہاں تحریم مطلق کی نفی اور کہاں حل مطلق کا اثبات یعنی سالبہ کلیہ کا نقیض موجب کلیہ اھ۔ اب یہ عرض ہے کہ جناب مولانا صاحب سے مکالمہ تو اَب دشوار ہے مولانا صاحب کے کلام میں مجھ کو سمجھ نہیں آئی کہ آیا بکر کے کلام کو مدنظر رکھ کر کس طور پر یہ اعتراض فرماتے ہیں آیت کریمہ میں تحریم مطلق کی نفی کیسے ہوئی اور پھر تحریم مطلق کی نفی سے حل مطلق کا اثبات کیونکر نہیں ہوسکتا جبکہ آیت کریمہ میں سوائے حرمت ازواج کے اور کا ذکر بھی نہیں تو وہ اپنی اباحت اصلیہ پر ہے آیت کریمہ میں مطلق ومقید یا عام وخاص کا ثابت ہونا میری فکر میں نہیں آتا حضور اس کو مہمل عبارت میں تحریر فرمادیں اور خود ہی یہ مسئلہ واضح کردیں کسی غیر پر فقیر کو محمول نہ فرمائیں مولانا صاحب کے کلام کا کشف حضور خود فرمادیں۔ واللہ یجزیکم جزاءً جمیلا.

الجواب:۔ حضرت سلمہ کے کلام میں جو یہ جملہ ہے کہ کہاں تحریم مطلق کی نفی اور کہاں حل مطلق کا اثبات اِس کے معنی یہ ہیں کہ بکر جو کہتا ہے کہ قرآن شریف میں فقط ازواج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اُمہات المؤمنین کہا ہے پھر اس پر بکر نے یہ تفریع کی ہے کہ پس سوائے ازواج مطہرات کے کل اولاد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسلمانوں پر درست ہے اھ۔ یہ تفریع مسلم ہے مگر اس سے صرف تحریم مطلق کی نفی ہوئی جیسی تحریم فی کل الاحوال ازواج میں تھی ایسی غیر ازواج میں منفی ہے مگر اس سے حل مطلق یعنی غیر ازواج کی حلت فی کل الاحوال لازم نہیں آتی آگے جو اس کا حاصل دوسرے عنوان سے فرمایا ہے یعنی سالبہ کلیہ الخ تو وہ میری سمجھ میں بھی نہیں آیا مگر اصل مقصود میں مخل نہیں۔

سوال:۔ حضرت والا ناکارہ نے اپنی بساط کے موافق دو رسالے تالیف کر کے طبع کرائے ہیں جو خدمت میں پیش کرتا ہے اس میں سے ''توحید الاسلام'' جناب والا کے نام نامی سے معنون ومنسوب کیا ہے۔

جواب:۔ اب تک اِس کی حقیقت میری سمجھ میں نہیں آئی کہ کسی کے نام سے معنون ومنسوب کرنے کے معنی کیا ہیں آیا اُس کو ثواب بخشنا ہے یا اُس کا ارضاء اور اس کے ساتھ تقرب مقصود ہے اور ان سب شقوں پر اُس کے اعلان کی کیا حاجت ہے اس کے متعلق جو آپ کا خیال ہو ضرور ظاہر کیجئے کیونکہ میں محض خالی الذہن ہوں۔

سوال ضمیمہ بالا۔ امید کہ حضور قبول فرما کر رہین منت فرماویں اور دُعا فرماویں کہ خدائے پاک اُس کو مقبول فرما کر ذریعۂ مغفرت فرماوے۔

جواب ضمیمہ بالا:۔ دُعا کرتا ہوں اللہ تعالیٰ یہ مقاصد پورے فرماویں اور اس سب سے بڑھ کر یہ دُعا ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ اخلاص نصیب فرماوے اور کسی کے نام سے منسوب کرنے میں اگر کوئی نیت خلاف خلوص ہو تو اُس سے نجات بخشیں۔

سوال:۔ کئی روز کا عرصہ ہوا کہ ایک انگریزی اخبار میں بردوان کا مفصلہ ذیل واقعہ درج تھا ایک ہندو مر گیا اس کے متعلقین نے اس کے مرنے کے بعد فوراً ہی اُس کی نعش کا فوٹو لیا مگر کیمرا یعنی وہ آلہ جس کے ذریعے فوٹو لیا جاتا ہے فوٹو لینے کے بعد ویسا ہی رکھ دیا گیا اور لوگ متوفی کی کریا کرم میں مصروف ہو گئے دوسرے روز جب اس فوٹو کو کاغذ پر اُتارا تو لوگوں کی حیرت کی کوئی انتہاء نہ رہی کہ متوفی کی تصویر کے ساتھ پانچ اور تصویریں بھی اِسی کاغذ پر اُتر آئیں ان تصویروں کو بغور دیکھنے سے معلوم ہوا کہ ایک تصویر تو متوفی کی بیوی کی تھی اور دوسری اُس کے بیٹے کی اور تین اوروں کی جن کو لوگ پہچان نہ سکے مگر سب سے زیادہ تعجب خیز یہ بات تھی کہ اس کی بیوی اور بیٹے کو مرے ہوئے کئی سال گذر گئے تھے مگر نہ معلوم ان کی تصویر کیسے اُتر آئی تصویر تو اسی چیز کی اُترتی ہے جو شفاف ہو اور نظر بھی آئے مگر یہ معاملہ ہی دوسرا ہے اِسی بناء پر اخبار

والے اور اس کے متعلقین نے اِس پر تعجب ظاہر کیا ہے ایسی صورت میں حضور سے باادب ملتمس ہوں کہ حضور از روئے شرع شریف اس واقعہ کے متعلق آگاہی بخشیں۔

جواب:۔ بدون تصحیح سند و توثیق رواۃ فکر کو تعجب میں ڈالنا ضروری نہیں پہلے اُس کی تحقیق باقاعدہ کرنا چاہئے کہیں اپریل فول تو نہیں اُس اخبار والے سے اُس شخص کا نام و نشان پوچھ کر بردوان میں کسی کے پاس خط لکھنا چاہئے کہ وہ واقعہ کے وقت کے حاضر سے تحقیق کرے جی کو نہیں لگتا۔

السوال: امابعد! دو ایک شکوک ہیں اُن کا جواب شافی چاہتا ہوں اُمید ہے کہ وقت عزیز اس کار خیر میں صرف کرنے سے دریغ نہ فرمائیں گے۔ ایک مجتہد شیعہ میرے شناسا ہیں ایک دن وہ ایک آبشار کے کنارے پاؤں سکھلا رہے تھے تاکہ وضو کریں میرا اُن سے ذرا مذاق بھی ہے میں نے مذاقیہ کہا کہ کیوں تمام دُنیا سے اُلٹا وضو کرتے ہو سیدھے ہو جاؤ اُس نے فوراً کھڑے ہو کر کہا کہ اِس مسئلہ کو تم لوگوں نے نہیں سمجھا لو سُنو ''فاغسلوا وجوهكم الأية'' پڑھ کر کہا کہ چار فرض ہیں دو کا دھونا فرض اور دو کا مسح کرنا فرض ہے اس کی تشریح تیمم کے مسئلہ نے کر دی جن کا دھونا فرض تھا وہ تیمم میں رہ گئے اور جن کا مسح فرض تھا وہ معاف کئے گئے اگر پاؤں کا دھونا فرض ہوتا تو تیمم میں معاف نہ ہوتے چونکہ سر کا مسح معاف ہے معلوم ہوا کہ پاؤں کا بھی مسح تھا جو سر کی طرح معاف ہو گیا انتہی کلامہ۔ اُس کی گفتگو کا مجھ سے کچھ جواب نہ بن پڑا مذاق میں ٹلانا پڑا البتہ اُس وقت سے ایک کھٹک سی دِل میں ہے۔

جواب:۔ یہ تو محض ایک نکتہ تھا جو خود موقوف ہے پاؤں کے ممسوح ہونے کے ثبوت پر پھر اِس کے ثبوت کو اُس نکتہ پر مبنی کرنا دور صریح ہے کیا اس استلزام کی کوئی دلیل ہے کہ ساقط ہونا مستلزم ہے ممسوحیت کو تعجب ہے ایسے صریح تحکم سے آپ متاثر ہو گئے۔

سوال دوسرا:۔ شک یہ ہے کہ جس زمانہ میں شیخ المشائخ قطب العالمین حضرت حاجی امداد اللہ صاحب اعلی اللہ مقامہ ہجرت کے لئے تشریف فرما ہوئے تھے تو

پنجلاسہ سے براہ کیتھل و کمتھلہ قصبہ سنام میں تشریف فرما ہوئے چونکہ یہاں پر سردار عبدالنبی خاں اور مائی پنجلاسہ والی تھیں اُن کے یہاں قیام فرما کر پھر اُن کے داماد کرنل عبدالرحیم خاں کے گاؤں موضع بڈیر میں تشریف فرما ہوئے اور وہاں سے روانہ ہو کر دوپہر کو اس بدنام کنندہ کے کوردہ کو منور فرماتے ہوئے بھٹنڈہ کی جانب نہضت فرما ہوئے جب سے یہ ریگستان کا خطہ آنحضرت کے فیض قدم سے بمقابلہ اور جگہوں کے بدعات وغیرہ سے مامون ہے اور آنے والی نسلیں آستانہ گنگوہ پر جبہہ سائی کرتی رہیں کرنل عبدالرحیم کا پوتا محمد ظفر بچپن سے اسی جانب معتقد تھا کیونکہ اُس کی نانی اور والدہ وغیرہ سب آستانہ گنگوہ کی خادمہ ہیں۔ اتفاق سے وہ فرید کوٹ کے اسکول میں پڑھ رہا تھا کہ اُس کی عابدانہ عادات کو دیکھ کر ہیڈ ماسٹر نے کہا کہ تم مرید کسی کے ہو جاؤ اور استخارہ کر لو چونکہ حضرت مرشدی و مولائی سیدی وسندی محدث گنگوہی رحمہ اللہ کا وصال ہو چکا تھا اُن کے بعد جس قدر حضرات اُس کے پیشِ نظر تھے۔

اُن میں سے اُس کی طبیعت فیصلہ نہیں کر سکتی تھی کہ کس کو ترجیح دے اس لئے اُس نے استخارہ کیا تو خواب میں اُس کو سرورِ کائنات فداہ ابی وامی کی زیارت ہوئی اور ارشاد فرمایا کہ ............... مرید ہو جاؤ اِس ارشاد نے اُس نوجوان کو بہت پریشان کیا کیونکہ ............... کے یہاں افراط تفریط سب کچھ ہے اور پٹیالہ بھر کی رنڈیاں اُن کی مرید ہیں قوالی کراتے ہیں عرسوں پر جاتے ہیں صرف صوم وصلوٰۃ کے ضرور پابند ہیں باقی اور جو کچھ اس زمانہ میں پیر کرتے ہیں وہ سب کرتے ہیں لباس بھی گیروا ہے اور مجذوب بھی نہیں نہ اہل علم ہیں معمولی اُردو فارسی وہ بھی کالعدم! موٹے تازے دن بھر مریدوں سے بدن دبواتے اور لن ترانیاں ہانکتے رہتے ہیں وغیرہ وغیرہ محمد ظفر نے تین بار استخارہ کیا تینوں بار یہی ارشاد ہوا کہ سائیں جمال شاہ کے مرید ہو جاؤ ناچار بادل ناخواستہ اُن کا مرید ہو گیا۔

جواب: کیا یہ نہیں ہو سکتا تھا کہ مرید ہونے کے قبل کسی محقق سے اس خواب کی

حقیقت دریافت کی جاتی اب تحقیق کر کے اُس تحقیق پر عمل نہیں ہوسکتا۔

سوال: حضرت یہ کیا بات ایک شخص کو جو حامیان سنت علماء کا معتقد ہو اُس کو ایک ایسے شخص کی طرف رہنمائی کی گئی جہاں سے اُس کو بظاہر کچھ ہدایت نہ ہو سکے اور ایسا خواب اضغاث احلام بھی نہیں ہوسکتا۔

جواب:۔ کیوں نہیں ہوسکتا اور اگر تسلیم بھی کرلیا جاوے تو کیا سُننے میں یا سمجھنے میں غلطی نہیں ہوسکتی ہے پھر جب دو حدیثوں میں تعارض ہوتا ہے قوی کو ضعیف پر ترجیح ہوتی ہے حدیث منامی تو حدیث ضعیف سے بھی ضعیف ہے احادیث یقظہ سے وہ کیوں نہ متروک ہوجاوے گی۔

سوال: بنگالیانیکہ نہ عربی دانند و نہ فارسی فہمند و ہنگام نیت برادائے نماز نویت ان اصلی الخ بعربی میگویند آنانرا ایں بہتر باشد یا بزبان مادری۔

جواب:۔ نیت نماز باعتبار غایت خود در زبان مادری بہتر است۔

سوال: مجھے دعوات عبدیت حصہ چہارم کے دوسرے وعظ ملقب بہ تفاضل الاعمال پر شبہ ہو گیا ہے حضور سے حل کرانا چاہتا ہوں پہلے تو خیال گذرا شاید یہ دریافت کرنا باعث ناراضی ہو اور سبب خسران مجھ خاکسار کا ہو جائے مگر پھر خیال میں آیا حضور کی ذات بابرکات سراپا رحمت ہے اس خیال نے دلیر کیا کہ سوال کروں اُمید کہ اگر اس سوال میں انقباض قلب ہو تو گستاخی معاف کی جائے کیونکہ میں نہیں چاہتا کہ حضور کو میری وجہ سے تکلیف ہو وہ شبہ یہ ہے: (ا) حضور نے دعوات عبدیت کے حصہ مذکور بالا میں حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ محدث دہلوی کا ایک قول نقل کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے تین باتوں کا حکم فرمایا اور یہ تینوں باتیں میری مرضی کے خلاف ہیں مگر ارشاد نبوی کے سامنے میں نے اپنی مرضی کو چھوڑ دیا ایک تو یہ کہ میرا رجحان حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تفضیل کی طرف تھا لیکن حضور نے فرمایا کہ شیخین کو افضل الصحابہ سمجھو دوسرے میرا میلان ترک تقلید کی جانب تھا ارشاد نبوی ہوا

کہ مذاہب اربعہ سے باہر نہ ہو تیسرے میں ترک اسباب کو پسند کرتا تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے روک کر تشبّت بالاسباب کا حکم فرمایا اب دریافت طلب یہ ہے کہ فضیلت شیخین حدیث سے بھی ثابت ہے یا نہیں اگر حدیث سے ثابت ہے تو اتنے بڑے جلیل القدر محدث کی مرضی خلاف حدیث کے کیونکر تھی اور اگر اُس کے متعلق اُس میں کچھ ذکر نہیں ہے تو آنحضرت کا فرمان بذریعہ کشف ہوگا جو ظنی ہے یا بذریعہ خواب لیکن خواب کا حکم ٹھہرانا بغیر دلیل کے ناجائز اگرچہ شیطان آنحضرت کی ہم شکل نہیں ہو سکتا مگر اُس میں بھی علماء کرام کا اختلاف ہے کہ کون سی شکل نہیں بن سکتا۔ بہرحال خواب بھی ظنی ہوا اور ظن پر عمل خلاف ہے اور دویم اور سویم بھی بقیاس مذکور بالا ہیں اُمید کہ جواب سے سرفراز فرمایا جاوے اور اس سے میرا منشا کسی بزرگان پر اعتراض کا نہیں ہے صرف طبیعت کو ایک خلش ہے جس کا دفعیہ چاہتا ہوں۔

جواب: مراد رجحان ومیلان وپسندیدگی طبعی ہے جس میں انسان معذور ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کی برکت سے طبیعت موافق دلیل کے ہوگئی۔

سوال:۔ بھاگل پور کے اطراف میں تھوڑے دنوں سے یہ عظیم فتنہ برپا ہے کہ لڑکیاں بالغہ اپنے بالغ شوہر سے علیحدہ ہیں کھانا پینا سلام وکلام آنا جانا تمام تعلقات اسلامی متروک ہیں ایک دوسرے کو کافر سمجھتا ہے۔

واقعہ یوں ہے کہ مولوی کچھوچھوی کے مریدین اور وہ آپ حضرات کی تکفیر کرتے ہیں اور تھوڑے حضرات جو اِس فقیر کے معتقد ہیں وہ مسلمان اور مقدس سمجھتے ہیں اُن کا اختلاف مولوی صاحب موصوف کی بدولت اُس حد تک پہنچا جس کا اُوپر ذکر ہوا حالانکہ فقیر اور وہ نسبتاً مذہبا مشرباً ایک ہیں مگر مجبوراً اُن کے دعوے کے خلاف اعلان کرنا پڑا اور کچھوچھہ میں مناظرہ ہوا اور پھر ہوگا ۶ / اکتوبر سے ۲۸ / تک آپ کے رسالہ ''حفظ الایمان'' کے متعلق گفتگو ہوئی۔ مولوی صاحب نے بعض ضرورت سے مہلت لی اور پھر ''۱۱'' نومبر سے گفتگو ہوگی حالانکہ یہ موقع اور وقت ایسے مناظروں کا

نہیں ہے لیکن الضرورۃ تبیح المحظورات اب چند باتیں دریافت طلب ہیں جواب سے جلد سرفراز فرمایئے مجھے تاریخ سے پہلے کچھوچھ شریف حاضر ہونا ہے۔(۱) زید مسلمان ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بالواسطہ عالم الغیب کہتا ہے اور جناب نے اُس کے قول کی تشقیق اِس طرح کی کہ علم غیب سے بعض غیوب مقصود ہیں یا کُل اگر بعض ہے تو ایسا علم تو ہر صبی مجنون وغیرہ وغیرہ کو بھی حاصل ہے اب گذارش یہ ہے کہ اوّلاً زید جبکہ مسلمان ہے تو اُسی علم غیب کا انتساب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کرے گا جو آپ کی رفعت شان کے مناسب ہو۔ ثانیاً جبکہ علم کا اطلاق بہائم اور انعام پر نہیں آتا ہے تو علم غیب کا اطلاق بدرجۂ اولیٰ نہیں آئے گا اور مجازاً آتا بھی ہو تو اس مقام پر موہم سوءِ ادب کی وجہ سے ایسی مثال لکھنا نہ تھا۔

(۲) جناب کی جس عبارت کی وجہ سے ایک جماعت اُمت مرحومہ کی ابتلاء میں پڑ کر فقد باء احدھما کی وعید سے پامال ہو کر تباہ و برباد ہو رہی ہے کیا آپ جیسے علمائے حقانی کا یہ فرض نہیں ہے کہ اُن کو اس تباہی و بربادی سے بچائیں۔ ہے اور ضرور ہے تو پھر کیوں نہیں جناب اِس عبارت کو حفظ الایمان سے نکال کر دوسری عبارت جو مناسب ہو اور جس سے لوگ ابتلاء میں نہ پڑیں درج فرما کر اخباروں میں مشتہر فرمائیں۔

میرے خیال ناقص میں یہ کام آپ ہی جیسے علمائے حقانی کا ہے اور اُس سے آپ کی بے نفسی اعلیٰ درجہ کی اور اسلامی ہمدردی پر کافی روشنی پڑے گی اگر مجھ سے کوئی گستاخی عریضہ میں ہوئی ہو تو اُس کو اسلامی ہمدردی تصور فرما کر معاف فرما دیں اور جلد جواب ذیل کے پتہ سے ارقام فرمائیں والسلام۔

جواب:۔ الطاف نامہ آیا جناب کی خیر خواہی و مشورہ نیک سے ممنون ہوا، جزاک اللہ تعالیٰ گو ایک طالب علم یہ جواب بھی دے سکتا ہے کہ غیر ذوی العقول کے لئے علم کا اثبات خود قرآن مجید میں موجود ہے قال تعالیٰ والطیر صفّٰت کل قد علم صلاتہ الخ جس معنی کر بھی ہو تو وہی معنی یہاں بھی سمجھ لیجئے اور ایہام کے متعلق

یہ ہے کہ اگر ایہام کا ہر درجہ قریب یا بعید یا ضعیف معتبر ہے تو کیا قرآن مجید میں ید اللہ موہم تجسیم اور ما کان لھم الخیرۃ موہم جبر اور کیا حدیث میں جاریہ کے قول فی السماء بجواب این اللہ پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد انہا مؤمنۃ موہم تمکن وتحیز نہیں ہے تو کیا ان نصوص کو واجب التبدیل کہا جاوے گا اور اگر اُس کے بعض درجات معتبر ہیں تو اُن کی تعیین امر اجتہادی ہے جس پر ملامت نہیں ہوسکتی اور مثال ہونے کے متعلق بسط البنان میں تحقیق موجود ہے اور زید جس طرح مسلمان ہے اور اُس کے اسلام کی ضرورت سے نافی علم غیب کو مشورہ دیا جاتا ہے کہ علم غیب مثبت کو اُسی علم غیب پر محمول کرلے جو آپ کی رفعت شان کے مناسب ہو اسی طرح وہ نافی بھی تو مسلمان ہے اُس کے اسلام کی ضرورت سے زید کو بھی کیوں مشورہ نہیں دیا جاتا کہ علم غیب منفی کو اُس علم غیب پر محمول کرلے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے رفعت شان کے مناسب نہیں یعنی جو حضور کے لئے کمال نہیں اُس پر بھی اگر کسی کو کم فہمی یا عناد سے فقد باء احدھما کے مصداق بننے کا شوق ہو تو اُس کی کون ذمہ داری کرے تو گو یہ جواب پیش کیا جاسکتا ہے مگر یہ قیل وقال میرے مزاج کے خلاف ہے اس لئے سچے دل سے عرض کرتا ہوں واللہ علی ما نقول وکیل کہ مجھ کو ایسی ترمیم سے جس میں اسلام کی مصلحت ہو ذرا عذر نہیں لیکن یہ اَمر قابل تحقیق ہے کہ اُس کی صورت کیا ہو یعنی یہ ترمیم میں کروں یا کوئی دوسرے صاحب کریں اور میں اُس کو تسلیم کرلوں سو چونکہ میں مدلول کو حق اور دلیل کو صحیح اور عنوان کو ایہام سے سالم سمجھ رہا ہوں اس لئے میرا ذہن اس ترمیم میں حرکت کرنے سے معذور ہے البتہ کوئی دوسرے صاحب علم مثلاً آپ یا کوئی اور خیر خواہ یا حضرات معترضین میں سے کوئی صاحب اس دینی خدمت کو انجام دیں تو یہ سہل صورت ہے اور اس کی کوئی شرعی دلیل نہیں کہ صاحب کلام ہی کے ذمہ اصلاح واجب ہے اور مقصود اس میں منحصر ہے اصلاح فرض کفایہ ہے ہر شخص جو اس کا اہل ہو کرسکتا ہے بلکہ جو شخص اُس کلام محل اصلاح میں مفسدہ نہیں سمجھتا اُس پر تو فرض

بھی نہیں اور مقصود یعنی رفع مفسدہ متکلم کی تسلیم سے بھی حاصل ہوسکتا ہے مگر اس میں قدرے تفصیل ہے وہ یہ کہ دعویٰ تو مقصود ہوتا ہے اور دلیل خاص غیر مقصود اسی طرح عنوان بھی غیر مقصود ہوتا ہے یعنی دلیل خاص کی نفی سے مدلول کی نفی نہیں ہوتی اسی طرح عنوان کی نفی سے معنون کی نفی نہیں ہوتی۔

پس اگر یہ ترمیم مقصود نہیں ہوگی تو اُس کو تسلیم کرنا حق کو ترک کرنا ہے۔ اُس سے تو میں معذور ہوں گا اور اگر دلیل موجود یا عنوان میں ہوگی جس سے دعویٰ اور معنون میرے نزدیک محفوظ رہے تو میں فی الفور اُس پر یہ لکھ دوں گا کہ میری دلیل یا عنوان میں بعض کو ایہام سوءِ ادب کا ہوگیا تھا دلیل حال یا عنوان حال اُس ایہام سے مبرا ہونے کے سبب ارجح واسلم ہے یا اُس کی ہم معنی کوئی عبارت تجویز کردی جاوے اُس کے لکھنے سے بھی عذر نہ ہوگا پھر جس کا دل چاہے اُس کی اشاعت کردے کیونکہ خود اصل کی اشاعت بھی دوسروں نے کی ہے میرے پاس اُس کا کوئی انتظام نہیں۔

سوال:۔ آپ نے وجہ پوچھی تھی وجہ یہ ہے کہ وہ عورت سخت عارضہ مہلکہ میں مبتلا ہے نشست و برخاست سے معذور ہے معائنہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ چند روزہ کی مہمان ہے اور اُس کے تین بچے نابالغ ہیں اور اس پر طرفہ یہ ہے کہ کوئی اور اُس کا رشتہ دار و وارث مادری و پدری میں بھی نہیں ہے محنت و مشقت اور اپنی روزی کمانے سے ناچار ہے اُس کی چند روزہ زندگی کا گزران مشکل ہے اور بموجب مسئلہ مفقود و ممتدۃ الطہر کے حنفیہ اُس کے لئے بھی فتویٰ مطابق مذہب شافعیہ و مالکیہ کے دے سکتے ہیں اور سوالات میں مولوی شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی رحمہ اللہ اپنے فتویٰ میں چھٹے سوال شاہ نجارا کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں، ترجمہ صفحہ ۲۶۵۔

(۲) دوسرے یہ کہ وہ شخص ایسی تنگی میں مبتلا ہوگیا ہو کہ مذہب شافعی پر عمل کئے بغیر کچھ کرتے دھرتے بن نہیں پڑتا جیسے ان ملکوں میں پانیوں کے احکام یا مفقود الخبر کے احکام الخ۔ لہٰذا خدمت اعلیٰ میں التماس ہے اب جس طرح مناسب سمجھیں فتویٰ یا

عبارت دست خاص سے مرحمت فرمادیں۔

جواب:۔ شافعی یا مالک کے مذہب میں چار برس مدت آیا اُس کی موت کی ہے بلا احتیاج الی حکم القاضی یا حکم القاضی بالموت کی ہے جب تک یہ محقق نہ ہو حکم بجواز النکاح بمجر دانقضائے چار سال کیسے جائز ہوگا۔

سوال:۔ کوئی کام کرنے کے قبل کسی ایک نیت کی طرف بغیر تامل وتفکر کے متبادر ہوتا ہے لیکن اگر وہ نیت اچھی نہ ہو تو بعد تفکر وتامل کے کوئی اچھی نیت قائم کر کے اگر کام کرے تو عند اللہ کون سی نیت کو لیا جاوے گا مثلاً کسی کتاب تصنیف کرنے کا اِرادہ کرتے ہی خیال اس طرف دوڑا کہ میرا نام وشہرت ہوگی لیکن بعد اُس کے سوچ فکر سے یہ نیت قائم کی کہ نہیں میں کتاب نام وشہرت کے لئے نہیں لکھتا بلکہ عوام کے فائدہ کے لئے لکھتا ہوں تو کون سی نیت معتبر ہوگی کوئی کلیہ بتادیں اور عند اللہ اجر جزیل کے مستحق ہوں۔

جواب:۔ اگر یہ تبدیل قبل عمل ہوگئی ہے تو دوسری نیت معتبر ہوگی اور ثواب عمل کا ملے گا اور اگر بعد عمل ہوئی ہے تو اُس عمل کا ثواب نہ ملے گا مگر ریاء کی نیت کا گناہ معاف ہو جاوے گا اور اگر درمیان عمل کے ہوا ہے تو عمل کے جز وسابق میں دوسرا حکم ہوگا اور جز ولاحق میں پہلا حکم ہوگا۔

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ مدرسہ کے واسطے چندہ وغیرہ کا روپیہ کافی نہیں ہوتا ہے تو زید چاہتا ہے کہ زکوٰۃ کا روپیہ مدرسہ میں مدرسین وغیرہ کی تنخواہ میں صرف کرے تو کون سی صورت جواز کی ہوسکتی ہے کہ زید زکوٰۃ کا روپیہ مدرسہ کے تصرف میں لاوے اور زید سے زکوٰۃ بھی ادا ہو جاوے اور مدرسہ کا کام بھی چلے بینوا وتوجروا۔

جواب:۔ زکوٰۃ کا روپیہ تنخواہوں میں صرف کرنے سے زکوٰۃ ادا نہ ہوگی اور حیلے پوچھنا دین کے خلاف ہے۔

سوال:۔ رسالہ قشیرہ صفحہ ۴۰ میں ”ان ادنی محل الانس انه لو طرح فی

لظی لم یکدر علیه انسه" اس میں لفظِ لظی سے کیا مراد ہے نارِ دنیا یا طبقۂ جہنم اُمید ہے کہ حضور اس کے جواب باصواب سے ضرور مشرف فرماویں گے۔

جواب:۔ ظاہراً تو طبقۂ جہنم ہی مراد معلوم ہوتا ہے اور یہ یا تو مبالغہ ہے کما فی قوله تعالیٰ " و ان كان مكرهم لتزول منه الجبال "۔ اور یا مقید ہے بقاء انس کے ساتھ یعنی اگر اُس وقت انس باقی رہے تو نارِ لظی اُس کو مکدر نہیں کر سکتی انس کی یہی خاصیت ہے جیسا بعض شراح حدیث نے حدیث "لایدخل الجنۃ من كان فی قلبه مثقال حبة من خردل من كبر" میں کہا ہے کہ یہ عدمِ دخول مقید ببقاء الکبر ہے اور یا کہا جاوے کہ محلِ انس قلب ہی تعذیب بدن سے تعذیب قلب لازم نہیں جیسے معشوق کے مارنے سے چوٹ لگتی ہے مگر دل برا نہیں ہوتا۔

سوال: حضور والا یہ عاجز مدت سے ایک عجیب مشکل اور کشمکش میں پڑا ہے غلام نے نگاہ اُٹھا کر دیکھا تو سوائے آپ کے کوئی دستگیری کرتا نظر نہ آیا بس بہزار اُمیدواری آپ کی خدمت اقدس میں عارض مدعا ہے کہ ریاست .......... میں ایک محض چھوٹا سا گاؤں ہے جس کا نام .......... ہے یہاں ایک کامل بزرگ تربیت سالکین میں مشغول ہیں یہ کم ترین حضرت صاحب مدظلہ کے خدام میں سے ہے..... ..... جمعہ کی نماز حضور والا پڑھاتے ہیں یہ غلام تو عالم مولوی نہیں ہے ہاں اُردو فقہ کی کتابیں جیسے بہشتی زیور، مفتاح الجنۃ وغیرہ پڑھی ہیں ان کتب میں مرقوم ہے کہ گاؤں میں جمعہ نہیں حنفی مذہب کے موافق یہ مکین چند دفعہ .......... رہ چکا ہے اور برابر جمعہ کی نماز پڑھتا رہا مگر دل میں ذیل کے خیالات ہمیشہ آ آ کر پریشان کرتے رہے اور اب پھر ارادہ وہاں حاضر ہونے کا ہے اگر اپنے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی تقلید کے موافق جمعہ کی نماز نہیں پڑھتا ہوں تو یہ خیال ہوتا ہے کہ شیخ کی مخالفت ہوتی ہے مبادا کبھی شیخ کے دل پر میل نہ آجاوے جس میں فیض کے بند ہو جانے کا خوف ہے نیز شیطان یہ وسوسہ دلاتا ہے کہ شیخ ایک غلط کام کر رہے ہیں جبکہ شیخ حنفی مذہب ہیں اور پڑھتا ہوں

جمعہ تو نعوذ باللہ خدا کے ساتھ ایک مضحکہ معلوم ہوتا ہے کیونکہ عقیدہ یہ ہے کہ جمعہ کی نماز گاؤں میں جائز نہیں اور اگر نفل کی نیت سے شیخ کی موافقت کا خیال کر کے جمعہ پڑھتا ہوں تو دوسری قباحت یہ ہے کہ نفل نماز کی جماعت اس تداعی کے ساتھ خود نا جائز ہے اور ایک قباحت یہ ہے کہ ظہر کی جماعت جاتی رہتی ہے کیونکہ جب جمعہ کی نماز پڑھی گئی ہے تو ظہر کون پڑھتا ہے؟ ہاں احتیاطاً لوگ ظہر پڑھتے ہیں غرض یہ ہے کہ جمعہ پڑھتا ہوں تو خرابی اور نہ پڑھتا ہوں تو بُرائی۔ اب حضور والا سے یہ گذارش ہے کہ یہ عاجز کیا کرے۔ دستگیری دست تو دست خداست۔

جواب:۔ آپ کی تجسس حق وفکر اصلاح سے دِل خوش ہوا۔ اگر شیخ خود عالم ہوتے تو یہ تاویل بہت اچھی تھی کہ مسئلہ اجتہادی ہے شیخ نے اپنی تحقیق سے اس مذہب کو ترجیح دی مگر جبکہ شیخ خود علوم میں محقق نہیں اس لئے وہ تاویل چل نہیں سکتی۔ اب صحیح تاویل یہ ہے کہ شیخ کو دوسرے علماء نے یہی فتویٰ دیا شیخ معذور ہیں کوتاہی یا غلطی اُن فتویٰ دینے والوں کی ہے یہ تو شیخ سے معاملہ کی صورت ہے۔ باقی جمعہ پڑھنے کے متعلق بہتر تو یہ ہے کہ وہاں ایسے وقت حاضر ہوا کرے کہ جمعہ کا دن نہ آوے اور اگر یہ دن آ ہی جاوے تو شیخ سے اِذن لے کر ایک روز قبل کسی شہر یا قصبہ میں جا کر جمعہ پڑھ کر آ جایا کریں اور ادب کے ساتھ خلوت میں شیخ سے پوری بات عرض کر دیں شیخ بہت حلیم وخلیق ہیں میں نے اُن کی زیارت کی ہے اور بالفرض اگر اس پر بھی مکدر ہوں تو پھر مشورہ لیجئے۔

ایک صاحب نے چند سوالات متعلق تصوف کے کئے تھے جن کے جوابات سائل کی فہم سے عالی تھے اس لئے یہ مختصر جواب دیا گیا۔

جواب:۔ ہر مقصد کے کچھ مبادی ہوتے ہیں جیسے اقلیدس کے دعوے کے لئے اُصول موضوعہ کی حاجت ہے۔ ان سوالوں میں شفاء کے لئے بھی ضرورت ہے کتب درسیہ بقدر ضرورت پڑھنے کی اور بعض کتب فن دیکھنے کی اور کسی قدر صحبت محققین کی اور اعتراض واعتقاد دونوں سے خالی ہونے کی اس کے بعد بھی مشافہۃً حل ہو سکتے ہیں۔

ایک صاحب نے اخبار پیغام صلح کا ایک پرچہ چار صفحہ کا بھیجا تھا جس میں بعض بزرگوں کے اقوال موہم دعوے فنافی الرسول کے نقل کئے تھے اور اُن اقوال کے حوالوں کی تحقیق کے ساتھ پوچھا تھا کہ مرزا صاحب کا دعویٰ بھی اسی رنگ میں کیوں نہیں ہوسکتا اس کا جواب حسب ذیل دیا گیا۔

جواب:۔اس رنگ میں دعویٰ ہونا حقیقت میں تاویل ہے اور تاویل ہوتی ہے اس ضرورت سے کہ اُس شخص کے تمام اقوال وافعال واحوال شریعت کے موافق ہوں ایک آدھ بات خلاف ظاہر ہو اُس میں تاویل کرلی جاوے اور یہاں ایسا نہیں بلکہ غلبہ خلاف شریعت اُمور کو ہے اس لئے یہاں ایسی تاویل جائز نہیں ورنہ عالم میں کسی پر کوئی حکم ہی لگانا درست نہ ہو حتیٰ کہ بت پرستی میں بھی تاویل ہوسکتی ہے اور محل بحث کے مخالف شرع ہونے کی تفصیل اُن کتابوں سے معلوم ہوسکتی ہے جو کہ اُن کے رد میں لکھی گئی ہیں۔پس طالب حق وحقیقت کے لئے یہ جواب کافی ہے اور حوالوں کی مجھ کو تحقیق نہیں اور اُسی سائل نے ایک سوال یہ کیا تھا کہ کیا ایک مقلد مجدد ہوسکتا ہے اُس کے جواب میں لکھا گیا کہ مجدد کے معنے آپ کے ذہن میں کیا ہیں؟

سوال :۔شخصے سید و ذی علم دختر شخصے کم نسب برائے کدام عزیز خود نکاح کرد میاں اهل خانه سید مذکوره دختر آں مرد مذکور بکدام وجه مخالفت افتاد پس بوقت نه بودن سید و دیگر رجال خانه او آں مرد بدر سید موصوف آمده اهل خانه سید را بآواز بلند دشنام دادو سرخود ها راوه روبروشتم و ضرب کردن از دیوار کوچه دروں کرد مگر بازگشت و اهل خانه سید از خوف و حیاء بخانه دروں شدند و باب را مسدود کردند وقتیکه سید مذکور بخانه آمد از ماجرا وقوف یافت . اکنوں عرض خاکسار بیمقدار این ست که درچونی مقام که مقام غیرت است صبر کردن اولی ست یا

بکدام طریق انتقام گرفتن و سزا دادن بهتر است و صبر وتحمل در چونی موقع محسوب بے غیرتی خواهد شدیانه۔

جواب:۔اگر توقع باشد که صبر کردن موجب خجلت آنکس خواهد بود و آیند وار چنیں حرکات باز خواهد ماند صبر اولی ست . و اگر ظن غالب باشد که صبر کردن موجب زیادتی دلیری ورقاحت آنکس خواهد بود و آئنده خود بچنیں حرکات خواهد نمود انتقام اولی است لیکن بعد استفتاء علماء شریعت که در چنگونگی واقعه چه قدر انتقام جائز هست۔

سوال(۱): یہاں یہ دستور ہے کہ جو مکان خوب اچھا بنا دیتا ہے اُسے لوگ زیادہ کرایہ پر لے لیتے ہیں اگر زیادہ کرایہ ملنے کے خیال سے گھر پر نقش و نگار کیا جاوے تو جائز ہوگا یا نہیں۔　جواب: جائز ہوگا بشرطیکہ کوئی دھوکہ کی بات نہ ہو۔

سوال: (۲) اگر کسی شخص کو اچھے کپڑے پہننے کا شوق ہو تو اُسے قیمتی کپڑے پہننے کی اجازت مل سکتی ہے یا نہیں؟　جواب: کیا اُن کے مہیا کرنے میں کچھ اہتمام بھی کرنا پڑتا ہے اور کیا اُس سے خود بینی تو پیدا نہیں ہوتی۔

سوال(۳): اگر کوئی شخص اس خیال سے اچھا کپڑا پہنے کہ لوگ اُسے ذلیل نہ سمجھیں تو جائز ہوگا یا نہیں۔　جواب: کیا اس خیال کی تو آمیزش نہیں کہ لوگ مجھ کو بڑا سمجھیں کیا اس شخص کی نظر میں بڑا نہ سمجھنا تو ذلیل سمجھنا نہیں ہے۔

سوال(۴):۔اگر غریب امیروں کی دعوت میں آبروریزی کے خیال سے نہ جائے تو یہ جائز ہے یا نہیں؟　جواب:۔جائز ہے۔

**نوٹ**: مکتوبات خبرت کا ماخذ ''الامداد'' ہے جس کا شمارہ ذیلقعدہ ۱۳۳۶ھ یہاں تک ہی دستیاب ہوسکا۔ (مرتب)

# سواد خوبی

## (حاشیہ بیاض یعقوبی)

حضرت حکیم الامت مجدد الملت جامع الکمالات منبع الحسنات ماہر العلوم القرآنیۃ واقف الاسرار الفرقانیۃ، رأس المفسرین مقدام الراسخین صاحب الشریعۃ والطریقۃ، بحر المعرفۃ والحقیقۃ کاشف الاسرار الخفی منہا والجلی اعنی بہ

مولانا محمد اشرف علی التھانوی

نور اللہ مرقدہ وجعل الجنۃ مثواہ

حضرت مولانا محمد یعقوب نانوتوی رحمہ اللہ کی کشکول ''بیاض یعقوبی'' ہے جس میں مولانا کے مکتوبات و اشعار، سفرنامہ حج بیت اللہ شریف، نسخہ جات و تعویذات اور دیگر دینی و دُنیاوی تجربے کی باتیں درج ہیں۔ حکیم الامت رحمہ اللہ نے اس بیاض کا حاشیہ تحریر فرمایا تھا۔ آئندہ صفحات میں ''بیاض یعقوبی'' کا وہی حصہ دیا جارہا ہے جس پر حکیم الامت رحمہ اللہ کا حاشیہ ہے۔

# فاتحة الحواشی

## (مع تمہید حصہ دوم)

## مکتوبات یعقوبیہ

امابعد الحمد والصلوٰۃ! اس کے قبل ایک حصہ اُستاذی حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمہ اللہ علام الغیوب کے مکتوبات کا مطبع احمدی علی گڑھ میں باہتمام و ترتیب حکیم امیر احمد عشرتی طبع ہو چکا ہے جو مشتمل ہے اکیس خط پر اور گو اس میں گیارھواں نمبر دو خطوں پر ہے مگر سولھواں نمبر کسی خط پر نہیں اس لیے کل اکیس ہی رہے اور اسی حصہ کی تمہید میں ناقل نے بقیہ مکتوبات کے موجود ہونے کی اطلاع کے ساتھ ان کے نہ چھاپ سکنے کا عذر کیا ہے جس کو دیکھ دیکھ کر طبیعت کو اس بقیہ کے حاصل کرنے کے لیے بے چینی ہوتی تھی۔ حُسنِ اتفاق سے وہ بقیہ بھی مع اصل مطبوعات کے دستیاب ہو گئے۔ یہ سب مکتوبات خاص حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے دست مبارک کے لکھے ہوئے ہیں جس کو احقر خوب شناخت کرتا ہے اور مکتوب الیہ یعنی منشی محمد قاسم اجمیری مرحوم کے صاحبزادہ قاضی عبدالحق سلمہ کے پاس محفوظ تھے۔ قاضی صاحب نے بعضے بذریعہ ڈاک بذریعہ ایک عزیز مہمان کے عطا فرما دیئے۔ جزاہم اللہ تعالیٰ، جو بعد نقل واپس کر دیئے گئے۔ ان میں سے جو چھپ چکے ہیں ان سے تو صرف مطبوعہ کا مقابلہ بغرض تصحیح کر لیا گیا جو بالکل اخیر میں منضم ہے اس مقابلہ میں بعض مقامات و قلیل ماہی ایسے بھی نظر پڑے جہاں مطبوع کی عبارت مناسب تھی اور اصل میں سہواً

کچھ تسامح ہو گیا ہے اس اختلاف کو اس صحت نامہ کے متصل بعنوان نسخہ کے ظاہر کر دیا ہے بوجہ ادب کے اور غیر مطبوعہ کو نقل کرا کر اس کو حصہ دوم قرار دیا گیا جو بائیسویں نمبر سے شروع کیا گیا تا کہ حصہ اوّل سے سلسلہ مرتب رہے۔

مجموعہ عدد سب کا (۶۴) ہے اور حصہ اوّل کی تمہید سے جو ان کا عدد ستر (۷۰) معلوم ہوتا ہے اور اس کے خاتمہ سے جس میں مضامین کی فہرست ہے۔ سو ان مکتوبات زائدہ میں سے بعض تو دستیاب نہیں ہوئے اور دو مکتوب بوجہ اشتمال حالات خانگی قصداً درج نہیں کیے۔ خیر جتنے بھی ہیں نعمت عظمیٰ ہے۔ ان مکتوبات کا مفید اور ضروری ہونا تفصیلاً ان کے ملاحظہ سے اور اجمالاً خود صاحب مکاتیب رحمہ اللہ کی سچی شہادت سے (جو حصہ اوّل کی تمہید میں منقول ہے من قولہ جو تحریرات الیٰ قولہ بہت مفید ہوگا) منکشف ہوگا۔ غرض دونوں انکشاف اجمالی و تفصیلی اس شعر کے مصداق ہیں۔

آفتاب آمد دلیل آفتاب　　گر دلیلت باید ازوئے رومتاب

ان مکتوبات کے ساتھ ایک عجیب پرچہ نظر سے گزرا یعنی اکھاڑہ کے مختلف حالات کے متعلق دعائیں خاص حضرت کے دست مبارک کی لکھی ہوئی چونکہ اس کے چھوڑنے کی کوئی وجہ نہ تھی بلکہ اس سے حضرت کی جامعیت اور زندہ دلی و اخلاق کی ایک عجیب شان معلوم ہوتی ہے اس لیے اس کو اخیر میں ملحق کر دیا۔ فقط

کتبہ: اشرف علی　　منتصف صفر ۱۳۳۷ھ

**نوٹ:** ان مکاتیب سابقہ فی الطبع ولاحقہ فی الطبع کے متعلق جمع کے وقت ہی سے خیال تھا کہ بعض بعض مقامات حل طلب کا تحشیہ کیا جاوے مگر اتفاقات مانعہ کے سبب توقف ہوتا رہا۔ بحمد اللہ تعالیٰ اب نصف صفر ۱۳۴۴ھ کو (کہ جمع کے وقت سے پورے سات سال ہوتے ہیں) اس تحشیہ کا سلسلہ شروع ہوا، اتمھا اللہ تعالیٰ بالخیر اور نام ان حواشی کا حظوظ خوبی بر خطوط یعقوبی کئی مہینے پہلے سے سوچ لیا تھا۔

(اشرف علی)

# آغاز کتاب

## پہلا خط

برادرم عزیز ولی محمد قاسم سلمہ اللہ تعالیٰ وابقاہ۔ بعد سلام مسنون و اشواق شحون مطالعہ کریں۔ تمہارے کئی خط پے در پے میرٹھ ہو کر میرے پاس آئے اتفاقات سے بندہ ان دنوں دیوبند اور نانوتہ میں رہا اور کچھ ایسے مشغلے پیش آئے تھے کہ پہلا خط کا جواب لکھنا بہت دُشوار تھا۔ آخری خط تمہارا رجسٹری شدہ میرٹھ سے ہو کر آیا اور اس سے پہلا خط چند روز پہلے اس سے کہیں کہیں ہو کر آیا تھا۔ مگر مجھے سوائے نام نیا نگر کے کوئی پتہ تمہارا یاد نہ تھا۔ اب یہ سوچا کہ تم عرس ﴿اس وقت تک مکتوب الیہ کو حضرت سے خاص تعلق نہ ہوا تھا جیسا کہ تاریخ کتابت خط ہذا و زمانہ ابتدائی تعلق مذکورہ تمہید مکتوبات کے تطابق سے و نیز خود اس خط کے مضمون سے بھی معلوم ہوتا ہے۔ اب یہ سوال نہیں ہوسکتا کہ حضرت نے اپنے مرید کے لیے شرکت عرس کو کیسے گوارا فرمایا ۱۲ حظوظ﴾ میں آؤ گے اس لیے یہ خط معرفت میاں لال محمد بساطی کے بھیجتا ہوں۔ اے عزیز یہ محبت تمہاری خدا واسطے کی ہے خدا اس کو ترقی دے حدیث شریف میں آیا ہے کہ ارواح کے لشکر جدا جدا ہیں جو اصل میں ایک دوسرے کی شناخت رکھتے ہیں، ان کی آپس میں اُلفت ہو جاتی ہے اور جن میں شناخت آپس کی نہیں ہوتی مختلف رہتے ہیں، یہ معرفت اصلی روحی ہے کہ تم کو اس گنہگار کے ساتھ ربط بے دیکھے ہوا اگرچہ تمہاری نیت در قصد محض خیر اور بالکل خوبی ہی خوبی ہے اور خدا تعالیٰ تم کو اس کا ثواب عطا فرمائے گا مگر کسی کا حال ﴿کیسے کام کی بات ہے جس کا لحاظ پیر کی تلاش کرنے

والوں کو ازبس ضروری ہے اس کے اہمال سے غلطی عظیم میں مبتلا ہو جاتے ہیں ﴾ بے تجربہ اور برتے معلوم نہیں ہوتا۔ بزرگوں کے کلام نقل کرنے سے کیا ہوتا ہے دیکھو طوطا کیسا ہو بہو آدمی کی بولی بولتا ہے کیا وہ آدمی ہو جاتا ہے؟ آدمی مشتاق اس کا ہو جو آپ صاحب کمال ہو نقل کرنے والے کو کیا دیکھئے اصل کو ڈھونڈیئے تم اس عاجز کا حال اہل اجمیر سے معلوم کرو کہ کس قدر ابتر تھا کہ ستار ﴿اظہار معصیت کے شبہ کا جواب بعد میں خود ذکر فرمایا ہے فی قولہ تمہارے رفع اشتباہ کیلئے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ بضرورت دینیہ جائز ہے خواہ اپنی ضرورت ہو جیسے اِصلاح چنانچہ بہت صحابہ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار میں ایسا کیا آپ نے ان پر منہی عنہ کا سا نکیر نہیں فرمایا اور خواہ دوسرے کی ضرورت ہو جیسے دفع تلبیس۔ نیز اظہار اِجمالی و اظہار تفصیلی میں بھی تفاوت ہے جیسے اپنے کو عاصی کہنا درست ہے اور ان معاصی کی تفصیلی واقعات کہ فلاں روز ایسا کیا تھا یہ نادرست ہے۔ ۱۲ حظوظ ﴾ اور راگ ناچ میں گزرتی تھی، نماز و جماعت وتقویٰ وطہارت سے کچھ بحث نہ تھی۔ اب ہر چند کہ بظاہر ان باتوں سے توبہ کی اور حضرت مرشد العالم حاجی صاحب مدظلہ کے ہاتھ پر ہاتھ رکھا مگر اصلی ﴿اس میں ایک مسئلہ کی تحقیق ہے کہ ریاضت کے دو اثر ہیں اعمال پر ترک کا اور اخلاق پر (کہ وہ اُصول ہیں اعمال کے اور اصلی بات سے یہی مراد ہے) ضعف واضمحلال کا کہ اس کو اعتدال بھی کہتے ہیں باقی اخلاق کا ازالہ واستیصال کہ مادہ ہی نہ رہے یہ نہیں ہوتا اور یہی معنی ہیں اس حدیث کے کہ **اذا سمعتم بجبل زال عن مکانہ فصدقوہ و اذا سمعتم برجل زال عن جبلۃ فلا تصدقوہ**۔ اور راز اس میں یہ ہے کہ مادہ کا درجہ کسی خلق کا بھی مذموم نہیں ہاں اس کے مقتضاء پر عمل کرنا یہ مذموم ہے اسی کے ازالہ کا انسان مکلف ہے باقی کثرت ترک سے کہ ریاضت کی حقیقت ہے خود اقتضاء بھی ضعیف ہو جاتا ہے اور یہ ضعف معین ہوتا ہے ترک کا۔ پس اگر بعد ریاضت کے کچھ اثر اقتضا کا پائے ریاضت کو بیکار و ضائع نہ سمجھے۔ ۱۲ حظوظ ﴾ بات کہاں بدلتی

ہے۔ ویسا کا ویسا ہی رہا۔ البتہ ظاہر کی ریا پر دہ ان غیوب کا ہو گیا۔

یہ اس کی ستاری کی شان ہے ورنہ عالم الغیوب خوب جانتا ہے کہ باطن اس ناپاک کا کیسا کچھ خراب ہے یہ روسیاہ اس قابل نہیں کہ کوئی اس کی صحبت میں آوے تم نے سنا ہوگا کہ بروں کا پڑوس بھی خراب کرتا ہے اس لیے بنظر خیر خواہی تمہیں اپنا حال لکھا ہر چند ظاہر کرنا اپنے عیبوں کا بھی عیب اور گناہ ہے مگر تمہارے رفع اشتباہ کے لیے یہ کچھ لکھ دیا اب اس عاجز کو تم ایسا بھول جاؤ کہ گویا کبھی یاد بھی نہ تھا اور تمہاری تحریر سے تمہاری نیت خیر اور خوبی حال سمجھ میں آئی۔ اللہ جل شانہ زیادہ ترقی کرے اور ثبات قدم نصیب کرے۔ میاں غلام حسین کو میرا اسلام پہنچانا اور یہ کہنا کہ تمہاری خیریت معلوم ہوئی خدا تم کو خوش رکھے۔ میں احباب اجمیر کو بھولا نہیں مگر ملاقات قسمت کی بات ہے، خدا پھر حاضری اس بارگاہ کی نصیب کرے کہ تم لوگوں سے بھی ملاقات ہو۔ بھورے خاں کو بعد سلام مضمون واحد پہنچانا فقط یکم رجب ۱۲۸۳ھ راقم محمد یعقوب دیوبند مسجد چھتہ۔

## دوسرا خط

برادرم عزیز القدر گرامی شان منشی محمد قاسم صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ۔ از احقر، محمد یعقوب بعد سلام مسنون مطالعہ فرماویں۔ بعد عرصہ کے تمہارا خط آیا۔ میں تو سمجھا تھا کہ تم نے میرا کہنا مان لیا ﴿یعنی مجھ سے استفادہ کا قصد چھوڑ دیا جس کا مشورہ پہلے خط میں ارشاد فرمایا تھا۔ ۱۲ حظوظ﴾ اور ویسے ہی عمل کیا، خیر بہر حال سوال کا جواب ضرور ہے۔ عزیز من راہِ محبت بہت نزدیک مگر نہایت دُشوار گزار۔

سعد یا کنگرۂ عشق بلند است بلند دست ہر بوالہوس آنجا بہ فضولے نرسد

اور یہ راہ آسان ﴿مراد طریق سلوک بالاعمال والطاعات الظاہرہ والباطنہ ۱۲ حظوظ﴾ ہے بلکہ بہت آسان ہے مگر نہایت ہی دور۔ ہر چند اس راہ کے دو قدم ہیں مگر ہر قدم لکھوک منزل اور کروہ کا ہے جس کی دستگیری ہو جائے ایک پل میں طے ہو اور جس پر عنایت نہ ہو ایک آڑ اور ایک کانٹے میں اُلجھ کر عمر کھو دے۔ خلاصہ اس طول کا یہ ہے کہ

اس بارگاہ عالی میں قبولیت حاصل ہو۔ اگر دیکھے کہ وصول وہاں تک میسر نہیں اور اگر غور کیجئے تو مطلوب حقیقی قبول ہے نہ وصول۔ دیکھو چور کمند لگا کر خوابگاہ شاہی میں جا سکتا ہے مگر جب خبر ہو جائے جوتیاں کھاوے اور غلام خاص کہ خدمت سے برسوں کی راہ ہو اور خدمات نمایاں بجالاوے، ہر دم مقبول بارگاہ ہے۔ ہر چند بظاہر دور ہے مگر اس کا ہر کام مقبول ہے اور اگر وصول اور قبول باہم جمع ہوں تو سبحان اللہ محبوبیت سے بڑھ کر کوئی مقام نہیں اور راہِ وصول کا خلاصہ خودی کو چھوڑنا ہے کہ علاج اس کا متقدمین کے نزدیک وہ ہے جو ''منہاج العابدین'' ﴿مراد اصلاح اخلاق جدا جدا ۱۲ احظوظ﴾ میں مذکور ہے اور متاخرین کے نزدیک کثرت ذکر اور کم کھانا، کم سونا، کم بولنا اور کم خلق سے ملنا۔ اس کی اصل ہے کہ غلبۂ ذکر میں سب صفائی ﴿اس میں دو شرطیں ہیں ایک یہ کہ معاصی سے بالکلیہ اجتناب ہو، دوسرے یہ کہ بقدر ضرورت اخلاق کی بھی اصلاح ہوتی رہے، گو اس میں اتنی تدقیق نہ ہو جیسی منہاج العابدین وغیرہ میں مذکور ہے کہ ذکر فکر کے طریق میں زیادہ تدقیق کو شاغل عن المقصود قرار دے کر اس کی طرف زیادہ التفات کو منع کیا گیا ہے۔ ۱۲ احظوظ﴾ ایک ہی ساتھ ہو جاتی ہے اور مشغولی ذکر کی کم سے کم ایک پہر یعنی آٹھواں حصہ شب و روز کا چاہیے اور اعلیٰ یہ ہے کہ ایک تہائی آرام کرے اور تہائی ذکر میں گزارے اور ایک تہائی میں حقوق خلق اگر ذمہ ہوں ادا کرے اور کچھ علائق نہیں رکھتا ہے تو اس کو اوراد اور وظائف میں گزارے اور اوّل ابتدا ذکر جہر لسانی پھر جہر کے ساتھ ذکر خفی بھی کرے۔ اس کے بعد مراقبات اس کے بعد ان شاء اللہ تعالیٰ وہ اُمور ہوتے ہیں کہ وہی خود رہبر ہو جاتے ہیں اور ان سب اُمور میں اتباع شرع شریف اور استقامت راہ سنت پر لازم ہے ورنہ سب باتیں بیکار ہوتی ہیں اور اگرچہ وصول ﴿اس وصول کی تفسیر اس مکتوب میں اوپر آئی ہے یعنی خودی کو چھوڑنا جس کا حاصل تقویت نسبت عبد مع الحق ہے اور صرف یہ مقصود نہیں یہ اہل باطل کو بھی ہو جاتی ہے مقصود قبول ہے۔ جیسا اس خط میں مصرح ہے جس کا حاصل نسبت حق مع العبد ہے اوّل نسبت کو فنا سے دوسری نسبت کو رضا سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے۔ ۱۲ احظوظ﴾ ہو مگر وہی چور کا سا قصہ ہونا

ہے اور راہ قبول منحصر اتباع سنت پر ہے۔ ظاہر میں، باطن میں، عقیدہ میں، عمل میں، بدعات اور رسوم اعراض کرنا اس زمانہ میں اتباع سنت کی اصل ہے طالب کو لازم ہے کہ ہر امر حکم خدا اور رسول پر اور اقوال علماء حقانی پر جانچ لے اور اس کو حق سمجھے اور اعتقاد کرے اگر توفیق عمل کی پاوے شکر بجالاوے نہیں تو اپنے آپ کو قصوروار اور نابکار سمجھے اور عجز وزاری میں عمر گزارے اور زنہار ﴿یہ اس مرض پر تنبیہ ہے جس میں ایک عالم مبتلا ہے خصوص اہل علم کا طبقہ کہ اپنی کسی غلطی کا اعتراف نہ کریں گے سب میں تاویل کریں گے جس کے صاف معنی یہ ہیں کہ ان سے کسی علمی وعملی غلطی کا صدور ہی نہیں ہوتا اور جو تاویل شرعی ضرورت سے ہو جس کا منشاء دین ہی ہوتا ہے نفس نہیں ہوتا وہ اس سے مستثنیٰ ہے وہ حقیقت میں تاویل نہیں تحقیق ہے۔۱۲ احظوظ﴾ زنہار راہ تاویل کی نہ چلے اور بُرے عمل کر کر اپنے آپ کو بھلا نہ بتا دے کہ یہ اصل تمام شیطان کے مکروں کی ہے اور اپنے ان دوستوں کو یہ سب مضامین پہنچائیو کہ عشق ایک ﴿غالباً یہ تمہید ہے علاج عشق مجازی کی جیسا آگے طریق علاج سے بھی معلوم ہوتا ہے۔۱۲ احظوظ﴾ ہی چیز ہے جدھر متعلق ہو۔ فرق تعلق کا ہے۔ اس کا شکر کرو اور اس کی رائیگاں نہ کھوؤ۔ چند اشغال جو احقر لکھتا ہے کیجیو، یہ خط یہاں تک تمام ہو کر ایک مدت پڑا رہا اور احقر کو بوجوہ چند اس کے لکھنے کی مہلت نہ ہوئی۔ غالباً تمہارا انتظار حد سے گزرا ہوگا اور محمول بے اعتنائی پر کیا ہوگا، کیا کیجئے۔ ﴿یہ جبر محمود کہلاتا ہے جس کا حاصل ہے اپنے کمالات کی نفی جس میں اپنی صفت اختیار بھی داخل ہے اس کی نفی بھی کمال ہونے کی حیثیت کی جاتی ہے اور اس کا مقابل جبر مذموم ہے جس کا حاصل ہے اپنے نقص کی نفی یعنی اگر کوئی معصیت وعیب جو کہ نقص ہے صادر ہو جائے تو اس میں اپنے اختیار کی نفی کرنا۔ پس اختیار جو کہ تعلق بالنقص کے سبب نقص تھا اس کی نفی کی۔ پس اختیار میں دو حیثیت ہیں ایک حیثیت کمال ہونے کی اس حیثیت سے اس کی نفی جبر محمود ہے اور ایک حیثیت ہے نقص ہونے کی اس حیثیت سے اس کی نفی جبر مذموم ہے۔۱۲﴾ بقول مولانا روم

اے رفیقاں راہ ہارا بست یار آہوئے لنگیم اور شیر شکار

جز بہ تسلیم و رضا کو چارۂ درکف شیرِ نر خونخوارۂ

بالجملہ اب یہ لکھنا مقصود ہے کہ وہ چند باتیں جن کو میں لکھتا ہوں موافق فرصت اور دل لگنے کے کرنی چاہیے۔ ایک کثرت تلاوت اسم "یا ودود" ﴿ویامقلب القلوب۔ یہ مرادنہیں کہ اس محبوب کی مودت کی تحصیل اوراس کے قلب کی تحویل کی نیت سے پڑھے بلکہ مراد یہ ہے کہ اپنے ساتھ حق تعالیٰ کی مودت کی تحصیل اوراپنے قلب کی خلق سے خالق کی طرف تحویل کی نیت سے پڑھے۔ چنانچہ آگے دُعا کے مضمون میں اس کی تصریح ہے کہ الٰہی مجھ کو بت پرستی سے چھڑا کرالی قولہ اپنی طلب اور عشق عنایت فرما۔ اسی طرح آگے جو ارشاد ہے کہ بحضور مطلوب یہ تصور بھی اس حیثیت سے نہیں کہ مطلوب مطیع ہوجاوے بلکہ اس حیثیت سے ہے کہ یہ حجاب مرتفع ہو جائے۔ چنانچہ قریب ہی اس کی بھی تصریح ہے۔ فی قولہ یہ پردہ میرے حق میں رہزن نہ ہو۔ ۱۲ احظوظ﴾ کی بے قید کسی پرہیز اور کسی شرط کے ہر وقت اور ہر لحظہ اور بطور وظیفہ کے ایک ہزار بار ہر روز بالضرور پڑھنا چاہیے اور "یا مقلب القلوب" ایک سو بہتر (۱۷۲) بار اس کے ساتھ پڑھے اور اگر کسی وقت خلوت ممکن ہوتو ان اسماء کو دو سو تین بار بحضور مطلوب تلاوت کرلے اور خداوند کریم سے دُعا کرے کہ الٰہی مجھ کو بت پرستی سے چھڑا کر حق پرستی نصیب کر اور اپنے غیر سے روگرداں کر کے اپنی طلب اور عشق عنایت فرما اور جس صورت کے ساتھ دل کو ربط ہے اس کو حجاب نور مطلوب حقیقی خیال کرے اور یہ خواہش کرے کہ یہ پردہ میرے حق میں رہزن نہ ہو اور مجھ کو دریافت اصل حقیقت سے غلطی میں نہ ڈال اور اگر فرصت ملے تو بارہ سو بار "لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ" بحضور وتصور لا مقصود کے باواز نرم وحزیں پڑھے اور اگر یہ عدد ایک وقت میں ممکن نہ ہو تو شب وروز میں بہ حسب فرصت دو بار یا تین بار کر کے پورا کرلے اور کسی قدر دُرود شریف کہ کم پانچ سو مرتبہ سے نہ ہو اور اسی قدر استغفار ہر روز وظیفہ کرلے بلکہ اگر اور وظیفہ قضا ہو تو یہ دونوں قضا نہ ہوں ان کو اصل سمجھے اور ہر وظیفہ کے اوّل وآخر میں دُرود

شریف گیارہ گیارہ بار بالضرور پڑھے۔اگر اس عرصہ میں صحبت کسی صاحب باطن متبع شرع کی نصیب ہوتو اس کی خدمت غنیمت سمجھے ورنہ بظاہر ﴿شیخ کامل کے میسر ہونے کے قبل تک کے لیے کیسا پاکیزہ ومفید اور احتیاط کا دستور العمل ہے پریشان حال اس کی قدر جانتے ہیں۔۱۲ حظوظ﴾ سب سے حسن ظن رکھے اور ان کے قول وفعل پر اعتماد نہ رکھے عمل اور عقیدہ اور رسم موافق شرع کے کرے۔ ذرا مخالفت نہ کرے اللہ جل شانہ ہم سب کو سب سمیت اپنی مرضی پر قائم رکھے اور نفس وشیطان کے پھندوں سے چھڑا کر خاتمہ بخیر نصیب کرے۔اگر کبھی یاد آوے تو اس ناکارہ کو سب دوستوں سے اُمید دُعا خاتمہ بخیر کی ہے تم نے اس مبارک حضرت پیر ومرشد کا پوچھا تھا نام نامی ان کا مخدوم عالم قطب اقطاب غوث زماں حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مدظلہ العالی ہے۔ پہلے تھانہ بھون میں تشریف رکھتے تھے وہ ہمارے وطن سے سات کوس ہے۔اب مکہ شریف میں مقیم ہیں کہ ہزاروں کوس کی راہ ہے اور یہ بھی معلوم ہو کہ طلب اس راہ کی غایت مطلوب ہے اور بڑی نعمت اس کا شکر یہ ہے کہ اس کو ضائع نہ کرے اور اگر کچھ حاصل نہ ہو تو گھبراوے نہیں۔ ﴿سبحان اللہ! کیا اکسیر تعلیم ہے آدھے سلوک سے زیادہ اس میں مضمر ہے عمل کرے تو قدر ہو۔۱۲ حظوظ﴾

چوں نشینی برسرِ کوئے کسے　　عاقبت بینی تو ہم روئے کسے
گفت پیغمبر کہ چوں کوبی درے　　عاقبت زاں در بروں آید سرے
سایۂ حق برسرِ بندہ بود　　عاقبت جویندہ یا بندہ بود

ہمت عالی رکھے اور خواب وخیال اور کشف وکرامت کی حقیقت کچھ نہ سمجھے اور ان کو کچھ شمار نہ کرے اور ان کا ہونا نہ ہونا ایک جانے بلکہ نہ ہونے کو فراغ خاطر ﴿ان مسائل کی قیمت کس زبان سے ظاہر کروں اور ان سے جو حالت وجد کی مجھ پر گزرتی ہے کس طرح سمجھاؤں کیا جواہر بھر دیئے ہیں اور آگے جو فرمایا ہے اس کو مبارک سمجھے اس سے مطلوبیت لازم نہیں آتی۔ غرض مقصودیت کی نفی ہے اور محمودیت کا

اثبات۔۱۲حظوظ﴾ کا سبب سمجھے اور اگر احیاناً کوئی خواب ایسی نظر آوے کہ کچھ انوار دیکھے یا زیارت بزرگوں کی ہووے یا کوئی نعمت حاصل ہو اس کو مبارک سمجھے اور سوتے وقت آیت الکرسی عظیم تک اور درُود شریف اور الم نشرح سترہ بار اور سبحان اللہ ۳۳ بار اور الحمد للہ ۳۴ بار پڑھا کرے۔ اس ﴿خاصیت بیان کرنے سے اس کا مقصود ہونا لازم نہیں آتا خصوص جب کہ اوپر اس کی مقصودیت کی نفی تصریحاً فرمادی گئی ہو۔ باقی یہ کہ خاصیت کس مصلحت سے بتائی گئی ممکن ہے کہ کسی خاص طالب کی کسی خاص حالت سے شیخ کو اندازہ ہوا ہو کہ یہ غیر مقصود اس کے لیے مقصود کی طرف متوجہ ہو جانے کا ذریعہ ہو جاوے گا یہ شیخ کی رائے پر ہے۔۱۲حظوظ﴾ کی برکت سے اچھی خوابیں نظر آیا کریں گی اور چاہیے کہ ہر حال طلب کم نہ ہو باقی زیارت حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ وقت اور نصیب ﴿بڑی ہی غلطی کا ارتفاع ہے لوگ اس دولت کو اختیاری سمجھ کر عدم حصول سے بے حد پریشان ہو رہے ہیں اس میں ان کی اس ضیق سے نجات ہے۔۱۲حظوظ﴾ پر منحصر ہے۔ ہر چند اس کے لیے بہت طریقے لکھے ہیں اور بزرگوں سے پوچھے مگر بات وہی ہے کہ نصیب سے تعلق ہے اور وقت پر موقوف ہے۔

والسلام　　　　　مورخہ ۱۵ ربیع الثانی ۱۲۸۴ھ

## تیسرا خط

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ..... نحمدہ و نصلی علیہ

بعدہ برادرم عزیز القدر طالب صادق سالک راہ حق منشی محمد قاسم مداللہ عمرہ وزاد قدرہ وبلغہ الی مایرضاہ۔ بعد سلام مسنون اشواق مشحون مطالعہ فرماویں۔ آپ کا خط بجواب نامۂ احقر آیا۔ مضامین طول طویل اس کے واضح ہوئے۔ ان دنوں ان اضلاع میں بیماری بخار ولرزہ عام ہو رہی ہے۔ احقر بھی برائے چندے مبتلا تپ لرزہ رہا۔ انہیں دنوں تمہارا خط آیا جواب لکھنے میں ہر چند جلدی کی مگر اتنی دیر ہوئی اور سبب قلت فرصت اور کاہلی طبیعت احقر کو خط لکھنا نہایت دُشوار ہے تمہاری تاکیدوں کی جہت

سے اتنا لکھنا معاف فرماویں ﴿اللہ اکبر شیخ جو کہ مستحق ناز ہے طالب کے ساتھ اس نیاز سے پیش آوے اس سے بڑھ کر انکسار و حُسنِ اَخلاق کیا ہوگا مجھ کو بے ساختہ مولانا کے اشعار یاد آ گئے آنکہ از کبرش دلت لرزاں بود..... چوں شوی چوں پیش تو گریاں شود..... آنکہ از نازش دل و جاں خوں بود..... چونکہ آید در نیاز او چوں بود۔ مدعیان حسن اخلاق اس کو دیکھیں تو معلوم ہو کہ ان میں الفاظ ہی الفاظ ہیں بقول مولانا ۔ تو بیک زخمے گریزانی زعشق .....تو بجز نامے چہ میدانی زعشق .....۱۲ حظوظ﴾ درباب فرقہ وہابیہ اور بدعتیہ کے جو کچھ لکھا ہے احقر کے نزدیک طرفین خالی از تعصب ﴿مراد عوام ہیں گو نام کے اہل علم ہوں خواص حقیقی مراد نہیں ۔۱۲ حظوظ﴾ نہیں اور احقر مولوی اسماعیل صاحب شہید کو اور اس خاندان کے علماء کو اپنا پیشوا سمجھتا ہے اور بے تعصب ان کی باتیں موافق قرآن و حدیث کے پاتا ہے اور ان کے مخالفین کو حق سے برکران اور ہٹ دھرمیاں کرتے دیکھتا ہے اور ہر چند اصل میں وہابیہ جو فرقہ عرب میں گزرا اور اب تک ان کے لوگ باقی ہیں ان کی نسبت حکایتیں بہت سی بری سننے میں آئی ہیں مگر اس فرقہ کے بعض لوگوں سے جو ملاقات ہوئی تو جیسا سنا تھا ویسا نہ پایا بلکہ سوائے لامذہبی اور تشدد بعض اُمور میں، کوئی خرابی ان کے اندر نہیں دیکھی۔

مگر اب وہابیہ ان کا نام ہے کہ پانچ وقت کی نماز کی تاکید کریں اور ناچ نہ دیکھیں اور ڈھولک نہ سنیں، ریشم پہننے سے پرہیز کریں اور پیرانِ عظام کو خدا کا بندہ اور اس کے حکم کے آگے عاجز سمجھیں اور کسی کی سوائے خدا کے نذر نہ کریں اور منت نہ مانیں اور بدعات کو بدعت کہیں اور راہِ سنت کی تلاش کریں۔

برادرِ عزیز تمام بزرگانِ دین علماء ہوئے یا درویش شرک اور بدعت کے ہی رفع کے لیے ساعی رہے، ان کی کتابیں اور ملفوظ اب بھی کہیں کہیں باقی ہیں اور اتباع شرع شریف کو اصل تصوف کی سمجھا ہے اور کتابوں کے باب میں جو تم نے استفسار کیا ہے یہ سب کتابیں بہت خوب ہیں ان کو دیکھا کرو اور قرآن شریف کا ترجمہ اور کسی کتاب حدیث کا ترجمہ اگر وہاں کوئی اُستاد ﴿بڑے کام کی بات ہے اکثر لوگ اس سے غافل

ہیں اور غلطیوں میں پڑتے ہیں، بے اُستاد کے خود مطالعہ کرنے میں غلط فہمی سے محفوظ نہیں رہ سکتا اور اس سے شبہ نہ ہو کہ اس کے بعد خود مطالعہ کی اجازت ہے کیونکہ یہ اجازت مقید ہے ایک قید کے ساتھ وہ قید یہ ہے کہ جہاں شبہ رہے اُستاد سے جب کبھی میسر ہو رجوع کرے، دلیل اس قید کی اُستاد کی ضرورت کا ثابت ہو جانا ہے۔

۱۲ احتظوظ ﴿مل سکے تو اس سے پڑھ لو۔ نہیں آپ مطالعہ کیا کرو اور ان دوست کا حال جو لکھا ہے یہ رعب محبت کے لوازم سے ہے۔

باوجودت زمن آواز نیاید کہ منم

محبت میں یہی اصل ہے کہ محبوب کے سامنے محو ہو جائے اور سب خواہشوں کو گم کردے ورنہ محبت ناقص ہے کیونکہ اس صورت میں محبوب وہ خواہشیں ہیں نہ وہ یار دل نواز حدیث شریف میں آیا ہے کہ جو عاشق ہو اور گناہ سے بچے یعنی عفت اور پاکیزگی اختیار کرے اور اپنا حال چھپا دے، اگر مر جائے گا تو شہید ہوگا اور فرق تعلق کا جو پوچھا ہے یہ بات ایک مثال سے سمجھ میں آسکتی ہے۔ مثلاً ایک شخص ہو کہ بیماری صفرا کے سبب اس کا ذائقہ تلخ ہو رہا ہے تو اب وہ ہر مٹھائی کو تلخ سمجھتا ہے، اب اگر فرض کرو کہ کوئی ایسا ہی اصل پیدائش سے ہو تو ظاہر ہے کہ وہ کبھی لذت شیرینی سے آگاہ نہیں ہو سکتا اور جو کوئی صحیح و سالم ہوگا اور فرض کرو کہ قند سیاہ کھا کر لذت اُٹھاتا ہے تو بے شک اگر وہ قند مکرر کھاوے گا تو نہایت لذت پاوے گا۔ مثلاً عنین یعنی نامرد کے نزدیک عورت اور دیوار برابر ہے اور جو مزاج صحیح رکھتا ہے اور نامرد نہیں ہے وہ ہر دم متلاشی عورت کا ہوگا بالجملہ طلب جمال اور تعلق طبیعت کا اس طور پر کہ مغلوب کی ایک کیفیت ہو جائے یہ علامت اس بات کی ہے کہ یہ شخص مزاج صحیح و سالم رکھتا ہے اور جمال اصلی کا اگر اس کو ادراک ہو اور آنکھ قلب کی کھلے اور حسن غیبی اس کے سامنے جلوہ گر ہو تو ہزار جان سے عاشق زار ہو جاوے گا اور اس کیفیت میں سرشار خمار تا آخر دم بلکہ ابدالآباد تک رہے گا۔ اس لیے مبارکباد ﴿ کیا اچھی تحقیق ہے عشق مجازی کے پسندیدہ ہونے

کی یعنی فی نفسہ وہ پسندیدہ نہیں ہے بلکہ اس حیثیت سے کہ وہ علامت ہے اس شخص کے مزاج صحیح و سالم رکھنے کی۔ الیٰ آخر ما قال آنفا، پس اگر ادراک جمال حقیقی تک مفضی نہ ہو تو پھر پسندیدہ نہیں اور اس کے بعد جو دوسری حکمت بیان فرمائی ہے ﴾ ہر عاشق کو اس کا عشق اگر چہ ایک پتھر کا ہی ہو اور یہی مطلب ہے اس قول مشہور کا عشق مجازی نردبان حقیقی ہے۔ اور ایک یہ بھی بات ہے کہ ﴿ یہ مشہور حکمت ہے اور بزرگوں کے کلام میں بھی مذکور ہے مگر حکمت اوّل غالباً حضرت رحمہ اللہ کی منفردات علوم میں سے ہے۔ واللہ اعلم ۱۲ حظوظ ﴾ آدمی کو تعلق اغیار حجاب جمال حقیقی ہو رہا ہے اور جب عشق آیا اور سب تعلقات کو قطع کر دیا تو اب یہ ایک تعلق بہت جلد سہل دور ہو سکتا ہے۔ اس واسطے کہ ہر جمال پرتو اس نور حقیقی کا ہے اور بعد غور سمجھ کا ہی فرق ہے اور اشعار مثنوی کے جو مرقوم تھے ان میں اشارہ اوّل بیت میں پختگی کی طرف ہے کیونکہ بوالہوسی اور عشق میں فرق ہے اور دوسرے شعر کا یہ مطلب ہے کہ آدمی پابند صورت اگر طالب حق ہے تو یہ نردبان ہے ورنہ حجاب اور یہ اشارہ نقد ایمان کے جاتے رہنے سے ہے۔ شریکوں سے مراد افراد عالم ہیں کہ طلب مطلوب میں سب گرم ہیں مگر دیکھئے وصول کسے نصیب ہو اور قبول کون پاوے۔ مطلب یہ ہے کہ اگر عالم کی کسی چیز سے تجھے کچھ کلفت ہو تو صبر چاہیے کیونکہ طالب کو رنج و راحت پر نظر نہ کرنا چاہیے یا مراد شریکوں سے بنی آدم خاص ہوں مطلب واضح ہے فرق عشق ﴿ سبحان اللہ! کیا اچھی تحقیق ہے اور آگے کیا اچھی مثال ہے ﴾ اور فسق میں یہ ہے کہ ہوائے نفس عشق میں مغلوب ہوتی ہے اور فسق میں غالب۔ چنانچہ اگلے شعر میں اسی غلبہ کو ہستی سے چھوٹنا کہا ہے اور فسق کی اصل یہ ہے کہ جیسے بھوکے کے آگے منجن اور جو کی روٹی شدت بھوک میں ایک ہو جاتے ہیں اور چند لقمے ہر ایک کے جب پیٹ میں گئے تو وہ جوش جاتا رہا۔ یہ فسق ہے اور عشق یہ ہے کہ سمندر کے پانی کی طرح جتنا پیے اور پیاس دونی ہو اور یہ جو فرماتے ہیں کہ یہ عشق نہیں بلکہ خمار گندم ہے یہ اشارہ شہوت کی طرف ہے کہ کھانے سے پیدا ہوتی ہے اور اس میں باریک اشارہ آلودگی کی طرف

ہے کہ حضرت آدم گندم کھانے کی جہت سے بسبب آلودگی کے جنت سے نکلے اور یہ جوصورت پرستی فرمائی ہے اے برادر مبتدی کو یہی ظاہر ﴿ قابل وجد تحقیق ہے صورت کی اتنی تعمیم شاید کسی کی نظر سے نہ گزری ہو۔ انوار واسرار تک کا حجاب ہونا تو محققین سے سنا تھا مگر نسبت بے رنگ کا حجاب ہونا یہ ہے علم دقیق مگر ہے عین تحقیق کیونکہ در بھی اس کا ہی خیال ہے جو کہ اس کی صفت ہے اور اس کی صفت کے حجاب ہونے میں کیا کلام ہو سکتا ہے۔ ۱۲ حظوظ ﴾ کی نقش و نگار اور متوسط کو انوار واسرار اور منتہی کو نسبت بے رنگ مگر یہ سب صورت پرستی ہے۔ عالم معنی وہم وخیال سے منزہ اور برتر ہے اور یہ مصرعہ یوں ہے۔ تا نہ آں نور البصر پیدا کنی۔ یعنی وہ نور البصر جو جمال حقیقی کی طرف نگراں ہو بدون اُس کے دعویٰ عشق کا رُسوائی ہے کیونکہ طالب غیر کا ہے درستی عہد و پیان کا اشارہ توحید کی طرف ہے کہ سالک کو پیش آتی ہے اور جب تک یہ نہ ہو ایمان تقلیدی ہے اور خدائے تعالیٰ کو واحد سمجھنا پورا پورا نہیں۔ ہر چند نجات ہو مگر عرفان نہیں اور سماع کے باب میں جو دو بیت فرمائے یہ سماع سماع چنگ ورباب نہیں بلکہ یہ ہے جو شیخ سعدی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے:

بر آواز دولاب مستی کنند

میں نے اپنے ﴿ حقیقت میں خاتمۃ التحقیقات ہے اور اس سے اگر متوسط کے لیے نافع ہونے کا احتمال ہو تو جواب یہ ہے کہ مبتدی یہاں مقابل منتہی کے ہے تو متوسط کو بھی شامل ہے اور وجہ ضرر دونوں میں مشترک ہے اور وہ قبل رسوخ نسبت کے مشغولی بغیر ہے جس کو سماع سے قوت ہو جاتی ہے۔ ۱۲ حظوظ ﴾ حضرت پیر و مرشد سے سنا ہے یوں فرماتے تھے کہ راگ سننا مبتدی کو مضر ہوتا ہے کیونکہ اس کو صفائی نہیں ہوتی اور منتہی کو کچھ حاجت نہیں رہتی ہر سمت اس کے لیے سماع موجود رہتا ہے بلکہ اکثروں کو مینہ برسنے کی آواز پر۔ قرآن شریف سننے سے اور کسی شعر پڑھنے یا سننے سے کیفیت ہوتی دیکھی ہے۔ اوراد کا شروع کر دینا خوب ہوا جو وظیفہ ایک وقت پورا نہ ہو سکے، اس کو دوسرے وقت پورا کر لینا چاہیے۔ درُود شریف اور استغفار بھی بہتر ہے اور کلمہ شریف کے ذکر میں ہر دس عدد کے بعد تخمیناً

﴿سبحان اللہ! ایک ایک لفظ میں علوم ہیں تخمیناً میں یہ بات بتلادی کہ گنتی کے پیچھے نہ پڑے کہ تشویش ہے جو مخل مقصود ذکر ہے۔۱۲ احقر﴾ ایک بار محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہے اور وظائف میں تقدیم وتاخیر اور وقت کے آگے پیچھے ہونے کا مضائقہ نہیں اور برادرم مہربان خواب ﴿یاد رکھنے کے قابل تحقیق ہے جس سے ان لوگوں کی غلطی ظاہر ہوتی ہے جو اس پر دارومدار سمجھتے ہیں۔۱۲ احقر﴾ ایک امر بے اعتبار ہے خاص کر ہم جیسے آلودہ لوگوں کا اگر خواب اچھا نظر آوے تو شکر ادا کرنا چاہیے ورنہ کچھ اس کی طرف التفات نہ کرو اور درباب نوکری کے جو لکھا ہے۔ اے عزیز! یہ نوکری اچھی نہیں ہے آدمی کو تلاش حلال چاہیے۔ عمدہ سب سے مزدوری اور ہاتھ کا کام ہے اور نوکری اگر اچھی ہو بعد اس کے ہے۔ سردست ﴿کیسی گہری تحقیق اور حکیمانہ تعلیم ہے جس کا راز وہ ہے جو میں نے اپنے قبلہ و کعبہ سے سنا ہے کہ تشویش فی الرزق بعض اوقات کفر تک پہنچادیتی ہے اور معصیت اہون ہے کفر سے مگر اس کے معصیت ہونے سے بے فکری یہ خود عملاً کفر ہے اس کا علاج آگے تعلیم فرمایا۔ فی قولہ اس علاقہ کو برا سمجھو اور اللہ جل شانہ سے دعا کرو۔ الخ ۱۲ احقر﴾ تم جو کچھ کرتے ہو کیے جاؤ اور اس علاقہ کو برا سمجھو اور اللہ جل شانہ سے دعا کرو کہ وہ تم کو اس سے نجات دے اور رزق حلال سے وسعت دے، اگر کوئی صورت تجارت کی بن سکے تو وہ کرلو ہر چند فکر سود وزیان ﴿اس فکر کا مضر ہونا بھی فرمادیا اور حرام سے ضرر میں کم ہونا بھی بتلادیا۔ محقق کی یہی شان ہے کہ حقائق پر نظر کر کے عمل کا مشورہ دے۔۱۲ احقر﴾ ایک بڑا مشغلہ ہے مگر پھر صورت حلال ہے اور یاد رہے کہ نصیب سے زیادہ کسی کو کسی صورت سے نہیں ملتا۔ مگر آدمی طلب حلال میں کیوں کوتاہی کرے اور مناسب ہے کہ ہر روز ایک وقت معین پر موت کو یاد کرلیا کرو، اس طرح کہ نقشہ اپنے مرنے کا جی پر جم جاوے اور زیارت قبور احیاناً کرتے رہو اور عوام مؤمنین کے مقابر میں بھی کبھی کبھی جا کر ان کو فاتحہ اور ثواب سے یاد کرو اور اپنی موت کو یاد کرو اور جو کچھ تم نے بیان اشتیاق اور ارادہ آنے کا لکھا ہے اور حقیقت میں تم کو اس روسیاہ سے ایسی ہی محبت ہے مگر ملاقات میں جلدی نہ کرنا

چاہیے، اگر مقدر میں ہے تو نصیب ہو جائے گی ورنہ قیامت بہت قریب ہے ہمارا تمہارا وہاں کا وعدہ ہے اللہ ہم سب کو اپنی رحمت سے بخشے اور فضل کرے آمین اور بدوں فراغ اشغال ضروری اور بغیر اجازت والد کے سفر کا قصد مت کرنا اور استخارہ کے باب میں جو لکھا ہے احیاناً وہ استخارہ جو مالا بد میں لکھا ہے کرلیا کرو اور ایک ترکیب یہ ہے کہ والشمس اور واللیل اور والضحیٰ اور والتین اور قل ھو اللہ سات سات بار پڑھ کر باوضو روبہ قبلہ سو رہے، سات روز اس عمل کو کرے ان شاء اللہ اشارہ ﴿اس سے کافی ہونا لازم نہیں آتا شہادت قلب﴾ یا صریح خواب میں ارشاد ہو جاتا ہے۔ فقط والسلام اور بھورے خاں کو بعد سلام واضح ہو کہ لایلاف ستر بار ہر روز پڑھ لیا کرو سو بار یا سلام ان شاء اللہ تعالیٰ اس بلا سے نجات ہو جائے گی، کثرت استغفار اور صدقہ دفعہ بلا کے واسطے اکسیر ہے اور احقر بھی دُعا کرتا ہے خدا قبول کرے۔

مکرر منشی محمد قاسم صاحب کی خدمت میں عرض ہے کہ یہ ناکارہ ہر چند بظاہر متہم نیکی کے ساتھ ہو مگر حقیقت حال عالم الغیب خوب جانتا ہے تم اپنے واسطے شیخ کامل مکمل کی تلاش رکھو اور مجھے ان شاء اللہ خیال رہے گا۔

یہ عاجز خود درماندہ شرمندہ بارگاہِ خداوندی اور خدمت پیران عظام سے ہے خود لائق اس کے ہے کہ کوئی خدا کا بندہ خدا کے واسطے اس کی دستگیری کرے دوسرے کا کیا دستگیر ہو اور جو خود بیمار مرتا ہو وہ کسی کا کیا علاج کرے۔

آنہا کہ زمن خدائے من می بیند گر مغ بیند بصحبتم نہ نشیند

باقی جو تم نے لکھا اس کا اپنی سمجھ اور دانست ناقص کے بموجب جواب لکھ دیا اور تم جانتے ہو کہ علم اور شئے ہے اور عمل اور شئے علم سے بدون عمل کے کچھ حاصل نہیں، خاص کر جب علم بھی ناتمام اور ناقص ہو تو سراسر بیکار ہے اور آدمی کو چاہیے کہ ہر فن میں جب تلاش کرے بدون کسی کامل کے متوجہ نہ ہو، کہتے ہیں خاک از تودۂ کلاں بردار۔ اگرچہ بعض دفعہ طالب اپنے حُسنِ ظن اور عقیدت کے سبب ہر چند شیخ ناقص ہوا ہے

کمال کو پہنچ گئے ہیں مگر یہ نادر ہے بات وہی ہے کہ بدون شیخ کامل واصل کے سلوک بیکار ہے۔ آئندہ اختیار ہے اللہ بس باقی ہوس۔

## خط چہارم

برادرم عزیز القدر گرامی شان منشی محمد قاسم صاحب سلمہ۔ بعد سلام مسنون از محمد یعقوب مطالعہ نمایند۔ خط تمہارا طول طویل آیا۔ مجمل جواب میری رائے ناقص کی موجب جو ہے لکھتا ہوں، بات یہ ہے کہ طریق دین کے اتباع کا دو طرز میں منحصر ہے۔ ایک اجتہاد یعنی مسائل جزئیہ کو قرآن وحدیث سے سمجھ کر نکالنا اوران کا حکم حلال وحرام جواز ناجواز فرض سنت مستحب حرام مکروہ کہنا اس طریق کے لیے علم کامل اور عقل سلیم اور تقویٰ منجملہ شرائط ہے اور زبان عرب سے باصولہ وفروعہ آگاہ ہونا اور محاورات عرب پر عبور ہونا اس کی اصل ہے۔ دوسری طرز تقلید ہے اس کے یہ معنی کہ جب آپ قرآن وحدیث سے بسبب قصوران شرائط کے یا بسبب اس کے کہ علماء قدیم جو کچھ کر گئے اس سے زیادہ گنجائش نہیں تو ان علماء کے قول کو لینا اور اس پر عمل کرنا اور زمانہ صحابہ میں راہ اجتہاد علماء کا کام تھا اور عوام کسی نہ کسی کی تقلید کرتے تھے اور زمان تابعین اور تبع تابعین میں بہت سے مذاہب ہوئے اور کتنے ہی علماء نے اجتہاد کیا اور مسائل استنباط کیے مگر راہ عوام کی تقلید ہی تھی جب دورہ علم کا تمام ہوا اور شیوع جہل اور اتباع ہوا کا ہوا ہمارے علمائے وقت کے اِجماع سے چار مذہب جو مشہور ہیں مقبول ہوئے اور اجتہاد کو بے حاجت سمجھ کر اور کچھ بے سامانی کی جہت سے چھوڑا اور عوام کو انہیں مذاہب کی تقلید کی طرف ہدایت کی اب کوئی ان سے بڑھ کر کچھ کر نہیں سکتا۔

رہی یہ بات کہ کوئی حدیث مخالف اس مذہب کے کسی کتاب میں نظر آئی یا کسی عالم سے سن لے تو عامی کیا کرے، میری رائے ناقص اس میں یہ ہے کہ جو علم نہیں رکھتا وہ تقلید نہ چھوڑے کیونکہ اس کی سمجھ جیسے پہلے ناقص تھی اب بھی ناقص ہے اور کتب حدیث میں ایسی حدیثیں ہیں کہ چاروں مذہب کے علماء ان کی تاویل کرتے ہیں اور

ظاہر پر ان کے عمل نہیں اور راہ تاویل کی بہت واضح ہے اس پر منحصر نہیں کہ فلاں شخص نے جو سمجھا وہ تو صحیح اور باقی غلط اس لیے کسی حدیث کو سن کر عام آدمی کو نہیں چاہیے کہ اس حدیث پر اپنی سمجھ کے موجب عمل کرے اور تقلید چھوڑے اور اگر کسی عالم سے اس کے ایک معنی سنے ممکن ہے کہ دوسرے معنی اس کے ایسے ہوں کہ اُس عالم نے نہ سمجھے ہوں یا اس عالم کے نزدیک مقبول نہ ہوئے دوسرے نے قبول کیے ہوں اور اگر اس نے وہی کیا جو اس عالم سے اس حدیث کے باب میں سنا تو یہ شخص اس مسئلہ میں اس عالم کا مقلد ﴿یعنی اس حدیث کے مدلول کی تعیین میں تقلید کی اور قبول روایت میں تقلید مراد نہیں۔۱۲حظوظ۔نوٹ: اس مکتوب چہارم میں تقلید کی بحث بے نظیر ہے جو بڑے بڑے دفاتر میں بھی نہیں۔۱۲﴾ ہوا اور اس کو تلفیق کہتے ہیں کہ کہیں کسی کے تابع اور کہیں کسی کے پیرو اور یہ راہ علماء حقانی کے نزدیک مقبول نہیں کیونکہ اس میں راہ ہوائے نفسانی کا کشادہ ﴿نئی روشنی والے اس سے سبق لیں۔ (امیر احمد)﴾ ہوتا ہے کہ آدمی دین سمجھا کرے اور تبع خواہش کا رہے اور اگر عالم کو حدیث صحیح ملے اور معنی اس کے بے تاویل اس کی سمجھ میں آئے تو اس کی تلاش کرے کہ فلاں امام نے باوجود ہونے ایسی حدیث کے اس کا کیوں خلاف کیا تو اگر معلوم ہو کہ وہ امام اس حدیث کے اور معنی کہتا ہے یا اس کا مقابلہ کسی دوسری حدیث سے کر کے جواب دیتا ہے یا تائید اپنی سمجھ کر قواعد کلیہ شریعت سے کرتا ہے تو ایسے وقت میں عالم کو جائز نہیں کہ اپنی سمجھ کے بھروسہ تقلید چھوڑ دے اور اگر معلوم ہو کہ اس امام کو یہ حدیث پہنچی نہیں یا شرح صدر ہو جاوے کہ اس امام نے اس مسئلہ کے سمجھنے میں غلطی کی تو بے شک وہ عالم اس حدیث پر عمل کرے مگر عام لوگوں کو اس کی تقلید کرنی نہیں پہنچتی کہ اور علماء کی سمجھ چھوڑ کر اس عالم کا اتباع کریں۔ ہاں مگر کسی کو اس حُسنِ ظن میں شرح صدر ہو جائے کہ احتمال خطا اُٹھ جائے تو وہ ایسے عالم کی تقلید کرے اور پہلے کی چھوڑ دے۔ یہ حال جب سن چکے تو اب احقر کی رائے ناقص کے موجب کوئی مرتبہ اجتہاد نہ رکھتا ہو اور جو کچھ پاوے اور سنے اس پر عمل کرے۔ احقر اس

کو مسلمان اور طالب دین کا جانتا ہے مگر تھوڑا سا بے سمجھ اور غلطی پر اللہ اس کی اس غلطی کو معاف کرے اور جب تک کوئی ایسا امر اس کی نسبت یقیناً معلوم نہ ہو کہ بقول اپنے مجتہد کے وہ مفسد نماز یا ناقص وضو ہو یا نجس ہو تو نماز پڑھنی اس کے پیچھے جائز ہے اور اگر احتمال ان اُمور کا ہو یا شک تو بھی جائز ہے اور تفتیش کی حاجت نہیں اور اگر یقیناً ان اُمور سے کوئی امر معلوم ہو تو البتہ اس کے پیچھے نماز نہ پڑھے یا پڑھی ہو تو پھیر لے بلکہ میری رائے یہ ہے کہ نماز پڑھ لے اور احتیاط کے واسطے پھیر لے، یہ اِجمالی جواب تمہارے سوالوں کا ہو گیا زیادہ فرصت نہیں احقر کو معاف رکھو۔

## خط پنجم

برادرم مہربان عزیز القدر گرامی شان منشی محمد قاسم صاحب سلمہ ربہ۔ از محمد یعقوب بعد سلام مطالعہ کریں۔ بخشی جی آئے جو چیزیں تم نے بھیجیں تھیں پہنچیں بہت طبیعت خوش ہوئی اور ان چیزوں کو دیکھ کر یاد زمانہ اجمیر رہنے کی کی اور وہاں کے دوستوں کو یاد کرتا رہا۔ ''جزاکم اللّٰہ خیر الجزا'' تم نے اطاعت والد کی ادھر کے ارادہ نہ کرنے میں کی۔ یہ بہت خوب کیا آدمی طالب دین اور راہِ حق کا رہے کہیں ہو اس کی دستگیری غیب سے ہو جاتی ہے۔ میاں عبدالسلام کا ایک خط آیا اس سے معلوم ہوا کہ تمہارے پہلے خط کا جواب جس میں جواب اجمالی تمہارے سوالوں کا مندرج تھا اب تک نہیں پہنچا۔ اب اتنی مہلت تو نہیں کہ پھر وہ سب مضمون لکھا جاوے۔

مگر یہ واضح ہو کہ اگر عالم تقلید چھوڑے کسی امام کی پھر کسی دوسرے کی تقلید کرے یا خود اجتہاد کرے ہر چند اس زمانہ میں نہ ایسے عالم اور نہ ایسا علم کہ رتبہ اجتہاد کا ہو مگر پھر بھی گنجائش ہے اور جاہل اگر تقلید چھوڑے تو کیا کرے اور اگر یہ کرے کہ جو مل گیا حنفی ہو یا شافعی عالم سے مسئلہ پوچھ لیا اور عمل کیا اگر یہ شخص ہوائے نفس سے خالی اور بالکل دین کا طالب ہو تو شاید کچھ ٹھکانہ لگ جائے اور نہیں تو یہ مجتہد مقلد ہوائے نفس کا ہوگا جہاں آسانی دیکھے گا وہ اختیار کرے گا اور نفس یہ دھوکہ دے گا کہ یہ اتباع سنت اور راہ

تحقیق ہے ہر کام بدون اُستاد کے نہیں آتا دین کا کام تو بہت باریک ہے اور مسئلہ سمجھنا بہت مشکل بڑے بڑے علماء نے لا ادری اور لا اعلم کہا ہے اس باب میں خدا انصاف دے اور دھوکے سے بچائے۔ میری رائے ناقص میں یہ حال اس زمانہ کا مصداق ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول مبارک کا "واعجاب کل ذی رائے برایہ" یعنی اور خوش ہونا ہر رائے والا کا اپنی رائے سے یعنی اپنی عقل کے گھمنڈ میں عاقلوں کا دامن چھوڑ دے اور بے عقلی کی جہت سے اپنی عقل ناقص کو کامل سمجھے ﴿نئی روشنی والے اس سے سبق لیں۔ (امیر احمد)﴾ میں پوچھتا ہوں کہ ایک شخص مثلاً مجھ جیسا کوئی کم علم بمقابلہ کسی بڑے عالم کے یوں کہے کہ میری رائے تو یہ ہے تو کیا سب اس کو نہ کہیں گے کہ واہ کیا کہنا ہے آپ کا اور آپ کی رائے کا اور بھلا کون سنے گا ہاں مگر وہی جو مجھ جیسے کم عقل کم علم کو عاقل تمام اور عالم کامل سمجھتا ہو اور ہر سمجھ کے صحیح غلط ہونے کا احتمال ہے اور جب تک اس فن کے اُستاد اس کی صحت غلطی نہ بتلاویں لائق اعتبار نہیں کوئی اگر کہے کہ صاحب صریح حدیث اور آیت کا مضمون کیا ہم نہیں سمجھتے اور کیا ہم اتنے بھی نہیں اور آخر دین تو سب خاص و عام کے لیے ہے اور قرآن وحدیث سیکھنے کا سب کو حکم ہے اس کا جواب یہ ہے کہ یہ باتیں سب صحیح ہیں مگر یہ کہئے کہ آپ کی سمجھ کی صحت کی کیا دلیل ہے اور دین سب کے لیے عام ہے مگر اس طرح کہ جہال عالموں کا دامن پکڑیں اور ان کے کہنے کو سر دھریں اور کم علم بڑے بڑے عالموں کی تقلید کریں اور ان کے پیرو بنیں اور قرآن حدیث اوّل جیسا چاہیے سیکھ لو، پھر اگر یہ کہو تو بجا ہے یہ تو نہیں کہ نہ تم لفظ کے معنی سمجھو اور نہ معنوں کی کیفیت اور نہ مضمون کا حاصل اور نہ مطلب کا خلاصہ اور نہ غرض اور نہ مقصد کلام کا اور اگر کہیں کہ ہم ان سب باتوں میں طاق ہیں اور ہم کو ان اُمور میں کوتاہی نہیں تو میں پوچھتا ہوں کہ اس کی کیا دلیل اور کون سا اُستاد اس فن کا تمہارے کلام کی تصدیق کرتا ہے۔ باقی رہی یہ بات کہ حنفی، شافعی، محمدی ہیں یا نہیں تو میاں اسے ہر کوئی جانے ہے کہ اجمیری دہلوی کے مقابل

ہے کہ عربی ترکی کے اور ہندی اجمیری کے مقابل نہیں۔ عربی ترکی کے ہے تو اب جو لوگ حنفیوں کو مقابلہ میں محمدیوں کے سمجھتے ہیں تو وہ لوگ مسلمانوں کی تکفیر کرتے ہیں اپنے ایمان کی خیر منا دیں اور اپنی خبر لیں۔ قریشی، صدیقی اور فاروقی ہوتے ہیں اور ہندی، اجمیری اور دہلوی ایسے ہی محمدی، حنفی اور شافعی اور امام ابوحنیفہ اور امام شافعی کون ہوتے ہیں اگر محمدی نہ ہوں کہ ہم ان کا اتباع کریں۔ اسحاق نیوٹن اور پوپ الیگزینڈر سے جیسا ہم کو علاقہ نہیں ویسا ہی درصورت محمدی نہ ہونے کے ابوحنیفہ اور شافعی سے کچھ علاقہ نہیں یہ کلام محض دعو کہ ہے اللہ بچاوے۔ فقط اگر وہ خط پہنچا ہوگا تو ان شاء اللہ اس سے حل سب اُمور کا ہو گیا ہوگا اور یہ میری رائے ناقص ہے یہ مطلب نہیں کہ سب اس کو مانیں اگر سمجھ میں آوے بہتر ورنہ کالائے بد بریش خاوند۔

والسلام مع الاکرام ۲۹ رشوال ۱۲۸۴ھ

## خط ششم

مہربان من عبدالسلام صاحب بعد سلام مسنون معلوم فرماویں میری ان کی ملاقات خطی ہے زیادہ ان کے بھلے برے سے آگاہی نہیں اور کام میرا نصیحت کا ہے اجمالاً اور بشرط علم تفصیلاً اور ہدایت اللہ کے اختیار ہے اور ہر ایک سمجھ اور راہ جدا ہے اور معاملہ خدا کے ساتھ جدا آدمی دین کی تلاش کرے اور وساوس شیطانی اور فریب نفس سے مامون نہ ہو کبھی دین سمجھے اور اُلٹا گمراہی میں پڑے، اتباع انبیاء علماء ربانی اسی مرض کی دوا ہے۔

## خط ہفتم

برادرم عزیزم طالب صادق مخلص برگزیدہ مشتاق اہل اللہ مرد جند اللہ منشی محمد قاسم سلمہ۔ بعد سلام مسنون از محمد یعقوب مطالعہ نمایند تمہارا خط بعد مدت آیا۔ اوّل خط جو تمہارا آیا تھا اس کا جواب بہ سبب اس کے کہ بدون طول تقریر نہ ہوسکتا تھا مدت تک اس انتظار میں پڑا رہا کہ فرصت ہو تو کچھ لکھوں مگر میرا حال کچھ اس درجہ پریشان ہے نہ

اپنے ہی کام کا نہ کسی کے کام کا بہر حال جو کچھ تم نے چند باتیں پوچھی ہیں اُن کا جواب مجملاً لکھتا ہوں کم کھانے کی مقدار نصف شکم متوسط ہے کہ آدمی بھوک کھائے اور آدھا پیٹ خالی رکھے جتنی مقدار خوراک شکم سیر کی ہو اس کو اپنے لیے مقرر کر کے اس کا نصف کچھ کم و زیادہ انداز رکھے مگر مبتدی کو خاص کر جو ذکر جہر کرے تہائی بھوک رہنا اور دو تہائی کھانا چاہیے اور اوّل ہی غذا کو کم نہ کر دے بلکہ انداز سمجھ کر لقمہ دو لقمہ ہر روز کم کرے اور بعضوں نے لقموں کا حساب کیا ہے کہ متوسط لقمہ ۴۰ عدد کمال شکم سیری کا ہے اس کا نصف ۲۰ اور دو تہائی ۲۶ مگر یہ حساب سب مزاجوں میں برابر نہیں آتا، آدمی اپنی خوراک کو اوّل آزمائے، پھر اسی حساب پر کم کر دے اور ملنا نہ ملنا اس سے یہ غرض ہے کہ بدوں حاجت ضروری کسی سے نہ ملے اور دوستوں سے ملنا اور جس سے جی دین کی طرف متوجہ ہو اور والدین اور اہل و عیال سے ملنا یہ ضروریات میں داخل ہے مگر نہ اتنا کہ طلب میں خلل ڈالے اور کام دُنیاوی یا دینی کا حرج ہو باقی ان لوگوں سے کہ ان کے سوا ہوں علی الخصوص جن کی ملاقات سے رغبت دُنیا پیدا ہو نہ ملنا بہتر ہے اور خلق اللہ کا نظر کے سامنے گزرنا جب تک دل کو مشغول نہ کرے مضر نہیں اپنی طرف سے قصد تماشا کا نہ کرے، آخر یوں تمام عالم نگاہ کے سامنے رہتا ہے اور اگر نفس سرکش نہ مانے تو جس جگہ دھوکہ معلوم ہو ایک نظر سے زائد نہ دیکھے اور اگر دیکھا تو اپنے آپ کو خطاوار اور گنہگار سمجھے اور اس عمل سے توبہ اور استغفار واجب جانے اور کثرت ذکر میں نماز فرض اور نفل اور تلاوت قرآن شریف اور مسنون دُعاؤں کا پڑھنا اور ذکر جہر اور خفی اور فکر ذکر جیسے دھیان پاس انفاس کا یا ذکر خیالی یہ سب ذکر میں داخل ہے اپنے اوقات کو ان چیزوں سے فارغ نہ رکھے اور مشغولی دورہ شب و روز کی تقسیم درصورت تنہائی کے یوں ہے کہ نصف شب کو اُٹھے اور جب چھٹا حصہ رات کا باقی رہے پھر سو رہے اور طلوع صبح صادق پر اُٹھے اور بعد نماز طلوع آفتاب مشغول رہے پھر چاہے کچھ کام کرے یا سو رہے مگر یہ طریق نہایت مشکل ہے دوسرا یہ کہ بعد نماز عشاء فوراً سو رہے

اور دو پہر سوتا رہے جب ڈیڑھ پہر رات باقی رہے جاگے اور صبح تک مشغول رہے۔ بعد طلوع آفتاب اختیار ہے پھر نماز عصر سے غروب تک اور بعد مغرب سے عشاء تک اگر مشغول رہے تو یہ حساب پورا ہوتا ہے اور یہ اندازہ ہے کچھ گھڑی گھنٹہ کی حاجت نہیں اور چھٹے حصہ کا حساب یوں ہے کہ چار گھڑی رات رہے سے اُٹھے اور چار گھڑی دن چڑھے تک مشغول رہے۔ بعد اس کے خواہ بعد عصر سے مغرب تک یا مغرب سے عشاء تک مشغول رہے اور یہ جو روایات میں کراہت ذکر جہر کی آئی ہے اس میں بعض علماء متاخرین نے غلطی کھائی ہے مراد اس روایت کی یہ ہے کہ وہ ذکر جس میں بیان آیا ہے جیسے "**سبحان ربی العظیم**" اور "**سبحان ربی الاعلیٰ**" رکوع اور سجدہ میں اور جیسے التحیات اور درُود اور دُعا جیسے "**سبحانک اللّٰھُمّ**" اور آمین یا بعض دُعائیں جو نوافل میں پڑھنی آئی ہیں ان میں جہر مکروہ ہے مگر جہاں صریح جہر آیا جیسے تکبیر تشریق اور اذان و تکبیر وغیرہ باقی ذکر جداگانہ اس کی کراہت کی کوئی روایت نہیں اور ان روایتوں میں وہ مراد نہیں اور مشائخ چشتیہ اور قادریہ رحمہم اللہ تمام مقلد حنفی مذہب کے نہیں گزرے مگر متاخرین اور اصل بات وہ ہے جو اوپر مذکور ہوئی۔

غرض ذکر جہر جائز ہے اور بضرورت مستحب ہے اور یہ بات بعضے علماء حنفیہ نے لکھی بھی ہے اور دُنیا کے کاروبار آدمی اس واسطے کرے کہ اس کے ہاتھ پاؤں بیکار نہیں۔ ان سے کچھ محنت کر کے خدمت والدین اور نفقہ اہل وعیال کا حاصل کرے مگر نہ اتنا کہ اسی جگتا ہو رہے کہ یہ علامت غفلت کی ہے اور اس صورت میں یہ مشغولی دُنیا کی دین ہی کے کاروبار کے شمار میں آوے گی بلکہ کھانا پینا بھی اسی نیت سے کرے کہ یہ حکم خداوندی ہے اور بنا نا نچہ اور ڈبہ اور تجارت تمباکو کی مکروہ ہے۔ اگر کچھ اور کام ہو سکے تو افضل ہے اور بدرجہ ناچاری اس کو اختیار کرے اور بہتر اپنے واسطے نہ سمجھے ترقی رزق کے لیے بعد نماز عشاء تنہا بیٹھ کر "**یا وھاب**" چودہ سو چودہ بار پڑھے اور بعد اس کے یہ دُعا سو بار پڑھے: "**یا وھاب ھب لی من نعمة الدنیا والاٰخرة انک**

انت الوھاب" اور سورہ "اذا جاء نصر اللّٰہ" بعد نماز صبح ۲۱ بار اوّل آخر دُرُود ۲۱ بار بعد ظہر ۲۲ بار اور بعد عصر ۲۳ بار اور بعد مغرب ۲۴ بار اور بعد عشاء ۲۵ بار اوّل وآخر دُرُود ان کے برابر پڑھے یہ دونوں وظیفے بے کسی شرط کے مداومت کرے ان شاء اللہ رزق واسع ملے گا اور بعد نماز صبح ۱۰۰ بار "یامغنی" اور گیارہ بار سورۂ مزمل بھی ترقی رزق کو بہت نافع ہے۔ مشغولی ہر دم اور زیادتی شوق کے لیے پاس انفاس سے کوئی چیز بہتر نہیں مگر اس کی مشق میں اوّل بہت دُشواری ہوتی ہے ہمت چاہیے آدمی جیسا بے تکلف سانس لیتا ہے اس کو تھوڑا سا آمد ورفت میں زور دے یعنی کھینچے اور بقوت چھوڑ دے اور اندر کے سانس میں اللہ اور باہر کے سانس میں ہو کا تصور کرے اوّل اوّل خلوت میں اس عمل کو اتنا کرے کہ گرمی آجاوے یا آواز پیدا ہو جاوے پھر اُٹھتے بیٹھتے چلتے پھرتے غرض ہر حال میں اس کا تصور جمائے رکھے۔ اوّل دھیان کی ضرورت ہوتی ہے پھر بے دھیان ذکر جاری ہو جاتا ہے۔ ترقی علم وحکمت کے لیے بہتر اس سے کوئی عمل نہیں کہ ہر کام دین کا اخلاص سے کرے اور اپنی بندگی اور احتیاج اور خداوند کریم کا مالک الملک ہونا اور کمال استغناء کا دھیان کرے بلکہ یہی عین حکمت اور خلاصہ تمام علوم کا ہے اور خوابوں کے دیکھنے کے لیے الم نشرح ۱۷ بار سوتے وقت پڑھ کر سینہ پر دم کر لینا اور ذکر کے دھیان میں سو رہنا بہت نافع ہے اور نصیحت عام یہ ہے کہ بندگی کو اپنا ضروری کام جانے اور ذوق وشوق کو پونجی راہ طلب کی اگر یہ موجود ہوں شکر الٰہی کرے اور نہ ہوں تو اس غم سے خالی نہ ہو۔

گرنہ داری شادیٔ از وصل یار　　خیز برخود ماتم ہجران بدار

دو باتیں طالب کو اور بھی بہت ضروری ہیں ایک تلاوت قرآن شریف کہ کم سے کم ایک سیپارہ روز پڑھے اگر حافظ ہو تو نفل میں پڑھے اور نہیں تو دیکھ کر اور دوسرے روزہ نفل کہ ہر مہینہ میں تین روزے تیرہویں چودھویں پندرہویں کو رکھے اور نوافل صلوٰۃ جو آئے ہیں جیسے اشراق کی دو رکعت اور چاشت کی چار اور چھ اوّابین اور تہجد کی

چار سے دس تلک ان سب پر یا جتنے پر ہو سکے مداومت ہو تو کیا کہنا۔ غرض کہ جو کام ہو سکے دوام اس میں شرط ہے اور اسی لیے اتنا کام مقرر کرے کہ نباہ سکے اور ایک دو دن کے لیے تاثیر کچھ ظاہر نہیں ہوتی۔

فقط از دیوبند مدرسہ عربی ۱۴ ر رجب روز شنبہ ۱۲۸۵ھ

## آٹھواں خط

برادر دینی محبِّ یقینی طالب صادق عنایت فرمائے دور ماندگان منشی محمد قاسم سلمہ اللہ تعالیٰ۔ محمد یعقوب بعد سلام مسنون عرض کرتا ہے۔ خط تمہارا اخیر شعبان میں آیا، اس زمانہ میں امتحان مدرسہ کا ہو رہا تھا۔ فرصت نہ تھی پھر رمضان شریف کے سبب اتفاق خط لکھنے کا نہ ہوا۔ اب بعد رمضان خیال تھا کہ جواب لکھوں مگر خوب یاد نہ رہا کہ تم نے تصور شیخ کو پوچھا تھا۔ اے برادر تصور شیخ متقدمین صوفیہ نے جو لکھا ہے اس میں یہ قید کی ہے کہ محبت و تعظیم ہو اور اس سے زیادہ جو کچھ اُمور ہوئے بعضے متاخرین نے بفرط محبت یا بطرز غلط فہمی کے وہ سب اُمور اصل تصور شیخ سے باہر ہیں اور جن لوگوں نے کہ منع کیا اس آخر کو منع کیا نہ اوّل طریق کو اور اصل یہ ہے کہ جیسے تصور دیوار و در کا بلکہ اپنے کسی آشنا کا۔ بلکہ اپنے کسی معشوق کا ممنوع نہیں۔ تصور شیخ کا کہ اس سے محبت دینی ہے ممنوع نہیں۔ ہاں اس کو حاضر و ناظر سمجھنا یا مدد و معاون جاننا یا فرط تعظیم کہ عبادت کے مرتبہ کو پہنچا دے کرنا یہ اُمور شرکیہ سب ممنوع ہیں۔

قاعدہ یہ ہے کہ جس چیز سے آدمی کو لگاؤ ہوتا ہے اس کا تصور ہوا کرتا ہے اور جس چیز کا اکثر تصور کرے اس سے ایک لگاؤ ہو جاتا ہے اور محبت اور عقیدت کا مضبوط ہو جانا اور طبیعت کا ایک جانب لگ جانا اس راہ میں نہایت مطلوب ہے اس لیے ان بزرگواروں نے اس کو تجویز کیا ورنہ طالب خدا کو سوا خدا کے کسی سے کیا کام پڑا ہے بلکہ اتنی توجہ ہر چند شرعاً ممنوع نہیں مگر طریق صوفیہ کہ صفائی توحید پر اس کی بناء ہے اس کے خلاف ہے کہ اتنا بھی خیال غیر کا رہے اسی امر کی طرف مولانا روم اس شعر میں اشارہ کرتے ہیں:

چوں خلیل آمد خیالِ یار من　　صورتش بت معنی او بت شکن

اے برادر بندگی اور خدمت مطلوب ہے اور یہ سب حیلہ اور وسیلہ کی باتیں ہیں ہوں یا نہ ہوں ہر زمانہ میں طرزِ تصوف کا بدلا اور ہر شیخ نے ایک جدا طریق برتا ہے۔

اس زمانہ میں اتباعِ سنت اور استقامتِ شریعت پر اصل ہے اور بہتیرے اُمور پہلے جب تک ان سے کچھ خرابی نہیں نکلتی تھی جائز تھے اب وہ مکروہ ہیں کہ منشاء کسی خرابی کے ہیں اوّل تو تصور کوئی چنداں امرِ ضروری نہیں اعتقاد اور محبت اور توحید مطلب کافی ہے اور اگر ہو تو محبت اور تعظیم سے ہو اور اس سے زیادہ سراسر خرابی ہے حاجی عبدالسلام کو بعد نیاز کے کہیو کہ بندۂ خدا بعد فرمان برداری خداوندی خدمت والدین واجب اور فرمانبرداری ان کی ضروری تمہارے والد نہایت ضعیف آفتاب لب بام ہیں تمہاری ہر دم منتظر ان کو اپنا منتظر بنا کر تم کیا ثواب حاصل کرو گے اگر وہ یوں ہی تم سے ناخوش چل دیئے الاہم فالاہم پر کاربند ہونا چاہیے۔

والسلام　　　۱۵؍ شوال ۱۲۸۵ھ روز جمعہ

## نواں خط

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ. وَنُصَلِّيْ عَلٰى رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ.

محمد یعقوب کی طرف سے برادرم محبِّ واثق طالبِ صادق اہل اللہ پختہ کار عالی ہمت نیک کردار محمد قاسم اطال اللہ عمرہ۔ ”وبلغه الی مایتمناه“۔ بعد سلام مسنون کے مطالعہ کریں تمہارے خط متواتر پہنچے مگر بسبب قلتِ فرصت اور کاہلی کے جواب نہ لکھا۔ ایک روز قصد جواب لکھنے کا کیا تو یہ یاد نہ آیا کہ تم نے کیا کیا پوچھا تھا تصورِ شیخ کا مضمون یاد آیا تو اس کا جواب لکھا اب تمہارے اُمورِ مستفسرہ کا جواب لکھوں۔ اشغال قادریہ میں مقصود اصلی ضرب اور وزن ہے اس لیے ان کے اشغال ایک ضربی اور دو ضربی اور سہ ضربی اور چار رکنی اور شش ضربی اور ہشت ضربی مقرر ہیں اور غرض ضرب سے طبیعت غفلت زدہ کا مضمون ذکر سے متنبہ ہونا ہے اور ضرب سے اشارہ مقصود

ہے۔ یہ غرض نہیں کہ سر کو بہت جنبش دے اور بہت قوت کرے اور آواز معتدل چاہیے مگر دوضربی اور سہ ضربی میں اخیر کا لفظ بہ نسبت اوّل کے قوت سے کہے اور مقصود داہنے بائیں سے جانب داہنے اور بائیں یعنی ذرا داہنی طرف کو منہ کر کے کہے اور بائیں طرف کر کے کہے اور سب میں وقف کرے، ضمہ ظاہر نہ کرے اور بلا فصل سے یہ غرض ہے کہ مثلاً چار ضربی میں چار دفعہ اسم ذات کا ایک دورہ ہے ان چاروں کو بدوں توقف کے کہے اور اسی طرح سب کو قیاس کرلے اور یہ غرض نہیں کہ سانس نہ توڑے بلکہ ہر ضرب پر سانس جدا کر دے اور ذکر اسم ذات میں خیال وجود اور حضور الٰہی کا رکھے اور تصور نور کا کرے کہ قلب سے جوش کرتا ہے اور اوپر کو اور گرد کو پھیلتا بلند ہو جاتا ہے اور نفی اثبات میں تصور کرے "لا الٰہ" کے اندر لامعبود کا مبتدی اور لامقصود کا متوسط اور لاموجود کا منتہی اور الا اللہ کے ساتھ ذات پاک بے کیف یعنی بیچوں بچگون جامع جمیع صفات کمال کا خیال کرے۔ ہمارے بزرگوں کے نزدیک مبتدی کے حق میں بہتر نفی اثبات سے کوئی شغل نہیں مگر بعضی طبیعتوں کو اور بعضے وقتوں میں مناسبت اسم ذات کے ساتھ ہوتی ہے۔ اگر شیخ مناسب سمجھے تو اس کی اجازت دے اس لیے خاندان چشتیہ صابریہ میں شغل بارہ تسبیح کا اصل ہے اور مبتدی سے منتہی تک سب کو مفید صورت اس کی یہ ہے کہ در تسبیح نفی اثبات کی اور چار اثبات مجرد کی یعنی "الا اللہ" کی اور چھ اللہ اللہ پہلے کو ضمہ اور دوسرے کو وقف اور ایک تسبیح اسم ذات مجرد کی کہ اللہ وقف کے ساتھ کہے اور اللہُ بضم مجہول اسم ذات ہے وقف اس میں نہیں در صورت یہ کہ اس کے بعد کچھ کہے تو اس طرح پڑھے نہیں وقف کرے جیسے اللہ اکبر یا اللہ اللہ اس میں ہے کو ضمہ دے اور آخر کو وقف کرے اور اللہ ھو کے معنی یہ ہیں کہ ذات پاک بیچوں بچگوں جامع جمیع صفات کمال معبود حقیقی کہ یہ معنی اللہ کے ہیں ایسا ہے کہ پردہ غیب جلال میں چھپا ہے۔ آنکھ اور خیال اور وہم اور عقل اور فہم اس کے ادراک سے عاجز ہے۔ یہ ھو کے معنی ہیں اور ھو ضمیر غائب کی ہے جیسے آں فارسی میں اور وہ ہندی

میں کہ اشارہ چھپی چیز کی طرف ہے اور تاثیر ان دونوں ذکروں میں ایک سی ہے مگر سالک کے لیے کثرت اللہ کی موجب جذب کی ہوتی ہے، مراد جذب سے بے ہوشی اور جنون نہیں بلکہ عنایت الٰہی کا متوجہ ہونا کہ بندہ کو اپنی طرف لگائے اور اپنی سمت کو کھینچ لے اور کثرت اسم ذات سے اوّل انوار اور ظہور اسرار کا بہت ہوتا ہے اور آخر کو جذب اور ذکر پاس انفاس میں مقصود دوام ذکر ہے کہ ذکر مثل طبیعت کے ہو جاوے اور بے ارادہ اور بے قصد جاری ہو اور اس میں وہی تصور ذات پاک اور مرتبہ غیب کا چاہیے اور یہ بات جو مشہور ہے کہ ذکر اللہ ھو سے ویرانہ ہو جاتا ہے غلط ہے البتہ اس کے یہ معنی ہیں کہ قلب سالک میں جو خناس کا لشکر آباد ہے وہ درہم برہم ہو جاتا ہے اور وہاں بجز روز و شب محبت کے کچھ نہیں رہتا اس کو چاہو کوئی ویرانہ کہو یا آبادی نام کہے ورنہ احادیث سے ایسا سمجھ میں آتا ہے کہ بنیاد اس عالم کی ذکر سے ہے اور جب تلک دُنیا میں خدا کے نام لینے والے رہیں گے دُنیا آباد رہے گی اور جب یہ نہ رہے قیامت آجائے گی۔ وظیفہ "یا وھاب" کے واسطے چنداں خلوت شرط نہیں البتہ ذکر کے لیے خلوت شرط ہے کیونکہ بے خلوت تاثیر پوری ظاہر نہیں ہوتی اور اصل کام کرنا ہے خلوت وجلوت سب زائد ہیں۔ اگر کسی کو مجمع میں رہنا اور بازاروں میں بیٹھنا اور خلق سے مشغول رہنا ذکر سے غافل نہ کرے وہ خلوت میں ہے۔

غرض یہ ہے کہ پریشانی ہجوم اشغال کی بذریعہ خلوت کے موقوف ہو تو ذکر کی تاثیر ظاہر ہو ورنہ غرض ذکر سے ہے نہ خلوت سے اور ذکر جہر تنہائی میں اسی واسطے ہے کہ شرم بھی نہ آئے اور دل اور کسی طرف مشغول نہ رہے۔ آخر شب میں یا اوّل روز میں الگ مکان میں کرنا چاہیے اور اچھے کام میں شرم کیا ہے خدا، توفیق رفیق رکھے شرم کے واسطے اور بہت سے کام ہیں جن میں شرم کرنی چاہیے اور نوافل میں کوئی صورت معین نہیں۔ جو اتفاق ہو پڑھو اور اگر اکتفا سورۂ اخلاص اور معوذتین پر رہے تو بھی کچھ مضائقہ نہیں مگر بدلتے رہنا بہتر ہے اور پہلے خط میں تم نے عرضی لکھنے بھیروں کے

تھا ان کے باب میں پوچھا تھا یہ گناہ کبیرہ ہوا توبہ کرنی چاہیے اور خداوند کریم سے عہد کرو کہ پھر تائید کفر میں دم یا قدم یا قلم نہ ہلاؤ۔ یہ مضامین پہلے خط کے جواب میں اور تمہارا اشتیاق بہت معلوم ہوا اللہ کریم اپنی محبت عنایت کرے یہ ناکارہ قابل ملاقات نہیں باتیں بنانا اور بات ہے اور اچھا ہونا اور بات ہے مگر یہاں اور چند بزرگ ایسے ہیں جیسا تم نے خیال باندھا ہے۔ البتہ ان کی زیارت اس وقت میں مغتنمات سے ہے۔ غرضیکہ اگر والدین کی رضا اور اجازت ہو اور کوئی حرج نہ ہو اور سامان بن پڑے تو کبھی ارادہ کیجیو، بندہ مانع نہیں مگر رضا والد کی شرط ہے اور کتاب "دافع الفساد" کا جو مضمون لکھا ہے، بہت درست اور صحیح ہے۔ کنز الدقائق فارسی بہت خوب ہے مگر جو لاہور کی چھپی ہوئی ہے اس کے حاشیہ پر اور اوراق زائد پر روایتیں نقل کی ہیں بالکل غیر معتبر ہیں۔ کنز الدقائق اُردو جس کا نام "احسن المسائل" ہے یہاں ملتی ہے اس کی قیمت دو روپیہ ہے اور مظاہر الحق کے ملنے کی بھی اُمید ہے کہ بعد تلاش ملے اور شاید دس روپیہ یا کچھ کم زیادہ کو ملے اور ہدایت الاعمیٰ کبھی میں نے دیکھی سنی بھی نہیں۔ فقط والسلام تاریخ چاہ محمدی کے ایک مصرعہ میں بہت عمدہ یہ ہے۔ (یہ چشمۂ فیض بے بہا ہے)

۱۳؍ ذیقعدہ ۱۲۸۵ھ

## دسواں خط

برادرم دینی باخلاص محبت یقینی باختصاص سلمہ اللہ وبلغہ الیٰ ما یتمناہ۔ بعد سلام مسنون واشواق مشحون مطالعہ فرمائیں۔ تمہارے خطوط متواتر آئے، ایک بار ٹکٹ آٹھ آنے کے اور بعد میں ٹکٹ دو روپیہ کے پہنچے۔ وجہ دیر جواب کی یہ ہوئی کہ اوّل خط کے پہنچنے پر والد حاجی عبدالسلام کے بجنور کو گئے اور بندہ نے وہ مضمون ان کی خدمت میں لکھا، انتظار جواب کا رہا اور وجہ اس تردد کی یہ ہوئی کہ بعضے دوستوں کی زبانی معلوم ہوا کہ حاجی عبدالسلام کو اپنے والد سے رنج بجہت اس رشتہ کے تھا اور اسی سبب سے یہ نکل گئے تھے اور اگر اس نکاح کی خبر اُن کو ہوئی کہ ان کی بھتیجی عمدہ حافظ نذیر احمد ان کے

بھانجے سے بیاہی گئی ہے تو وہ کبھی نہ آویں گے۔ میں اس انتظار میں رہا کہ دیکھوں ان کے والد کیا لکھتے ہیں مگر نہ انہوں نے جواب لکھا اور نہ خود اب تک آئے، اب میری رائے میں یہ مناسب معلوم ہوا کہ یہ خبر حاجی عبدالسلام کو دینا بہتر ہے۔ کوئی بات چھپنے والی نہیں اور یہ ان کو میری طرف سے بعد سلام معروض ہو کہ نافرمانی والد کی اور ان سے رنج رکھنا ایسے امر میں جس میں شرعاً ان کو بالکل اختیار تھا سراسر خلاف حکم اللہ اور رسول کے ہے اور موجب رُسوائی دُنیا اور آخرت کی آگے تم دانا ہو اپنے بھلے بُرے کو سمجھو گے اور میں اس قصہ سے بے علاقہ محض ہوں پہلے بھی اور اب بھی جو کچھ لکھا محض للہ فی اللہ لکھا۔ ترجمہ کنز کا تو ملا مگر مظاہر حق ان دنوں بہت کمیاب ہے اگر چھپے گی تو ان شاء اللہ سستی ملے گی۔ پہلے چھ سات روپیہ کو ہاتھ آجاتی تھی اب دس پندرہ کی خبر سنتے ہیں اس لیے چندے تامل کرنا بہتر ہے اور شرح فقہ اکبر کی میں نے دیکھی نہیں۔

غرض مختصر یہ ہے کہ اگر کتابیں عمدہ عقائد اور فقہ اور سلوک کی ملیں تو اس پر عمل کرے۔ نہیں کسی عالم متدین باانصاف کی خدمت سے فیض اُٹھاوے اور در صورت نہ ہونے ان اُمور کے یہاں عزم بالجزم کرلے کہ میں حق کا تابع ہوں جدھر ہو اور جب واضح ہو جاوے اور جب کبھی حق بات معلوم ہو جاوے اپنی قدیمی بات چھوڑ کر اس کا تابع ہو جاوے۔ یہ امر اصل ہے ہدایت کی کیونکہ اکثر مانع رہ ہدایت سے اتباع رسم قدیم کا ہوا کرتا ہے اور اتباع رسم بدون اس عزم کے چھوٹ نہیں سکتا۔ اگر جہل بھی مانع راہ حق ہے مگر جب خبردار ہوتا ہے تو اکثر پہلی بات چھوڑ کر جو کچھ معلوم ہوا اس کا اتباع کیا کرتا ہے اور یہ بات تجربہ سے بخوبی واضح ہے ایک بات اور قابل بیان کے ہے کہ بہت باتیں زمان قدیم اور حال کے باقتضائے وقت مختلف حکم رکھا کرتی ہیں اور وجہ اس کی یہ ہوتی ہے کہ نام ان چیزوں کا وہی ہوتا ہے اور حقیقت بدل جاتی ہے اور ظاہر ہے کہ حکم حقیقت پر ہے نام پر نہیں۔ مثال اس کی قبروں پر جانا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے پہلے اس غرض سے مروج تھا کہ وہاں جا کر مُردوں کو یاد کرتے اور

طرح بطرح کے اشعار دردآمیز پڑھتے اور روتے اور چلاتے اور خاک اُڑاتے اور اقسام طرح کی واہیات کرتے آپ کے زمانہ میں ممانعت ہوگئی کہ کوئی قبروں پر نہ جایا کرے، جب وہ عادت متروک ہوگئی اور قلوب اہل اسلام کے مصفا ہوگئے اور رجوع الی اللہ میسر ہوا آپ نے اجازت دی اور فرمایا کہ پہلے تم کو میں نے زیارت قبور سے منع کیا تھا اب جایا کرو اور بعض روایتوں میں ہے کہ قبروں پر جانا دل کو نرم کرتا ہے اور موت یاد دلاتا ہے۔ اس سے وجہ اور حکمت قبروں پر جانے کی معلوم ہوگئی۔

اب اخیر زمانہ میں بجائے یاد کرنے موت کے جو کچھ لذائذ ظاہری قبر کی زیارت میں میسر آسکے کہیں جمع نہیں ہوسکتی۔ علماء زمانہ نے اسے منع کیا تو اب عرسوں کا جانا اسی نام سے مشہور ہے کہ زیارت قبور ہے اور حقیقت اس کی بدل گئی، یہ بہت عمدہ قاعدہ ہے بھلی بُری بات کی پہچان کا اور جواب ہے اکثر اعتراضوں کا جو اکثر ناواقف اس وقت کے علماء پر کرتے ہیں کہ کیا پہلے عالم نہ تھے اور یہ باتیں تو قدیم سے چلی آتی ہیں۔

حاصل سب کا یہ ہے کہ آدمی فکر آخرت کرے اور خلق کے جھگڑوں کو ان کے سپرد کرے۔ مسافر راہ گیر کو کسی کے جھگڑے اور تحقیق اور تفتیش حق و باطل کو مقدمات سے کیا کام اس کا کام یہ ہے کہ اپنی راہ لگے اور راہ حق واضح ہے جہاں اشتباہ ہو تحقیق کرلے اور کام لگے، راہ بدون چلے قطع نہیں ہوتی کتنا ہی تحقیق کرلے اس سے کام نہیں نکلتا۔ خداوند کریم نیک توفیق عطا فرمائے اور طریق دین پر ثابت قدم رکھے۔ احقر کو بھی دُعا سے یاد رکھو کہ طالب دین کی دُعا قبول ہوتی ہے ٹکٹ ۸/ میں سے جو محصول میں سے بچے ملفوف ہیں اور ایک ٹکٹ اس خط پر لگا دیا۔ (۱۱ محرم ۱۲۸۶ھ)

اپنے والد اور بھائیوں اور بخشی جی کو سلام کہنا۔

## گیارہواں خط

عنایت فرمائے من مہربان و مشفق برادرم منشی محمد قاسم سلمہ اللہ تعالیٰ۔ بعد سلام مسنون و اشواق مشحون مطالعہ فرمائیں۔ بہت دنوں سے تمہارا کوئی خط نہیں آیا مجھے بھی

اتفاق خط لکھنے کا نہیں ہوا۔ بتاریخ پنجم ربیع الاوّل بروز چہارشنبہ شیخ رحیم الدین صاحب والد حاجی عبدالسلام نے چندروز بیمار رہ کر بقضائے الٰہی انتقال کیا اور وہیں مدفون ہوئے۔ اگر حافظ عبدالسلام وہاں تشریف رکھتے ہوں تو یہ خط ان کی خدمت میں گزراننا چاہیے ان کے سب اقربا کی اور نیز میری طرف سے بعد سلام گزارش کرنی چاہیے کہ اب تم ارادہ آنے وطن کا کرو تمہاری شرط پوری ہوئی۔ تمہارے سوا تمہارے گھر میں اور کوئی نہیں، آئندہ تم مختار ہو اور بعد سلام یعقوب یوں عرض کرتا ہے تمہارے والد نے تم سے ناخوش انتقال کیا اور غالباً تم بھی کسی بے وجہ شرعی ان سے اب تک ناخوش ہو موت بہت نزدیک ہے اس کا فکر کرو عاقل را حرفے بس۔ اس ملک میں گرمی کی شدت ہے باوجود شروع موسم کے بارش کا پتہ نہیں۔ نرخ روز بروز گراں ہوتا جاتا ہے یہاں کی تول سے نرخ گندم ۱۵ اثار ہے۔ خدائے کریم رحم فرمائے۔

راقم محمد یعقوب (از مدرسہ عربی دیوبند)

## خط بارہواں

برادرم مہربان عزیز از جان طالب صادق منشی محمد قاسم سلمہ اللہ واطال اللہ عمرہ۔
بعد سلام مسنون اشواق مشحون مطالعہ کریں۔ تمہارا خط آیا اُمور مندرجہ معلوم ہوئے۔
تمہارے خط آنے سے پہلے ایک خط تمہارے نام لکھا تھا پہنچے گا ان شاء اللہ۔
حاجی عبدالسلام کے والد شیخ رحیم الدین صاحب نے بمقام بجنور بروز چہارشنبہ ۵ ربیع الاوّل انتقال کیا اور حافظ نذیر احمد کے پاس چندروز سے گئے ہوئے تھے۔

"اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ"

حاجی عبدالسلام صاحب کو بعد سلام کے مضمون تعزیت کہہ دینا چاہیے مگر افسوس یہ ہے کہ تمہارے والد تمہارے مشتاق اور شکایت مند جہاں سے اُٹھے اور لوگ کہتے ہیں کہ تم کو بھی ان سے کچھ کدورت تھی اور وجہ کدورت کوئی امر شرعی موجہ نہیں معلوم ہوا۔ اس احقر کو کمال افسوس ہے للہ فی اللہ آپ کی خدمت میں عرض کیا اس کا فکر لازم

ہے۔ موت بہت قریب ہے اور معاملہ وہاں کا بڑا کٹھن خداوند کریم توفیق نیک عطا فرمائے اور مکر وفریب نفس شیطان کے سے بچائے آمین۔ اس ناکارہ کو بھی دُعا خیر سے یاد فرماویں۔ تم نے اے میاں محمد قاسم درباب سماع اموات کے پوچھا ہے۔
برادرم عزیز یہ مسئلہ زمان صحابہ سے اب تلک مختلف فیہ ہے اور ہر ایک گروہ اپنے دلائل قرآن حدیث سے ذکر کرتے ہیں اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی روایات کتب فقہ میں جو مذکور ہیں ان سے بھی کچھ ایسا ہی سمجھ میں آتا ہے کہ مُردے سنتے نہیں مگر احقر کے نزدیک تحقیق یہ ہے کہ مُردے سنتے ہیں اور خاص کر اولیاء اور انبیاء کو اس باب میں ایک شان جدا ہے کہ تفصیل اس کی طویل ہے اور یہ خلاف جو اوائل سے اواخر تک رہا اوائل کا خلاف تو کچھ نزاع لفظی معلوم ہوتی ہے اور متاخرین نے ان کے اقوال کی پرورش کی ہے اور امام صاحب کے اقوال کا میری رائے ناقص میں یہ مضمون ہے کہ عرف عام میں بات کرنا اور کہنا سننا اس کا نام ہے کہ زندگی میں جو لوگ آپس میں کرتے ہیں اور مُردوں کا سننا ایک بات علاوہ ہے ایسے اگر کوئی کہے کہ اگر میں زید سے بولوں تو میرا غلام آزاد ہے اور بعد مرنے کے اس کے جنازہ پر یا اس کی قبر پر جا کر سلام علیک کرے یا کچھ خطاب کرے تو غلام آزاد نہ ہوگا کیونکہ یہ کلام کرنا نہیں اس لیے کہ مُردے سنتے نہیں اور جن صاحبوں نے یہ کہا کہ بدن نہیں سنتا اور روح سنتی ہے اس کے معنی بھی کچھ ایسے ہیں جس سے سننا اور دیکھنا نکلتا ہے۔
حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب تلک میرے حجرہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ مدفون تھے تو میں بے تکلف آیا جایا کرتی تھی اور جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ مدفون ہوئے تو میں اپنے کپڑے درست کر کے جاتی تھی اور اگر کوئی یہ کہے کہ یہ تو نبی اور اولیاء تھے میں کہتا ہوں حدیث شریف میں آیا ہے کہ قبر پر نہ بیٹھے کہ اُس سے مُردہ کو ایذا ہوتی ہے اور بعضوں نے کہا ہے کہ بیٹھنے سے مراد پاخانہ کے لیے بیٹھنا ہے۔

اور اسی طرح غالباً پیشاب کرنے کی ممانعت مقابر میں آئی ہے کہ مُردوں سے شرم کرنی چاہیے اور بہت سی احادیث واقوال ایسے ہیں کہ گنجائش تاویل کی نہیں۔ رہی یہ بات کہ استعانت قبر سے یا اہل قبر سے کیسی ہے تو اے برادر استعانت مُردہ سے زندہ کی استعانت پر قیاس کرنا بے عقلی ہے۔ استعانت زندوں سے بات کلام ہاتھ پاؤں کے کاموں سے ہوتی ہے اور مُردہ اس میں معذور ہے۔

باقی رہی دُعا تو وہ البتہ ممکن ہے دُعا ﴿ جواز یعنی عدم معصیت سے مفید ہونا لازم نہیں آتا اس کے لیے مستقل دلیل کی حاجت ہے جواز تو صرف محذورات نہ ہونے سے ہوسکتا ہے خواہ عبث ہی ہو اور جب تک یہ نہ ثابت ہو جاوے کہ اموات کو اذن ہوتا ہے زائرین کی فرمائش کے موافق دُعا کرنے کا تب تک یہ استدعا عبث ہے۔ ۱۲ حظوظ ﴾ کی اگر استدعا کرے تو جائز ہے مگر قبر پر کرے نہ کہ دور سے اور شاہ عبدالعزیز صاحب رحمہ اللہ نے جو فرمایا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ روح زندگی میں جسم سے علاقہ رکھتی تھی، اب بعد مرنے کے بھی ایک علاقہ ہے، اگر یہ جسم ایک جگہ میں محفوظ رہے گا تو روح کا ایک مکان بسبب اس علاقہ کے معین رہے گا نہیں تو روح بے نشان ہے۔ یہ علاقہ گیا تو روح اس عالم سے بے علاقہ ہوگئی اور فیض سننے سے علاقہ نہیں رکھتا وہ ایک چیز اور ہے مکان سے اور وقت سے اور کپڑے سے بھی فیض ہوتا ہے۔ قبر میں تو وہ جسم ہے جس میں روح ایک مدت تک رہی ہے۔ اس سے اگر فیض ہو تو کیا عجب ہے اور بعض لوگوں کو جو بطور خرق عادت اہل قبور سے تعلیم علم یا جواب مشورہ وغیرہ اُمور حاصل ہوتے ہیں وہ ایک فیض غیبی ہے کہ اہل استعداد کو بوساطت بعض ارواح کے ہو جاتا ہے اور تفصیل اس کی طویل ہے پھر لکھوں گا۔ اپنے والد اور بخشی غلام علی صاحب اور عنایت فرمایوں کو سلام علیک پہنچائیو۔ عریضہ محمد یعقوب از دیوبند مدرسہ عربی۔ اگر تاریخ بن پڑی تو ان شاء اللہ پھر لکھوں گا۔

۱۴؍ربیع الاوّل ۱۲۸۶ھ

## خط تیرہواں

برادرم عزیز القدر عزیز شان طالب صادق سلمہ بعد سلام مسنون اشواق مشحون مطالعہ کریں۔ خط تمہارا آیا، سب حال معلوم ہوا، جو مسئلہ تم نے پوچھا ہے اس کا جواب اس حدیث سے نکلتا ہے "لا یشکر اللّٰہ من لا یشکر الناس" یعنی اللہ کا شکر نہیں کیا جس نے آدمیوں کا شکر نہیں کیا اور اطاعت والد یا اُستاد کی شکر ہے اور شکر موجب برکت دارین کا ہوتا ہے اور جب کوئی اولاد یا شاگرد سے پھر جاتا ہے تو ناشکر ہوتا ہے اور یہ ناشکری آدمیوں کی ناشکری اللہ جل شانہ کی ہے اور اللہ جل شانہ کی طرف سے فیض علم کا اور رزق کا بند ہو جاتا ہے اور عقوق والدین کو کبیرہ علماء نے سمجھا ہے اور یہ جو مشہور ہے کہ باپ بیٹے کو محروم الارث کر دیتا ہے اور اسے عاق کرنا کہتے ہیں۔ شرعاً اس کی کچھ اصل نہیں اور مرتکب کبیرہ کا امام مقرر کرنا بہتر نہیں اور اگر امام ہو تو نماز اس کے پیچھے جائز ہے اور دوسرے مسئلہ کا جواب اگر ایک شخص کی دو لڑکیاں ہوں اور ایک شخص ایک لڑکی سے نکاح کر لے اور اس شخص کا بیٹا دوسری سے نکاح کرے تو یہ صورت شرعاً جائز ہے جو رشتہ حرام ہیں ان میں سے یہ رشتہ نہیں اور سوتیلی خالہ یعنی مائیدر کی بہن یہ کوئی رشتہ نہیں اور جواب ذکر کے مقدمہ میں یہ ہے کہ نشست چار زانوں بیٹھے اس طرح کہ انگوٹھا داہنے پاؤں کو بائیں گھٹنے کے اندر کی جانب ایک رگ ہے اس کے اوپر اور اُنگلی پاؤں کی اس کے نیچے رکھے اور بایاں پاؤں دہنے گھٹنے کے نیچے رکھے اور دونوں ہاتھ دونوں گھٹنوں پر رکھے اور کمر کو سیدھی رکھے اور بوقت مدلا کے تمام جانب بدن کی موڑے فقط گردن ہی کو نہ موڑے اور ضرب بھی اسی طرح کرے اور جہر متوسط سے ذکر کرے۔ امید اللہ جل شانہ کے فضل سے یہ ہے کہ چند روز میں حرارت قلب میں پیدا ہو جائے اور ذکر میں لذت آنے لگے اور جس جگہ ذکر میں لذت معلوم ہو وہاں دمادم بے تعداد اُسی ذکر کو کرے۔

اور یہ بھی یاد رہے کہ یہ سب ترکیبیں ایسی ہیں جیسے صیاد کا جال بچھانا یا سائل کا

مانگنا، اگر شکار آتا ہے یا بھیک ملتی ہے محض فضل الٰہی سے ملتی۔ اسی طرح طالب کو چاہیے کہ اپنے آپ کو اور اپنی محبت کو اور مرشد کی تعلیم کو اور شرائط کے ادا کو وسیلہ جوشِ رحمت کا سمجھے اور اُمیدوار فضل الٰہی کا رہے اور اگر اثر میں دیر ہو تو گھبراوے نہیں، استقامت ہر فن میں اصل ہے۔ بعضی بات ہر فن میں تل اوجھل پہاڑ ہوتی ہے اور وقت پر سمجھ میں آ جاتی ہے یونہی بتلانے سے نہیں آتی۔ اسی طرح اس فن کا بھی حال ہے اور تصور مرشد کا وقت ذکر کے بہت نافع ہوتا ہے مگر نہ اس طرح کہ اس کی تصویر کھینچ کر سامنے رکھے یا اس کی صورت ہو بہو خیال میں باندھے بلکہ اس طرح کہ جیسے عاشق معشوق کو یاد رکھتا ہے یا جیسے شاگرد وقت کام کے اُستاد کی ہٹوتی کا خیال رکھتا ہے اور یوں تصور کرے کہ فیض خداوندی بواسطہ اس پرنالہ کے مجھ تک پہنچتا ہے اور محمد رسول اللہ نفی اثبات کی تسبیح میں جب دس بارہ بار کلمہ کہہ لے تب ایک بار محمد رسول اللہ صلی کہے اور اس وقت اسی تصور مرشد کو بطور نیابت اور قائم مقام کے تصور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کرے آپ منبع ہدایت اور چشمۂ فیض ہیں اور اس کی مثال ایسی ہے کہ جو شخص کوتوال یا حاکم کسی شہر کا حکم مانتا ہے وہ حقیقت میں بادشاہ کا حکم مانتا ہے اور تابعدار حاکم کا تابعدار بادشاہی کہلاتا ہے اور اللہ میں ضمہ کی حاجت نہیں وقف کرے اور اوّل و آخر ۲۱۔ ۲۱ بار دُرود شریف پڑھے اور ۲۱۔ ۲۱ بار استغفار اور سات بار یہ دُعا بھی پڑھے: "**اَللّٰھُمَّ طَھِّرْ قلبی عن غیرک ونور قلبی بنور معرفتک ابدًا یاالله یاالله یاالله**" اور جیسے اجازت مجھے میرے بزرگوں سے پہنچی ہے بندہ تم کو اجازت دیتا ہے کہ مشغول اللہ کے نام کی کرو خداوند کریم تم پر یہ کام آسان کر دے اور فیوض غیبی سے مشرف فرماوے اور اس ناکارہ ننگ دو جہان کو اگر یاد رہے تو اوقات ذکر میں دُعاءِ خیر سے یاد رکھیں اور اس شغل میں طبیعت کو گرمی پیدا ہو جائے اور کچھ اثر ظاہر ہو تو خلوت کو بڑھا دینا بہتر ہوگا اور کثرت دُعا اور التجا جناب باری میں اور محنت اور مشقت کو رائگاں اور بیکار گننا اور اُمیدوار اس کے فضل کا رہنا بہتر ہے اور اگر بن

پڑے تو خیال پاس انفاس کا ہر وقت رکھا کرو، ہر دم آنے جانے کے ساتھ اللہ اللہ کا دھیان رہے تا کہ دم خود بخود ذاکر ہو جائے اور اگر یہ سر دست نہ ہو سکے تو ذکر جہر ہی پر محنت کرو، ان شاء اللہ تعالیٰ تمہاری محنت رائیگاں نہ جاوے گی۔

فقط والسلام　۱۳ ربیع الثانی ۱۲۸۶ھ

## خط چودھواں

محمد یعقوب نانوتوی عفی اللہ عنہ بخدمت برادرم عزیزم طالب صادق مرد راہ منشی محمد قاسم سلمہ اللہ تعالیٰ۔ بعد سلام مسنون اشواق مشحون معروض کرتا ہے۔ آپ کے تین خط متواتر احقر کے پاس آئے اوّل بار اتفاق سے بخار آیا تھا پھر کچھ نقاہت رہی کچھ قلت فرصت کا اور کچھ کاہلی بعد میں جو خط آیا تو میں پھر مکرر بیمار ہو کر کچھ نقاہت باقی تھی، وطن گیا تھا خط یہاں رکھا رہا، جب پھر دیوبند واپس آیا پھر بیمار ہو گیا اور وہی اسباب و موانع پیش آئے۔ جب تیسرا خط آیا ان دنوں کچھ ایسا مشغلہ رہا کہ امروز فردا میں آج تک جواب تعویق میں رہا۔ اُمید ہے کہ برادرم عزیز اس ناکارہ کاہل وجود کو معاف رکھیں، تم نے ذکر اللہ اللہ میں چند باتیں پوچھی ہیں۔ ذکر اسم ذات مکرر میں پہلے لفظ پر ضرب چاہیے اور دوسرا بے ضرب اور اسم ذات مجرد میں بھی ضرب چاہیے اور ضرب الف لام پر رکھے اور اسم ذات مکرر میں دونوں اسم ذات ایک سانس میں رکھے پھر پانس لے کر کے ایک بار ایک سانس میں بس کرتا ہے البتہ اسم ذات مجرد میں اگر چند بار ایک سانس میں کہہ جاوے تو مضائقہ نہیں ورنہ اس کو بھی ایک ہی سانس میں ایک بار کہے اور اسم ذات مکرر میں یہ تصور چاہیے کہ ظاہر و باطن اللہ ہے یا اوّل و آخر اللہ ہے اور تہجد کا وقت بہت عمدہ ہے۔ اگر اس وقت توفیق ہو تو بہت اچھا ہے نہیں تو بعد نماز صبح یا مغرب اور تہجد کے وقت کی فضیلت سورۂ مزمل کے ترجمہ سے واضح ہوگی اور شروع میں تہجد کی نماز فرض تھی اب نفل ہوگئی مگر سب سنن سے افضل ہے۔

دوسرے تم نے حال اپنی معاش اور تنگی کا لکھا ہے۔ برادرم عزیز نصیب سے

زیادہ کسی تدبیر سے نہیں ملتا عمل ہو یا تعویذ اور طریق انبیاء کا یا توکل ہے یا تسبب بلکہ تسبب ہی غالب حال ان کا رہا ہے تم بھی اللہ کے فضل کے بھروسہ کوئی مختصر سا حیلہ طلب رزق کا کرلو خدائے تعالیٰ اس میں برکت دے گا اور میرے گمان میں نوکری سب سے آسان ہے۔ جیسا تم کرتے تھے ویسا ہی کام کرتے رہو اور جو کچھ میسر آوے خدا پر بھروسہ کر کے کھا پی لو اور وطن میں اور اپنے متعلقوں میں اور والدین کی خدمت میں ہی رہنا بہتر ہے سفر کا ارادہ مت کرو خاص کر اس روسیاہ کے ملنے کے ارادہ سے کہ بحسب ضرورت تمہارے پوچھنے کی ضرورت سے کچھ اوٹ پٹانگ جواب لکھ بھیجتا ہوں ورنہ باللہ العظیم کہ حال میرا نہایت ابتر ہے، لائق صحبت نہیں خدانخواستہ ایسا نہ ہو کہ کچھ تمہیں اس نالائق کے پاس رہنے سے کوئی ضرر ہو اور خدائے تعالیٰ ہر جگہ موجود ہے اور اپنے یاد کرنے والے کے قریب تم اسی حال پر استقامت کرو ان شاء اللہ تعالیٰ فتح باب اور کشائش ہوگی اور استقامت سب اُمور میں بہتر ہے۔

متلون آدمی سے نہ کار دنیا بن سکے نہ کار دین اور ان دنوں کچھ احقر کو ایسی پریشانی پیش ہے کہ اس کے سبب اپنے قیام اور سفر میں متردد ہے بلکہ جب تک میں خود اپنے مقام اور نشان سے اطلاع نہ دوں تم خط نہ لکھیو اور میں خدا چاہے تو ماہ شوال میں اس کے حال سے تم کو آگاہی دوں گا اور عمل غنائے ظاہری اور قلبی کے لئے ایک یہ ہے کہ سورۃ مزمل ہر روز گیارہ بار پڑھ لیا کرو ہر نماز کے بعد دو بار اور عشاء کے بعد تین بار یا ایک ہی وقت گیارہ بار پوری کرلیا کرو اور گیارہ سو بار یامغنی بہ تصور التجا بارگاہ عالی میں جیسے مانگنے والا مانگتا ہے تو اس کو سخی اور داتا اور نواب اور بادشاہ کہہ کہہ کر اپنا مطلب عرض کرتا ہے اس طرح اس وظیفہ کو کرلیا کرو امید ہے کہ غنائے ظاہری و قلبی میسر آوے یہ عمل بہت مجرب ہے اور دست غیب وغیرہ کے عمل اول تو بہت دشوار ہوتے ہیں اور اگر بن بھی پڑے تو شرعاً اس کے جائز ہونے میں کلام ہے اور کیمیا مفقود۔ اور جو اس طلب میں بنام مہوس مشہور ہیں بوالہوس ہیں نہ دنیا کے نہ دین کے۔

احوال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غور سے دیکھو کہ آپ نے غنا کو نہیں قبول فرمایا اور ایک نکتہ عجیب یاد آیا کہ آدمی کتنا ہی غنی ہو جائے غنی نہیں ہوتا تم چند مالداروں سے مل کر پوچھ لو وہ تم سے زیادہ حاجات بیان کریں گے کہ پوری نہیں ہوتی اور اس کے غم میں ہیں راحت ان شاء اللہ تعالیٰ اگر فضل الٰہی سے بخشے گئے تو جنت میں ملیکی دنیا جائے کشاکشی کی ہے یہاں راحت کہاں تم نے آخر خط میں حال انتقال اپنی ہمشیرہ کا لکھا انا للہ و انا الیہ راجعون۔ اللہ بخشے اور درجہ عالی دے۔

برادرم عزیز موت نہایت سخت چیز ہے اور کمال یقینی اور آدمی اس سے نہایت غافل اور بڑا بے پروا آنسو آنکھوں میں شدت نزع اور شرم گناہوں سے آجایا کرتے ہیں یہ علامت بخشش کی ہے۔ بڑی بات یہ ہے کہ آدمی جب دنیا سے اٹھے اپنے مالک سے غافل نہ ہو اگر گنہگار شرمندہ ہے کچھ خوف نہیں خدانخواستہ اگر مال ومنال کی حسرت یا اہل وعیال کی محبت یا اپنے بیگانوں کے رنج مفارقت میں دم آخر ہوا تو جائے حسرت ہے اور کمال خوف ہے موت یاد کرنے کا وقت جب نماز عشاء سے فارغ ہو کر سب ضروریات سے فارغ ہو اور لیٹے اس وقت سیدھا بشکل مزہ کے لیٹے اور اپنے آپ کو وقت موت کا تصور کر کے اور توبہ اور استغفار کر کے سو رہے وہاں کی گرانی سن کر بہت تشویش تھی اب الحمد للہ اُمید ارزانی کی ہے۔

یہاں اب دوسرا سال ہے کہ دس گیارہ سیر سے نوبت نہیں بڑھتی ان دنوں دس سیر ہیں گیہوں اور اسی قیاس پر سب غلہ بلکہ تمام اشیاء گراں ہیں اللہ تعالیٰ اپنا فضل وکرم کرے۔ احقر نے علاقہ مدرسہ کا بعض وجوہ سے چھوڑا اب دیکھئے تقدیر کدھر لے جائے سردست رمضان وطن میں گزارنے کا خیال ہے اور اس میں بھی تردد ہے اس لئے ان شاء اللہ تعالیٰ میں اپنے حال سے بعد رمضان شوال میں تم کو اطلاع دوں گا۔ اور اگر نوبت سیاحی کی آئی تو کیا عجب کہ وہاں تک بھی پہنچ رہوں۔ والسلام

اور اوقات یاد الٰہی میں اس روسیاہ کو سیاہ دعاء خاتمہ بخیر سے یاد کرنا عمر سب

بیکار گزر گئی دیکھئے آخر کیسا ہو ترجمہ غنیۃ الطالبین میری نظر سے اب تک کہیں نہیں گزرا اگر کہیں حال معلوم ہوا اور یاد رہا تو اطلاع کر دوں گا۔

رقمہ محمد یعقوب از دیو بند مدرسہ عربی ۱۹ شعبان ۱۸۸۶ء

## خط پندرھواں

برادرم عزیز القدر گرامی شان طالب صادق منشی محمد قاسم سلمہ اللہ تعالیٰ بعد سلام مسنون وادعیہ ترقیات روز افزوں مطالعہ فرمادیں۔

خط تمہارا آیا حقیقت میں اس عاجز سے ایفاء وعدہ میں کوتاہی ہوئی معاف فرما دیں وجہ اس کی یہ ہوئی کہ رمضان بھر ارادہ کہیں کا نہ ہوا اور نیت اعتکاف کی تھی بعد رمضان۔ بعد بہت سے بکھیڑے کے پھر دیو بند کے مدرسہ میں ناچار آنا پڑا وہاں پہنچ کر یوں قصد رہا کہ اگر کچھ سبیل خرچ کی ہو تو حج کو چل دو مگر اس کی کوئی صورت بن نہ پڑی اور طبیعت بدستور اب تک پریشان ہے بعد قیام یقینی کے خیال تھا کہ تم کو لکھ بھیجوں مگر حسب عادت قدیمی کاہلی میں گزری۔ اتفاقاً عید الضحیٰ میں نانوتہ گیا رہاں تمہارا خط دیو بند سے پہنچا کئی دن کے بعد آج یہاں آکر تمہارا جواب لکھا تمہاری زوجہ مرحومہ کے انتقال کی خبر دیکھ کر بہت کلفت ہوئی اللہ تعالیٰ اس کو جنت نصیب کرے اور پسماندوں کو صبر عطا فرمائے اور صبر جمیل اور نعم البدل اپنے لطف سے دے اے برادر دنیا جائے گزران ہے آگے پیچھے کا فرق ہے۔ سب کو یہی راہ پیش ہے آدمی دوسرے کا کیا غم کرے اگر اپنا ہو سکے تو فکر کرے نہیں تو اس کا غم کافی ہے اس عاجز کو اب اپنا اتنا غم ہوا ہے کہ محض عنایت الٰہی شامل حال ہے کہ اپنے ہوش و حواس سے ہوں اور کچھ یاس و تمنا مل کر تسلی کا باعث ہیں اور غفلت و کمی دریافت حال ہر دم کی تائید کرتے ہیں اللہ تعالیٰ تم کو کہ طالب صادق ہو مطلوب حقیقی تک رسائی دے آمین۔

اس درماندہ کو بھی دعا سے یاد رکھو۔ فقط والسلام

## خط سولھواں

بخدمت اعز برادران منبع اشفاق منشی محمد قاسم ادام اللہ شوقہ۔ از کمترین بندگان محمد یعقوب بعد سلام مسنون اشواق مشحون کے معروض ہے تمہارا خط جواب خط احقر کے آیا جزاکم اللہ خیرا پرچہ علیحدہ کا جواب علیحدہ ہے حال حاجی عبدالسلام کا معلوم ہوا۔ وہ لوگ منتظر جواب ہیں اگر جواب نہ آیا اور خط بھیجیں گے اور حال قصد عرب کا یہ ہے کہ ایک مہربان کے ہاتھ کچھ اپنا حال پریشان حضرت کی خدمت میں معروض کیا تھا آپ کی طرف سے ایسا ارشاد ہوا کہ یعقوب اگر امسال یہاں آجاوے تو بہتر ہے چنانچہ انہیں مہربان نے مجھے لکھ بھیجا اب اس وقت سے یہی عزم بندھا ہے اور خیال تو پہلے بھی تھا مگر بے سامانی کے سبب رہ گیا تھا اب کی بار بھی بظاہر صورت سامان کی کچھ نہیں دیکھئے کیا پیش آوے اپنے ارادہ سے کیا ہوتا ہے جناب مولوی محمد قاسم صاحب امسال تشریف لے گئے تھے عنقریب ان کے واپس تشریف لانے کی خبر ہے ان کی معرفت غالباً کچھ اور بھی حال معلوم ہوگا اور جانا نہ جانا احقر کا اس پر متحقق۔ ان شاء اللہ ہوجائے گا خدا چاہے تو وقت تصمیم عزم تم کو بھی اطلاع ہوگی اور بندہ کا ارادہ تنہا ہے اور ارادہ قیام بھی بہت نہیں اور اب عرب کیا دور رہا ہے ۲۰ روز میں بآرام تمام بذریعہ ریل اور دخانی جہاز کے پہنچنا ممکن ہے البتہ خرچ کثیر چاہیے اور اس سال تو کرایہ جہاز دخانی چالیس روپیہ سے زائد نہ تھا بلکہ بعضے پچیس ہی دے کر گئے اور کرایہ ریل غالباً ۱۳ روپیہ اس صورت میں خرچ بھی چنداں نہیں مگر تہی دستوں کو اتنا بھی مشکل ہو رہا ہے اللہ کریم مدد فرمائے اور ان شاء اللہ تعالیٰ جب میں روانہ ہوں گا تم کو اطلاع دوں گا اور جو امورات اس وقت کے مناسب ہوں گے عرض کروں گا۔

مولوی محمد احسن صاحب اور مولوی محمد منیر صاحب بریلی کالج میں نوکر ہیں اور ان کا ایک چھاپہ خانہ ہے جس کا نام مطبع صدیقی ہے یہی ان کے لئے نشان ہے اور ان شاء اللہ تعالیٰ اگر میری صورت روانگی ہوئی تو مولوی محمد احسن صاحب کو تمہارے باب

میں لکھ دوں گا تم نے جو حال لکھا برادر عزیز خدام رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا وآخرت کی مثال ایسی فرمائی ہے جیسے اونٹ اور اس کی مینگنی جس کے پاس اونٹ ہو اس کی مینگنی کی کچھ کمی نہیں بلکہ خواہش بھی نہیں ہوتی اور مینگنی چننے والے کو اونٹ نصیب ہونا معلوم ہو اور یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ عورت سے سبب نکاح کبھی رغبت مال کی ہوتی ہے اور کبھی خواہش جمال اور کبھی دین تو اے طالب حق دین والے کرے اور خوبصورتی کی ماہیت اور حقیقت میرے نزدیک کیا بلکہ سب عقلاء اس کو جانتے ہیں کہ موافق آنا ہے اپنے جی کے اور طبیعت ہر آدمی کی جدا ہوتی ہے جیسے کسی کو کھانے میں میٹھا زیادہ مرغوب ہے اور کسی کو نمکین اسی طرح آنکھ کسی کی سرخ وسفید کی طالب ہے اور کسی کی حسن نمکین پر گرتی ہے اور کسی کی نظر رنگ کی فریفتہ ہے اور کسی کی خواہش ناز وانداز سے وابستہ اور جب لطافت طبع زیادہ ہوتی ہے تو جمال ظاہری کے ساتھ خوبی باطنی مطلوب ہوتی ہے حتیٰ کہ اگر کوئی خرابی نظر آتی ہے تو طبیعت کو نفرت ہو جاتی ہے اگر کھانا خوش رنگ خوشبودار بغایت لذیذ خوشگوار میں عین کھانے کے وقت یہ یقین ہو جائے کہ اس میں کوئی ناپاکی ملی ہوئی ہے تو عجب نہیں کہ اسے قے ہو جائے اور سب کھایا پیا اس کے ساتھ نکل جاوے اور اس کا رنگ وروپ اور خوشبو اور لذت طبیعت کو روک نہ سکے ہاں حریص کثیف الطبع کو اگر ایک وجہ رغبت کی مل جاوے تو کتنا ہی کوئی امر خلاف طبع اس کی پیش آوے اس کی طلب میں فرق نہیں آتا۔ یہ بات جو میں نے لکھی ان شاء اللہ تعالیٰ اس مادہ فاسد کو تمہارے خیال میں سے نکال دے گی اور مجھے اللہ جل شانہ کی قدرت کاملہ سے یہ امید ہے کہ جو شخص بوجہ حلال تمہاری قسمت میں ہوا ہے وہ بوجہ حسن باطنی تمہارے حق میں ایسا مطلوب اور دلفریب واقع ہو کہ حسن ظاہری کی اس کے سامنے بات پھیکی ہو جاوے اور اگر یہ میرے خیالات کام نہ دیں اور رغبت قدیم جمی ہوئی تہ دل کی نہ نکلے علی الخصوص جب ادھر سے بھی سلسلہ جنبانی ہوتی ہو تو حقیقت میں ظاہر میں دشوار ہے تو تم اس عمل کی جو میں لکھتا ہوں چند روز مشق

کچیو امید فضل الٰہی سے یہ ہے کہ تمہارا قلب اس کدورت سے صاف ہو جائے اور وہ یہ ہے کہ کسی فراغت کے وقت خلوت میں بیٹھ کر اس کی صورت کا تصور کرو اور خیال میں یا زبان سے لا الہ الا اللہ کہو اور وقت لا کہنے کے اس صورت کو کھینچ کر پیچھے پشت کے پھینک دو اور الا اللہ کے ساتھ مطلوب حقیقی کو بے کیف تصور کر کے قلب پر ضرب کرو چند بار جس کی مقدار ۱۰۰ ہو اس کو کرو اوّل طبیعت کم جمے گی پھر دو چار روز میں وہ کو تمثال پر کاہ کی طرح لا کے ساتھ اڑ جائے گا اور اگر دور کرنا اس کا دشوار ہو۔

اس سبب سے کہ وہ مطلوب ہے تو یوں کچیو کہ زبان سے لا مطلوب الا اللہ اور اس صورت میں اتنا خیالی نظر کو جماؤ کہ گویا نظر اس کے اندر گھستی ہے اور طالب حقیقت کی ہے یہاں تک کہ نظر تمہاری تم کو اندر نفوذ کرتی معلوم ہونے لگے اس وقت یوں خیال کرو کہ بلا ہی۔ (اصل میں اسی صورت سے تھا شاید یہ لا ہے عدم ہے۔ اشرف علی) عدم ہے کچھ نہیں اور یہ بات تم کو اول برنگ اندھیرے کے معلوم ہوگی پھر اس کے بعد ایسا نظر آوے گا کہ کچھ نہیں رہا جب یہ نوبت آجاوے تو وہ خیال خود بخود دفع ہونے لگے گا اور مجھے امید فضل الٰہی سے ایسی ہے کہ اس مشقت کی کچھ ضرورت نہ ہو یہ ایک خیال ہے یوں ہی رفع ہو جائے گا مگر ہمت ہر کام میں شرط ہے اور آدمی کے تمام کام خیال پر مبنی ہیں والسلام اور کثرت اس دعا کی چند روز بہت نافع ہے۔

**لاحول ولاقوۃ الا باللہ ولاملجا ولامنجا منک الا الیک**

عریضہ محمد یعقوب   ۳ صفر ۱۲۸۷ھ

## مکتوب سترہ

مشفقی مکرمی منشی محمد قاسم دام لطفہ۔ بعد سلام مسنون مطالعہ فرمائیں خط تمہارا بعد مدت آیا غنیمت ہے تمہاری خیریت دریافت کرنے سے خوشی ہوئی درباب اسقاط کے جو تم نے لکھا حقیقت یہ ہے کہ دعا و تعویذ اور دوا و علاج سب حیلہ ہیں موثر حقیقی جس کے اثر کو اجازت فرما دیوے اثر کرے اکثر بزرگوں کے نزدیک یہ طریقہ دعا و دوا میں

مروج ہے کہ اس کے ساتھ التجا اور الحاح جناب باری عز اسمہ میں کرتے ہیں کہ الٰہی اس اسم کو یا دوا کو تاثیر دے اور اس بندہ کو شفا بخش غرض کہ ہر مرض اور حاجت میں ایسے طریقہ پر عمل ہے مگر شفا شافی مطلق کے ہاتھ ہے یہ تعویذ و گنڈہ مسان کے واسطے ہے شاید کوئی اور خلل ہو موافق رائے طبیب کے مسہل وغیرہ سے تنقیہ کرنا چاہئے اور اس ملک میں گلقند املتاس کے پھولوں کا اکثر جائے حاملہ عورتوں کو موافق ہوا ہے اور یہ نرمی مادہ کو نکال دیتا ہے اور اب تک پھول امید ہے کہ ملیں گے اگر رائے طبیب ہو تو پھول املتاس کے لے کر تین حصہ اسے مٹھائی میں ملا کر خوب مل کر ایک ہفتہ دھوپ میں رکھو۔ خوراک ہر روز دو تولہ تک ہے۔ اعراب اسماء اصحاب کہف کے یوں ہیں **علیخا مکسلمینا کشفوطط طلیونس کشا فطیونس از رفطیونس بوالنبوس کلبھم قطمیر.** مسئلہ جمعہ کا جو تم نے استفسار کیا ہے اصل اس کی یہ ہے کہ چند شروط خاص مذہب حنفیہ کی ہیں اور جمعہ کا فرض ہونا قطعی ہے اور شروط اختلافی ہیں ایسی جائے احتیاط شرط ہے۔ علماء حنفیہ نے اس مسئلہ میں تقلید ائمہ باقی کی کی ہے اور اسی سبب جمعہ کو بجماعت اور خطبہ کے ادا کرتے اور اگر ظہر پڑھتے ہیں تو بنظر احتیاط یہ معنی نہیں کہ جمعہ اور ظہر دونوں مشکوک ہیں بلکہ جمعہ غالباً صحیح ہے اور چار رکعت ظہر کی احتیاط ہے اسی لئے اس کو بجماعت ادا نہیں کرتے اور کوئی کرے تو اس کی غلطی ہے اور حنفیوں کی کتابوں میں بھی یہ روایت ملتی ہے کہ اگر حاکم اعلیٰ مسلمان نہ ہو تو اسے یوں کہیں کہ ہمارے واسطے ایک حاکم مسلمان مقرر کر دے اور اگر وہ نہ کرے تو مسلمان اپنا ایک سردار مقرر کر لیں جو جمعہ کا اہتمام کر دے۔

اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو مسلمان جمع ہو کر ایک کو امام مقرر کر کے نماز پڑھیں اس روایت پر کوئی جمعہ ایسا ہوگا جو درست نہ ہو چنانچہ ملک خطا میں جب کفار غالب ہوئے تو وہاں کے علماء نے جمعہ ترک نہیں کیا اور دہلی میں جب مرہٹہ کی عملداری ہو گئی تھی تو بعضے علماء نے جمعہ ترک کرنا چاہا تھا اس زمانہ میں شاہ عبدالعزیز صاحب نے اس امر کا

فتویٰ دیا کہ جمعہ ترک کرنا نہ چاہئے اس لئے کہ اختلافی مسئلہ ہے غرض کہ جمعہ ہونا بہت طرح سے قریب یقین ہے بعد جمعہ پڑھ لینے ہی کے ظہر پڑھ لینا احتیاط ہے جیسے جس نماز میں واجب ترک ہوجاوے اس کا ہٹا لینا احتیاط ہے۔

اسی لئے اس نماز میں نئے آدمی کو شریک ہونا نہ چاہئے اگر کوئی احتیاط نہ کرے اور ظہر نہ پڑھے تو اس کے ذمہ کچھ لازم نہیں اور جو احتیاط کرے اس سبب سے اس کے جمعہ میں کچھ تردد نہیں باقی رہا فرض ظہر کے ساتھ اس کی سنتوں کا پڑھنا چنداں ضرور نہیں اگر کوئی پڑھے کچھ منع کی جگہ نہیں مگر سنت جمعہ کی ترک نہ کرے اور چار رکعت احتیاط جو پڑھتے ہیں ان میں چاروں میں صورت ملا لینا بھی احتیاط ہے اگر کوئی فرض کی طرح پڑھے تو کچھ حرج نہیں فقط بارش یہاں بھی کم تھی اساڑھ کا مہینہ خالی گیا مگر اب دس بارہ روز سے خوب بارش ہوئی اور نرخ جو پندرہ سیر ہوگیا تھا اب اٹھارہ سیر ہے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قحط سے بچالیا فقط تعویذ کے باب میں جو تم نے پوچھا ہے اب اس کا کھول رکھنا بہتر ہے اور بوقت ضرورت پھر استعمال کا مضائقہ نہیں فقط غلام حسین اور اپنے والد اور سب دوستوں کو کہیو ان دنوں میرا خیال تھا کہ تمہیں خط لکھوں اچانک خط تمہارا آ گیا۔ ضرورت یہ تھی کہ جب بندہ اجمیر میں تھا ان دنوں مولوی ارشاد حسین صاحب نے چار نسخے مختلف امراض کے نہایت مجرب بتلائے تھے ایک نسخہ تو خوب یاد ہے اور میرا معمول ہے تین نسخے بھول گیا ایک بالکل بھول گیا اور دونا تمام یاد ہیں ایک نسخہ جو یاد ہے دانتوں کا منجن ہے اور دونا تمام ایک طلا ہے اور ایک آتشک کا ہے اور جو کاغذ مولوی صاحب نے عنایت فرمایا تھا وہ کھویا گیا۔

غرض یہ ہے کہ اگر کبھی مولوی صاحب سے ملاقات ہو تو یہ چاروں نسخے تحقیق کر کے مولوی صاحب سے لکھوا کر بھیج دیجیو اور یہ لکھو کہ مولوی صاحب کہاں ہیں ٹونک یا آبو یا وطن یا دورہ میں اور خط اس پتہ پر ان کے پاس پہنچ سکتا ہے ان کے خط میں ان شاء اللہ سب یاد اور مشکوک مفصل لکھوں گا۔ فقط والسلام

## مکتوب اٹھارہ

منبع اشفاق واعطاف مجمع اخلاق والطاف دام لطفہ بعد سلام مسنون معروض ہے خط تمہارا آیا برادر من عذر ہر چند بظاہر تعلق یہاں کا اور قصد سفر کا کیا مگر اصل یہ ہے کہ پہلے میں جب وہاں تھا تو یاروں کا یار ہر بھلے برے کا شریک تھا اور اب ہر چند میرا باطن ویسا ہی ہے مگر یہ صورت منافقانہ کو تو بہ ظاہری کی جہت سے بنا رکھی ہے۔

اب ان افعال کی مجوزہ نہیں اور وہاں علاوہ اس کے بہت بدعات مروج وشائع ہیں اگر ان کا شامل حال ہو تو بغایت نکوہیدہ اور اگر منع کروں تو ایک جھگڑا اور اگر منع نہ کروں اور شامل بھی نہ ہوں تب بھی خالی مناقشہ سے گزرتی نظر نہیں آتی۔ اسی سے گوشۂ عافیت پسند کیا اور مجھے وہاں آنے میں بہت خوشی تم جیسے اور میاں جمال الدین جیسے طالبان حق کی ملاقات کی ہے اور ایک یہ کہ ایک گونہ میری طبعیت کو اس ملک سے انس ہے ورنہ اور کوئی وجہ ادھر رغبت کی نہیں۔

## مکتوب اُنیسواں

برادرم مکرم منشی محمد قاسم سلمہ اللہ تعالیٰ بعد سلام مسنون مطالعہ فرماویں درباب اختلاف علماء زمانہ کے اور بعضی کتابوں کے جو ایک دوسرے کی رد میں لکھی ہوئی دیکھی اور اپنے تردد کے باب میں جو تم نے لکھا ہے برادر من مسلمان کے واسطے قرآن شریف اصل ہے اور اس کا مضمون اتنا جو سہل ترجمہ سے سمجھ میں آتا ہے ہر کسی کے لئے حجت ہے اس کی بنا دیکھ لو کہ کس امر پر ہے شرک کی کون کون سی صورت کو رد کیا ہے اور رسوم جاہلیت کو کیونکر اکھاڑا ہے اور اپنے زمانہ کے حالات کو ان احوال کے ساتھ مطابق کر کے دیکھ لو وہ باتیں اب موجود ہیں یا نہیں تب یہ بات بخوبی واضح ہو جائے گی کہ حق کن لوگوں کا قول ہے ہاں ایک بات ملحوظ خاطر رہے کہ جب آدمی کوئی بات کہتا ہے تو اس کا نقشہ ایسا بنا تا ہے کہ سننے والا اس کو قبول کر لے تو اب یہ دیکھ لینا چاہئے کہ وہ نقشہ

جو ایسا ہے اس کی حقیقت کیسی ہے مطابق اس کے ہے یا مخالف مثال اس کی قرآن وحدیث سے یہ ہے کہ عرب کے مشرک لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ اعتراض کرتے تھے کہ انہوں نے اپنے باپ دادا کی چال چھوڑ دی یہ کیا ان سے کچھ زیادہ عاقل ہوئے اور یہ کیسے ناخلف پیدا ہوئے کہ اپنے باپ دادے کے طریقہ کو جھوٹا بتلایا اور انہیں جہنمی کہا اور یہ کہتے تھے کہ انہوں نے کنبوں میں تفریق ڈال دی اور رشتہ داروں میں ان سے سبب اختلاف پیدا ہوا اور ایک چال اور راہ کے دو راہ کر دیئے اور وہ لوگ ان سب باتوں میں اتنا تو بے شک سچ کہتے تھے کہ قدیمی مذہب اور رسوم ترک ہو گئے اور اپنے بڑوں کو گمراہ کہا اور آپس میں تفریق اور خلاف ہو گیا مگر یہ بات کہ یہ سب امور ہر جگہ اور ہر طرح بُرے ہی ہوا کرتے ہیں غلط ہے اگر حق کے سبب اپنوں سے جدائی ہو تو قصور اس کا ہے جو حق سے الگ رہا اور اس سبب حق والے لوگوں سے جدائی کی نوبت آئی۔ یا قصور حق والوں کا کہ انہوں نے برادری کیوں چھوڑی حق کو کیوں نہ چھوڑ دیا ایک تو یہ دوسرے قصہ مسجد ضرار کا جو سورۂ توبہ کے اخیر میں اس کا ذکر قرآن شریف میں ہے تفصیل اس کی یہ ہے کہ منافقوں نے ایک مسجد بنائی تھی اور غرض یہ تھی کہ ہمارا مجمع اور جمگھٹا یہاں رہا کرے اور ضعیف الایمان لوگ ٹوٹ کر ادھر آ جائیں اور مسلمانوں میں صورت تفریق کی پیدا ہو جائے اور ظاہر میں یوں کہا کہ مسجد ہمارے گھروں سے دور ہے اندھیرے مینہ بوند میں مسجد کے ثواب سے محروم رہنا ہوتا ہے اس ضرورت کے رفع کے واسطے یہ مسجد بنائی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کا فریب واضح فرما دیا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مسجد کو ڈھوا دیا ان دونوں قصوں سے چند فائدے عجیب حاصل ہوئے ایک تو یہ کہ آدمی سے یہ ممکن ہے کہ بات کو برائی پر اور بری بات کو اچھی طرح پر بنا سکتا ہے مگر اس میں یہ بات ہوتی ہے کہ بات پوری پوری نہیں ہوتی کچھ کہا اور کچھ نہ کہا ہوتا ہے ایسی بات سن کر آدمی ان کے قول کو نہ دیکھے اس کی حقیقت پر غور کرے اور سب بات کو خیال کرے تا کہ حق و باطل میں تمیز ہو دوسرے

بہت دفع ظاہر اچھا ہوتا ہے اور باطن خبیث ظاہر تو صورت فعل کی اور باطن نیت ہوتی ہے اور یہ برائی باطن کی کبھی تو اس کام کے ساتھ ہی شروع ہو جاتی ہے اور کبھی یوں ہوتا ہے کہ جب وہ بات شروع ہوئی تھی جب اس میں وہ خرابی نہ تھی بعد چند زمانہ کے وہ خرابی آ گئی نظیر اس کی زیارت قبور کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اول منع فرمایا تھا تو وجہ اس کی یہ تھی کہ اکثر لوگ قبروں پر جا کر نوحہ اور رونا پیٹنا کرتے تھے آپ نے اس سے روک دیا۔ جب لوگوں نے ان امور کو چھوڑ دیا تو آپ نے اجازت فرمائی اور یوں فرمایا کہ قبر کی زیارت سے دل نرم ہوتا ہے اور موت یاد آتی ہے۔ اب تم اپنے زمانہ کی قبور کی زیارت کو دیکھو کہ ان میں موت کی یاد ہوتی ہے یا کس غرض سے جاتے ہیں پھر سمجھو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت میں یہ جانا داخل ہے یا نہیں اور جب وہاں ماتھا رگڑنا اور حاجات طلب کرنا اس پر علاوہ ہو تو پھر دیکھ لو کہ اس اجازت سے اب اس کو کیا علاقہ رہا۔ تیسرا امر قابل سمجھ کے یہ ہے کہ شرع کے احکام جن چیزوں کی نسبت ہیں وہ احکام ان کی حقیقت سے متعلق ہیں اور جب وہ حقیقت نہیں رہتی تو وہ حکم بھی نہیں رہتا۔ مثلاً شراب حرام ہے تو اس کی حقیقت نشہ ہے جب شراب سرکہ ہو جائے یا نمک ڈال دیں اور نشہ دور ہو جائے تو وہ حلال ہو جاتی ہے تو اس سبب پر نظر کرنے سے یہ بات بخوبی سمجھ میں آ جاوے گی کہ بہت سی چیزوں کے اختلاف زمانہ سے حقیقت مختلف ہو جاتی ہے تو بیشک اس کا حکم بھی مختلف ہو جائے گا۔ مثلاً ملفوظات میں اکثر بزرگوں کے تاکید ہے کہ عرسوں کا قائم رکھنا چاہیے تو اب یہ دیکھنا چاہئے کہ اس زمانہ میں عرسوں کی کیا صورت ہوتی تھی یہی صورت تھی جواب ہوتی ہے یا کچھ اور۔ اور یہ خرابیاں جواب بروئے کار ہیں ان کا کہیں نام ونشان بھی نہ ہوتا تھا۔ یہ مجمع تماشا والوں کے اور ناچ ورنگ کو وہ لوگ جانتے بھی نہ تھے۔ اب تم قرآن شریف کو ہاتھ میں لے کر مضامین کو ملاتے جاؤ اور اپنے زمانہ کے حال پر غور کرتے جاؤ تب انصاف کرو گے اور فقہ کی روایت لکھ دینی سہل ہے مگر اس روایت کے مطابق اس زمانہ

کے حال کو کر دینا ذرا مشکل ہے مثال اس کی یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں عورتیں مسجدوں میں نماز کے واسطے حاضر ہوتی تھیں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ممانعت کر دی اور جب عورتوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے شکایت کی تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے یوں فرمایا کہ اب عورتوں نے جو وضع اختیار کی ہے اور جو باتیں ایجاد کی ہیں اگر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں یہ باتیں ہوتیں تو آپ بھی منع فرماتے اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حقیقت اس امر کی بدل گئی جس کے سبب حضرت کے وقت میں اجازت تھی اب وہ بات ہوگئی جس کو حضرت نے منع فرمایا اس سے یہ فائدہ حاصل ہوا کہ عورتوں کا جانا جب جائز تھا تو بدون شرط کے نہ تھا اب وہ شرطیں نہ رہیں اسی طرح اگر کسی بزرگ کے قول سے یا فعل سے ثبوت کسی امر کا معلوم ہو تو وہ دلیل اس بات کی نہیں ہوتی کہ وہ امر اب بھی ویسا ہی ہے اور اس کا حکم بھی وہی ہے اس امر کو حقائق شناس خوب جانتے اور سمجھتے ہیں اور جو لوگ ان کے مخالف ہیں یا تو جہل مرکب میں گرفتار ہیں اور یا جان بوجھ کر حق سے گریز کرتے ہیں۔ علاوہ بریں حدیث شریف میں آیا ہے کہ حق ایک روشن بات ہوتی ہے یعنی اس کو سوا نظر صاف کے اور کسی دلیل کی حاجت نہیں اس سے یہ سمجھ میں آیا کہ باطل کے واسطے بہت بناوٹ اور تکلف درکار ہے چنانچہ تم انصاری اور اسلام کے مذاہب کی گفتگو اور ان کے دلائل کو دیکھو اور سنی شیعوں کی بحثوں کو خیال کرو یہ قاعدہ کلیہ ہر جائے پاؤ گے فقط مجھے امید ہے کہ یہ مجمل تقریر کافی ہو باقی رہی تصنیفات جناب مولانا محمد اسحاق مرحوم مسائل اربعین اور مائۃ مسائل وغیرہ وہ سب حدیث اور فقہ سے ماخوذ ہیں جناب مولوی صاحب کی عادت تھی کہ کبھی کوئی بات اپنی طرف سے نہیں فرمایا کرتے تھے جو کتابوں میں لکھا ہے وہ ہی نقل فرما دیتے تھے اور یہی طریقہ جناب مولوی قطب الدین صاحب کا ہے ان کی سب کتابیں ترجمہ کتب حدیث اور فقہ ان کی شرحوں کا ہے اپنی طرف سے کچھ نہیں لکھتے جو کوئی شخص ان کی بابت گفتگو کرتا ہے وہ بڑا احمق ہے یا غرض اس کی یہ ہے کہ یہ

لوگ قرآن حدیث فقہ کو نہیں سمجھتے ہیں خوب سمجھا ہوں تو اس کے واسطے اتنا کہنا بس کرتا ہے کہ ان لوگوں نے تمام عمر دین کی کتابوں کے پڑھنے و پڑھانے میں صرف کی اور بظاہر متقی اور دیندار لوگ تھے اب اگر ان کا قول ہدایت نہیں تو تم کسی ایسے اور کا قول لاؤ تو بسم اللہ ہم بھی دیکھیں گے باقی رہا بعضے مسائل اختلافیہ وہ ایسے ہیں کہ علما کے ان میں قول ہمیشہ سے مختلف ہوتے چلے آئے ہیں کہ اگر کوئی احتیاط اور تقوے کو کام فرمائے تو جو امر دشوار ہو اس کو اختیار کرے نہیں تو سہل جانب کو لے یا کسی عالم دیندار سے پوچھ لے جو وہ بتلائے اس پر عمل کرے۔ ہر کام میں استاد کی حاجت ہے اور دین کا کام تو بہت باریک کام ہے اور بھائی عمل کرنے کو تو راہ بہت صاف ہے اور درست ہے مگر جھگڑنے کو ایسے پہاڑ اور پتھر ہیں جن کا کچھ ٹھکانا نہیں۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ جو لوگ حق سے باز رہتے ہیں ان کو جھگڑا نصیب ہوتا ہے آدمی اپنا کام کرے اس زمانہ میں دین پر قائم رہنا بہت دشوار ہو گیا۔ نکٹوں میں بیچارہ ناک والا نکو ہو جاتا ہے اللہ تعالیٰ اپنی پناہ دے اور صراط مستقیم پر قائم رکھے۔ اس کا خیال ہرگز مت کرو کہ اگر مجھے علم ہوتا تو میں ان کو خوب جواب دیتا اور ساکت کرتا جواب دینے والے جواب دیتے ہیں مگر یہ اللہ تعالیٰ نے جو فرمایا ہے کہ اختلاف ہمیشہ رہے گا اور اللہ دوزخ کو بھرے گا ہونے والا ہے اور فقہاء کے کلام سے خاص کر متاخرین کے فتوؤں سے ہمارے علما محققین نے چند جگہ خلاف کیا ہے ایک اس میں سے ذکر جہر ہے اور ایک سماع مجرد بے مزامیر ہمارے اساتذہ کے نزدیک مباح ہے اور متاخرین اس کی بھی حرمت کے قائل ہوئے ہیں ایسے مسائل میں اگر آدمی احتیاط کرے یا کسی سے تحقیق کر لے بہتر ہے اور تعجب ہے کہ وہ بعد زمانہ شاہ عبدالعزیز کے کتابوں کو غلط بتلاتے ہیں خود تفسیر شاہ عبدالعزیز کی جس کا نام تفسیر عزیزی ہے اس میں یہ مسائل مذکور ہیں اور ان کے بہت سے فتوے مختلف مسئلوں کے مشہور ہیں اور اس زمانہ کے بعضے علماء کا جو خلاف پر ہوئے ہیں رد کیا ہے اور شاہ ولی اللہ صاحب کی تصانیف میں تو یہ امور مصرح موجود ہیں قصہ

بہت طویل ہوگیا اللہ تعالیٰ ہدایت نصیب کرے اور وساوس شیطانی سے بچائے آدمی قرآن وحدیث کو پیشوا بنالے اور سب کو الگ کرے ان کی وضع پر جس کی چال ہو اس کو پیشوا جانے۔ فقط اب تلک کچھ سامان سفر کا نہیں بنا دیکھئے مرضی الٰہی کیا ہے۔ اگر کچھ صورت ہوئی تو ان شاء اللہ تعالیٰ تم کو اطلاع دوں گا اور حال میرا ویسا ہی پریشان چلا جاتا ہے اور کچھ ٹھورٹھکانا نظر نہیں آتا دعا کیجیو کہ امداد الٰہی دستگیری فرمائے اور اگر صورت سفر کی ہوئی تو جدھر مناسب ہوگا تمہارا حوالہ کردوں گا مشکل یہ ہے کہ اس زمانہ میں اکثر عالم اور کامل لوگوں کو کچھ عام خلق کی طرف سے غفلت ہوگئی ہے اور یہ عاجز اول تو کچھ عالموں میں عالم نہیں اور پھر اس پر کاہل اور آپ بے عمل کسی کی کیا دستگیری کرے۔ اگر تم کوئی صورت ممکن ہوتی اور ادھر آتے تو یہاں چند عالم باعمل صاحب کمال تھے ان سے ملاقات ہوتی اور امید نفع کی تھی مگر ہر کام وقت پر منحصر ہے ان بزرگوں میں سے یہ نام یاد رکھو جناب مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی میرے ہمزلف اور پیر بھائی اور استاد اور استاد بھائی اور ہم وطن اور قریب رشتہ دار ہیں بڑے صاحب کمال جامع معقول ومنقول عالم ظاہر وباطن کے ہیں اور شیخ کامل مکمل مگر خلق سے نہایت متنفر اور یکسو۔ ان دنوں میرٹھ میں مطبع ہاشمی میں کچھ علاقہ کرلیا ہے وہاں تشریف رکھتے ہیں۔ دوسرے صاحب جناب مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی یہ بھی احقر کے پیر بھائی اور استاد بھائی ہیں اور مثل مولوی محمد قاسم صاحب کے ہیں اور یہ دونوں صاحب ہمارے حضرت مخدوم حاجی امداد اللہ صاحب مدظلہ جو احقر کے پیر ہیں ان کی طرف سے خلیفہ اور صاحب اجازت ہیں۔ اور تیسرے مولوی مظہر صاحب جو پہلے اجمیر میں مدرس رہ گئے ہیں۔ احقر کے بھائی اور وطن دار ہیں۔ سہارنپور کے مدرسہ میں مدرس اول ہیں اور ان کے چھوٹے بھائی مولوی محمد احسن صاحب بریلی کے انگریزی مدرسہ میں مدرس ہیں اور ان کے سوا اور بہت سے عالم اس ضلع میں ہیں اور احقر کے چار لڑکے ہیں۔ ایک کا نام معین الدین جو اجمیر میں پیدا ہوا تھا اس کی عمر سولہ

برس کی ہے قرآن شریف حفظ کرلیا ہے اب جناب مولوی محمد مظہر صاحب کی خدمت میں عربی پڑھتا ہے اس سے برس دن چھوٹا قطب الدین نام ہے اس نے قرآن شریف ختم کرلیا اب کے سال ان شاء اللہ کچھ اور پڑھنا شروع کرے گا۔

اس سے چار برس چھوٹا علاء الدین نام ہے وہ قرآن شریف حفظ کرتا ہے سات سپارہ اس نے حفظ کئے ہیں اور ایک چھوٹا لڑکا تیسرے برس میں ہے اس کا نام جلال الدین ہے اور (ایک لڑکا علاؤ الدین سے بڑا قطب الدین سے چھوٹا فرید الدین نام دو سال ہوئے کہ تالاب) میں غرق ہو کر مرگیا۔ اور ایک شمس الدین نام جلال الدین سے بڑا قریب برس دن کا مرگیا اور ایک لڑکی صدیقہ نام جو معین الدین سے بڑی تھی غدر کے دنوں میں مرگئی تھی اب ایک لڑکی فاطمہ نام جلال الدین سے تین برس بڑی ہے یہ ہے اولاد احقر اور میری بہنوں کی اولاد میں دو لڑکے جوان عالم فارغ التحصیل قریب تکمیل کے ہیں۔ ایک مولوی عبداللہ جن کی عمر بیس اکیس برس کی ہے۔ بہت نیک طینت اور دیندار آدمی ہے۔ احقر کے شمول میں رہتا ہے اور گویا میری ہی اولاد میں شمار ہے۔ احقر سے ہی اکثر پڑھا ہے۔ اور دوسرا خلیل احمد اس نے کچھ احقر سے اور اکثر سہارنپور کے مدرسہ میں جناب مولوی محمد مظہر صاحب سے پڑھا ہے اور اب بھی وہیں پڑھتا ہے یہاں پر برسات بہت اچھی ہے نرخ گندم ۲۴ ثار گھی ۲ ثار تیل ۳ ثار ہے تم نے جو درباب زیارت کے لکھا ہے اے برادر یہ دولت عظیم نصیب سے ملتی ہے اور عمل اعمال سب بہانے ہیں۔ یہ درُود شریف ورد کرو شاید نصیب جاگ جاوے احقر کو بھی یاد رکھیو اگر وہ دولت میسر ہو یہ بے نصیب اب تک اس نعمت سے بے نصیب رہا ہے اور اپنے اندر قابلیت ایسی نہیں رکھتا کہ اس کی آرزو کروں درود شریف یہ ہے اللھم صلی علی سیدنا محمدالنبی الامی وعلی اله و اصحابه وسلم ایک سوایک بار بعد نماز عشاء کے پڑھ لیا کرو کیا عجب ہے کہ اللہ تعالیٰ یہ نعمت نصیب فرمادے۔

۱۸ جمادی الاول ۱۲۸۸ھ

## خط بیسواں

منبع الطاف واعطاف برادرم منشی محمد قاسم صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ بعد سلام مسنون مطالعہ فرماویں خط تمہارا بجواب احقر آیا جو کچھ تم نے دربارہ اپنی سمجھ کے لکھا ہے بہت خوب ہے اللہ تعالیٰ جس پر حق واضح کردے جس راہ سے چاہے کردے اور جو مسئلہ تم نے پوچھا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ یہ بات کسی جگہ حدیث میں مصرح مفصل موجود نہیں مگر قواعد شروع کا اقتضاء یہ ہے کہ ثواب پہنچانا حقیقت میں اپنا استحقاق اوروں کو دے دینا ہے تو اس لئے جتنا ثواب اس عمل کا اس کرنے والے کو ہوتا ہے وہی جتنوں کو یہ چاہے پہنچ جائے گا اور اس کی نیت کی خوبی کا اثر ہے کہ اس کو بھی اس ثواب پہنچانے کا ثواب ہوگا جیسے کسی چیز کے دینے کا ہوتا رہا یہ امر کہ بعض احادیث سے یہ معلوم ہوتا ہے وہ بات خاص معلوم ہوتی ہے جیسے قل ھو اللہ کا ثواب تہائی قرآن کا ہوتا ہے اور یہی قول فیصل ہمارے استادوں کا ہے اور بعضے بزرگوں کے مکاشفے بھی اس کے موئد ہیں واللہ اعلم اور جس حدیث میں ثواب پہنچانا مردوں کا وارد ہوا ہے غالباً اس میں قل ھو اللہ اور معوذتین اور الحمد کا پڑھنا فرمایا ہے ہر چند وہ حدیث ضعیف ہے مگر فضائل اعمال میں مقبول ہے۔ ۳۰ جمادی الثانی ۱۲۸۸ھ

## خط اکیسواں

منبع اشفاق منشی محمد قاسم صاحب دام لطفہ بعد سلام مسنون مطالعہ فرماویں خط تمہارا آیا درباب علاقہ درگاہ جو کچھ تم نے لکھا عزیز من اس میں یوں مصلحت معلوم ہوئی اور بعد استخارہ یہی خیال میں آیا کہ میں بذات خود اپنے لئے اس کی خواستگاری بشرط بھی نہ کروں۔ احتمال ہے شاید شرط وقوع میں آجائے پھر جائے انکار نہ ہو اور غالباً اجمیر رہ کر ساٹھ روپیہ سے کم میں میری گزر نہ ہو پہلے پچیس روپیہ مہینہ کا میرا خرچ تھا اور میں تنہا تھا اور وطن کو پندرہ روپیہ ماہوار بھیجتا تھا اور اب گھر پر بھی مجمع جب سے زیادہ

ہے اور بہ نسبت سابق اب ہر چیز کی گرانی ہے اور میرے ایک دولڑکوں میں سے کوئی رہے گا اور یہاں وطن کی بات ہے بہت سی چیزوں میں تخفیف ہے۔

ہاں اگر ممکن ہو تو برخوردار مولوی عبداللہ کے واسطے تم بھی سعی کیجیو اس کا اب نکاح ہو گیا ہے اور اس کو اب تلاش وطلب ہے اور شغل کے باب میں جو تم نے استفسار کیا ہے جبس دم میں یہ ترکیب جب کرنی چاہئے کہ کچھ مشاقی ہو جائے اول میں اتنا کافی ہے کہ بوقت صبح سویرے تنہا بیٹھ کر آنکھ بند کر کے زبان کو تالو سے لگا دے اور سانس کو اوپر کھینچ کر سینہ میں ٹھہرا لے کچھ جنبش نہ ہو پھر سر کو قلب کی طرف جھکا کر لا کو دہنے مونڈھے تک کھینچے اور الٰہ کو وہاں خیال کر کے سر کو بائیں طرف کو لاوے الا اللہ کو قلب میں خیالی ضرب لگائے اول بطرز مشق ایک سانس میں تین بار کہہ کر آہستگی سانس کو ناک کی راہ چھوڑے ایسا کہ اگر کوئی پاس بیٹھا ہو تو اس کو اطلاع نہ ہو پھر جب سانس ٹھکانے لگ جاوے تب دوسرا دم کرے اس طرح دس بار کرے اور ہر روز ایک بڑھاتا رہے یا دو تین روز میں ایک بار بڑھاوے جب اس میں اتنا مشاق ہو جائے کہ ایک سانس میں دوسو بار کہہ سکے جب اس قسم کا شغل کرے جس کو تم نے پوچھا ہے اور اگر جبس نہ کرے تو خواہ خفی خواہ سر خواہ جہر لا کو قلب سے یا بائیں گھٹنے سے کھینچ کر دہنے مونڈھے پر لاوے یہاں سانس کو چھوڑ دے دوسری سانس سے الا اللہ قلب پر ضرب کرے اس میں سانس دو بار لیا جاتا ہے اول مبتدی کو یہ شغل کرنا چاہئے جب ذکر جہر میں گرمی پیدا ہو جائے تب شغل جبس کا ایک وقت کرے جب اس کو منتہی تک پہنچا دے تب شغل سہ پایا جس کو تم نے پوچھا ہے کرے۔ ترتیب ہر چیز میں لحاظ رکھنی بہتر ہے اگر تم کو شوق ہو تو اول جبس کو کرو جب وہ پورا ہو جاوے تب لکھو ترتیب سہ پایہ کی مفصل لکھی جائے گی مگر میری رائے ناقص میں اس زمانہ کے مناسب ذکر جہر بصورت معتدل ہے جتنا ہو سکے کرے جو شغل کہ نہایت قوت چاہتے تھے وہ تو متروک ہو گئے ہیں مگر اب ایسے شغل کہ تھوڑی سی مشقت سے ہوتے ہیں ہم لوگوں سے نہیں ہو سکتے اس واسطے ذکر جہر ہی مناسب ہے اور خفی کے لئے پاس انفاس اگر یہ بھی نباہے جاوے تو غنیمت ہے۔ فقط

# مکتوبات حصہ دوم

## حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب
## بنام قاضی محمد قاسم نیانگری

### مکتوب بائیسواں

۲۵ ذی الحجہ ۱۲۸۸ھ مخزن الطاف عزیز القدر طالب صادق محبّ واثق دام الطافہم بعد سلام مسنون اشواق مشحون مطالعہ فرماویں۔ خط تمہارا بعد مدت آیا احقر بتقریب عید الاضحیٰ وطن گیا ہوا تھا وہاں سے آ کر خط تمہارا ملا حال علاقہ اجمیر کا معلوم ہوا الخیر فیما وقع۔ میرے گمان میں محتاط آدمی کا وہاں گزارا مشکل ہے اور جو کچھ حال وبا اور بخار وغیرہ اس طرف کا لکھا۔ عزیز من یہ شامت اعمال ہم گنہگاروں روسیاہوں کی ہے۔ عالم فتنہ وفساد سے ایسا پُر ہے کہ کیا عجب قیام قیامت ہو جاوے۔ یہ بھی رحمت ارحم الراحمین کی ہے کہ نہ آسمان سے پتھر برسے اور نہ کوئی طوفان آتا ہے اور نہ آگ برستی ہے یہ اس کی رحمت ہے وبا میں مرنا مسلمان کے حق میں شہادت ہے ایسے اوقات میں راضی بقضا رہنا اور جزع فزع نہ کرنا عین ایمان ہے۔ یاد رکھنا موت اور خوف عذاب کا ہونا نشانی ایمان کی ہے موت سے غافل ہونا عاقل کا کام نہیں اور عذاب الٰہی سے ماموں ہونا ایمان سے بعید ہے اللہ کریم نے اپنی خوشنودی کو ان اعمال میں جن کا حکم ہوا ہے چھپا دیا ہے اور اپنے غضب کو ان کاموں میں جیسے منع کیا ہے چھپایا ہے احتیاط تو یہ ہی ہے کہ کوئی قصور نہ ہو اور اگر ہو تو اس کی تدبیر کر لے ورنہ اپنے آپ کو

مورد عتاب گئے اور فضل الٰہی سے مایوس نہ ہو یہ کلمۂ توحید لاالہ الا اللہ محمد الرسول اللہ کہنا بنائے اسلام ہے اگر مرتے دم تک سلامت لے گئے اور اس پر مر گئے تو بہت کچھ ہے ورنہ ہم لوگ نماز روزہ جو کرتے ہیں کس کام کا ہے۔ کیڑے لگا اناج اگتا نہیں پھل کہاں سے دے۔ یہ اعمال ہمارے ہزاروں عیب سے پُر ہیں۔ بارگاہ خداوندی کہ پاک مطلق ہے وہاں لائق قبول کے کیونکر ہو مگر اس کی بے نیازی اور شان بلند سے یہ امید ہے کہ کیا عجب ان کو بھی قبول فرمالے اس کی شان کے مناسب تو کسی کی بھی عبادت نہیں نبی ہو یا ولی ہو تو جو ایسا بلند شان اور بے پرواہ وہ اگر بروں کو بھی قبول فرمالے تو کیا عجب ہے۔ بارگاہ بلند خداوندی میں ہر کوئی قصوروار ہے اور اپنی نجات میں اسی کی رحمت کا امیدوار ہے بڑی سے بڑی عبادت لائق بھروسہ کے نہیں اور بڑے سے بڑا گناہ ناامید نہیں کرتا۔ ایمان خوف ورجا کے بیچ میں ہے کفر اور شرک سے بڑھ کر کوئی گناہ نہیں کہ ابدالآباد کو رحمت خداوندی سے دور پھینک دیتا ہے اگر عمر بھر دنیا کے کوئی برے کام کرے اور مرتے دم اس سے باز آوے اور کلمہ توحید پر مر جاوے نجات پاوے۔ اے برادر جگہ مایوسی کی نہیں وہ بارگاہ جہاں انبیاء اور اولیا کو امید کی جگہ ہے ہم جیسے گنہگار روسیاہ تباہ کار لوگوں کو بھی امید ہے اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے مرتے دم تک اس کلمۂ توحید پر سلامت رکھے کہ اسی پر خاتمہ ہو جاوے اور بیشک آدمی ہونا بہت مشکل ہے اور جو کچھ کتابوں میں لکھا ہے وہ ان لوگوں نے اپنے حوصلہ کی موجب لکھا ہے۔ کروڑ پتی لکھ پتی کو مفلس سمجھتا ہے اور لکھ پتی ہزاروں والے کو بے قدر گنتا ہے اور ہزاروں والا سینکڑوں والے کو کچھ نہیں سمجھتا اور حقیقت میں مفلس وہ ہے کہ جس کے پاس کچھ نہ ہو اور مالدار وہ ہے جس کے پاس سب کچھ ہو۔ خداوند کریم غنی ہے اور ہم سب مفلس اور ہماری نسبت ہمارے زمانہ کے اولیاء غنی ہیں اور ان کی نسبت پہلے زمانہ کے اولیا اور ان کی نسبت ان سے پہلے کے اور ان کی نسبت انبیاء سے قیاس پر حال سمجھنا چاہئے غرض جب تلک یہ ٹوٹا پھوٹا ایمان باقی ہے ہزاروں امیدیں

لگی ہیں۔ مایوسی کی جگہ نہیں۔ مفلس حقیقی وہ ہے جو ایمان سے بے نصیب ہے مگر ایمان کام کا وہی ہے کہ مرتے دم سلامت رہے۔ دیکھئے اس وقت جانکاہ میں کیا پیش آوے۔ اے بھائی غم ایمان کا اصل سب کی ہے تو نماز روزہ کو کیا کہتا ہے۔

اگر لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ سلامت لے گئے تو ہماری بڑی معراج ہے اور سب آدمیت اور ولایت حاصل ہے اور نہیں تو کچھ بھی نہیں اور جو کچھ حال تم نے محمد صالح کے خواب کا پوچھا ہے برادر عزیز یہ کوئی شخص کذاب مفتری ہے محمد صالح نام کوئی بزرگ مدینہ شریف میں نہیں اور نہ یہ کاغذ عرب سے آیا اور نہ عرب میں کچھ اس کی خبر۔ واللہ اعلم یہ کون شخص ہے دو تین سال کے بعد ایک اسی مضمون کا کاغذ آتا ہے اور اکثر پنجاب کی طرف سے یہ شور اٹھتا ہے اے برادر یہ بالکل جھوٹ اور افترا خدا رسول پر ہے اللہ اُس شخص کو توبہ نصیب کرے۔ بے شک علامات قیامت کے بہت ظاہر ہیں مگر دیکھئے کہ کب ہو ابھی بہت باتیں باقی ہیں جن کا وعدہ صحیح حدیثوں میں ہوا ہے اور آفتاب کا مغرب سے طلوع ہونا سب سے پچھلی علامت قیامت کی ہے فقط والسلام اپنے والد اور بھائیوں کو اور سب دوستوں کو سلام مسنون کہیو۔

## مکتوب تیئیسواں

موصولہ ۲۳ رجب ۱۲۹۰ء مشفق ومکرم مخزن الطاف وکرم دام الطافہم بعد سلام مسنون عرض ہے کہ پہلے آپ کا خط بہ استفسار مسئلہ جمعہ آیا تھا اس کا جواب مفصل روانہ کیا تھا کہ دوسرا خط پہنچا اس خیال سے جواب اس کا نہ لکھا کہ وہ خط پہنچ گیا ہوگا اب خط آیا تو اس سے معلوم ہوا کہ وہ خط نہیں پہنچا۔ اللہ جانے کیا آفت آئی اب یہ خط بے رنگ روانہ کرتا ہوں خدا کرے پہنچے۔ جمعہ کے باب میں مختصر یہ ہے کہ علماء حنفیہ نے شرائط جمعہ کے جو مقرر کئے ہیں ان میں سلطان بھی ہے اور اس ملک میں سلطان اہل اسلام نہیں تو موافق اس مذہب کے جمعہ نہ ہوگا اور باقی ائمہ نے کچھ شرط نہیں کی تو جمعہ ہوگا مگر علمائے حنفیہ نے لکھا ہے کہ اگر حاکم اعلیٰ کافر ہو تو مسلمان اپنے لئے حاکم نائب

مسلمان کی درخواست کریں کہ وہ اہتمام جمعہ کا کیا کرے اور جو یہ بھی نہ ہوتو مسلمان اپنا ایک حاکم اپنی مرضی پر اس کام کے لئے مقرر کریں اور اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو جب مسلمان مجتمع ہو کر ایک امام کر کے جمعہ پڑھ لیں گے تو جمعہ منعقد ہو جائے گا۔

اس روایت پر کوئی جمعہ اس ملک کا خالی نہیں رہتا البتہ بہ لحاظ اس شرط کے احتیاطاً فرض ظہر بے جماعت پڑھ لینے کا حکم کیا ہے غرض کہ باتباع تینوں اماموں کے یا بنظر اس روایت کے جمعہ ہو جاتا ہے اس کے ہونے میں کچھ تردد نہیں جس پر یہ کہا جاوے کہ شک سے نماز نہیں ہوتی اور احتیاط بنظر اس شرط کے ہے اور اگر کوئی احتیاط نہ کرے تو عنداللہ معذور ہے اور یہی فتویٰ شاہ عبدالعزیز صاحب کے زمانہ میں ہوا تھا۔ جب مرہٹے دہلی پر غالب آ گئے تھے اور بادشاہ باقی نہ رہا تھا اور سنا ہے کہ جب تاتار میں کفار کا غلبہ ہو گیا تھا اس زمانہ میں وہاں کے علماء نے کہ حنفی مذہب تھے جمعہ نہیں چھوڑا غرض کہ اس ملک میں جمعہ چھوڑنا کسی طرح جائز نہیں اور فرض جمعہ ہی کے ادا ہوتے ہیں اور نماز ظہر پڑھنا ایک احتیاط ہی ہے اور جو کوئی نماز ظہر کو جماعت سے پڑھتے ہیں غلطی کرتے ہیں اور چاروں رکعت کا بھرا پڑھنا اور نیت آخر ظہر کی جو ذمہ پر ہے کرنا یہ سب احتیاط اس امر کی ہے کہ یہ نماز در صورت جائز ہونے جمعہ کے لغو نہ ہو یا کوئی قضا ظہر ہو جائے یا نفل ہو جائے۔ احقر کو اس مسئلہ میں اتنا معلوم ہے امید ہے کہ کافی ہو اور جھگڑے کبھی طے نہیں ہوتے اور نہ جھگڑنے والوں کا پیٹ بھرے۔ ان کی تم مت سنو فقط اپنے والد اور بھائیوں کو اور سب احباب کو سلام کہیو۔

## مکتوب چوبیسواں

موصولہ ۷ ذیقعدہ ۱۲۹۰ھ منبع اشفاق مخزن الطاف برادرم عزیز منشی محمد قاسم بعد سلام مسنون التماس ہے خط آپ کا پہنچا حال قیام جناب مولوی ارشاد حسین صاحب کا معلوم ہوا۔ خط ان کی خدمت میں آج روانہ کیا ہے دو مسئلہ جو تم نے پوچھے ہیں ان کا جواب یہ ہے کہ نماز تہجد میں قرأت کی کچھ تعیین نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم اور اصحاب رضوان اللہ علیہم بڑی بڑی سورتیں پڑھتے تھے اور بعضے بزرگوں نے تمام قرآن ختم کیا ہے۔ سنت یوں ہے کہ جتنا قرآن آدمی کو یاد ہو اس کو ہر روز یا چند روز میں پڑھ لیا کرے اور ترکیب قل ہو اللہ کی گھٹا بڑھا کر عمل مشائخ رحمہم اللہ کا ہے۔ ایک بزرگ سے سنا ہے کہ اگر حاجت دنیاوی کے واسطے پڑھے اول بارہ بار پڑھے اور پھر گھٹا دے اور اگر حاجت دنیاوی کے واسطے پڑھے اول ایک بار پڑھے اور پھر بڑھا وے اور یہ بھی معمول مشائخ رحمہم اللہ میں سے ہے کہ بارہ رکعت پڑھے اور ہر رکعت میں سورۂ اخلاص تین بار پڑھے اور عدد رکعات حدیث میں مختلف آیا ہے۔ سنت یہ ہے کہ چار سے کم نہ پڑھے اور دس سے یا بارہ سے زیادہ نہ پڑھے اور اس سے کم وبیش جائز ہے جو چاہے دو پڑھ لے یا جتنی جی چاہے اتنی پڑھ لے کچھ حرج نہیں اور دوسرے مسئلہ کا جواب یہ ہے کہ ہاتھی دانت پاک ہے اور تر ہونے سے ناپاک نہیں ہوتا۔ اور عاج جس کی کنگھی حضرت خاتون جنت رضوان اللہ کی تھی اس میں اختلاف ہے کہ وہ ہڈی کسی دریائی جانور کی ہوتی ہے یا دانت ہاتھی کا قول اول کو ترجیح ہے اور دانت پہنا جائز ہے مگر اس ملک میں مشابہت کفار کی ہے پرہیز افضل ہے اور حال مشفقی میاں غلام حسین کا معلوم ہوا اللہ تعالیٰ ہر بلا و آفت سے پناہ میں رکھے دفع اعداء کے واسطے **اللھم انا نجعلک فی نحورھم ونعوذبک من شرورھم**۔ ہر نماز کے بعد تین بار پڑھ لیا کریں اور سورہ **لایلاف قریش** ستر بار ہر شب پڑھیں اور اگر آیت کریمہ **لاالٰہ الا انت سبحانک انی کنت من الظالمین** کا ختم چند آدمی مل کر جے دن میں ہو سکے سوا لاکھ بار پڑھ لیں تو بہت نافع ہو اور سنت بعد جمعہ دونوں روایت آئی ہیں چار بھی اور دو بھی علماء نے جمع کو افضل سمجھا ہے یعنی چار اور دو چھ پڑھ لے اور اس ملک میں بھی دو سال سے گرانی ہے کچھ بیشی ہوتی رہتی ہے ان دنوں نرخ گندم ۱۷ یا ۱۸ ثار ہے مگر مونگ ماش اور موٹھ ۳۰ ثار ہے۔ باقی اشیاء بدستور گراں ہیں دیکھئے کب تلک یہ صورت رہے یا مآل کیا ہو۔ فقط اور سب کو سلام

کہیو۔ علی الخصوص اپنے والد اور بھائیوں کو۔ یہ خط کئی دن ہوئے شروع کیا تھا آج فرصت کئی دن میں ہوئی اب ختم کر کے روانہ کرتا ہوں۔

## مکتوب پچیسواں

موصولہ ۲۳ رجب ۱۲۹۳ھ یہ مکتوب چند سوالات کے جواب میں ہے پہلے سوال کا خط اور پھر جواب کی نقل ہے۔ بجناب حضرت مولانا صاحب قبلہ ارباب فضائل وکعبہ اصحاب فواضل حضرت مولوی حافظ محمد یعقوب صاحب دام ظلکم۔ احقر العباد محمد قاسم بعد آداب بصد نیاز کے عرض رسا ہے جناب من دریافت کرنا مسائل مندرجہ ذیل کا احقر کو ضرور ہے ترصد کہ جواب باصواب سے مشرف فرمایئے۔

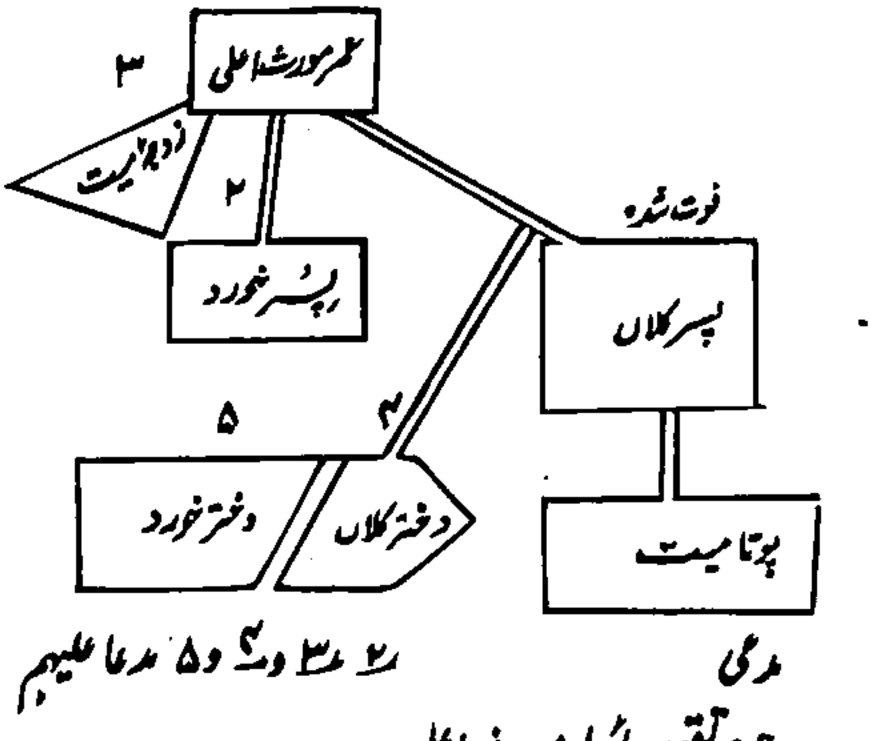
سوال (۱) مہر شرعی کتنی قسم کا ہے اور جس کسی کا عقد نکاح بلفظ مہر شرعی کے بلا تعداد ہوا ہو تو عورت کس قدر مہر لینے کی مستحق ہے۔

مسئلہ (۲) مہر مثل عورت کے باپ کی قوم کے مہر کو کہتے ہیں اور مہر معجل وہی ہوتا ہے جو اُسی وقت ادا کر دیا جاوے یا اور کوئی اور مہر معین اسی کو کہتے جس کی تعداد مقرر ہو جاوے یا اور کچھ علاوہ اس کے اور بھی کوئی قسم مہر کی ہے یا بس۔

مسئلہ (۳) ایک شخص مر گیا اور مال منقولہ غیر منقولہ جائداد اپنی چھوڑ گیا۔ دو پسر دو دختر ایک زوجہ اس کے پیچھے باقی رہے۔ مثلاً پانصد روپیہ کی جائداد ہے ہر ایک کا حصہ جائداد میں کس قدر ہے اور من جملہ دو بیٹوں کے ایک بیٹا میت کا مر گیا جو بیٹا مرا اس کا بیٹا یعنی پوتا میت کا موجود ہے۔ اس جائداد میں اس کا کتنا حصہ ہے۔ پوتا دعویدار تقسیم جائیداد موروثی کا اپنے چچا و پھوپا و دادی سے ہے اور دادی یعنی زوجہ میت کا یہ عذر ہے کہ مہر میرا میرے شوہر کے ذمہ تھا اس کے عوض میں یہ جائیداد مجھ کو شوہر میرے نے دے دی اور مہر ۵۰۰ صماء کا میرا تھا۔ ثبوت مہر ۵۰۰ صماء کا عورت کے پاس نہیں ہے اور مہر مثل عورت کے باپ کے قوم کا بھی ثبوت نہیں ہوسکتا کہ کوئی عورت کے باپ کی قوم کی یہاں میسر نہیں آسکتی البتہ عورت کے شوہر یعنی میت کے بھائی ہیں

مثلاً ان کا مہر سویا سوا سو روپیہ کا ہے اور اس عورت نے بعد فوت ہونے شوہر اپنے کے نکاح ثانی ہمراہ برادر شوہر متوفی کے کرلیا اور نکاح ثانی کا مہر ماصہ کا بندھا یہ صورت اس مسئلہ کی ہے اور میت کا پسر زندہ اور دونوں دختران تائید کلام والدہ اپنی کی کرتی ہیں پوتا ان سب سے دعویدار تقسیم جائداد کا ہے تو اس صورت میں پوتا کس قدر حقدار حصہ جائداد موروثی کا ہے اور عورت میت کا مہر کس قدر شرع سے مل سکتا ہے یعنی مدعی کی دادی کا عذر مہر ۵۰۰ صماء کی نسبت لائق پذیرائی کے ہے یا نہیں اور ہے تو کتنا ہے فقط والد اور برادران و امام الدین برادر زادہ کی طرف سے تسلیم نیاز اور بخدمت شریف صاحبزادگان جناب کے سلام نیاز تاریخ ۶ رجب ۱۲۹۳ھ از نیا نگر ضلع اجمیر۔

## شجرہ نسب




دعویٰ تقسیم جائداد مورث اعلیٰ۔

## جواب حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ

جواب سوال (۱) مہر کم سے کم حنفیوں کے نزدیک دس درہم کا ہے جس کے قریب تین روپیہ کے ہوتے ہیں اور زیادہ کی حد نہیں اور اکثر مراد مہر شرعی سے یہی ہوتا

ہے اور کبھی مراد اس سے یعنی مہر شرعی سے مہر مسنون یعنی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ازواج مطہرات اور صاحبزادیوں کا مقرر فرمایا ہے ہوا کرتا ہے اور اس کی مقدار۔ پانچ سو درہم ہیں جس کے قریب ایک سو بتیس روپیہ کے ہوتے ہیں۔ اب دیکھنا چاہئے کہ اس ملک کا عرف اس باب میں کیا ہے عرف کے اعتبار پر حکم ہوگا اور اگر عرف نہ معلوم ہو یا کچھ عرف ہی نہ ہو دس درہم ہوں گے۔ فقط

(۲) مہر شرعی معجّل یعنی سردست جو دیا جاوے یا جس کی ادا کی مدت مقرر نہ ہو جب چاہے عورت مہر اپنا وصول کر لے اور مہر مؤجل یعنی جس کے ادا کی مدت مقرر ہو جیسے دس برس یا غیر معین جیسے موت زوج اور زوجہ کی یا طلاق۔ اور ایک اصطلاح مہر مثل کی ہے یعنی اس جیسی عورت کا جو عرف میں مہر ہوتا ہو اور اس میں معتبر اس کے باپ کی جانب ہے نہ ماں کی اور اس جہت سے کہ مہر کا ذکر کرنا نکاح کے وقت لازم نہیں اگر مہر کا ذکر نہ ہوا ہو مہر مثل لازم آیا کرتا ہے ورنہ جو کچھ معین ہو کم ہو مہر مثل سے یا زائد جو باہم ٹھہر جائے وہ لازم آتا ہے اور کوئی قسم مہر کی نہیں ہے فقط۔

(۳) یہ مسئلہ اڑتالیس سہام سے ہوا۔ چھ سہام زوجہ کو اور چودہ چودہ سہام دونوں لڑکوں کو اور سات سات دونوں لڑکیوں کو پہنچے اور وہ پوتا قائم مقام اپنے باپ کا ہوا اگر اس کا اور کوئی وارث نہ ہو اور یہ دادی حقیقی اس پوتے کی اس کے باپ کی حقیقی ماں نہ ہو ورنہ چھٹا حصہ اس کو ملے گا اور اگر اور کوئی وارث ہوگا اس کا حصہ اس کو ملے گا باقی یہ پوتا اپنے حصہ کے موافق پائے گا اور دعویٰ کرنا عورت کا کہ یہ جائیداد بعوض مہر کے کہ وہ پانچسو روپیہ ہے مجھے میرے خاوند نے دیدی ہے۔

اگر ثابت ہو جاوے پھر کسی کو کچھ نہیں پہنچے گا اور دعویٰ مہر معین کا ہے۔ اگر وہ پوتا یوں کہے کہ مہر اس قدر نہ تھا بلکہ اس سے کم تھا یا نکاح میں مہر کا ذکر نہ ہوا تھا تب تو مہر مثل کے تلاش کی حاجت ہے ورنہ کیا ضرورت ہے اور اس کی صورت یوں ہو سکتی کہ دیکھے ایسی عورت کا یعنی جیسا نسب جیسی عمر جیسے دیس کی ہے کیا مہر ہوا کرتا ہے وہی مہر

ہوگا اور اس صورت میں ایک اور بات بھی ہے کہ یہ پوتا جو دعویدار میراث کا ہے اس کا باپ مرنے سے پہلے موافق اپنے بھائی بہنوں کے مقر اور صدق اپنی ماں کے دعوے کا تھا یا نہیں اگر مقر اور صدق تھا اب پوتے کو کچھ دعوے کی گنجائش نہیں۔

اور اگر وہ ساکت تھا یا مخالف تب البتہ گنجائش ہے اور درصورت صحت دعوے کے عورت کے ذمہ گواہ ہیں اگر گواہ نہ ہوں اور پوتا کوئی مقدار معین مہر کی بتلاتا ہے اور اس کے گواہ اس کے پاس ہوں عقد کے یا اقرار عورت کے کہ میرا مہر اتنا ہے تو اس کے گواہ سنے جائیں گے ورنہ مہر مثل اگر عورت کی مطابق ہے اس کا کہا قبول ہوگا اور اگر اس پوتے کے مطابق ہے قول اس کا معتبر ہوگا اور دونوں سے قسم لی جاوے گی اور یہ دعوے عورت کا کہ زوج یہ جائداد بعوض مہر مجھے دے گیا ہے مہر چاہے کم ہو یا زیادہ اس کیلئے بھی عورت کے ذمہ گواہ ہیں اور وارث پر قسم آوے گی۔ فقط

حررہ محمد یعقوب نانوتوی عفی عنہ

## مکتوب چھبیسواں

موصولہ ۲۶ محرم ۱۲۹۴ھ مشفق و مکرم عزیزم منشی محمد قاسم صاحب دام لطفہم بعد سلام مسنون واشواق کے مطالعہ کریں بعد مدت تمہارا خط آیا۔ اس راہ میں استقامت اصل ہے یافت و نایافت کے ساتھ کام نہ رکھے اور دروازہ کریم کا کھڑ کھڑائے جائے اس در سے کوئی محروم نہیں رہا تم بھی ان شاء اللہ تعالیٰ محروم نہ رہو گے اور اب بھی محروم نہیں ہو۔ توفیق دوام ذکر اللہ یہ کیا تھوڑی بات ہے یہ ناکارہ روسیاہ کہ مدت سے اس نعمت سے محروم ہے اب اس کو بھی غنیمت سمجھتا ہے کہ اس کا نام زبان سے لوں میاں ہم جیسے روسیاہ میں بارگاہ میں قریب اور درجہ والے ہوں معلوم مگر ایک دھن لگی رہے تو کیا عجب ہے کہ کبھی کچھ پوچھ ہو جائے ہمارے طریقہ چشتیہ خصوصاً صابریہ میں سوائے دردوسوز اور اضطراب اور بے چینی اور کچھ مطلوب نہیں سو بحمد للہ وہ تمہارے اندر معلوم ہوتا ہے جائے شکر ہے جتنا ذکر کی کثرت کرو گے یہ بات بڑھے گی۔ اور کچھ نظر آنا یا معلوم ہونا

طالب اللہ کے طریقہ سے ایک الگ بات ہے کسی کو ہووے یا نہ ہووے برابر ہے ہاں اور تم نے مبتدی اور متوسط اور منتہی کے معنی پوچھے ہیں اور فنا اور بقا کے سمجھنے کا قصد کیا ہے سنو! مبتدی وہ ہے جس کے دل میں طلب اس کی راہ کی جوش کرے اور تلاش میں مصروف ہو اور موانع سے دامن چھڑا دے اور متوسط وہ ہے کہ یہ طلب غالب آ کر اس کی عادات قدیمہ کو بدل دیوے اور اثر اس کا اس کی حرکات وسکنات میں ظاہر ہو جاوے جن کی محبت پہلے تھی ان کی محبت نہ رہے یا ضعیف ہو جائے اور منتہی وہ ہے کہ سوائے یادالٰہی کے کوئی بات اس کے دل میں نہ رہے اور ایسا غلبہ اگر زور کرتا ہے اور سب کو بھلا دیتا ہے اور اگر کچھ کمی ہوتی ہے تو یاد کسی کی آتی ہے مگر جیسے ہوا سے تنکا اُڑتا ہے اس طرح اڑ جاتی ہے اور یہی معنی فنا کے ہیں جو لائق فہم کے ہیں یعنی محبت اور یاد غیروں کی فنا ہو جائے حتیٰ کہ اپنا خیال بھی اور یہ مطلب نہیں کہ موجود غیر موجود ہو جائے یہ بات محال ہے باقی وہ بات جو ان اشعار میں درج ہے اس کو اس مثال سے سمجھ لو کہ کشتی چلتی ہے اور اس کنارہ سے اس کنارہ پہنچ جاتی ہے اور بیٹھنے والا بیٹھا ہوا ہے حرکت تلک نہیں مگر اس کنارہ سے اس کنارہ پہنچ جاتا ہے دیکھ حرکت ایک۔ اور متحرک دو۔ یا یوں سمجھو کہ آفتاب روشن ہے اور اس سے زمین روشن ہے۔ روشنی ایک اور روشن دو۔ معنی یہ ہیں کہ وجود ایک ہے کہ ذات باری کے لئے ہے اور اسی کا وصف ہے اور باقی موجودات زمین آسمان اسی کی بدولت اس وصف کے ساتھ موصوف ہے وصف ایک ہے اور موصوف دو ہیں اور یہ مطلب نہیں کہ معاذ اللہ خدا اور بندہ ایک ہے یا ایک ہو جاتا ہے۔ باقی تفصیل ان مضامین کی موقوف ملاقات پر ہے روبرو بہت سے مضامین بیان ہو سکتے ہیں اور تحریر میں آنا دشوار ہے اور تم نے مراقبہ کو پوچھا ہے اب اتنا ہی مراقبہ کافی ہے کہ بعد تھوڑی دیر ذکر کر کر چپ ہو قلب کی طرف متوجہ ہو کر یہ دھیان کرو کہ ایک نور دل میں ہے یا کوئی گرمی یا جوش ہے یا اطمینان اور تسلی۔ اور جس وقت ذکر میں لذت اور مزہ آوے ذکر کو بڑھا دیوے معمولی عدد سے زیادہ کر دے بلکہ بے

عدد جب تلک ذوق رہے ذکر کرتا رہے اور ذکر میں آواز خوش اور دردناک اختیار کرے اور مد کرے اور جب گرمی قلب میں بڑھے آواز کو بلند کرے اور اسم ذات میں اکثر ذوق شوق بڑھا کرتا ہے اور کسی وقت فرصت اللہ اللہ مکرر بے ضرب یا ضرب کے ساتھ یا اللہ مجرد بے ضرب یا ضرب کے ساتھ ذکر کرے اور باقی مراقبہ کی کیفیت اور ترکیبیں ان شاء اللہ تعالیٰ بعد میں تحریر ہوسکیں گی فقط اپنے والد اور بھائیوں کو اور سب کو سلام کہیو۔

## مکتوب ستائیسواں

موصولہ ۱۹ صفر ۱۲۹۴ھ عزیز القدر گرامی شان طالب مطلوب حقیقی سالک مسالک تحقیقی سلمہ وشرفہ ربی تعالیٰ۔ بعد سلام مسنون مطالعہ فرماویں خط آپ کا پہنچا قلت فرصت سے جواب میں دیر ہوئی عزیز من معنی نفی اثبات کے یہ نہیں کہ موجود کو معدوم کردے بلکہ یہ معنی ہیں کہ غلط فہمی سے جس معدوم کو موجود سمجھ رہا ہے اور موجود کو معدوم اور حاضر کو غائب اور غائب کو حاضر اس کو صحیح سمجھ لے اور یہ بات پوری پوری بدون رفع حجاب ممکن نہیں التجا جناب باری میں کرو کہ الٰہی اس پردہ کو اٹھادے اور وہ دھن لگادے۔ امید ہے کہ اگر پورا نہیں ادھورا ہی سہی کچھ نہ کچھ اپنے مرتبہ کی موجب منکشف ہوجاوے گا مگر مطلب صوفیہ کرام علیہم الرحمۃ کا سمجھ لینا اول مناسب ہے ان کی غرض یہ نہیں کہ سوائے ذات پاک خداوندی معدوم محض اور ہر اعتبار سے ساقط اور ہر حکم سے بے نصیب ہیں آخر یہ فرقہ فرقہ اسلامیہ ہے۔ انبیاء اور قیامت پر ایمان رکھتے ہیں اور ہوش وحواس والے ہیں دیکھتے ہیں سنتے ہیں کھاتے پیتے نکاح کرتے مال واولاد رکھتے ہیں۔

تجارت زراعت معاملات کرتے ہیں۔ یہ کب ہوسکتا ہے بلکہ غرض ان کی یہ ہے کہ وجود حقیقی ذات پاک کو ہے اور مجازی اور ظلی اور اعتباری باقی موجودات کو اس کو ایک مثال سے خیال کرلو ہوا پر اگر انگلی سے لکھو اب ج۔ اب دیکھو کہ الف بے سے اور جیم سے متمیز ہے نہ الف جیم ہے نہ بے ہر ایک کا وجود جدا۔ حکم جدا۔ مگر جو یوں کہیں کہ الف کا وجود خیالی ہے سوائے انگلی کے کہ اوپر سے نیچے کو آئی اور کیا ہے صحیح ہے۔ اسی

طرح ذات وصفات وافعال خداوندی کا یہ تمام عالم ایک اثر ہے اگر فیض وجود ایک آن اُدھر سے منقطع ہو جائے سب کی اصلی حقیقت نظر آ جائے یعنی عدم محض ہو جاوے مگر اس وقت کون دیکھے اور کس کو دیکھے اس سے زیادہ یہ اسرار لائق بیان نہیں۔ اللہ تعالیٰ نصیب کرے جب تلک واضح نہ ہو عقیدہ ظاہر شریعت پر رکھو اور تصدیق ان حضرات کی کرو اور اپنے قصور کے قائل اور حریص کشف حقیقت کے رہو۔ خداوند تعالیٰ کے در پر کسی کے سوال کا جواب لا نہیں ہوتا گھبرانا اور چھوڑ بیٹھنا نہ چاہیے۔

چوں نشینی برسر کوئے کسے عاقبت بینی تو ہم روئے کسے

فقط والسلام ہاں مسئلہ لنگوٹ کا اس کی کہیں ممانعت نہیں ہے جب ناف سے گھٹنوں تلک چھپا ہوا گر اوپر یا نیچے کچھ بندھا ہو کیا ڈر ہے۔ فقط والسلام اور سب کو سلام۔ خوب یاد آیا **من عرف نفسه فقد عرف ربه** یعنی اس بے نشان کا اس جہان میں یہ ایک نمونہ ہے جیسے نفس یعنی جان اور حقیقت آدمی کی نہ عین جسم کی ہے نہ داخل نہ خارج اور یہ مکان اسی سے آباد اور اسی کے نور سے منور ہے۔ نہ جدا ہے نہ ملا ہے اور اول سالک کو نور نفس کا نظر آتا ہے اسی لئے فرمایا **من عرف نفسه فقد عرف ربه**۔ کہ کشف عالم غیب کی اول منزل یہی ہوتی ہے واللہ اعلم۔

## مکتوب اٹھائیسواں

موصولہ ۱۲ شوال ۱۲۹۴ھ منبع اشفاق وعنایات منشی محمد قاسم صاحب دام لطفہم بعد سلام مسنون مطالعہ فرماویں خط آپ کا رمضان شریف میں آیا تھا جب فرصت نہ ملی بعد عید ارادہ سفر عرب مصمم ہو گیا قافلہ دسویں تلک روانہ ہونے والا ہے آج نویں تاریخ ہے۔ احقر بھی روانہ ہونے والا ہے۔ آپ نے پوچھا ہے کہ یہ لڑائی روم وروس وہی موعود لڑائی ہے یا نہیں؟ زمانہ بسبب ظہور علامات قرب قیامت وہی ہے مگر صورت اس لڑائی کی ویسی نہیں۔ کوئی قوم نصاریٰ سلطان کی طرف ہو کر لڑتی نہیں جب یہ امر ظہور ہو گا۔ تب البتہ وہی صورت ہے وہ اللہ جانے کب ہو جاوے۔

باقی پریشانی لاحاصل ہے بے شک زمانہ فتنہ کا خوفناک ہوتا ہے مگر خداوند کریم جس کو چاہتا ہے محفوظ رکھتا ہے تدبیر اس کی سوائے دعا اور التجا جناب باری میں اور کیا اور ہر وقت ڈرنا اور پھونک پھونک قدم رکھنا چاہئے اور اتباع شرع کو اصل ایمان کی ہے اور جب ہی توبہ ہوتی ہے کیونکہ جب تلک گناہ کو گناہ نہ سمجھے اس سے باز آنا معلوم۔ حدیث شریف میں یہ دعا منقول ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تعلیم فرمائی ہے **نعوذ باللّٰہ من جمیع الفتن ماظھر منھا وما بطن** اس کو دوام کریں معنی یہ ہیں کہ پناہ مانگتے ہیں ہم ساتھ اللہ کے سب فتنوں سے جو ظاہر ہوں ان میں یا باطن۔ خیر بعضے اہل کشف کا گمان ہے کہ اگلی صدی کے شروع میں ظہور مہدی اور آثار قیامت موعودہ ظاہر ہوں گے اور بعضوں نے یوں کہا ہے کہ وہ زمانہ ابھی دور ہے واللہ اعلم اگلی بات کہنی فضول ہے جو خدا چاہے سو ہو۔ بارش کی اس طرف نہایت قلت ہوئی شروع اساڑھ میں کچھ برس کر پھر تمام مہینہ نہ برسا اور ساون بالکل خالی گیا۔

آخری جمعہ کو بعد نماز اول آندھی اٹھی پھر عید تلک خوب مینہ برسا امید آگے کی ہوگی۔ ساونی نہایت کم کیا بالکل نہیں ہوئی ایک آنکھ ضائع ہوگئی اناج اگر پیدا ہوجائے خلق جی جاوے نرخ یہاں دس سیر تھا اب بارہ سیر ہوگیا اور ایک حال پر ٹھیرا ہوا ہے۔ فقط سب کو سلام دعا جو تم نے بھیجا تھا پہنچا مدرسہ میں صرف ہوا۔ اب اگر خط لکھو مجھے لکھنو معرفت مولوی عنایت اللہ صاحب کے لکھیو۔

## مکتوب اُنتیسواں

موصولہ ۲۵ شوال ۱۲۹۴ھ۔ مشفق ومکرم منشی محمد قاسم سلمہ بعد سلام مسنون مطالعہ فرمائیں۔ خط تمہارا بجواب خط احقر پہنچا اب تلک صورت روانگی کی نہیں ہوئی تھی اب ٹول مرکب دخانی کا کیا ہے۔ اول تتق کے پچیس روپیہ اور چھتری کے ۳۵ اور کوٹھری میں ایک آدمی کے ساٹھ روپیہ ہوئے تھے اب نرخ گراں ہوگیا اور جہاز بھر گیا ہے بظاہر خبر روانگی کی اٹھائیسویں شوال کو مشہور ہے مگر گمان غالب یوں ہے کہ یکم ذیقعدہ کو

چلے اس جہاز کا نام اگست ہے اور حاجی قاسم کے ٹھیکہ میں یہ معاملہ مولوی عنایت اللہ صاحب اور ان کے دلالوں کی معرفت ہوا ہے دو جہاز اور قریب ہی روانہ ہونے والے ہیں نرخ یہاں اب کسی قدر ارزاں ہے آٹا گیہوں کا ۹ ثار ہے مگر موسم نہایت گرم ہے مینہ بعد عید کے نہیں برسا فقط والسلام سب صاحبوں کو سلام پہنچے۔

## مکتوب تیسواں

مشفق ومکرم عزیز القدر طالب صادق منشی محمد قاسم صاحب ادام اللہ شوقہ وذوقہ بعد دعوات مزید عمر وعلم وعمل وسلام مسنون مطالعہ فرماویں خط تمہارا عین انتظار میں آیا۔ دھیان تھا کہ الٰہی کیا مانع ہوا ہے ظاہر ہوا کہ طبیعت اچھی نہ تھی۔ اب الحمدللہ ساتھ ہی دریافت صحت سے اطمینان ہوا جو کچھ کیفیت دوام توفیق ذکر الٰہی کی لکھی ہے اس کے دریافت سے اس عاجز کو نہایت خوشی ہوئی اللہ تعالیٰ ترقی دیوے۔

اور کمالات ظاہری وباطنی سے مشرف فرمائے تم نے اوراد کے باب میں پوچھا ہے درود شریف میں سو بار ضروری سمجھنا اور باقی کو موصوف ذوق اور فرصت پر رکھنا بہتر ہے اور ذکر کو مدوشد واطمینان کے ساتھ کرنا اصل سمجھو اگر بعد تہجد پورا نہ ہو بعد نماز صبح ورنہ بعد ظہر بعد عصر بعد مغرب غرض اسی طرح پورا کر لینا چاہئے اور بوقت ذکر حرکت قلب کے طرف کچھ التفات مت کرو اور نہ اس کی فکر کرو باطمینان ذکر میں لگے رہو حرکت چشتیہ خاندان میں مقصود نہیں گرمی اور ذوق اور شوق اگر پیدا ہو اور درد اور قلق اور حزن وغم اور بیتابی بے چینی اور زور ہو جانا طلب کا اور اشتیاق کا اور کبھی اضطراب اور خفقان یہ آثار نسبت گرم کے ہیں اور اکثر ذکر کے وقت یا بعد ذکر ان کا ظہور ہوا کرتا ہے اور رغبت آواز خوش کی طرف اور لذت اس میں ہوا کرتی ہے۔

جب یہ علامتیں تمام یا کوئی اس میں سے ہو شکر الٰہی کرنا چاہیے اور اگر کچھ ظاہر نہ ہو یا ظاہر کو ترقی نہ ہو یا کم ہو جاوے مایوس نہ ہوں اور کام میں مصروف رہیں کیونکہ محنت کسی کی اللہ کریم کے ہاں ضائع نہیں جاتی۔

چوں نشینی برسر کوئے کسے عاقبت بینی تو ہم روئے کسے
گفت پیغمبر کہ چوں کوبی درے عاقبت زاں دربروں آید سرے

شیخ سعدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

طلبگار باید صبور حمول کہ نشنیدہ ام کیمیا گر ملول

اور یہ وہ کیمیا ہے کہ خاک سے روح پاک تیار ہوئی ہے اور بگولا ہوا کی قوت سے آسمان کو جاتا ہے یہ آتش عشق اس خاک کو آسمان بلکہ عرش کو لیجاتی ہے اور وہاں پہنچاتی ہے کہ فرشتہ بھی وہاں پر نہ مار سکے:

جمنے گمنام وہاں پاؤں جمائے اپنے پا فرشتہ کا بھی جس جا سے پھسلتا دیکھا

اور جب ذکر غلبہ کرتا ہے ایک قلب کیا تمام جسم متحرک ہوجاتا ہے بلکہ آواز آتی ہے بلکہ ہر طرف سے آواز آتی ہے اور ایسی آواز کا غلبہ اس قدر ہوجاتا ہے کہ نقارخانہ کی آواز اس پر غالب نہیں ہوتی اور یہ ثمرہ مشغولی ذکر اللہ کا ہوتا ہے اور اس کو سلطان الذکر کہتے ہیں ان شاء اللہ تعالیٰ جب خواستہ ایزدی ہے ظہور اس کا ہوگا اور بوقت فرصت ذکر آرہ کرتے رہو اور مراقبہ کسی قدر اگر طبیعت چسپاں ہوکر وخواہ کچھ معلوم ہو یا نہ ہو ان شاء اللہ تعالیٰ سب کچھ معلوم ہونے لگے گا اور جتنے وردووظائف تم پڑھتے ہو بہت ہیں ان میں سے جن پر مداومت ہوسکے رکھو باقی کو ترک کردو اور تم نے الله الصمد کو اور یاحی یاقیوم کو پوچھا ہے الله الصمد کو پانچسو بار اور یاحی یاقیوم کو گیارہ سو بار کا معمول ہے۔ الله الصمد اکثر بزرگوں کے نزدیک اسم اعظم ہے اور اس کو گدازگیٔ قلب میں نہایت تاثیر ہے اور مجاہد پر اس سے اعانت ہوتی ہے اور یاحی یاقیوم کی مداومت سے دل زندہ ہوجاتا ہے اور زندہ ہونے کے یہ معنی ہیں کہ اثر ذکر اور مراقبہ کا جلد قبول کرنے لگے اور یاحی یاقیوم کو ضرب کے ساتھ بھی کیا کرتے ہیں ایک ضربی یا دوضربی۔ ایک ضربی میں حی پر ضرب کرتے ہیں اور دوضربی میں ایک ضرب حی پر اور ایک قیوم پر۔ کبھی فرصت میں اس کو بھی کرلیا کرو۔ تم نے پوچھا ہے کہ

صبح اور شام کے وظیفہ کب تلک ادا کئے جائیں۔

بھائی اول روز صبح ہے اور اوّل رات شام جب تلک ممکن ہوادا کرلیں اور یہ وظائف چلتے پھرتے کرلیا کرو بات چیت کرتے رہے اور پڑھتے بھی رہے، یوں آسانی ہوتی ہے جتنی قید زیادہ ہوتی ہے اتنا ہی کام دشوار ہوتا ہے اور پھر نبھتا نہیں اور اصل دوام اور نباہ ہے تم نے ذکر آرہ کے باب میں پوچھا ہے کہ یہ آواز سانس کی ہے یا کیا اول آواز سانس کی ہوا کرتی ہے جب قلب میں حرارت آتی ہے قلب میں سے آواز نکلا کرتی ہے مگر ذریعہ سانس کا پھر بھی ہوتا ہے اور اس میں تصور اللہ ہو کا چاہئے اور آواز خود اس وضع پر ہوجاتی ہے اور جو دعائیں حدیث میں آئی ہیں ان میں سے صبح وشام کے وظیفہ میں کسی قدر جو پڑھتے ہو کافی ہیں اور سبحان اللہ وبحمدہ کی ایک تسبیح جو ارشاد مرشد میں ہے اس کے مقدم موخر ہونے کا کسی وظیفہ سے مضائقہ نہیں اور ایسا ہی سب وظائف میں اور دعائیں متفرق اوقات ظفر جلیل میں دیکھ کر یاد کرلو مگر ان کی قدر اتنی ہی رکھو کہ دوام ممکن ہو۔ باقی تم نے جو تیمم ضرورت غسل میں کیا جب مرض میں خوف ضرر ہو تب غسل کی جائے پر تیمم کرلے اور غسل اور وضو جیسے امر الٰہی ہے اور اس کے کرنے سے آدمی کو امید ثواب ہے ویسے ہی ہر تیمم سے امید قبول ہے اور یہ جو تم نے لکھا ہے کہ کاہلی سستی رہی اور اس میں اپنا معمول کرتا رہا اور شغل کو نہ چھوڑا یہ بڑی مردانگی کا کام ہے مبارک باد اللہ تعالیٰ مزید توفیق سے موفق کرے۔

## ایسے ہی ہمت ہمیشہ رکھو

ملنے نہ ملنے کا تو وہ مختار آپ ہے　　پر تجھ کو چاہیے تگ ودو لگی رہے

طالب کا کام طلب ہے اور وہ وصول مطلوب قسمت سے تعلق ہے آدمی اپنا کام کرے ان شاء اللہ تعالیٰ خداوند کریم کسی کی محنت رائیگاں نہیں فرماتا فقط تمہارے متعلق مضامین تمام ہوئے میاں دوست محمد نے جو پوچھا ہے اس کا حساب یہ ہے کہ ان دنوں قحط کے سبب کہ ۱۳ اثار گیہوں ہیں سوا یا ڈیڑھ روپیہ کا اناج فی آدمی کا صرف ہوتا ہے اور

ایک روپیہ کا گھی ایک روپیہ سے کچھ زائد مصالحہ ایندھن پکوانے کی مزدوری غرض تخمیناً چار روپیہ مہینہ میں صرف خوراک کی صورت ہے اور کھانا پکنے کی دو صورت ہیں۔

ایک بھٹیاری کے گھر اور دوسری کسی عورت کو پکانے کو مقرر کر دیں کہ وہ اپنے گھر پکا دیا کرے ہر چند تدبیر کی ہے مگر اب تلک اس باب میں پورا انتظام نہیں ہے جیسے جی چاہتا ہے ویسا بندوبست اس کا نہیں ہے مگر صورت گزارہ کی ہے۔ اگر شوقین ہو اس کے لئے تو راحت ہے ورنہ گھر کی سی آسائش دیوبند میں کہاں والسلام اور سب کو سلام کہو۔ تعبیر خواب جدا پرچہ پر لکھی ہے اور اسی پر بھورے خاں کا جواب ان کو جدا کر دیجئو فقط اپنے والد اور سب دوستوں کو سلام پہنچائیو یہاں سب تم کو سلام کہتے ہیں۔ تم نے لکھا ہے کہ بوقت مراقبہ تصور شعلہ کا نہیں آتا کچھ مضائقہ نہیں ان شاء اللہ تعالیٰ سب کچھ ہونے لگے گا۔ اتنا ضرور کرنا چاہئے کہ دل ایک طرف لگا رہے انتظار نظر آنے شعلہ ہی کا سبھی خیالات متفرق نہ آویں اگر آویں ان کو لاحول پڑھ کر دفع کر دو اور پھر متوجہ ہو جاؤ اول طبیعت کم جما کرتی ہے پھر بے تکلف دل کا خالی ہونا میسر ہوتا ہے۔

## تعبیر خواب

واللہ اعلم جو سمجھ میں آتا ہے وہ یہ ہیں کہ بکری کا ملنا راہ میں اشارہ برکت کی طرف ہے سلوک میں برکت ہوگی۔ تالاب اشارہ جماعت علماء کی طرف ہے۔ چشمہ جاری درویش ہے جاری چشموں سے تالاب کو مدد ہوتی ہے جاری پانی تم کو ہاتھ آیا ان شاء اللہ تعالیٰ فیض باطن پہنچے گا۔ ٹیلہ پر چڑھنا بمد لا الہ الا اللہ کے ہے جتنا توحید میں قدم راسخ ہوا اتنا ہی اس پہاڑ کا چڑھنا آسان ہوا اور آواز غیبی مرشد کی ہدایت ہے کہ وہ مظہر اسم ہادی کا ہے اور فیض اس کا ہر دم طالبوں کو پہنچتا ہے اور ہر حاجت کے وقت امداد کرتا ہے۔ یہ خواب امید ہے کہ موجب برکات کا ہو۔

## مکتوب اکتیسواں

موصولہ ۱۵ شعبان ۱۲۹۶ھ مخزن الطاف واعطاف مظہر اشفاق واخلاق طالب

حق صادق منشی محمد قاسم صاحب دام لطفہ۔ بعد سلام مسنون مطالعہ فرماویں۔

خط تمہارا آیا حزب البحر کی زکوٰۃ کا اتفاق نہ ہوا کیا خطرہ ہے وظیفہ دائمی سال بھر میں قائم مقام زکوٰۃ ہو جاتا ہے اور جو بات تم نے پوچھی ہے یہی کہ بعد غروب آفتاب تلک دن شمار ہوتا ہے اور شرع میں یہی معتبر ہے سوائے حج کے کہ وہاں رات دن کے تابع ہوتی ہے اعتکاف رمضان شروع ماہ ختم ماہ اسی قاعدہ پر مقرر ہے کہ غروب سے پہلے مثلاً شعبان ہے جب چاند ہوا بعد غروب سے رمضان شروع ہوا اور جب ختم ہوگا غرضیکہ مغرب سے تا اگلے دن کے عصر کے ختم تلک عدد معین پورا کرلے اور درود شریف ہر وظیفہ کے شروع میں بعد دطاق ضروری ہے جتنا ممکن ہو معاش کی طرف سے جو تم نے لکھا ہے اچھا ہوا جو کام پہلے کرتے تھے اس کو اختیار کیا اللہ تعالیٰ تشویش وافکار سے نجات دے اور اطمینان اور توکل نصیب کرے۔

کچہری کی چھٹی سے گھبراؤ نہیں کارساز موجود ہے بندہ کا کام ان شاء اللہ تعالیٰ اٹکا نہ رہے گا۔ طبیعت آزادی طلب کو آزادی وفکر سے اور تشویش سے نہ کہ کام سے کیونکہ نفس امارہ معطل ہو کر سوائے اپنی خواہشوں کے اور طرف نہیں لیجاتا مشغولی بہتر ہے مگر دست بکار و دل بیار چاہئے جیسے پیاسا سووے جاگے چلے پھر بات چیت کرے ملے جلے دھیان پانی کا چھوٹتا نہیں ایسا ہی حال طالب حق کا ہونا چاہئے۔

آب کم جو تشنگی آور بدست تاکہ آبت جوشد از بالا و پست

اس سے خوشی ہوئی کہ امام الدین نے قرآن ختم کرلیا۔ دوہرانے کی ترکیب یہ اچھی ہے کہ ہر روز پاؤ سیپارہ یا تین رکوع یا زیادہ جیسا یاد ہو اور جیسی قوت ہو ہر روز صاف کرلیا کرے اور بعد مغرب نماز میں سنادیا کرے اور جب تلک قرآن شریف صاف نہ ہو لے اور کچھ مت شروع کراؤ ہاں اگر وہ اپنے شوق سے اردو پڑھنے لگے تو راہ نجات کنز المصلی مفتاح الجنۃ چھوٹے چھوٹے رسالے پڑھا دینے چاہئیں بعد سنا دینے قرآن شریف کے رمضان میں اور چیز کا مضائقہ نہیں اور دعا ترقی حافظہ کے

لئے جو حصن حصین اور بعض قرانوں میں چھاپی ہے وہ اگر پڑھ لے تو اچھا ہو اور زکوٰۃ کے مسئلہ کی صورت یہ ہے کہ زیور عورتوں کے باپوں کے گھر کا ہے اور جوان کے قوت بازو سے پیدا کیا ہوا ہے وہ ان کی ملک ہے بے شبہ اور جو زیور ان کے خاوندوں نے دیا ہے اس میں یہ شبہ ہے کہ اگر محض پہننے کے لئے دیا ہے عاریت ہے اور عرف اکثر ہند کا یہی ہے اس صورت میں وہ ملک خاوندوں کی ہے اور اگر بالکل دیدیا ہے تب ملک عورتوں کی ہے اب صورت زکوٰۃ کی یہ ہے کہ اگر ملک ایک شخص کی بقدر نصاب ہو یا زائد نصاب سے اور پورا برس اس پر گزر جاوے زکوٰۃ چالیسواں حصہ دینا واجب ہے اور اگر کم نصاب سے ہے زکوٰۃ اس میں آتی نہیں۔

اور دو کی یا تین کی ملک ملا کر نصاب پورا کرنا معتبر نہیں۔ مشترک چیز میں حصہ کا دھیان کر لینا چاہئے باقی تم نے جو بہ نسبت سماع کے لکھا ہے اصل یہ ہے کہ سماع حلال کا مضائقہ نہیں اور اس کی بھی مشغولی اور قصداً اچھا نہیں کیونکہ مبتدی کو مضر ہوتا ہے اور سماع حرام اگر سردست کوئی نفع بھی دے مآل اس کا برا ہے جو ہو گیا ہو گیا آئندہ ایسا قصد نہ کرنا چاہئے بندہ سراپا گناہ ہے ہمارے خاندان میں بقصد سماع سننے میں طبیعت مکدر ہو جاتی ہے اور بعض بار قبض واقع ہو کر نہایت ضرر واقع ہوا کرتا ہے اور بے قصد ﴿یعنی نہ سننے کے قبل نہ سننے کے بعد۔۱۲ حظوظ﴾ کہیں آواز کان میں پڑ جائے اس سے بعضی بار عمدہ حالت اور نفع ہو جاتا ہے آدمی وہی کرے جس میں امید نفع ہو اور تم نے لکھا ہے رات کا اٹھنا نہیں ہو سکتا یہ رات کے چھوٹے ہونے کے سبب تھا اب رات بڑی ہونے لگی اب پھر اپنا کام شروع کر دو۔

استقامت میں برکت ہے پانی کی کمی میں بہت موثر ہے اور کسی قدر کھانا بھی کم کھاوے کنویں کے بارہ میں سوائے دعا اور کیا ہو سکتا ہے۔ فکر تاریخ کی فرصت نہیں ملی۔ امتحان تحریری کل شروع ہونے والا ہے اور امتحان تقریری دس روز سے شروع ہے اسی لئے جواب خط آج جمعہ کو ہی لکھ کر روانہ کرتا ہوں فقط سب کو سلام کہئے اور سب

سلام کہتے ہیں۔ دیوان جی کو پرچہ دے دیا تم نے اجازت سورہ یٰسین طلب کی تھی اجازت عام ہے اور ایسی ہی حزب البحر کی اجازت عام ہے جس کو چاہو اجازت دو۔

## مکتوب بتیسواں

موصولہ ۲۳ ربیع الاول ۱۲۹۷ھ۔ مشفقی مکرمی منشی محمد قاسم صاحب دام لطفہ بعد سلام مسنون مطالعہ فرماویں تمہارا خط مع مسودہ خطبہ مکتوب پہنچا۔ قلت فرصت کے سبب جواب میں دیر ہوئی مسودہ کو جمعہ کو دیکھ لیا تھا مگر جواب لکھنے کی فرصت نہ ہوئی اور کوئی خط جواب طلب پڑھے ہوئے تھے۔ رائے تمہاری درباب جمع کرنے ان مکتوبات کے مبنی محبت پر ہے ورنہ یہ عاجز کیا اور کیا اس کی تحریر۔ لائق رکھنے کے اور جمع کرنے کے عمدہ کلام اور اچھی تحریر ہوتی ہے۔ اب ان چند امور کا جواب لکھوں جو تم نے پوچھے ہیں۔ بعد مغرب جو چپ چاپ بیٹھے تو اس میں یہ تصور رکھے کہ فیضان الٰہی عرش اعظم سے بوسیلہ قلب شیخ مرشد کے بمنزلہ پرنالہ کے ہے میرے قلب کے اوپر آرہا ہے اور اگر تصور شعلہ چراغ کا یا نور سرخ کا ہو سکے کرے ورنہ تکلف نہ کرے۔

اور اگر خطرات تشویش دیں تو لاحول پڑھ کر پھر اسی تصور کو جمادے اور اگر قلب خطرات سے خالی نہ ہو اور ہجوم ان کا موقوف نہ ہو ان کو منجملہ صنعت خداوندی سمجھ کر دفع نہ کرے اور یوں تصور کرے کہ میرے پروردگار کی کیا کاریگری ہے کہ انسان کو ایسا ضعیف ان خطرات کے آگے کر دیا ہے اور ان کو اس پر ایسی قوت دیدی ہے کہ اپنے قلب سے دفع نہیں کرسکتا اور اسی تصور میں مشغول رہے اور وقت ذکر اللہ کے احاطہ ذات پاک کا زمانہ کے اول و آخر جو مضمون ھو الاول ھو الآخر کا ہے تصور کرے اور مکان کے اوپر نیچے جو مضمون ظاہر و باطن کا ہے ملحوظ رکھے اور وقت ذکر اللہ یعنی اسم ذات مجرد کے اس آیت کا تصور کرے قل اللّٰہ ثم ذرھم فی خوضھم یلعبون۔ یعنی کہہ تو اللہ ﴿یہ اقتباس من القرآن ہے تفسیر القرآن نہیں تو انزل کا فاعل ہے۔ ۱۲ احظوظ﴾ اور چھوڑ دے ان کو اپنی فکر میں کہ کھیلتے ہوں اور جب کسی قدر ذکر کر چکے

تھوڑی دیر بامید فیضان وہی تصور آنے فیض کا قلب مرشد سے کر کے بیٹھا رہے پھر ذکر الٰہی شروع کرے اور اگر اول ذکر سے کچھ اشعار صوت خوش سے پڑھ کر قلب کو نرم کرے تو مفید ہے اور ذکر میں آواز نرم اور رسیلی رکھے تا کہ قلب بے تکلف اس کا اثر قبول کرے فقط ہاں تم نے اپنی پریشانی لکھی ہے بھائی دل ایک ہے اس کے دو دلبر نہیں ہوسکتے جب ایک ہوگا وہ دوسرے کو کب جمنے دے گا اور اس کے پاس ہونے کا کب روادار ہوگا مگر معاش اور پرورش بچوں کی ناچاری ہے۔

اور جب عادت زیادہ خرچ کی ہوتی ہے قلت پر صبر نہیں ہوسکتا۔ بناچار کچھ وقت اس کام کے لئے رکھو اور اس کو امر ضروری مثل پاخانہ اور پیشاب کی ضرورت کے سمجھو اور قلت پر کچھ افسوس نہ کرو۔ گھر والے یا اجنبی اگر کچھ مانگیں اور پاس نہ ہو لطف سے عذر کردو۔ اور نہ ہونے میں کیا شرم ہے فقر ہمارے فخر الاولین والاخرین کا فخر ہے اگرچہ ہمارا دل نہ قبول کرے اپنی حرص کے سبب مگر زبان سے تو کہہ لیں کہ ہمارا فخر ہے فقط سورۂ یٰسین کا عمل ایک چلہ پڑھ لو اور یہ دعا کرو کہ الٰہی روزی واسع کی کوئی سبیل سہل عنایت فرمادے۔ امید ہے کہ کوئی صورت نکل آوے گی۔

کچہری کا جانا اور مقدمات کے خلجان میں پڑنا فضول ہے روزی رازق حقیقی کے قبضہ قدرت میں ہے اگر یہ نہیں ہوسکتا یا کفایت نہیں ہوتی کوئی صورت ان شاء اللہ نکل آوے گی فقط سب کو سلام اور سب کا سلام۔ میاں دوست محمد بعد سلام معلوم فرماویں یہاں طلبا کے کھانے کی وہی ایک صورت ہے کہ جب کوئی جگہ خالی ہو کہیں کسی کے گھر روٹی مقرر ہو جائے اکثر غریب غربا میں جو جوار باجرہ جو چنا ان کو میسر ہے جو آپ کھاتے ہیں طالبعلموں کو دیتے ہیں جب کبھی ہوسکتا ہے یہی ہوسکتا ہے۔ اور ہم لوگوں سے کیا ہوسکتا ہے جو بندگان خدا تھوڑا تھوڑا ہر طرف سے بھیج دیتے ہیں وہ ہم ایک انتظام سے اس کو کار خیر میں خرچ کر دیتے ہیں۔ فقط والسلام

# مکتوب تینتیسواں

مشفق ومکرم مخزن لطف وعطف طالب صادق منشی محمد قاسم صاحب زاداللہ شوقہ وذوقہ۔ بعد سلام مسنون اشواق مشحون مطالعہ فرماویں۔ تمہارا خط پہنچا۔ پہلا خط تمہارا آیا تھا جواب انہیں دنوں لکھا تھا اللہ جانے پہنچا یا نہیں۔ انتقال میاں عبدالرحمٰن اور اس کیفیت کے ساتھ ایک نمونہ قدرت وعنایت حق تعالیٰ شانہ کا ہے اس کی رحمت جب ہوتی ہے اس کے آثار ایسے ہی ہوا کرتے ہیں۔ بہتیرے اللہ کے بندے مقبول ایسے ہوتے ہیں کہ سوائے اللہ تعالیٰ اور کسی کو ان کے راز کی اطلاع نہیں ہوتی اور ان کی کیفیت دل کی کوئی نہیں جانتا سوائے اللہ تعالیٰ یا بعض اس کے خاص بندے کوئی اس کو نہیں پہنچاتا اور مدار ساری عمر کا خاتمہ پر ہے دیکھئے اس وقت کیا رنگ ہو خاتمہ کے ڈر سے جگر آب اور سب حال خوب خراب ہے۔ ساری عمر کا کیا کرایا ایک آن بھر میں اکارت ہوجاتا ہے جو اس معرکہ سے ایمان سلامت لے گیا اس کو مبارکباد اور سومبارکباد وہ ہمیشہ ہمیشہ کو نجات پا گیا اس کا کیا کہنا ہے۔ دیکھئے ہم اپنی روسیاہیوں کے پتے کیا رنگ لاویں اور کس طرح جاویں سوائے دعا اور التجا کیا چارہ ہے تم بھی اس ناکارہ درماندہ کے حق میں دعا کیجیو کہ اللہ تعالیٰ ایسے وقت نازک پر یار و مددگار ہو اور ایمان سلامت لے جاویں۔ آمین۔ یا اللہ سب مسلمانوں کا ایمان پر ہی خاتمہ ہو۔

نوکری کا حال معلوم ہوا کیا مضائقہ ہے اگر کچھ ہاتھ آ گیا کچھ کام چل جاوے گا بے دھیان جو مل رہے اس کے قبول میں کیا انکار ہے۔ شغل حبس کا نفی اثبات کے طور پر شروع کیا اللہ برکت دے اب وقت گرمی کا آ گیا ہے پسینہ بہت آیا کرتا ہے یہاں تلک کہ آدمی نہا جاتا ہے اور کپڑے قابل نچوڑنے کے ہوجاتے ہیں اس وقت ہوائے سرد سے بچنا اور آب سرد کے استعمال سے پرہیز چاہئے بدن کو پوچھ کر اور کپڑے سے ڈھانپ کر مکان خلوت سے باہر آوے۔ اور طریقہ سانس کے کھینچنے کا سینہ تلک ہے دل تلک نہیں۔ سانس سینہ تلک لا کر روک لے اور مدلاً کا دل سے شروع کر کے اشارہ

داہنے مونڈھے کی جانب کر کے اللہ کا تصور کر کے ضرب الا اللہ کا اشارہ دل پر کرے۔
مطلب ضیاء القلوب اور ارشاد و مرشد کا سانس کا روکنا نہیں بلکہ لا الہ کا اٹھانا اور اس پر ضرب کرنا ہے۔ میری فہمید میں یوں آتا ہے کہ تم اسم ذات کو سو سے زیادہ بڑھاؤ بھلا دو سو تلک پہنچادو اور شغل کے جم جانے اور بے تکلف ادا ہونے کو اصل سمجھو بڑھانے کا فکر زیادہ مت کرو۔ ایک اور بات سب ذکر و شغل اور مراقبہ میں بلکہ نماز روزہ حج زکوٰۃ میں بندہ کو دھیان رکھنی ضرور ہے اور جو کام کرے اول دل کو اس مضمون پر خوب جمالے کہ میں بندہ ہوں اور اللہ جل شانہ وعم نوالہ کی عبادت میرے ذمہ لابدی اور اس کا ذکر میرے ذمہ اس طور کہ خطرہ غیر کا نہ ہو فرض عین مدام اور جو کچھ توجہ بہت یا تھوڑی ماسوی اللہ کی طرف ہوتی ہے یہ سراسر میرا قصور اور خطا اور جو کام بھلا برا بندگی کا کرتا ہوں وہ لائق اس کی شان کے نہیں اس کے حکم کی فرمانبرداری اور اپنی بندگی کا اظہار اپنی لیاقت اور حوصلہ کی قدر اور قوت وقدرت کے اندازہ پر کر رہا ہوں۔
اب یہ تصور کہ میرے ذکر و شغل سے کوئی بات پیدا ہو یا مزہ آوے یا جذب قلبی پیدا ہو سراسر فضول ہے یہ اس کی عنایت ہوگی جو اس ذرہ کمتر کو باوجود ناکارہ اور آوارہ ہونے کے اور بے کسی لیاقت اور خوبی کے خاک مذلت سے اٹھا کر اپنے ذکر کی لذت سے سرفراز فرماوے اور اپنی عبادت کا ذوق دے اور اپنی بارگاہ تلک رسائی دے اور اگر یہ اور اس سے بڑھ کر کوئی عنایت ہوا پنا اس میں کوئی استحقاق اور اجارہ نہیں یہ سراسر اسی کا فضل وکرم ہے جتنی توفیق پاؤ اس کا شکر کرو کہ میں ناپاک کہاں اور یہ عنایت کہاں اور جو تقصیر اور کوتاہی ہو اس کو اپنے حق میں سراسر خرابی اور نقصان سمجھو اور جان لو کہ میری یہ لیاقت اور حوصلہ کی موجب معاملہ ہے اسی سے پناہ مانگو۔ اسی سے مدد چاہو اور اسی پر بھروسہ کرو اور کام کے پورے ہونے یا ناقص ہونے سے دل آزردہ مت ہو۔

ملنے نہ ملنے کا تو وہ مختار آپ ہے  پر تجھ کو چاہئے کہ تگ و دو لگی رہے

اس امر کو ہر بات اور حال میں خیال کر لیا کرو کہ بندہ کا کچھ حق اور اختیار نہیں کوئی

دعویٰ کوئی حجت نہیں جو کچھ ہے اور ہوگا مالک کی رحمت اور اس کی عنایت ہے حال دل کا پریشانی اور استقلال اور مشغولی اور فراغ میں یوں چاہئے کہ اپنے مطلب سے غفلت نہ ہو اور کیا ہے وہ تلاش اور طلب۔ بندہ کا کام تلاش وطلب ہے ملنا اس کا کام ہے۔ بندہ کی غرض بندگی سے ہے قبول فرمائے یہ اس کی نوازش وعنایت ہے رد کرے ہم اسی قابل اور اسی لائق ہیں۔ میرا مطلب تم سمجھ گئے ہوگے اور اس کلام پریشان اور مضمون متفرق سے غرض جو ہے وہ ان شاء اللہ تہ نشین دل میں ہو جائے گی اس ناکارہ کو بھی دعا سے یاد رکھو کہ پچاس کی عمر آئی اور یہ یوں ہی گنوائی لڑکپن کے خصال ہنوز ویسے ہی ہیں ایک وضع نہ بدلی ایک رنگ نہ پلٹا کیسی کیسی صحبتوں میں رہا مگر کسی کا کچھ اثر نہ ہوا۔ ہاں شقی کو کون سعید کردے اصل کا بدل دینا اسی کا کام ہے حضرت مخدوم العالم کی خدمت میں جو کوئی کچھ بھی رہ لیا اس پر ایک اثر ہو گیا کہ تمام عمر نہ گیا میں کم نصیب جیسا تھا ویسا ہی رہا یہ عمر بے ہودہ کٹی اور آگے اب کیا امید۔ اب قافیہ تنگ ہے۔ دیکھئے کلمہ زبان پر ہے اللہ تعالیٰ اسی پر خاتمہ کردے۔ آمین تم بھی دعا کیجیو۔ ہاں تم نے معین الدین کے جودھپور جانے کی وجہ پوچھی۔ بھائی! معین الدین مدتوں سے بے ہودہ گھر بیٹھا تھا ہر کام سے جی چراتا تھا اتفاقاً میرے مہربان مکرم منشی عنایت حسین ساکن بلگرام ضلع فرخ آباد جو نرسنگھ گڑھ کی ریاست کے کامدار ہیں اجمیر سے ملنے کو آئے اور اپنے لڑکے کو مدرسہ میں چھوڑنا منظور تھا ان کی زبانی معلوم ہوا کہ وہ اپنی ریاست کی جانب سے جودھپور جاتے ہیں۔ یہ نرسنگھ گڑھ بھوپال کے پاس ہے اور جودھپور والے سے وہاں کی قرابت ہے شاید لڑکی بیاہی ہے اور ایسا ہی رشتہ اودھ پور سے ہے بالجملہ معین الدین کو انہوں نے اپنے ساتھ لے لیا کہ جہاں موقع ہوا کسی نہ کسی جگہ ان کا تعلق ہو جاوے گا۔ جودھپور پہنچنے کا خط آلیا ہے ابھی راجہ کی ملاقات نہیں ہوئی وہ اجنٹ کے ساتھ ہے راہ میں ملے تھے جب وہ جودھپور آوے تب کچھ تجویز ہو دعا کیجیو کہ اللہ اس بے ہودہ کو توفیق نیک دیوے اور کسی کام کا کردے فقط سب کو سلام پہنچے اور سب کا سلام قبول ہے۔

## مکتوب چونتیسواں

موصولہ ۲۴ ذی الحجہ ۱۲۹۹ھ۔ مشفق ومکرم طالب صادق واصل واثق منشی قاضی محمد قاسم صاحب دام لطفہ۔ بعد سلام مسنون مطالعہ فرماویں۔ تمہارا خط پہنچا شاہ محمد رضا صاحب کی خوابیں دیکھ کراور کیفیات ان بزرگ کی سن کرطبع نہایت خوش ہوئی مگر اے عزیز تم کواس ناکارہ درماندہ کی طرف حسن ظن ہے میں بیچارہ کہاں اور بزرگوں کے واقعات کی تعبیر کہاں۔اے ایاز قدر خود شناس۔ بندہ کا حال ایسا ہے جیسا کسی نے کہا تھا کہ پیش ملا طبیب وپیش طبیب ملا وپیش ہر دو ہیچ وپیش ہر دو۔ نہ علم میں کمال نہ عمل میں خوبی۔اور تعبیر کے لئے مرتبہ کشف چاہیے تاکہ سمجھے کہ حقائق نے غیب سے کیا صورت پکڑ کر ظہور کیا ہے اور تلوینیات ان کی کس طور ہوئی ہے اور پھر عالم خیال نے اس کی کیا صورت بنادی ہے اور اصل غیبی امر کتنا ہے اور ملاوٗ خیال کا کتنا ہے تاہم بنظر مزاج داری حضرت شاہ صاحب اور تمہاری تحریر کے جو کچھ اس ناکارہ کے خیال ناقص میں آیا جدا پرچہ پر لکھ کر ملفوف کیا ہے جو کچھ اس میں صحیح ہے وہ فیض بزرگوں کا ہے اور جو غلط ہے وہ اس ناکارہ کی اصلی قابلیت ہے۔ حال مقدمہ کا معلوم ہوا اللہ تعالیٰ اپنا فضل فرماوے جو کوئی ہو اس سے اپنا کام لے لے اللہ اعلم شاید بد بجانے میں کوئی بہتری ہو بہر حال دعا سے غفلت نہیں اور انتظار ختم مقدمہ کا ہے فقط والسلام۔ شاہ صاحب کی جناب میں سلام نیاز عرض کیجیو اور بندہ بھی مشتاق ہے مگر دیکھئے اگلی بات پر پورا بھروسہ کرنا زائد ہے اللہ تعالیٰ راست لاوے۔ شروع محرم میں شاید دو چار روز کی دیر ہو یا راہ میں دہلی یا جے پور ایک دو روز ٹھہرنا ہو اللہ اعلم۔ سب صاحبوں کو سلام کہیو۔

## تعبیر خواب

پہلے خواب کے تین جزو ہیں ایک یہ کہ قرآن شریف حفظ ہونے تلک قرآن کے حروف اڑ جائیں گے قرآن شریف کے اٹھ جانے کی جیسی کچھ روایات ہیں ان سے

مراد یہ نہیں کہ حروف کاغذ سے مٹ جاویں اور یاد سینوں سے محو ہو جائے بلکہ غرض یہ ہے کہ دھیان مسلمانوں کا اس کی طرف سے کم ہو جاوے۔

یہی تفسیر حدیث میں آئی ہے چنانچہ عمل کی رو سے قرآن اب اٹھا ہوا ہے معاملات میں بالکل ادھر کسی کو دھیان نہیں بعض معاملات اور نکاح وطلاق اور میراث وشفعہ میں جو کچھ باقی ہے بدولت قانون انگریزی کے ہے ورنہ مسلمانوں کی طرف سے یہ بھی اٹھا ہوا ہے۔ نماز روزہ میں جو لوگ مشغول ہیں اول تو عدد ان کا کم اور ان کو بھی پوری غرض یہ نہیں کہ موافق شرع ہو جو اتسو پتسو کچھ کر لیا کفایت سمجھا۔

دوسرا جزو یہ ہے کہ مکانات اور درخت اڑتے ہوئے دیکھے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی جماعت میں سے سنا کہ دو فریق اڑ گئے۔ ایک رہ گیا بندہ کے خیال ناقص میں یہ برکات کا اٹھ جانا ہے۔ ہر چیز میں بعض اجزاء پر برکت منحصر ہوتی ہے جس سے نفع اس چیز کا ظہور کرتا ہے وہ برابر گرد باد کی طرح اڑے چلے جا رہے ہیں اور جو کچھ کمی بیشی کی نسبت کہیں کچھ قیام ہے وہ کسی اچھے بندہ کی بدولت ہے تیسرا جزو جس میں اول اشارہ طلب شہادت کا اور اوسط شرکت نماز کی آخر ملاقات امام مہدی کی طلب ظاہر ہے۔ اور شرکت نماز کی استقامت سنت پر ہے مگر قعدہ اخیرہ میں ملنا یعنی کچھ کوتاہی ہے اور ملاقات امام مہدی کی کیا عجب ہے نصیب ہو کیونکہ علامات اس کی بہت ظاہر ہیں اور مکشوف اولیاء کے مطابق کیا عجب ہے کہ اس صدی کے پہلے یا دوسرے سال میں ظہور ہو جاوے واللہ اعلم۔

اور یہ لازم ہے کہ تمام اہل خدمت اور اولیاء اللہ معلوم ہو ان کو یا نہ ہو اس زمانہ میں وہاں پہنچ جاویں گے۔ اس لشکر میں سائیس تک ولی کامل ہوگا واللہ اعلم۔ دوسرے خواب میں قابل تعبیر بات یہ ہے کہ آسمان اوپر گرا اور کچھ نہ معلوم ہوا یہ اشارہ اسی امر کی طرف ہے کہ نافرمانی خداوندی ایسی ہے کہ جیسے آسمان گرا اور آدمیوں پر وہ ایسا آسان ہے جیسے گالا۔ حدیث میں آیا کہ گناہ کو ایسا سمجھتے ہیں جیسے مکھی آئی اور ناک پر

بیٹھی اور اس کو اڑا دیا اور جو آواز غیبی ہوئی وہ توفیق منجانب اللہ ہے اور تائید آسمانی ہے جس نے ایسے تنگ وقت میں دستگیری کی ورنہ ایمان کھویا جانا عجب نہ تھا۔ تیسرے خواب کی تعبیر کی حاجت نہیں یہ بزرگ مجذوب معلوم ہوتے ہیں اس لئے کہ شکل میخ نسبت مجذوبیہ کی صورت پر ہے۔ باقی سب امور وصول فیض کے ہیں۔ الحمدللہ علی ذلک چوتھے خواب کے معنی رزق باطنی کے ہیں ان شاءاللہ تعالیٰ اس قحط کے زمانہ میں آپ کی ذات سے بہت لوگوں کو فیض پہنچے گا باقی جو شہادت کی آرزو قلب میں ہے اس کے متعلقات کا نظر آنا دلیل اس کے حصول کی ہے ان شاءاللہ تعالیٰ۔

**اللهم ان کانا صحیحا فمن فیوض کرمک**

**والا فالعبد عاجز معترف بتقصیره فعفواً دغفرا.**

## مکتوب پینتیسواں

موصولہ ۱۳ جمادی الثانی ۱۳۰۰ھ مشفق ومکرم طالب صادق واصل واثق منشی محمد قاسم صاحب دام لطفہ۔ بعد سلام مسنون مطالعہ فرماویں۔ تمہارا خط بہت دن ہوئے کہ آیا تھا اور پہلے بھی اور بعد میں بھی حال رضا شاہ صاحب کا معلوم ہوا اور کیفیت عرضی وغیرہ کی بھی معلوم ہوئی۔ خیر اللہ نے سہل یہ بلا ٹال دی۔

احقر کی اب بھی رائے یہی ہے کہ وہ لڑکی کہیں نکاح کر لے تو اچھا ہو۔ رضا شاہ صاحب کی نسبت اس امر کا تعجب کیا ہے کہ ان کو طلب ہوئی اور محبت کا جوش ہوا۔ آدمی ان امور میں معذور ہے مگر اس کو اس فریب اور دھوکوں سے ظاہر کیا اور اس کے حصول کی فکر ایسی بری صورت سے کی یہ ان کی عقل کی خوبی ہے اگر وہ اس امر کو خوبصورتی سے کرتے اور راز دل چھپاتے بہت اچھا ہوتا تم نے ان کے معتقدین کی طرف سے جو لکھا ہے کہ ان کا اعتقاد ان کی طرف نہ رہا اور اب وہ تم سے طالب ہوئے ہیں۔

بھائی! یہ روسیاہ ان سے کہیں بدتر ہے وہ ایک ہی بلا میں مبتلا ہوئے یہ ناکارہ ایسی ایسی لاکھوں زنجیروں میں قید ہے اور یہ ایک امر اتفاقی تھا گزرا اور شاید ان کو پھر خیال

بھی نہ رہے اور یہ ناکارہ جن پھسلوں میں پھنسا ہوا ہے ان سے نجات کی امید نہیں۔
مرید کے لئے عمدہ یہ بات ہے کہ اگر پیر کو دیکھے کہ راہ مستقیم سے لغزش کر گیا ہے اس کے لئے دعا اور التجا جناب باری میں کرے کہ اللہ تعالیٰ اس کو اس بلا سے نجات دے کیونکہ یہ راہ طریقت کا امداد و اعانت کا ہے اور اتنی بات پر بدعقیدہ ہونا اچھا نہیں ان صاحبوں کو احقر کا کیا حال معلوم ہے دو چار روز دیکھ کر دھوکہ نہ کھاویں اگر حال واقعی معلوم ہو تو شاید خلق سنگسار کرے اور یہ لوگ جو بزرگوں کی جائے پر سجادہ نشین ہوتے ہیں اصل پیر نہیں۔ پیر ہمارے وہ بزرگان خاندان ہیں۔

بالجملہ ایسے واقعات سے اس سلسلہ کا قطع کرنا اچھا نہیں اگر اب کسی صورت سے طبیعت ادھر نہ جمے تو تم وہاں موجود ہو ہر اک کو اس کے مناسب حال وظیفہ تعلیم کر دو اللہ کے نام بتلانے میں کیا دریغ ہے احقر بھی سب کے حق میں دعا کرتا ہے اور سب صاحب احقر کے حق میں دعائے خیر سے یاد رکھیں۔ فقط

ہر چند رشتہ پیری مریدی کا ایک مستحکم رشتہ ہے مگر حکم شرع مقدم ہے۔ یہ بے پردگی اس وقت احقر کے مزاج کے نہایت مخالف تھی مگر موقع کہنے کا نہ تھا اگر کہتا بے شک یہ سلسلہ بند ہوتا اور ان کو ناگوار ہوتا۔ اور خدا جانے کس بات پر محمول ہوتا۔ خیر جو کچھ ہوا جو ہو گیا اب اس امر کا لحاظ رکھنا چاہئے۔ اس ناکارہ سے اپنے بعض اقرباء اور بعض اجنبی عورتیں بہت بیعت ہوئی ہیں مگر طریقہ پردہ حسب شرع ان سے ہے۔
آدمی شیطان کو دور نہ سمجھے اس ملعون نے بڑے بڑوں کو دے مارا ہے ہم جیسے کمزور کس شمار میں ہیں بلکہ ہماری کمزوری ہی کے سبب وہ ملعون ہمارے درپے سے نہیں جاتا ہے کہ ان کی کیا حقیقت ورنہ ہمارا کیا ٹھکانا تھا۔ اور یہ ایک حفاظت الٰہی کا ظہور ہے اسی کی پناہ سے یہ سارا رنگ جما ہوا ہے فقط تمہارے خط کا جواب چند بار چاہا کہ لکھوں مگر اتفاق نہ ہوا آج حسب اتفاق یہ صورت بن پڑی جو مرضی اس کی وہی صحیح۔ سب کو سلام کہئے یہاں سب خیریت ہے اور سب کی طرف سے سلام۔

## مکتوب چھتیسواں

موصولہ ۱۰ شعبان ۱۳۰۰ھ۔ برادرم مکرم طالب صادق واصل واثق منشی محمد قاسم زاداللہ مرتبۃ۔ بعد سلام مسنون مطالعہ فرماویں۔ خط تمہارا پہنچا تمامی کیفیت واضح ہوئی۔ اولادعلی کے خواب میں تلقین ذکر سے مناسبت اس کی ظاہر ہے اس کو تم بارہ تسبیح صاف کرادو اور یہ کہہ دو کہ اس امداد غیبی کا یہ شکر ہے کہ اس کو مداومت کرو اور ترک نہ کرو۔ اگر ذوق شوق ہو تب بھی اور اگر وحشت اور کدورت ہو تب بھی یہ مدد غیبی ہے کہ بشکل اس ناکارہ کے ان کے حسن ظن کے موجب مشکل حل ہوگئی کیونکہ ہادی وہی ہے اور تمام عالم اسی کا مظہر ہے۔ پیر اسم ہادی کا مظہر ہے۔

الحمدلله علی ذلک اور میاں عبداللہ کو کہہ دو کہ بیعت تمہاری قبول کر لی اللہ برکت کردے اور درود شریف اور استغفار کا وظیفہ اور یاحی یاقیوم اور الله الصمد بتلادو اور اگر شوق ذکر کا کریں اللہ اللہ چلتے پھرتے بتلادو کہ زبان سے کہتے رہیں اور جب بھول جاویں یا کسی بات میں لگ جاویں پھر اللہ اللہ کرنے لگیں اور اپنے بھائیوں کو بھی یہی مضمون فرمادو کہ بیعت تمہاری احقر نے منظور کر لی اور مناسب وظیفہ اور ذکر ان کو بتلادو اور لڑکی کے نکاح کر لینے سے بہت ہی جی خوش ہوا اللہ تعالیٰ اس کو توفیق نیک اور ہدایت اپنے رستہ کی پوری عنایت فرماوے۔ احقر کی طرف سے اس کو مبارک باد اس توفیق کی دیجیو اور کہیو کہ شکر اس نعمت الٰہی کا ادا کرے اور تابعداری زوج کی نہایت ادب سے کرے اور اپنے اس عمل کو مقبول بارگاہ خداوندی سمجھے اور وسیلہ اپنی نجات کا جانے اور درباب ملاں کے جو صورت ہوئی اس کو تم برامت سمجھو ان شاءاللہ تعالیٰ کوئی لطیفہ غیبی ایسا ہوگا کہ یہ سب تشویشات دور ہو جاویں گی اور درباب عید کے نہ تم اپنی طرف سے سامان کرو نہ دو کرنے کا فکر کرو وقت پر جو ہوگا ہو رہے گا۔ اللہ قادر مطلق ہے اسی پر بھروسا کرو۔ میاں الٰہی بخش مرحوم کے انتقال سے رنج ہوا اللہ تعالیٰ بخشے ہمارے پرانے یار تھے۔ اللہ تعالیٰ جنت میں مقام عالی نصیب کرے فقط

علاء الدین سلام کہتا ہے اور کہتا ہے کہ جب ہو سکے اس سامان کو بنوا کر روانہ کر دو۔ فقط اور سب کو سلام کہیو اپنے والد اور بھائیوں کو اور میاں اولاد علی اور عبداللہ اور سب احباب کو بندہ الٰہی خاں جمعدار کا ایک خط آیا تھا یہ ان کو بعد سلام فرما دو کہ جو وظیفہ تم پڑھ رہے ہو جتنا ہو سکے کرتے رہو اور ترقی کے واسطے الحمد اکتالیس ۴۱ بار بعد نماز صبح پڑھوان شاء اللہ ترقی ہوگی۔ بھورے خاں کو اور ان کے فرزند کو اور سب کو سلام۔

## مکتوب سینتیسواں

موصولہ ۲۹ ربیع الثانی ۱۳۰۱ھ۔ مشفق و مکرم طالب صادق واصل واثق قاضی محمد قاسم صاحب اوصلہ اللہ الی المعتنے۔ بعد ادعیہ وافیہ و سلام مسنون مطالعہ فرمائیں۔ آپ کا خط پہنچا عجائب اتفاق سے ہے کہ چند بار خط لکھنا چاہا اور نہ ہو سکا اور آج پھر شروع کیا ہے اللہ تعالیٰ پورا فرماوے جو کچھ اپنی پریشانی لکھی ہے بھائی بنائے رنج توقع ہے اور یہ زمانہ اس قابل نہیں کہ کسی یار کی یاری یا کسی اپنے کی غمخواری کی امید رکھی جائے۔ اگر آدمی غور کرے تو ہر کسی کو طالب اپنی غرض کا پاوے گا اور جو آدمی کسی کی طرف متوجہ ہے حقیقت میں اپنی غرض کی طرف متوجہ۔ سوائے پاک پروردگار کہ اس کی طرف سے نعماء ظاہری اور باطنی جو ہر دم بے عدد و حساب آدمی پر بطور مینہ برس رہی ہیں۔ مبنی کسب غرض پر نہیں۔ آدمی اسی کی طرف دل لگاوے اور اسی کی رحمت پر خیال جماوے اور اسی سے اگر بن سکے بات بناوے تو البتہ اپنا مطلب پاوے اور اگر یہ نہ ہو سکے تو جب سب کو دیکھ چکا اور ہر کسی کو آزما لیا اور سب کی قلعی کھل گئی۔

اب چاہئے کہ ان کی طرف اپنا دل نہ پھنساوے ضرورت زندگی کے قدر ہر چیز اور ہر کسی سے علاقہ رکھے اس کی مثال پاخانہ کی سی ہے جب بلا پیٹ میں زور کرتی ہے اس کا دفع کرنا ضروری ہے اب برابر ہے کسی جنگل پہاڑ میں کسی زمین پر دفع کر دے یا کسی عمدہ مکان مرصع چوکی پر کسی طشت زریں میں ڈال دے۔ ضرورت برابر دفع ہے اور راحت برابر حاصل زینت ظاہری اور صورت کا فرق بھی ضروری ہے مگر دل کسی

طرف نہ لگا دے تم نے امامت کے باب میں لکھا تھا بے وجہ مت چھوڑ وایسا نہ ہو کہ تم چھوڑ دو اور امام کوئی اور نا قابل ٹھہر جاوے اور نماز مسلمانوں کی تباہ ہو۔ کام دین اور خدا کا سمجھ کر کرو خلق کے رد و قبول سے نظر اٹھا لو اور اگر کوئی ایسی بات ہو کہ بے تمہاری سعی کے آپ تم پر سے یہ خدمت دور ہو جائے۔ اس کا فکر مت کرو اور شکر الٰہی بجا لاؤ کہ اچھی نجات ملی اور وہ جو آنکھوں کا حال لکھا ہے ضعف دماغ ہی کا غالباً ہے کوئی حلوا یا مغزیات کھاؤ اور دماغ کے علاج سے غفلت مت کرو۔ کشتہ کا حال جو تم نے لکھا کہ کچا رہ گیا جو بن گیا اس کو بقدر ایک رتی کے استعمال کرو مگر اس کے استعمال کے دنوں میں چکنائی زیادہ کھاؤ اور غذا بھی بقدر ہضم پیٹ بھر کر کھاؤ ان شاء اللہ تعالیٰ قوت سب اعضا کو ملے گی اور بھائی کو جو تم نے لکھا کہ درد ہاتھ پاؤں میں ہو جاتا ہے اور ان کی آنکھوں کا حال بھی ایسا ہی ہے ان کو اب سردی میں گھی کوار کا حلوا بنا کر کھلاؤ۔ ترکیب یہ ہے کہ لعاب گھی کوار اتار ڈال کر حلوہ بنالو اور مغزیات اور خوشبو تولہ تولہ بھر جیسے دونوں الائچی بادام پستہ کشمش جائفل جوتری لونگ اس میں کوٹ کر ملا دو اور پانچ تولہ کی قدر کھاؤ ان شاء اللہ تعالیٰ بہت مفید ہوگا اور اس مقدمہ کی نسبت جو لکھا ہے بھائی یہ زمانہ سراسر شر کا ہے اس میں امید بھلائی کی دشوار ہے یوں اللہ اپنے فضل سے کچھ زمانہ کی کیفیت بدل دے وہ اور بات۔ سوائے دعا اور التجا جناب باری میں اور کیا ہو سکتا ہے اور تم بعد مغرب بالضرور بیٹھا کرو گھبرانے کی بات کیا ہے آدمی دربار پر منتظر دیدار اگر عمر گزار دے گنجائش ہے ملنا نہ ملنا قابو سے باہر اپنی طرف سے کوتاہی قصور ہے۔

تمہاری طرف اکثر دھیان رہتا ہے جی اب کے سال بھی بہت متوحش ہے مگر جتنا وحشت کا زور ہے زنجیریں بھی قوی ہو گئیں ناچار دم بخود کبھی کام میں کبھی بیکار گزار رہا ہوں دیکھئے مآل کیا ہوتا ہے بھائیوں کا جو حال تم نے لکھا ہے کہ اب تلک کچھ ذوق شوق نہیں ہوا قاعدہ ہے کہ طبیعت مکدر دیر میں شگفتہ ہوئی ہے کام کریں ان شاء اللہ تعالیٰ فیض بارگاہ الٰہی سے بتصدق مقبولان بارگاہ خداوندی بہت کچھ پہنچے گا۔

درود شریف اور استغفار جو یاد ہے کافی ہے اسی کو پڑھا کریں اور استغفر اللہ کی ہے کو فتحہ ہے ضمہ غلطی سے لکھا گیا ہوگا۔ اللہ اللہ یہ دونوں وقف بدون ضمہ کے سانس کے ساتھ کرنا پاس انفاس کی ایک ترکیب ہے۔ پاس انفاس کو مشائخ بہت طور سے کرتے ہیں بعض اللہ ہو بعض اللہ اللہ بعض ہو ہو بعض لا الہ الا اللہ۔ بعض ایک ایک سانس میں چند بار اللہ جلد جلد کہتے ہیں۔ چنانچہ حضرت نے ضیاء القلوب کے حاشیہ پر اس کو لکھا ہے۔ اتنا دھیان رکھنا مطلوب ہے کہ ذکر خدا ہر دم ہو وضع اور طرح چاہے کچھ ہی ہو ذکر کریں جس طور جی لگے اور آسانی معلوم ہو۔ لڑکوں کی کھانسی کی طرف سے تر دد ہوا تم ان کو شہد کھلاؤ ان شاء اللہ تعالیٰ نفع ہوگا اس وقت یہی دوا اچھی معلوم ہوتی ہے اور شاید وہ اچھے ہو گئے ہوں تب بھی چند روز شہد کھلا دو اس میں اللہ نے شفا رکھی ہے۔ فقط والد کو اور بھائیوں کو اور سب احباب کو سلام کہیو۔ اولاد علی کو امید ہے کہ شفا ہو گئی ہو سلام کہو۔ علاء الدین دہلی گیا ہوا ہے ایک ہفتہ میں لوٹ آنے کا ارادہ تھا۔ بہت دنوں کے بعد آج یہ خط پورا ہوا احقر اس سال کسی طرف نہیں گیا سال بھر سے یہیں دیوبند ہے شاید حجاج کے جانے سے کسی کو شبہ ہوا۔ یہ خبر کسی نے کہی۔

## مکتوب اڑتیسواں

موصولہ ۱۳ شوال ۱۳۰۱ھ۔ عزیز القدر گرامی شان برادرم عزیز قاضی محمد قاسم صاحب زاد اللہ ذوقہ وشوقہ۔ بعد ادعیہ وافیہ وسلام مسنون مطالعہ کریں خط تمہارا سابق جو آیا تھا اس کے جواب میں دیر ہو گئی۔ میاں علاء الدین کا انتظار رہا وہ کچھ بیمار ہو گئے تھے ان کے گھر میں اور ان کی لڑکی بیمار ہو گئے میرے گھر میں بیمار تھی چنانچہ اب تلک بیمار ہے۔ اب یہ دوسرا خط آیا اس کا جواب لکھتا ہوں اس کے جواب میں بہت دیر ہو گئی۔ میاں ان دنوں کاہلی بہت ہو گئی ہے خاص کر لکھنا بہت ہی دشوار معلوم ہوتا ہے اور جو لکھتا ہوں غلط لکھا جاتا ہے۔ جی بہت گھبراتا ہے حیران ہوں کام میرا لکھنا پڑھنا اور اب اس سے طبیعت کو تنفر ہوا ہے مآل کار کیا ہونا ہے۔ خیر الحمد للہ کہ تم کو عارضہ بثور اور

فسادخون سے اللہ تعالیٰ نے نجات دی اللہ تعالیٰ اسی طور تفکرات اور ظاہری پریشانیوں سے نجات دے بھائی اللہ تعالیٰ بندہ کے دل کو اپنی طرف سے نہ ہٹاوے۔ باقی سب سہل ہے اگر دل اُدھر لگا ہوا ہے مآل اس کا ہر طور بہتر ہے۔ راحت ہو مصیبت ہو طاعت ہو گناہ ہو رنج ہو کلفت ہو مرض ہو صحت ہو کچھ ہی ہو۔ اللہ سے مانگو اور میں بھی دعا کروں گا کہ اللہ تعالیٰ ان مخصوں سے فراغت نصیب کرے اور اپنی طرف ہر طور پر متوجہ رکھے۔ آمین تم بھی دعا کرو میرے لئے کہ عمر آئی ہے آخر ہونے پر اور کام ادھورا رہا اور کچھ صورت پورے ہونے کی نہیں اس درد کو کس کے سامنے روؤں اور اس مرض کا کیا چارہ کروں۔ کوئی ایسا بھی نہیں کہ دو گھڑی درد دل اس کے سامنے کہہ کر دل خالی کر لیجئے انا اللہ وانا الیہ راجعون۔ اور تم پر جو کچھ پریشانیاں پیش ہوئیں یہ شامت اس پریشان کی ہے کہ تم کو محبت ہے اور اس کا شرکت حال ہے اللہ مجھے اور تمہیں دونوں کو اور سب احباب کو پریشانی سے بچاوے بارش اول رمضان سے قدرے ہوئی تھی پھر شروع رمضان میں ایسی تیز گرمی ہوئی کہ اللہ پناہ دے پھر بارش متواتر ہوتی رہی ہے۔ ہر چند جھڑی لگ کر شدت گرمی کی فرو کرنے والی بارش نہیں ہوئی مگر بہر حال جائے شکر ہے رمضان کے چاند میں اختلاف رہا آخر بدھ کا غرہ ثابت ہو گیا اور عید بلا خلاف جمعہ کو ہو گئی۔ الحمد للہ علی کل ذلک۔ میاں اسمٰعیل کو بعد سلام کے ان کے خوابوں کی تعبیر واضح ہو۔ یہ جو قبر میں سے چنگاریاں نکلنا اور اپنی پشت پر لگ جانا دیکھا ہے یہ تنبیہ اس بات کی طرف ہے کہ عذاب قبر جیسا تم نے دیکھا ہولناک ہے اور اس سے اپنے آپ کو بچانا چاہئے۔ سورہ تبارک الذی بیدہ الملک کو رات کو ایک بار ہر روز وظیفہ کرنا عذاب قبر سے نجات دینے والا ہے پڑھا کرو۔ اور دوسرے خواب کی تعبیر یہ ہے کہ مردے مع ہمارے مسجد میں نماز پڑھ رہے ہیں ان شاء اللہ تعالیٰ وہ لوگ مغفور ہوئے اور تم بھی ان کے ساتھ مغفور ہوئے اور خوبصورت عورت مع بچہ کے دنیا ہے اور اس کا پاؤں آلودہ قاسم کے کپڑے پر رکھ

دینا اشارہ قدرے آلودگی دنیا سے ہے اور اس کا پھر چلے جانا بہت مبارک ہے کہ اس ناپاک سے اللہ نے نجات دی اور تیسرے خواب میں جو قبروں میں آگ جلتی اور دھواں نکلتے دیکھا وہ اول خواب کی مانند ہے اور تعمیر مسجد کے خیال سے اور تمنائے مال کے خیال سے اس کو کچھ علاقہ نہیں معلوم ہوتا ایک تنبیہ غیبی ہے اور کنکھجورہ اور سانپ یہ مال دنیا ہے اس کا مار ڈالنا حاصل ہونا بوجہ حلال ہے کہ کچھ ضرر نہ دے اللہ تعالیٰ رحمت فرماوے اور فراغت نصیب کرے فقط اپنے والد بزرگوار اور بھائیوں کو سلام مسنون پہنچاؤ اور برخوردار عبدالحق اور عبدالقیوم اور سب بچوں کو دعا عبدالحق کے پڑھنے سے جی خوش ہوا روان میں بھی ان شاء اللہ تعالیٰ رواں ہو جاوے گا جب ہجے آ گئے رواں آسان ہے عادت ہے رواں کی مشق میں ذرا دیر لگتی ہے اس کی تدبیر عمدہ یہ ہوا کرتی ہے کہ سبق کو حفظ سنے اور کچھ سورتیں یاد کرا دے تم خود اس کو پڑھاتے ہو یہی اچھا ہے سکول جانے سے کیا توقع نفع کی ہے صحبت وہاں کی بہت خراب ہوتی ہے جب اردو پڑھنی آ جاوے راہ نجات وغیرہ چھوٹے چھوٹے رسالے فقہ حدیث کے پڑھا دیجیو۔

میاں اولاد علی کو سلام پہنچے اب معلوم نہیں اُن کا کیا حال ہے انور خاں صاحب ٹال والے اور سب احباب کی خدمت میں سلام کہیو۔ ہم نے آگ جلانی سیکھی اور اس میں سے چند فوائد حاصل ہوئے آگ میں جلنے والی چیزیں تین قسم ہیں۔ ایک جیسے پھونس کہ جلے جلد اور بڑا شعلہ اٹھے اور پھر چھائی ہو کر کچھ نہ رہے دوسرے پتلی لکڑی کہ پھونس کی نسبت کسی قدر دیر میں آگ کے اثر کو لے مگر پھونس کی طرح جلد بجھتی نہیں اس کی آگ دیر تلک قائم رہتی ہے تیسرے موٹی لکڑی آگ بھی دیر میں قبول کرے اور آگ اس کی دیر پا ہو۔ حضرت شیخ عبدالقدوس رحمۃ اللہ علیہ نے بجواب حضرت شیخ جلال کہ انہوں نے لکھا تھا کہ مجھے دیر میں اثر ہوا تحریر فرمایا آرے دیگ مرداں دیر پختہ می شود۔ یعنی اثر دیر میں قبول کیا۔ پھر اس کی آگ دیکھو آج تک بھڑک رہی ہے اور کتنوں کے گھر پھونک رہے ہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ پھونس ہو پھر

چھوٹی چھٹیاں پھر موٹی لکڑی۔ اس ترتیب آگ جلے تب کام نکلے۔ بہر حال اللہ کی رحمت بہت بڑی ہے کوئی حال مایوسی کا نہیں۔

نا امیدی راخدا گردن زدست    کہ گنہ مانند طاعت آمدہ ست

فقط کاغذ تمام ہوا اور نہ کچھ اور لکھنا باقی تھا۔ میاں علاء الدین نے اگر جواب لکھا غالبًا جدا روانہ ہوا ان کے انتظار میں دیر کرنا فضول سمجھا فقط

## مکتوب اُنتالیسواں

برادرم مکرم منشی محمد قاسم سلمہ ربہ۔ از محمد یعقوب نانوتوی بعد سلام مسنون اشواق مشحون مطالعہ فرمادیں۔ پہلے تمہارا خط متضمن خبر انتقال اہلیہ تمہاری کے آیا تھا چنانچہ جواب اس کا ان ہی دنوں روانہ کیا اب ایک ضرورت سے تمہیں تکلیف دیتا ہوں کہ حاجی عبدالسلام کے متعلقین ان کے حال کی دریافت چاہتے ہیں اور ایک خط تمہارے پتہ پر روانہ کیا ہے اگر حاجی عبدالسلام کہیں پاس ہوں تو یہ خط اُن تک پہنچا کر اور جواب حاصل کر کے روانہ فرمادیں اور اگر کسی اور طرف گئے ہوں مناسب ہے کہ اس خط کو براہ ڈاک ان کے پاس لفافہ بدل کر روانہ فرمادیں اور ان کے حال قیام اور مقام سے مطلع فرمادیں اور اب احقر کا قیام دیو بند میں چندے اور ہے اگر پانچ چھ ماہ کے بعد منظور الٰہی ہے تو قصد عرب کا ضروری معلوم ہوتا ہے اگر سامان بن پڑا تو ان شاء اللہ اس سال میں عازم ادھر کا ہوں گا تم بھی دعا کیجیو کہ اللہ اس مشکل کو آسان کرے۔ فقط والسلام

## مکتوب چالیسواں

برادم مکرم منشی محمد قاسم سلمہ اللہ تعالیٰ۔ بعد سلام مسنون اشواق مشحون مطالعہ کریں۔ تمہارا خط بعد رمضان کے جب میں وطن آیا تو مجھے ملا ان دنوں کچھ ایسی طبیعت پریشان تھی کہ کسی کام کو جی نہ چاہتا تھا طوعاوکرھا مدرسہ کا کام شروع کیا بعد اس کے یہ خط آیا تقاضائے جواب مسطور تھا۔ وہ خط پہلا تمہارا بہت دنوں تو جیب میں

پڑا رہا مگر پھر کہیں کھو گیا مضمون بھی کچھ اس کا یاد نہ رہا۔ یہ خط جب سے آیا تھا بہت ارادہ تھا کہ جواب لکھوں گا مگر کشاکشی طبع وحشی اور ہجوم کاروبار سے یا مہلت نہ ہوئی تھی یا کاہلی لکھنے سے کرتا تھا۔ اب آج اتفاق سے یہ خیال آیا کہ کچھ لکھوں حال اس اطراف کا قبل رمضان کثرت بیماری تھی مگر بحمد للہ میں بذات خود اچھا رہا اور اکثر متعلقین بیمار رہے اور اس سال میں بہت کچھ دست و پا مارے مگر کوئی سبیل سفر کی نہ بنی ناچار مدرسہ میں قیام کیا۔ اب پھر وہی جنون پختہ ہے اخیر برسات ان شاء اللہ عزم سفر مصمم ہے اور اب کے بار کچھ فکر سامان اور قید کسی خیال کی نہیں اللہ تعالیٰ راست لادے اور مولوی محمد قاسم صاحب اخیر محرم سال گزشتہ میں حج سے آئے تھے اور حضرت مخدوم پیر و مرشد مدظلہ کا شقہ بحکم قیام مدرسہ لائے تھے۔ بنابرآں نیت سفر ہر چند پختہ تھی مگر موقوف سامان پر رکھتا تھا کہ اگر ہو گیا تو جائے عذر رہے مگر تقدیر الٰہی سے کوئی سبیل نہ ہوئی اور کتابوں کے باب میں جو تم نے لکھا ہے بشرط یاد پھر کبھی اس کا جواب لکھوں گا اور پڑھنے کے لئے بعد قرآن شریف کے قلیل سی فارسی جس سے عبارت سلیس سمجھ میں آجاوے پڑھنی چاہیئے اور بعد اس کے صرف ونحو عربی اتنی جس سے عربی سمجھ میں آنے لگے۔ بعد میں پھر کچھ فقہ کچھ حدیث پڑھے اور اس زمانہ میں اردو میں اکثر دینیات کی کتابیں ترجمہ ہوگئی ہیں اگر فارسی عربی سے ہمت کوتاہی کرے تو کسی استاد سے ترجمہ قرآن شریف کا اور ترجمہ مشکوٰۃ کا اور ترجمہ کنز کا بہ تحقیق پڑھ لے علم دین اتنا بس ہے اگر اللہ توفیق عمل کی دے فقط اور مجھے چند بار خیال آیا کہ تم اجنٹی میں روزگار تلاش کرو ان شاء اللہ ترقی ہوگی اور امید ہے کہ روزگار ملجاوے کسی شخص کے وسیلہ سے کسی حاکم سے ملاقات کرو اور اظہار کاردانی اور لکھنے پڑھنے کا کرو مجھے اللہ کے فضل سے یوں امید ہے کہ اگر اول کچھ امیدواری کرنی ہو یا قلیل تنخواہ ہو تو آخر میں بہت کچھ ترقی ہوگی۔ اگرچہ یہ امر بظاہر ایک خیال خام ہے مگر خیال کرو کہ ساری دنیا خیال ہے فقط والسلام اور اب یہاں بیماری کثرت سے نہیں کہیں کہیں کچھ قلیل ہے اور نرخ بھی

بہت ارزاں ہے گیہوں ۲۵ ثار اور اسی قیاس پر سب چیزیں اور اُمید بڑھنے کی ہے اور نصیحت کے واسطے موت کافی ہے اور غفلت کا سوائے ہوش کے کچھ علاج نہیں ہر صبح صبح قیامت کا نمونہ ہے اور ہر شام شام عدم کی نقل ہے رات کو آدمی سوتا ہے مردہ کے برابر ہوتا ہے صبح اٹھتا ہے قبر سے سر نکالتا ہے کل کا کیا آج پھرتا ہے یہ تو یہاں موجود ہے آنکھ ہو تو دیکھے اور وہاں جو کچھ ہوگا اس کو سب کوئی دیکھیں گے آدمی کم ہمتی کو جواب دے اور آنے والی چیز کو آئی سمجھے اور جانے والی کو گئی ہوئی گنے اور کل کا فکر آج کرے فقط والسلام اپنے والد اور بھائیوں کو سلام کہیو۔ اجمیر کے دوستوں نے میرے لئے ایک علاقہ وہاں تجویز کیا تھا مگر مجھے پابندی یہاں کی اور خیال سفر مانع ہوا۔ اگر یہ صورت ہوتی تو تم سے ملاقات کی بہت اچھی صورت نکل آتی۔ فقط محررہ ۵ صفر ۱۲۸۸ھ۔

## مکتوب اکتالیسواں

بخدمت منبع الطاف مجمع اعطاف مخزن اشفاق برادرم عزیز منشی محمد قاسم سلمہ اللہ تعالیٰ وابقاء بعد سلام مسنون اشواق مشحون کے معروض ہے۔ والا نامہ بعد مدت مدید پہنچا۔ بحمد اللہ تعالیٰ دریافت خیریت اس دیار سے حصول اطمینان ہوا۔ حال یہاں کا بحمد اللہ تعالیٰ مستوجب شکر ہے اس سال میں اس اطراف میں ہیضہ وبائی کی کثرت ہوئی خاص اس بستی میں بھی قریب دو مہینہ اس مرض کا زور وشور رہا جس میں تین چار روز کمال شدت رہی مگر بچنے والے مرنے والوں سے بہر حال زیادہ رہے یہ ناکارہ مع جملہ متعلقین اس آفت سے محفوظ رہا۔ الحمد للہ علی کل حال اور برخوردار امام الدین کا جو حال تم نے لکھا ہے یہ بخار غالباً چوتھیا مرکب ہے اگر تلی پر ورم ہو تو دلیل قوی ہے۔ بہر حال یہ دوا نہایت نافع ہے اس کو کھلائیو ترکیب دوا کی یہ ہے کہ کوپل بیدانجیر یعنی ارنڈ اور نمک سانبھر دونوں مساوی اور آدھے وزن سیاہ مرچ ان سب کو باریک پیس کر بقدر کنار دشتی کے گولی بنالیوے اور ایک گولی ہر دو وقت بعد کھانا کھانے کے اور جب وقت تپ کا قریب آوے تو بفاصلہ دو دو گھڑی کے تین گولیاں کھلا دیویں ان شاء اللہ

تعالیٰ ایک ہفتہ کے استعمال میں یہ مرض بالکل رفع ہوجاوے اور کتاب مظاہر حق کے خریدنے سے خوشی ہوئی اللہ تعالیٰ مبارک کرے۔ نول کشور کے چھاپے کی کتاب میں نے دیکھی نہیں مگر امید ہے کہ بہت غلط نہ ہو کام چل سکے گا۔ اور میاں غلام حسین کی تنخواہ کم ہوجانے سے رنج ہوا اللہ تعالیٰ روزی فراخ عنایت فرمائے استعفیٰ دینا مناسب نہیں کیا عجب ہے کہ پھر صورت ترقی کی ہوجاوے۔ یا مغنی گیارہ سو بار اور سورہ مزمل گیارہ بار چند روز وظیفہ کرلیں اور احقر نے جناب مخدومی شاہ راج خان صاحب کی زیارت میرٹھ میں کی ہے، نہایت بزرگ آدمی ہیں اور کمال متبع شریعت احقر ان کو اس زمانہ کے مستثنیٰ لوگوں میں سمجھتا ہے۔ فقط　　۲۱ ذی الحجہ ۱۲۸۹ھ۔

## مکتوب بیالیسواں

مخزن اشفاق منبع اخلاق مکرمی منشی محمد قاسم صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ۔ بعد سلام مسنون التماس ہے آپ کا خط مع استفتا آیا جواب کئی دن سے لکھا ہوا رکھا تھا فرصت خط لکھنے کی نہ ہوئی اس سے دیر ہوئی معاف فرماویں اور پہلا خط آپ کا طول طویل تھا اس میں کوئی امر ایسا جواب طلب نہ تھا اور چند روز یہ خیال رہا کہ خط لکھوں گا پھر بھول گیا حال اتصال ریل کا اجمیر شریف تک معلوم ہوا۔ کیا کیجئے قضا وقدر کے ہاتھ سب کارخانہ ہے اول تو قلت فرصت دوسرے ان دنوں کچھ دھن سفر عرب کی لگی ہوئی ہے شاید اگر وہ بروئے کار آیا سب حکایات خیالات غلط ہوجاویں گے ورنہ بشرط فرصت کبھی عزم ان شاء اللہ تعالیٰ ادھر کا کروں گا۔ کیا کہئے اگر یہی راستہ بمبئی تک متصل ہوتا اسی جانب کو ارادہ کرتا جائے ناچاری ہے سب صاحبوں کی خدمت میں سلام پہنچائیو۔ فقط۔

## مکتوب تینتالیسواں

برادرم مکرم منشی محمد قاسم صاحب دام لطفہ۔ بعد سلام مسنون مطالعہ فرماویں۔ خط تمہارا التعزیت میں پہنچا اللہ تعالیٰ تم کو جزائے خیر دے تم نے حال مرض اس مرحومہ کا پوچھا تھا اول رجب میں کچھ خفیف بخار تھا کچھ علاج کیا کچھ نہ کیا تخفیف ہوگئی تھی اخیر

رجب بخار کی شدت اور یرقان ہوا اور کچھ صورت ورم معدہ کی بھی تھی اول شعبان بندہ علاج کی نظر سے نانوتہ گیا مرض کی شدت تھی علاج کرتا رہا کچھ تخفیف ہوتی تھی پھر مرض عود کرتا تھا اور بسبب حمل کے کوئی تدبیر کافی نہیں ہوسکتی تھی۔ دسویں کو بسبب امتحان کے بندہ دیوبند پہنچا بعد میرے بھائی نہال احمد صاحب کے گھر کی مستورات بنظر عیادت نانوتہ گئیں وہاں ان کی صلاح یہ ہوئی کہ اس کو ساتھ دیوبند لے آئیں۔ یہاں علاج ہوتا رہا۔ ورم جگر اور ہاتھ پاؤں پر ورم تمام ہوگیا۔

آخر شعبان میں مسہل دیئے کچھ تخفیف ہوئی ارادہ وطن کا تھا مگر ضعف کے بسبب قصد نہ ہوسکا رمضان شروع ہوگیا۔ تکالیف مرض کی کبھی کم کبھی زیادہ ہوتی تھیں بارھویں رمضان کو آٹھ مہینہ کا اسقاط ہوا ایک لڑکی پیدا ہوئی چھ پہر زندہ رہ کر مرگئی اسی شب کو اس کو بھی علامات ردی پیدا ہوئیں تیرھویں کو تمام روز بے چینی اور سوء تنفس میں کٹا چودھویں کی رات شام سے نبض ساقط ہوگئی۔ بعد نماز عشا دس بجے قریب گیارہ بجے کے انتقال کیا صبح کو یہیں دیوبند ہی میں دفن کیا اس کے تیسرے روز بندہ سب بچوں کو لے کر نانوتہ آگیا اسی روز غالباً تمہارا خط آیا تھا یہ سبب تھا اس مضمون کا جو تم کو لکھا تھا اور دیوبند میں قدیم سے ہم سے رشتہ داری ہے۔ میری شادی میرے والد کے خالہ زاد بھائی کے ہاں ہوئی تھی۔ والدہ معین الدین کو اپنے باپ کے گھر سے بہت علاقہ تھا اسی کا یہ اثر تھا کہ یہیں انتقال کیا اور ماں باپ کے پاس دفن ہوئی۔ فقط

## مکتوب چوالیسواں

عزیز القدر گرامی شان طالب صادق عالی ہمت منشی محمد قاسم صاحب زاد اللہ ذوقہ وشوقہ۔ بعد سلام مسنون مطالعہ فرماویں تمہارا خط آیا میاں غلام حسین نے اچانک انتقال کیا اس خبر کو سن کر کمال افسوس وکلفت ہوئی اللہ تعالیٰ ان کو اپنی رحمت عام اور عنایت تام سے درجۂ عالی جنت میں دے۔ اعتبار خاتمہ کا ہے اور چھوڑ دینا رسوم کا بخوف الٰہی اس سے بڑھ کر اور کوئی عمل مقبول نہیں اس کے لئے بڑی عالی ہمتی چاہیے

اللہ مغفرت فرمادے۔ اللہ ہم کو بھی ہوش نصیب کرے انا للہ وانا الیہ راجعون۔
اللہ تعالیٰ اُن کے پسماندوں کو صبر کرامت فرمادے اور عافیت سے رکھے بے شک ان کی والدہ کا حال جو ہو کم ہے۔ فرزند لائق تابعدار جوان اچانک یوں گزر جاوے خیر سوائے اس کے کہ ان کے لئے دعائے ثبات واستقامت کی جاوے ان کو اس باب میں صبر دلانا (قولہ صبر دلانا بھی الخ شدت صدمہ میں متعارف طریق سے قولاً صبر دلانا یہی اثر رکھتا ہے اس وقت عملاً صبر دلائے یعنی مغموم کو کسی شغل میں لگادے جس میں غم کا نہ ذکر ہو نہ فکر اور یہ مشورہ حضرت کے اعلیٰ درجہ کے حکیم ہونے کی دلیل ہے۔۱۲ حظوظ) بھی غم پر برانگیختہ کرنا ہے۔ میاں لال محمد کے انتقال کی خبر سے اور طبع متوحش ہوئی ایسا سمجھ میں آیا کہیں اُس اطراف میں یہ صورت وبا کی شروع ہوئی ہے یا کیا ہے اللہ تعالیٰ ان کو بخشے نہایت عمدہ آدمی اور بڑے دوست اور علما کے خادم تھے انا للہ وانا الیہ راجعون۔ فقط والسلام سب کو سلام کہنا کیفیت سالانہ مدرسہ کی تیار ہو چکی ہے اور روانہ بھی ہوئی پہنچی ہوگی اور کیفیت تعمیر اب تلک تیار نہیں ہوئی۔ اس سال میں بسبب کمی آمدنی کے تعمیر میں قرضہ بڑھ گیا ہے اللہ تعالیٰ امداد فرمائے۔ فقط

## مکتوب پینتالیسواں

مشفق ومکرم منشی محمد قاسم صاحب سلمہ بعد سلام مسنون مطالعہ فرماویں آپ کا خط آیا تمام حال معلوم ہوا کیفیت مدرسہ اس سبب روانہ نہ ہو سکی کہ انتظار تیاری کیفیت تعمیر مدرسہ کا رہا وہ اب تیار ہوئی ہے اور تمہاری طرف سے تائید مد تعمیری میں ہوئی تھی اس لئے مہتمم صاحب نے بدون کیفیت تعمیر روانہ کرنا کیفیت سالانہ کا مناسب نہ سمجھا اب تمہارے محصول بھیجے ہوئے میں جے نسخے دونوں کیفیتوں کے روانہ ہو سکیں گے آج روانہ ہوں گے آپ نے ایک بات پوچھی ہے کہ تدبیر حسن خاتمہ کیا ہے۔
بھائی بندہ کا سب کام مالک کے اختیار ہے سوائے اس کی التجا کے اور کیا تدبیر بن سکتی ہے اس کے در کا ملتجی کبھی محروم نہیں رہتا اور تم نے حال ایک علاقہ کا لکھا ہے اور

مولوی عبداللہ کا حال پوچھا ہے وہ گلاوٹھی کے مدرسہ میں بیس روپیہ مشاہرہ پر مدرس ہیں اور وہاں خوش ہیں اور دوسرا بھانجہ میرا مولوی محمد خلیل سکندر آباد میں مدرس ہو گیا ہے۔ اولاد خاص میں سے میرے کوئی بچہ (قولہ کوئی بچہ کچھ پڑھا نہیں اس وقت تک ایسا ہی ہوگا۔۱۲حظوظ) کچھ پڑھا نہیں اور نہ لائق کسی کام کے قطب الدین نے کچھ ریاضی سیکھی شاید کوئی مدرسی دیہاتی مدرسوں کی مل رہے گی۔ فقط

## مکتوب چھیالیسواں

منبع اشفاق والطاف مخزن اعطاف واخلاق منشی محمد قاسم صاحب دام لطفہ بعد سلام مسنون مطالعہ فرماویں۔ خط تمہارا بنام بندہ پہنچا اور اک حال سے خوشی ہوئی بندہ بحمد اللہ تعالیٰ عرصہ پچیس روز کا ہوتا ہے کہ یہاں پہنچا اور سفر خیر ختم ہوا۔ مزاج حضرت مخدوم العالم جناب حاجی امداد اللہ صاحب مدظلہ کا خوش وخرم پایا اور ایسے ہی چھوڑ کر روانہ ہوا اللہ تعالیٰ ایسا ہی رکھے۔ وبا مکہ بعد حج دو تین روز بشدت رہی مگر نہ ایسی کہ وہاں مشہور ہے بیس اکیس جنازے حرم میں آئے وہاں سینکڑوں کی نوبت ہوا کرتی ہے پھر تخفیف ہو کر موقوف ہو گئی۔ البتہ تپ ولرزہ قبل حج بھی اور بعد حج بھی رہا۔ ہمارے قافلہ کے بھی اکثر ساتھی مریض رہے مگر بندہ بحمد اللہ تعالیٰ اس سے بھی محفوظ رہا۔ البتہ بہ سبب قلت سامان اور اس لئے کہ اس سال کرایہ گراں ہوا بندہ مدینہ شریف کے سفر سے معذور رہا یہاں خدمت میں حضرت پیرومرشد مدظلہ کی چندے سعادت اندوز ہونا غنیمت جانا پھر ہر چند تدبیر کی کہ صورت قیام میسر آئے مگر نہ ہوسکا ناچار بمعیت قافلہ روانہ ہو کر ویسا ہی وطن کو واپس پہنچا۔ اثنائے راہ میں جہاز میں طبیعت جناب مولوی محمد قاسم صاحب مدظلہ کی بہت بیمار ہو گئی تھی ایسا کہ ایک روز نوبت یاس پہنچ گئی مگر فضل الٰہی نے دستگیری فرمائی اور مرض رفع ہوا مگر ضعف ایسا ہو گیا ہے کہ اب تلک طاقت نے بحالت اصلی عود نہیں کیا اب بھی ادنیٰ تکان سے حرارت ہو جاتی ہے۔

اب جناب مولوی صاحب وطن تشریف رکھتے ہیں باقی سب امور بحمد اللہ بخیر

وخوبی ہیں حال مدرسہ کا بدستور پایا البتہ قلت آمدنی کے سبب یہ تمام سال تنگی سے گزرتا نظر آتا ہے اللہ تعالیٰ دستگیری فرماوے تعمیر جاری ہے مگر بقدرِ ضرورت۔ اگر روپیہ کافی ہوتا اب تلک تعمیر قریب ختم ہوتی۔ خیر جو اس کی مرضی وہی ہوتا ہے تم نے حال روم وروس کا پوچھا ہے عرب میں بہ نسبت یہاں کے کم خبر پہنچتی ہے وہاں کے لوگ اخبار کے شائق نہیں ترکوں کو عادت افشاء خبر نہیں البتہ کونسل انگریز جو جدہ میں رہتا ہے اس کی زبانی کوئی خبر تار برقی کی جدہ سے مکہ میں پہنچتی تھی اور اب یہاں بھی خبر کی پوری پوری امید نہیں فقط والسلام اپنے والد اور بھائیوں کو سلام اور بچوں کو دعا کہیو۔

میاں بھورے خاں کی تحریر دیکھی وعلیکم السلام۔ تم نے تعویذ کے لئے لکھا ہے یوں چاہئے کہ مابین سنت وفرض وقت فجر کے سورہ فاتحہ اکتالیس بار پڑھ لیا کرو۔ یہ وظیفہ دائمی ہے اور بعد مغرب سورہ واقعہ اور جب حاکم کے سامنے جاؤ **واللہ المستعان علی ماتصفون**۔ اس آیت کو گیارہ بار پڑھ کر اور شہادت کی انگلی پر دم کر کے ماتھے پر الف کھینچ لو اور افیون چھوٹنے کے لئے تھوڑی سی ہمت درکار ہے اور علاج یہ ہے کہ وزن افیون سے جو عادت ہو کسی قدر کم کرو اور اتنے وزن کچلہ کی گولیاں کھاؤ یہاں تک کہ افیون نہ رہے اور گولیاں اس کے قائم مقام ہو جاویں پھر ایک ایک گولی کم کرو کہ وہ گولیاں بھی چھوٹ جاویں اس ترکیب سے افیون بھی چھوٹ جاوے گی اور خلل بھی کچھ نہ ہوگا۔ ترکیب گولی کچلہ کی کچلہ کسی قدر لیکر کنوار کے پٹھے کے لعاب میں تر کردو اور لعاب کو ہر روز بدلتے رہو۔ چودھویں دن کچلہ کو چھیل کر گرم پانی سے دھوڈالو اور ہم وزن سیاہ مرچ پیس کر اور ہم وزن مغز بادام کے ساتھ کوٹ لو جب کٹ جاوے لعاب کنوار پٹھہ ڈال کر کوٹتے رہو جب قابل گولی بندھنے کے ہو گولیاں بقدر سیاہ مرچ بنالو اور یہ گولیاں نزلہ کو بھی بہت مفید ہیں۔ فقط ۸ ربیع الثانی ۱۲۹۵ھ۔

## مکتوب سینتالیسواں

مشفق ومکرم طال صادق محب الفقراء منشی محمد قاسم صاحب دام لطفہم۔ بعد سلام

مسنون مطالعہ فرماویں خط تمہارا آیا تمام حال منکشف ہوا اس خط کے آنے سے پہلے انتظار تھا کہ کیا وجہ ہے کہ اب تلک خط نہیں آیا۔ بعد تمہاری روانگی کے جناب مولوی محمد قاسم صاحب اتفاقاً تشریف لے آئے اور اب تلک تشریف رکھتے ہیں افسوس ہوا کہ اگر تم دو چار روز اور ٹھہر جاتے تو مولوی صاحب سے مل لیتے۔ خیر جو ہوا بہتر ہوا تم نے خط میں چند امور پوچھے تھے وہ خط کہیں گم ہو گیا اب جواب لکھتے میں بہت ڈھونڈ املا نہیں جو بات یاد ہے اس کا جواب لکھتا ہوں اور جو بھولا معاف فرمائیو اور پھر تکلف فرما کر لکھیو۔ تم نے اپنی مشغولی کا حال لکھا جی خوش ہوا اللہ تعالیٰ استقامت نصیب فرماوے استقامت کرامت سے بڑھ کر ہے ورود وظائف کی کثرت خوب نہیں ہوتی تو ڑی مقدار ہر چیز کی نبھ جاتی ہے اور زیادہ میں طبعیت اکتا جاتی ہے اور گھبرا کر چھوٹ جاتی ہے بارہ تسبیح شد و مد کے ساتھ کرتے رہوارہ کے جاری ہونے سے اُمید نفع کی ہے۔ ذکر آرہ میں اللہ ہو جاری ہو تو خوب ہے یوں معلوم ہوا کہ ان شاء اللہ تعالیٰ ذکر میں گرمی آنے لگی ہے اول ذوق شوق خوب ہوا کرتا ہے مگر بعد میں کبھی کچھ کمی ہو کر کیفیت گم سی ہو جایا کرتی ہے اس وقت مردانگی چاہئے اور رحمت خداوندی سے مایوس نہ ہو اور اپنے قصور پر معترف اور کام معمولی کتنا ہی گراں معلوم ہو پورا کرے ہاں خوب یاد آیا کہ ہر وظیفہ اور معمول میں ایک مقدار ضروری ٹھہرالو کہ وہ ہر حال میں کرلو اور وہ کبھی نہ چھوٹے اور ایک مقدار زائد کہ اگر فرصت ہوئی اور ذوق شوق ہوا کیا نہیں تو نہیں مثلاً بارہ تسبیح معمولی ہیں اور اگر گرمی آ گئی اور ذوق شوق جوش پر ہوا بے تعداد یا تعداد سے اور زائد کر گئے ایسا ہی ہر وظیفہ کے لئے مثلاً درود شریف کے لئے سو بار ضروری گنو اور زائد کو موقوف وقت اور ذوق کے رکھو یا اور کم وبیش مقرر رکھو اور تم نے پوچھا تھا حزب البحر میں کہیعص کے اول میں جو انگلیاں بند کریں تو اس لفظ کو تین بار کہیں دو بار انگلیاں بند کر کے کھول دیں اور تیسری بار کے بند کئے ہوئے انصرنا فانک خیر الناصرین وغیرہ کے ساتھ ایک ایک انگلی کھول دے اور تم نے

یاد دلایا ہے کہ ایک کتاب درباب سلوک لکھی جائے۔

بھائی یہ کام شیخ کامل مکمل کا ہے یعقوب ناکارہ اب تلک مرتبہ طلب میں خام ہے سلوک اور وصول کس کا اور حضرات مشائخ رحمہم اللہ نے اتنی تصانیف فرمائی ہیں کہ کچھ حاجت نہیں رہی اور تاہم جو کچھ تم پوچھو گے۔ اس کا جواب جو کچھ سنا سنایا بزرگوں کا ہے یہ عاجز لکھے گا ان شاء اللہ تعالیٰ چند عرصہ میں یہی مجموعہ ایک کتاب ہوجاوے گی اور صراط مستقیم نام علم سلوک میں ایک کتاب تصنیف مولوی اسمٰعیل شہید کی ہے کہ ارشاد حضرت میر سید احمد صاحب کو بطرز عمدہ جمع کیا ہے وہ کتاب چھپ گئی ہے فقط حال بیماری کا یہاں بدستور ہے اگرچہ وہ زور وشور نہیں مگر بالکل نجات بھی نہیں نرخ کا رخ بھی گرانی کی طرف ہے اللہ تعالیٰ اپنے عاجز بندوں پر رحم فرمائے۔ باقی اور کوئی بات یاد نہیں آتی کہ لکھوں فقط والسلام اپنے والد کی خدمت میں سلام فرمائیو اور سب عزیزوں کو سلام تمہاری مطلوب کتابیں جب کوئی ہاتھ آئی روانہ کروں گا۔ فقط

اخیر ذیقعدہ ۱۲۹۵ھ

## مکتوب اڑتالیسواں

برادر دینی محب یقینی عزیز القدر طالب صادق منشی محمد قاسم زاد اللہ شوقہ وذوقہ باللہ۔ بعد سلام مسنون مطالعہ فرماویں۔ خط تمہارا آیا معلوم ہوا کہ میرا خط نہ پہنچا۔ تعجب ہے کہاں ضائع ہوا۔ اب اتنی گنجائش نہیں کہ چھٹی ساتویں تلک یہ خط پہنچے۔ زکوٰۃ حزب البحر کی دو ترکیبیں ہیں۔ اول ۳۶۰ دفعہ پڑھنا تین دن میں یا بارہ دن میں۔ اس میں اعتکاف اور احتیاط کھانے پینے کی اور پہننے کی شرط ہے جسے ترک جلالی و جمالی کہتے ہیں ایک جنس غلہ کی بے نمک بے دودھ مٹھائی وغیرہ کھانا ہے اور کپڑا ایک مثل احرام کے اور ہر روز غسل مگر سردی میں سینکنا یا آگ پاس رکھنا مضائقہ نہیں ایسا ہی کمل رضائی وغیرہ اوڑھ لے یہ بھی ڈر نہیں مگر اس کے لئے کوئی وقت معین نہیں گرمی کے موسم میں کرے کہ یہ تکلف نہ کرنا پڑے۔ دوسری ترکیب خاص صفر کے مہینہ میں تین دن کا

اعتکاف اور تین بار ہر روز پڑھنا اس میں کچھ شرط نہیں البتہ کھانے میں اگر ترک لذات یعنی نمک مٹھائی وغیرہ کرے بہتر ہے ضروری نہیں اور سبحان اللہ سوا لاکھ بار پڑھنے کے لئے جو کہا تھا غرض یہ تھی کہ تین دن اعتکاف کے جو دوسری ترکیب میں ہیں اس میں پڑھنا حزب البحر کا تین بار ہوتا ہے باقی وقت فرصت کا ہے اس میں اس سبحان اللہ کو پورا کرے تاکہ وقت بیکار نہ جاوے اور رات کو کچھ جاگنا سونا معین نہیں اپنے معمول کی موجب سووے جاگے دونوں صورت میں۔

اور تیسری صورت زکوٰۃ کی یہ ہے کہ مدام پڑھتا رہے برس دن میں زکوٰۃ ہو جاتی ہے حاجت اعتکاف وغیرہ کی نہیں اور یہ قاعدہ عام ہے جب حزب کو چند بار پڑھنا ہوتا ہے خواہ زکوٰۃ میں یا عمل میں ایک بار اشارات اور مکرر پڑھنا سب معمولی امور ادا کرتے ہیں باقی میں صاف بدون تکرار و اشارہ وغیرہ کے پڑھ لیتے ہیں اور چراغ جلانے اور خوشبو جلانے کا کچھ مضائقہ نہیں اور ان ترکیبوں میں نہ حصار کی حاجت ہے نہ خوف رجعت کا ہے اور نہ کسی قسم کی دہشت اور خوف ان شاء اللہ ہو باقی تم نے فوائد سورۂ فاتحہ کے پوچھے یہ صورت ہر حاجت دینی ہو یا دنیوی کے لئے مفید ہے اور سلوک میں معین ہوتی ہے اور درود ہر وظیفہ کے اول و آخر تین بار یا سات بار یا گیارہ بار پڑھ لینا بہتر اور افضل ہے اور یاحی یاقیوم کو بقدر ذوق جہر و ضرب سے کر لے باقی کو ویسے ہی وظیفہ کے طور سے ادا کرے۔ جواب تمہاری باتوں کا پورا ہوا طالب حق کو ذکر و شغل کو اصل سمجھنا چاہئے اور درود و وظیفہ کو اور زکوٰۃ عمل وغیرہ کو فرع۔

اگر بن پڑا کر لیا یا جیسا ہو سکا پورا کر لیا کیونکہ منظور رضائے مولا اور یہ اپنی خواہشوں کا علاج ہے فقط نرخ یہاں بھی گراں ہو رہا ہے۔ ۱۱ ثار گیہوں ہے باقی غلہ اسی کے قریب ہے اللہ رحم کرے میر امداد علی جو یہاں آئے تھے تو اس زمانہ میں طبیعت جناب مولوی محمد قاسم صاحب کی بدرجہ علیل تھی وہ مولوی صاحب کے ملنے کے لئے گئے تھے اور حکیم جناب مولوی رشید احمد صاحب تھے کہ احقر نے جب مولوی صاحب

( کی طبیعت کا حال پریشان تب اُن کو بلالیا تھا اب بحمد اللہ مولوی صاحب ) بالکل صحیح وسالم ہیں نقاہت اب تلک باقی ہے۔ فقط ۳ صفر ۱۲۹۶ھ۔

## مکتوب اُنچاسواں

عزیز القدر گرامی شان طالب صادق بلند ہمت منشی محمد قاسم اطال اللہ عمرہ وزادشوقہ باللہ۔ بعد ادعیہ واقیہ وسلام مسنون مطالعہ کریں خط تمہارا آئے ہوئے بہت دن ہوگئے اسی دن سے جیب میں ہے فرصت جواب کی نہ ہوئی جمعہ کو مہلت ہوتی ہے۔ پہلے جمعہ کو مظفر نگر جناب مولوی محمد قاسم صاحب کے دیکھنے کو گیا تھا۔ جناب مولوی صاحب کو ان کے ایک مرید بنظر علاج وہاں لے گئے ہیں اب طبیعت مولوی صاحب کی اچھی ہے کسی قدر کھانسی باقی ہے آج جواب لکھنے بیٹھا ہوں خدا کرے پورا ہوجائے تم نے درباب زکوٰۃ حزب البحر چند امور پوچھے ہیں۔ اعتکاف کے لئے بعد عصر سامان کرے اور قبل غروب آفتاب بیٹھے مثلاً یکم ربیع الثانی روز سہ شنبہ ہے تو دوشنبہ کے عصر سے سامان کرے اور کچھ پہلے غروب آفتاب سے اعتکاف کی جگہ میں جابیٹھے اور آخر اس کا وقت غروب آفتاب تیسرے دن یا گیارہویں دن ہوگا۔ تعداد معین تمام شب روز میں پورا کرلے مگر ایک سوبیس بار پڑھنے میں فرصت نہیں ملتی کہ کچھ کرسکے بعد سونے اور حاجت ضروری اور وظیفہ معمولی قلیل ہی وقت سے اسے پڑھ کر بچے یا شاید نہ بچے جب ترک جلال و جمال باحتیاط ہے کھڑاؤں کھونٹی دار پہنے اور کتاب کا بعضوں نے مضائقہ نہیں سمجھا۔ تہ بند اور چادر خواہ ملی ہو یا جدا برابر ہیں۔

مقصد یہ ہے کہ چادریں ہوں بشکل کفن سی ہوئی ہوں یا نہ ہوں۔ اور جانماز دوختہ کا کچھ مضائقہ نہیں۔ ایسے ہی بچھونا وغیرہ اور جائے مقرری اعتکاف میں ہی بیٹھے لیٹے سووے کیونکہ خلوت مقصود ہے بے ضرورت باہر نہ نکلے جو وظائف واوراد تم نے اختیار کئے بہت بہتر ہے اللہ تعالیٰ اور توفیق زیادہ دیوے۔ استقامت فوق ہے کرامت سے اور جب کبھی اداء معمولی میں طبیعت بسبب دیر کے تنگ ہو نعمت

الٰہی کا شکر کرو کہ حرج بہ نسبت کام کے کم ہے اور دوسرے تیسرے وقت اس کو ادا کرلو اور یہ سمجھو کہ عجز وخطا اور کمی وکوتاہی بندہ کی اصل اور خمیر ہے اور جو کچھ قوت یا درستی یا کمال باہمت ہوتی ہے۔ یہ محض اس کا فضل ہے ورنہ یہ خاک ناپاک کجا اور اس کا ذکر اس کی عبادت اس کی تابعدی کجا چہ نسبت خاک را باب عالم پاک سورۂ فاتحہ اگر مابین سنت وفرض نہ ہوسکے بعد فرض یا بعد طلوع آفتاب پوری کرے اور یہ جو غلبہ نیند اور اونگھ کا لکھا ہے اس کا باعث کسی قدر زیادتی پانی پینے کی ہوتی ہے اور زیادہ کھانا بھی اس کا باعث ہے اگر چند لقمے کم کھایا کرو تو اچھا ہے

اور پانی پینے میں ایک معمول کرلو کہ اس سے زائد نہ پیا جاوے اور مشق اس کی باہستگی اور دیر میں ہوتی ہے خشکی وقت ذکر کچھ مضائقہ نہیں اس کیلئے پانی کا استعمال نہ چاہیے کہ مضر ہوا کرتا ہے اس کے لئے یہ تدبیر ہے اگر جہر میں پیش آوے تھوڑی دیر خفی کرتا رہے اور نشست کو بدل لے یا سکوت کر کے مراقب ہو بیٹھے جب طبیعت اصلاح پر آجاوے جب پھر جہر کرے اگر اسوقت نہ ہوسکے دوسرے وقت پر رکھے اور اگر ذکر خفی یا مراقبہ میں پیش آوے تھوڑی دیر تامل کر کر چھوڑ دے۔ تم نے لکھا ہے کہ اتفاق گھی کھانے کا نہ ہوا' بھائی گھی پر موقوف نہیں خربوزہ یا تربوزہ یا کدو یا ککڑی کھیرے کے بیج یا مونگ پھلی یا بادام یا اور کوئی مغز یا تیل تلوں کا یا جو چکنی چیز میسر آوے اور کھاسکو کھاؤ۔ تم نے تنگی معاش کی لکھی بھائی اس صابر یہ (اس صابر یہ خاندان کا مراد تنگی سے زیادہ کشائش نہ ہونا اب حضرت مرشدنا ومرشد عالم رحمہ اللہ کے اس ارشاد سے تعارض نہ رہا کہ ہمارے یہاں فاقہ نہیں ہے وجہ تطبیق ظاہر ہے کہ حد فاقہ تک تنگی مراد نہیں ۱۲) خاندان کا یہ اثر ہے گھبراؤ مت ان شاء اللہ تعالیٰ خدائے کریم بہت کچھ عنایت فرمائے گا اگر کوئی ایسی نوکری میسر آوے جس میں مشغولی تھوڑی ہو کرلو۔

اس زمانہ میں اکثر کارخانوں کا حال ایسا ہی ہوگیا ہے مزدوری کم چلتی ہے بندہ بھی تمہاری کشائش کے لئے دعا کرتا ہے تم بھی دعا ہی کرو اور سب عملوں سے دعا کو

افضل سمجھو یہ لطیفہ جوتم نے لکھا ہے کہ یا یہ دعا تھی کہ تیری رضا کے لئے دنیا اور سب کچھ ترک کیا اور یا یہ دعا کرنے لگا کہ نعمت دنیا اور آخرت عنایت فرما اور راس پر ہنسی آئی۔

بھائی یہ بظاہر مخالف ہے نعمت دینا مال کی وسعت اور جاہ کی ترقی نہیں نعمت دینا عبادت الٰہی بفراغ خاطر کرنا ہے اور نعمت آخرت جنت میں دیدار محبوب حقیقی سے مشرف ہونا ہے غرض ان دونوں میں کچھ مخالفت نہیں طالب حق جو تلاش روزی کرتا ہے یا روزی کی دعا کرتا ہے طالب روزی کا نہیں ضرورت کے سبب کرتا ہے بخلاف طالبین دنیا کے ان کا اصلی مطلب دنیا کا حصول ہے۔ سورہ فاتحہ مع بسم اللہ اور **لاحول ولاقوۃ الا باللہ** اور **یاحی یاقیوم برحمتک استغیث** اور **یاحی یاقیوم لاالٰہ الا انت** اور آیت کریمہ یہ وظیفہ عام ہیں ہر حاجت دینی اور دنیوی اور برکت اور اعانت اور حفاظت کے لئے موثر ہیں دوام شرط ہے تسخیر مخلوق اور تسخیر سلاطین مطلوب طالب حق نہیں ہوتی اور اگر کوئی کسی غرض خاص دینی کے سبب طلب کرے اس کے لئے بھی یہی وظائف کافی ہیں اور تسخیر کا عمدہ نسخہ یہ ہے اگرچہ مشکل ہے جو شیخ سعدی رحمہ اللہ نے کسی بزرگ سے نقل کیا ہے:

تو ہم گردن از حکم داور مپیچ　　　　که گردن نپیچد ز حکم تو ہیچ

تم نے یہ پوچھا کہ حزب البحر کے روز پڑھنے میں کیا نفع ہے منافع اس کے بے حد ہیں حفاظت بلایا سے نجات دشمنوں سے خاصکر غلبہ نفس وشیطان پر۔ تسخیر عام کشائش رزق' دفع کید اعدا' پناہ امراض ناکارہ سے غرضکہ بہت ہی کچھ منافع ہیں اور اس صورت پر برس دن کے وظیفہ میں زکوٰۃ ادا ہو جاتی ہے ہاں تم بعد نماز مغرب یا بعد عشا سورۂ واقعہ ایک بار پڑھ لیا کرو امید کہ ہر بلا اور تنگی دور ہو فقط والسلام اپنے بھائیوں اور والد کو اور سب احباب کو سلام کہیو اور سب تم کو سلام کہتے ہیں مشفقی جمعدار بھورے خاں سلمہ بعد سلام مطالعہ فرمادیں آپ کی تحریر دیکھی تعجب ہے کہ افیون چھوڑی نہیں۔

بھائی نامردی اور مردی میں ایک ہی قدم کا فرق ہے اگر اجوائن اور ارنڈ کی

کوپل اور دارچینی کی گولیاں یا سفوف استعمال کرو اور تھوڑا تھوڑا کم کر کے چھوڑ دو تو ہوسکتا ہے یہ تو کام مدبر حقیقی کا ہے کہ تمہارے قلب میں نفرت اس روسیاہ گندی کی ڈال دے اور چھڑوادے یا بزور ہاتھ کو بند کردے کہ کھانہ سکو اور تم نے پوچھا ہے کہ ترقی کے لئے کوئی وظیفہ اور اپنے صاحبزادہ کی ترقی کے لئے۔ ہمارے یہاں سورہ یٰسین کا عمل اس بارے میں بہت مجرب ہے ترکیب اس کی جدا کاغذ پر لکھی ہے پڑھو ان شاء اللہ تعالیٰ ترقی ہوگی۔ یا گیارہ سو بار یامغنی اور گیارہ بار یامغنی اور گیارہ بار سورہ مزمل کو دائمی وظیفہ کرلو فقط ۱۸ ربیع الثانی ۱۲۹۶ھ۔

## ترکیب سورہ یٰسین برائے کشائش رزق وحصول نوکری وغیرہ

اول گیارہ بار درود شریف پھر سات بار سبحان اللہ پھر سات بار استغفر اللہ پھر اعوذ بسم اللہ کہہ کر سورت کو شروع کیا جب اول مبین پر پہنچے لفظ مبین کو سوائے لفظ قرآن کے سات بار کہا۔ مبین مبین مبین مبین مبین مبین مبین پھر بسم اللہ کہہ کر اول سے سورت کو پڑھنا اول مبین کو برابر پڑھ گئے اور دوسرے پر پہنچ کر اس کو سات بار کہا پھر اول سے سورت کو پڑھا اور تیسرے مبین پر سات بار کہہ کر اول سے سورت کو لیا پھر چوتھے مبین پر اس کو سات بار کہا اور اول سے لیا پھر پانچویں مبین پر سات بار کہہ کر اول سے سورت کو لیا پھر چوتھے مبین پر اس کو سات بار کہا اور اوّل سے لیا پھر پانچویں مبین پر سات بار کہہ کر اول سے شروع کیا پھر چھٹے مبین پر اس کو یعنی لفظ مبین کو سات بار کہا اور اول سے سورت کو شروع کر کے پھر ساتویں مبین پر پہنچ کر اس کو یعنی لفظ مبین کو سات بار کہا اور اول سے سورت کو شروع کر کے آخر تلک پہنچا دیا سورت ختم کر کے سات بار سبحان اللہ سات بار استغفر اللہ اور گیارہ بار درود شریف پڑھ کر دعا، کشائش رزق کی کرے اسی عمل کو ایک چلہ کرے اور ناغہ نہ کرے ان شاء اللہ تعالیٰ کہیں نہ کہیں صورت روزگار یا ترقی کی ہوگی فقط۔

## مکتوب پچاسواں

مشفق و مکرم مخزن لطف و کرم طالب اللہ در طلب صادق منشی محمد قاسم زاد اللہ شوقہ وذوقہ وعرفانہ۔ بعد سلام مسنون مطالعہ فرماویں خط تمہارا آیا اور سب حال معلوم ہوا۔ اس دیار میں رمضان کے کچھ پہلے سے تابقرعید بیماری کی کثرت رہی چنانچہ احقر بھی آخر رمضان میں بیمار ہو کر عید کو اچھا ہو گیا۔ پھر دہم عید الفطر کو بیمار ہوا قریب دو ہفتہ بیمار رہا پھر کبھی کبھی بخار کا دورہ ہوتا رہا۔ اثر ضعف کا اب تلک باقی ہے اب بحمد اللہ تعالیٰ ہر گونہ صحت ہے تمہارے خط کے نہ آنے سے زیادہ تر خیال بیماری کا تھا کیونکہ یہ بلا عام تھی۔ میاں دوست محمد سے تمہاری خیریت سنی رفع تفکر کا ہوا۔ تم نے افسوس نہ رہنے کا یہاں لکھا ہے بھائی جو کچھ فیض بزرگوں کا ہے اس کے لئے کوئی جا اور کوئی زمانہ ضرور نہیں اولوں سے آخروں کو اور شرقیوں سے غربیوں کو نفع پہنچتا ہے اور واقعی فیض مفیض حقیقی کا ہے کہ وہ زمانی اور مکانی نہیں جو واسطہ ظاہری ہوتا ہے بے اعتبار محض ہے پرنالہ سے پانی آتا ہے پرنالہ ایک راہ ہے آسمان سے پانی چھت پر برستا ہے پرنالہ اس کا راہ اس سے بہتر اور مثال اس مضمون کی نہیں اس بات سے بہت جی خوش ہوا کہ اپنے معمولات پر استقامت ہے۔ استقامت کرامت پر فوق ہے شکر الٰہی بجالانا چاہئے کہ شکر سبب مزید نعمت ہے۔ یہ کتنی بڑی نعمت ہے کہ اس غنی مطلق نے اپنے ذکر کی توفیق دی کہاں یہ مشت خاک ناپاک اور کہاں وہ بارگاہ بلند از ادراک۔

جو کتاب تم نے لکھی ہے مخزن الانوار کبھی دیکھی نہیں غالباً توحید کے مضامین ہوں گے کیا مضائقہ ہے سب ایک وضع کی کتابیں ہیں ایک جلد ہو جائیں بہتر ہے۔ شب کے وقت کھانے کا لحاظ رہا کرے قدرے کم کھایا جاوے اور دن کو قیلولہ کر لینا تھوڑا سا ضرور چاہئے۔ ان شاء اللہ آنکھ رات کو کھلے گی اور نماز قضا نہ ہوگی اور بعد مغرب چپ چاپ تنہا گھڑی دو گھڑی بیٹھنا ہر روز معمول کر لو اور اگر چپکے جی نہ لگے آہستہ اللہ اللہ کا ذکر ضرب خفیف سے یا بے ضرب یا اللہ مجرد کا ذکر کرتے رہے۔ عبد القیوم کے پیدا

ہونے سے خوشی ہوئی اللہ تعالیٰ عمر دے اور موفق بخیر کرے۔ کیفیت مدرسہ اب کے سال بسبب حرج بیماری کے اب تلک طبع نہیں ہوئی بعد طبع ہونے کے ان شاء اللہ تعالیٰ روانہ ہوگی۔ ٹکٹ دو آنے کے پہنچے رسید ملفوف ہے۔ تم نے آنکھ کے لئے لکھا ہے اس کی آسان صورت یہ ہے کہ مصری باریک سرمہ سا پیس کر رکھ لو ایک چاول بھر احتیاط سے ناخونہ پر لگا دیا کرو چند روز میں ناخونہ ان شاء اللہ تعالیٰ دفع ہو جاوے گا اور التزام سرمہ لگانے کا آنکھ میں رکھو تا کہ آنکھ کو قوت ہو اور کوئی تیز دوا آنکھ میں مت لگائیو اس سے اتنی نفع کی امید نہیں جتنا خوف ضرر کا ہے ناخونہ میں اکثر معمول تیز دواؤں کا ہے فقط ملا عبداللہ صاحب اور میاں خواجہ بخش سوداگر کو سلام کہئے۔

فقط میاں دوست محمد صاحب کو بعد سلام مسنون فرما دیجیو کہ موافق تمہاری تحریر کے بندوبست کر دیا اور مہتمم صاحب سے کہہ دیا اب امید ہے کہ کوئی تکلیف ان کو نہ ہو فقط مکرر میاں محمد قاسم کو جناب مولوی رفیع الدین صاحب اور احقر کی طرف سے معلوم ہو کہ میاں دوست محمد کی تحریر خرچ بھیجنے کی طرف سے اطمینان دلاتی ہے اور میاں صدیق کی زبانی معلوم ہوا کہ یہ امر دائم نہ ہو سکے گا اس لئے چندے خرچ آوے گا پھر ضرورت کھانا مقرر کرنے کی ہوگی اس لئے مناسب ہے کہ یہ امر بے اطلاع میاں دوست محمد کے یا بعد استفسار ان کے کے تحریر کرو تا کہ اس کا فکر رہے اور یہ فرما دیویں کہ میاں صدیق کو شرح مائۃ عامل میں شریک کر دیا ہے اور فارسی میں زلیخا شروع کی ہے اور غوث کو صرف کی کتابیں شروع کرائی ہیں۔ فقط ۲۹ صفر ۱۲۹۷ھ چہار شنبہ

## مکتوب اکیاون

مشفقی مکرمی منشی محمد قاسم صاحب سلمہ بعد سلام مسنون مطالعہ فرماویں تمہارا خط آیا بندہ میرٹھ گیا ہوا تھا۔ آ کر خط تمہارا ملا جواب کی فرصت نہ ہوئی کئی دن میں آج جواب لکھتا ہوں۔ تم نے وقت ذکر کے ملاحظہ کے لئے پوچھا کہ کیا کرے۔ اللہ حاضری اللہ ناظری کرے یا ھو الاول والآخر والظاهر والباطن

کرے۔ اصل یہ ہے کہ ملاحظہ معین چیز نہیں ہوتی جو جیسا مناسب سمجھتا ہے مقرر کر دیتا ہے اگر عادت اول و آخر کی ہوگئی ہو وہی رکھو حاضر و ناظر کا فکر مت کرو اور اگر جی حاضر و ناظر پر لگے اس کو کرو غرض اختیار ہے اور بدن کا کانپنا اور رونگٹوں کا کھڑا ہونا اور نعرہ کی آواز بے ساختہ حلق سے نکل جانا یہ اثر ذکر کا ہے۔ اگر فضل الٰہی شامل حال ہے سلطان الذکر پیش آوے گا اپنا معمول کرتے رہو فیض الٰہی دستگیری کرے گا اور مراقبہ جیسے کرتے ہو کرتے رہو۔ ان شاء اللہ اس میں بھی کچھ معلوم ہونے لگے گا اگرچہ اب بے حاصل معلوم ہوتا ہے مگر فائدہ اس کا آگے کو ظاہر ہوگا تم نے حال انتقال جناب مولانا محمد قاسم صاحب مرحوم کا پوچھا ہے مولوی صاحب سہارنپور تشریف لے گئے تھے کسی قدر طاقت آگئی تھی وہاں دورہ معمولی صفرا کا ہوا اس میں دردذات الجنب بھی ہوا جب خبر یہاں ہوئی اسی وقت جا کر لے آئے حرکت راہ سے درد نے شدت کی یہاں تلک کہ سانس بند ہوگیا ناچار فصد لی درد کو تخفیف ہوئی رات کو پھر درد نے عود کیا کچھ تدبیر کارگر نہ ہوئی جونکیں لگیں درد موقوف ہوا مگر حرارت میں کمی نہ ہوئی اگلے روز کچھ طبیعت اصلاح پر آئی ایک طبیب دہلی سے آئے تھے انہوں نے کوئی مفرح اور کوئی کشتہ دیا اس سے کچھ قوت کو نفع ہوا مگر بخار کی شدت ہوگئی پہلے ایک ہوا تھا اور اس کا نفع معلوم ہوا اس پر پھر مسہل کی رائے ہوئی مسہل دیا کچھ دن چڑھے تلک ہوش رہے دو دست آئے۔ دوپہر کے قریب بے ہوشی نے غلبہ کیا اور دست بند ہوگئے حرارت کی شدت تھی اس وقت شربت وغیرہ دیا نفع نہ کیا بلکہ نفخ ہوگیا اور بیہوشی ایسی ہوئی کہ نماز ظہر ادا نہ ہوسکی۔ یہ منگل کا دن تھا شام کو حالت نزع کی سی ہوگئی مگر پھر سانس درست ہوگیا۔ یہ دورہ مرض کا تھا رات بھر وہی کیفیت رہی اور بدھ کا تمام دن یہی حالت رہی زبان بند ہوش مطلقاً مفقود البتہ سانس کے ساتھ پاس انفاس جاری جمعرات کی صبح کو پھر فصد لی سینگیاں لگائیں اقسام علاج کئے مگر کچھ نفع نہ تھا۔ بدھ کے روز تشنج ہوتا تھا آج صورت اس کی لرزہ کی سی ہوگئی آخر بعد ظہر قریب تین بجے رخصت ہوئے ہم

سب لوگ نماز کو آئے تھے اندر اول زنانہ تھا پھر کچھ آدمی پہنچ گئے تھے کہ یکا یک بلغم بول کرتے بلغم کی ہوئی اور سانس لمبا ہو کر منقطع ہو گیا جب ہی سے تجہیز و تکفین کا فکر کیا بعد عصر نماز جنازہ ہوئی بعد مغرب دفن کیا اور میرا حال کیا پوچھتے ہو یہ صدمۂ جانکاہ ایک جہان پر ہے میں تو سخت دل سخت جان آدمی ہوں کسی کے مرنے کا رنج بہت نہیں ہوتا مگر اتنا غم کسی کا نہیں ہوا خلاصہ یہ ہے کہ اب زندگی تلخ ہو گئی۔

دو دن بعد جناب مولوی احمد علی صاحب کا انتقال ہو گیا کئی مہینے سے بیمار تھے یہ سہارنپور کے رہنے والے محدث فقیہ مشہور تھے۔ ہمارے استاد تھے بخاری مسلم کتابیں حدیث کی دہلی میں میرٹھ میں انہوں نے چھاپی ہیں نہایت مشہور بڑے عالم تھے اور مولوی عبدالحی صاحب لکھنو کے مشہور عالم ہیں مگر خبر انتقال ان کی غلط معلوم ہوئی مولوی لطف اللہ صاحب لکھنوی کا انتقال ہوا یہ دھوکہ ہو گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ جہان گزران جائے مقام نہیں آدمی کمربستہ رہے جب کام درست ہو اللہ تعالیٰ استقامت نصیب کرے۔ ۲۳ جمادی الاول ۱۲۹۷ھ

## مکتوب باون

مشفق و مکرم طالب صادق منشی محمد قاسم صاحب دام لطفہ۔ بعد سلام مسنون مطالعہ فرماویں۔ خط تمہارا پہنچا حال مولوی امیر علی صاحب کے تشریف لانے سے اطلاع ہوئی رائے حافظ قدرت اللہ شاہ صاحب کی درست ہے اکثر بزرگوں کو بمقتضائے بشریت رنج ہوا کرتا ہے مگر یہ امر چھپنا معلوم۔ اس سے اگر بطور معذرت اور ضرورت ذکر کر دیا جاوے بہتر ہے اگر راضی رہے اس سے کیا بہتر ہے اور اگر ناخوش ہوئے تمہارا کام ان کی طرف اعتقاد کو درست رکھنا ہے اور ہر امر کی تابعداری واجب و لازم نہیں مشائخ نے جو منع کیا ہے اس سے منع کیا ہے کہ ایک شخص کی رائے پر طریق ذکر و شغل اور تربیت سلوک کر رہا ہے اسی وقت میں دوسرے سے کچھ نہ پوچھے اور اس کا مضائقہ نہیں کہ بیعت کسی سے کرے اور سلوک

کسی جائے پورا کر لے اور پیر طریقت اور ہو اور پیر صحبت اور ہو۔

مشائخ نے بعد تکمیل بہت بہت بزرگوں کی خدمت میں رہ کر فیض حاصل کیا ہے ہاں کسی بزرگ سابق کی نسبت سوء عقیدت نہ جاوے ورنہ کسی کی خدمت فائدہ مند نہیں ہوتی کیونکہ گھر ایک ہے در ہی مختلف ہیں اس ناکارہ کی رائے یہ ہے اور یہ ناکارہ رہزن نہیں اگر وہ بزرگ کوئی اور طریق ارشاد فرماویں یا کوئی فیض پہنچاویں مضائقہ نہیں فائدہ سے مطلب ہے کام ہو نام کسی کا ہو یا نہ ہو۔

اور بندہ کا نام کیا یہ کام سب بدست ہادی مطلق ہیں یھدی من یشاء الی صراط مستقیم تم نے درباب مراقبہ اور ملاحظہ جو لکھا ہے اصل ان سب کی خیال جمانا ہے تاکہ حدیث النفس خلل انداز نہ ہو اور تفرقہ نہ پیش آوے جتنی تصور سے طبیعت جمی رہے اتنے پر اکتفا کرو اور ان تصوروں کا خیال اجمالی بس کرتا ہے اگر تفصیل سے کرے یہ خود طبع کو پریشان کر دیتا ہے اور پیش آنا کاہلی وغیرہ کا یہ آمد قبض کی ہے اللہ تعالیٰ اس کے شر سے بچاوے حالت قبض میں ذوق شوق کم ہو جاتا ہے بلکہ گم ہو جاتا ہے اور ذکر کرنا گرانبار ہوتا ہے مگر علاج اس کا سوائے توجہ جانب مرشد اور کام کرتے رہنا اور کچھ نہیں اور لذت ہو یا نہ ہو جی لگے یا نہ لگے کام کرے بلکہ ہجوم خطرات اور حدیث النفس سے طبیعت کو نہ روکے تاکہ اس کے شغل میں کام نہ کر سکے تم نے پوچھا ہے کہ ضرورت میں لیٹ کر ذکر کرنا کیسا ہے بھائی:

لنگ ولوک خفتہ شکل وبے ادب تو بہر رنگے کہ باشی می طلب

ہر صورت ذکر کرے اور ہر حال میں ذکر الٰہی کرے مالا یدرک کله لایترک کله اگر سب آداب وتکلفات مقرری نہیں بنتے جو کچھ ہو سکے کرے اور ذکر کرے اور حزب البحر میں قرأت مصنف کی چاہے کچھ ہو یہ آیت قرآن ہے اپنی قرأت کے موافق پڑھنے میں آسانی ہے اور مقصود سب میں وہی ایک ہے اور تم نے حال ضعف دماغ وغیرہ کا لکھا ہے بھائی غریب آدمی کو مشکل ہے اگر کسی قدر دھنیا اور

بادام اور خشخاش جمع کر کے کچھ شکر ملا کر بطور سفوف یا حلوا پکا کر کھاتے رہو بہتر ہے اور گندم بریاں چبانا ان کا حلوا پیس کر بنا کر کھانا مقوی دماغ ہے اور مجرب ہے اور عمدہ تدبیر یہ ہے کہ آواز ذکر کی کم کر دو تا کہ خشکی کم ہو اور درود شریف کا وظیفہ زیادہ کر دو تا کہ راحت قلب کو ہو۔ کدو کا کھانا مقوی قلب و دماغ ہے کبھی کبھی کھاتے رہا کرو۔ تمہارے خط سے معلوم ہوتا ہے کہ کچھ اثر تپ کا ہوا اللہ تعالیٰ صحت دے۔ مسلمان کے لئے بیماری صفائی ہے اور گناہوں سے نجات ہے اللہ تعالیٰ عافیت نصیب کرے اس سے بڑھ کر اور کوئی نعمت نہیں بلکہ تمام نعمتیں عافیت سے ہی نعمتیں ہیں۔ عافیت ظاہری جسم کا صحیح و سالم ہونا اور عافیت باطنی گناہوں سے بچا رہنا ہے تا کہ کدورت قلب پیش نہ آوے اللہ تعالیٰ نصیب کرے اور ظاہری باطنی امراض سے شفاء کامل و عاجل عطا فرماوے فقط۔

## مکتوب تریپنواں

مشفق و مکرم طالب صادق منشی محمد قاسم صاحب دام لطفہم۔ بعد سلام مسنون مطالعہ فرماویں۔ تمہارا خط پہنچا پہلا خط جو آیا تھا اس کے جواب نہ لکھنے کے عجیب اسباب پیش آئے جب خط آیا تھا ان دنوں ایک ضرورت سے دہلی جانا ہوا پھر بہت دنوں کے بعد میرٹھ وغیرہ ہو کر یکم رمضان کو گھر پر پہنچا۔ رمضان بھر چاند کے جھگڑے میں مختلف تحریرات کرنی پڑیں۔ غرض کہ بعد رمضان وہ خط جو اکثر وقت جیب میں رہتا تھا خدا جانے کہاں رکھ کر بھولا پھر خیال رہا کہ جواب لکھوں گا جو بات یاد آوے مگر اتفاق نہ ہوا فرصت بہت کم ہوتی ہے دن چھوٹے ہونے کے سبب اکثر لکھنا رہ جاتا ہے رات کو لکھنا چھوڑ دیا ہے اور لکھنا کسی قدر دشوار بھی ہو گیا ہے دن کو بالکل فرصت نہیں اب تمہارا یہ خط آیا جواب لکھنے کے لئے کئی روز سے تہیہ کرتا تھا آج جمعہ ہے صبح سے کئی اور جواب لکھے اب تمہارے خط کا جواب لکھتا ہوں تم نے اپنی پریشانی بسبب جدا ہو جانے کے بھائی سے لکھی ہے۔ میاں یہ بھی بہت اچھا ہے یوں توفیق امداد کی ایک دوسرے کو ہے سبحان اللہ مگر برتاؤ روزمرہ تنہائی میں خوب ہے۔ عورتوں پر کیا مدار

ہے یہ زمانہ کا مقتضا ہے اب اجتماع کی صورت بندھی رہنی دشوار ہے اپنے فکر کی طرف سے جو حال لکھا ہے اس سے تشویش ہوگئی۔ بھائی رزق کے لئے کوئی ظاہری سامان قلیل سا کرلو۔ بہتر تو مزدوری اور ہاتھ کا کام ہے اگر یہ نہ ہوسکے کہ کوئی مختصر سی نوکری کرلو اور عرضی نویسی ہر چند مزدوری ہے مگر اس میں احتیاط کرنی دشوار ہے ایسا کرو اگر کوئی اچھا آدمی تابعدار ملے کہ اس کو اپنا ساتھی اپنے قابو کا رکھو جو کام بے ڈھنگا دیکھا اس کو سپرد کردیا ورنہ جو موافق شرع کے ہوا اس کو آپ کرلیا اور اجرت تحریر پر رکھو اور گھر کا فکر اگر جدا بھی ہو تو کیا کوئی تمہاری غیبت میں اتنا بھی نہ کرسکے گا کہ خبر گیری رکھے اگر دورہ ہوا اور باہر گئے آخر والد تمہارے اور بھائی گھر پر رہتے ہیں۔

ایک خیال اور آتا ہے کسی سیٹھ کی نوکری کرلو یا کوئی شغل پڑھانے کا ہو وہ کرلو غرض کہ ایسی تدبیر کرو کہ بے فکری ہوجائے تشویش دور ہوا ہو اور اگر کچھ نہ بنے توکل بخدا صبر کرو اور بیٹھ رہو روزی دینے والا ایک طور پر مقرر نہیں کہ دے کوئی اور صورت ہوگی جس سے روزی مقدر ہے وہ ظہور کرآوے گی بالجملہ تشویش کو دور کرو اور منتظر لطیفۂ غیبی کے رہو تاکہ کیا ظہور کرے۔ تم نے لکھا ہے کہ اپنا کام معمولی ادا ہوتا ہے سبحان اللہ میاں ہم جیسے پریشان اوقات سے تو تمہیں اچھے استقامت کرامت سے عمدہ چیز ہے اور جو شوق ملاقات کا تمہارے دل میں ہے اللہ تعالیٰ کے نزدیک کیا دشوار ہے وہ مسبب الاسباب ہے جب کبھی بنے ارادہ کیجیو۔

اور ملاقات پر کیا موقوف ہے فیض خداوندی سب جائے پر یکساں ہے اور اس کے آگے سب جائے ایک نسبت وہ ہر جائے قریب ہے۔ بعد نماز مغرب گھڑی دو گھڑی چپ چاپ بیٹھ کر انتظار وصول فیض کرو کہ ایک نور بقدر وضع شکل شعلہ چراغ جانب قبلہ سے میرے قلب کی طرف آتا ہے اور ہر روز بیٹھو خواہ جی لگے یا نہ لگے اور خواہ تصور بندھ سکے یا نہ بندھے بیٹھنا شروع کرو ترکیب اس حلوہ کی یہ ہے گندم ثار بریاں کو پیس لو اور دھنیا صاف ثار' خشخاش ثار' مغز بادام ثار' شکر سفید ثار' روغن زرد ثار'

بطور حلوہ پکالو اور اگر قدرے دانہ الائچی کلاں سونٹھ ملالو تو امید ہے کہ ہضم بھی خوب ہو اور نا خونہ کے لئے اگر مصری لگانا کافی نہ ہو سیاہ چوڑیاں کانچ کی کوٹ کر کھرل کرلو کہ سرمہ سا ہو جاویں اور کچھ درد راپن نہ رہے اس کو مصری کے ساتھ ملا کر لگاؤ تم نے کمل کے لئے لکھا ہے کمل اس مہم کابل کے سبب ایسے گراں ہو گئے ہیں کہ اب ان کا لینا فضول ہے چار پانچ روپیہ کو کمل اچھا لائق اوڑھنے کے آتا ہے میرے نزدیک اس سے اچھی بانات یا لوئی۔ اس سے اس کی تلاش موقوف رکھی۔ اب مہم ختم ہوگئی اگر نرخ کچھ انداز پر آگیا تو خیال رہے گا کوئی مناسب کمل خریدا جاوے گا۔ فقط ملا رحیم بخش صاحب کے انتقال سے افسوس ہوا۔ انا للّٰہ و انا الیہ راجعون.

اس زمانہ میں کیا امید فلاح کی ہو اچھے لوگ برابر اٹھتے چلے جاتے ہیں اللہ مغفرت کرے اور ہم لوگوں کو توفیق اور استقامت نصیب کرے فقط والسلام ترکیب حبس کی جدا کاغذ پر لکھی ہے اگر بن سکے کرو اللہ مددگار ہے ترقی ہوگی۔

## ترکیب حبس

ذکر میں حبس بہت مفید ہے کیونکہ دھیان ایک طرف رہتا ہے اور خطرات موقوف ہو جاتے ہیں اول دم کا روکنا اس کا طریق یہ ہے کہ سانس کو ناف سے اوپر کو کھینچے اور سینے میں لا کر روک رکھے اور زبان کو تالوے سے لگا کر ذکر الٰہی بتصور کرے دوسرے ذکر کا طریق یہ ہے کہ ذرا گردن داہنے مونڈھے کی طرف لا کر قلب پر ضرب کا اشارہ باہستگی کرے اور اس کو ایک گنے۔ تیسرے یہ عدد ہر روز ایک یا دو تین تلک بڑھاتا رہے۔ چوتھے اگر اسم ذات کا حبس کرے اللہ کی تشدید اور مد کا خیال رکھے۔

پانچویں جب عدد معین پورا ہو جاوے اگرچہ سانس پورا نہ ہوا ہو اور ابھی اور طاقت کشش کی معلوم ہوتی ہو بڑھاوے نہیں چھوڑ دے۔ چھٹے سانس جب چھوڑے باہستگی چھوڑے ایسا کہ پاس بیٹھنے والے کو معلوم نہ ہو اور اول تھوڑا تھوڑا سانس لے کر پورا سانس لے اور دوسری بار جب شروع کرے جب سانس اپنی حالت اصلی پر

آجاوے اور اتنی دیر مراقبہ میں رہے۔

ساتویں وقت جس کا بلکہ سب اشغال کا آخر شب بہتر ہے کہ نہ بھوک ہو نہ پیٹ غذا سے پر ہو۔ نہ کوئی کام فکر کا ہو اور اگر وہ وقت میسر نہ آوے بعد نماز صبح اور پیٹ بھرے پر ہرگز نہ کرے اور زیادتی کی ہوس نہ کرے۔ آٹھویں ہر روز دس سانس کرلیا کرے اور سات سانس سے ہرگز کم نہ کرے۔ نویں زیادہ سردی سے اور زیادہ گرمی سے اپنے آپ کو روکے خاص کر وقت جس اگر جی گھبراوے یا پیاس لگے جلدی نہ کرے نہ ہوائے سرد کا استعمال کرے نہ سرد پانی پیوے۔ ذرا ٹھہر جاوے۔ اور اگر ذوق وشوق ہو کچھ اشعار عشق خیز پڑھے اور غذائے گرم سے بھی پرہیز کرے اگر اتفاق ہو کم کھاوے دسویں سانس کھینچے اور چھوڑنے میں منہ کو بند رکھے اور ناک سے سانس لے اور آہستگی کا دونوں میں دھیان رکھے۔ تم اگر اسی شغل کو کرو اول اسم ذات کیجیو اور اول روز گیارہ بار کیجیو۔ اور ہر روز دو یا ایک بڑھائیو جب ایک تسبیح ایک سانس میں ہونے لگے تب نفی اثبات کو شروع کیجیو اور اگر فرصت اور ذوق دلی ہو ایک دو دم اسم ذات کا بھی کرلیا ورنہ نفی اثبات کرتے رہو جب یہ نوبت آوے کہ ایک سانس میں دو سو پورے ہوں تب مت بڑھائیو اور اس کو دوام کرتے رہیو اور اب وقت سردی کا ہے اب سے شروع کروگے تو گرمیوں کی آمد تک پورا ہو جاوے گا۔

سردی میں اس شغل میں پسینہ آجاتا ہے اور گرمیوں میں تو پسینہ میں نہا جاتے ہیں اس لئے لنگی باندھ کر اس موسم میں کیجیو اور اگر آڑبند کس لیا کروگے تو اکثر آفتوں سے حفاظت رہے گی اور وہ ضلع گرم بہت ہے اگر شدت گرمی میں جی گھبراوے تو عدد کم کردیجیو مگر بالکل ترک مت کیجیو اور جو کچھ کیفیت پیش آوے لکھتے رہیو تاکہ اس کے موجب لکھا جاوے اللہ تعالیٰ امداد فرمائے اور توفیق مزید دیوے۔ ہر کام میں دوام شرط ہے اور استقامت مثمر برکات اور کوئی بات معلوم ہو یا نہ ہو اس کی طرف کچھ التفات نہ کرو کام پورا کرلینے کو اصل سمجھو۔ فقط　　　یکم محرم ۱۲۹۸ھ۔

## مکتوب پچاس

برادر دینی طالب صادق عزیز القدر منشی محمد قاسم صاحب زاداللہ ذوقہ وشوقہ باللہ بعد سلام مسنون مطالعہ فرماویں تمہارا خط آیا فرصت جواب کی نہ ہوئی اس سے دیر ہوئی معاف کیجیو۔ سانس روکنا ایسا چاہئے کہ سانس کو حرکت نہ ہو اور سر کو قلیل ہلا کر ضرب تصور سے کرے اور شد و مد بھی تصور ہی میں رکھے اور تعداد ہاتھ پر بطور عقد انامل یا تسبیح پر کرنی چاہئے تصور سے نہیں ہوا کرتی اور زبان تمام تالو سے ملی رہے اور منہ بھی بند رہے اور آنکھیں بھی بند رکھنا بہتر ہے جب سانس چھوڑے تب آنکھ کھول دے اور سردی گرمی سے بچانے کے یہ معنی ہیں کہ عین وقت شغل ہوا سرد میں نہ نکل آوے اور نہ ایسی بند گرم جگہ میں کرے جہاں ہوا کا مدخل بالکل نہ ہو اور علاوہ وقت شغل کے جو بہت سرد تاثیر رکھتے ہیں جیسے کافور وغیرہ کا استعمال نہ کرے باقی اور سرد چیز کا مضائقہ نہیں اگر حرکت قلب میں یا سر میں یا تمام بدن میں مثل تپ کے کبھی ظہور کرے یہ اثر ذکر کا ہے اس کے علاج کے درپے نہ ہو اور تبرید کا فکر نہ کرے اور گرم چیزیں جیسے بعضی دوائیں جو شدید گرم ہیں استعمال نہ کرے اور جو غذا گرم ہو جیسے میتھی وغیرہ کم کھاوے۔

اس شغل میں اصل تاثیر امساک کی ہے مگر کبھی شدت حرارت کے سبب کچھ خلل ہوا کرتا ہے اگر خدانخواستہ کچھ ہوا دیکھا جائے گا اور مجامعت کا پرہیز نہیں اور گرم و سرد پانی میں نہانے کا مضائقہ نہیں ہے۔ حلوہ میں اگر مقوی چیز ہوگی کیا ڈر ہے موصلی وغیرہ۔ سیر بھر گیہوں ہوں تو تولہ بھر کافی ہوگی۔ ناخونہ کے علاج میں چوڑی کا چ قدرے اور مصری کوئی چہار چند ہو جو مرض دائمی ہوتا ہے اس میں پرہیز مشکل میاں اشعار دیوان حافظ اور مثنوی وغیرہ میں بہت شعراء میں سے خواجہ میر درد علیہ الرحمۃ کا سودا کا ذوق کا دیوان لے کر کچھ اشعار متفرق لے لو وقت شغل حبس تصور نفی کا یعنی تمام وجود اشیا کے نیست محض میں رکھنا چاہئے اور اللہ ہی موجود ہے اور ہر جگہ حاضر۔ یہ تصور رہے شغل اسم ذات میں کبھی سر کو قلیل جنبش ضروری ہے۔ فقط والسلام فقط۔

## مکتوب پچپن

برادرم طالب صادق شاغل باللہ مکرمی منشی محمد قاسم صاحب سلمہ ربہ وبلغہ الی متمناہ۔ بعد سلام مسنون اشواق مشحون مطالعہ کریں۔تمہارا خط آیا تمام حال معلوم ہوا عاشق کو شغل اپنے یار سے ہے دوسرے شغل میں کب اس کا جی پھنستا ہے مگر کیا کیجئے یہ بھی اس کے حکم اور اس کی رضا کے واسطے چار و نا چار جن کا حق ذمہ رکھ دیا ہے جو کچھ بن پڑے ادا کرنا۔ اگر کوئی سبیل معاش آسان سی ہو سکے کرلو ورنہ توکل خدا پر کر کے بیٹھ رہو اس کے فضل سے انشاء اللہ سب حوائج جاری رہیں گے مگر طمع کسی سے نہ رکھو اور امید بھائی باپ دوست قریب سے قطع کر دو اور کسی طرف سوائے ذات پاک خداوند بھروسا نہ کرو۔ جو کوئی کچھ کر دے یا دیدے اس پر بھی نظر نہ کر و اس کو بھی پرتو اعنایات مالک حقیقی کا گنو۔ جب ذکر سے تکان ہے اور قوی کا ضعف ہے مراقبہ کرو کام سے خالی نہ ہو۔

گئے دن باندھنے کے ٹکٹکی کے اب آنکھیں رہتی ہیں دودو پہر بند

احقر بھی دست بدعا ہے کہ خدائے تعالیٰ اپنے محبت و ذکر اور الطاف وعنایات نصیب کرے اور بقیام قوائے ظاہری و درستی ہوش وحواس کمالات مردوں کے نصیب ہوں کام اپنے کار و افعال پر نہیں بلکہ رحمت پر ہے اور رحمت بے سبب ہے یہ سب صورت سوال ہے اور کھٹکانا در کریم کا ہے ورنہ کہاں چال مور ضعیف اور کعبہ مقصود

بود مورے ہوسے داشت کہ در کعبہ راسد دست بر پائے کبوتر زد و ناگاہ رسید

کبوتر کیا ہے وہی عشق ومحبت۔ طلب کام بندہ کا ہے عطا کام اس کا ہے۔اس درماندہ کو بھی دعائے خیر سے یاد رکھو۔ کہ عمر اخیر ہوئی اور قدم راہ مقصود میں نہ پہنچا۔

سرراہ بیٹھے صدا ہے یہ اپنی کہ اللہ یاد رہنے بے دست و پا کا

صاحبان ہمت کہاں کہاں پہنچے۔ یہ کم ہمت استخواں دنیا پر کتوں کی طرح چمٹ رہا ہے کیا کیجئے قسمت نہیں بدلتی جو نصیب ہے پہنچتا ہے۔ فقط اپنا حال مختصر طور پر لکھتے رہو نگرانی رہتی ہے ان بغدادی کے باب میں مختصر یہ ہے کہ یہ لوگ سائل ہیں طماع ان

کا ٹالنا اور نرم جواب کفایت ہے۔ یہ خط کئی دن سے لکھا ہوا رکھا رہا۔ روانہ کرنے کی نوبت نہ آئی۔ منگل کے روز بضرورت تحقیق بعضے مسائل چاند کے ایک آدمی گنگوہ مولانا مولوی رشید احمد صاحب کی خدمت میں بھیجا تھا اور اس کو کہا تھا کہ سہارنپور ہوکر آئیو۔ جب وہ سہارنپور آیا وہاں سنا کہ ایک شخص سہارنپور کے رہنے والے ایٹہ سے آئے ہیں اور وہ کہتے ہیں کہ میں نے رمضان کا چاند بدھ کی شام کو ایٹہ میں بچشم خود دیکھا اور ان کے ساتھ ان کے بیٹے نے اور ان کے گھر کی عورتوں نے اور اس بستی کے اور آٹھ آدمیوں نے چاند دیکھا اور اسی بنا پر وہاں روزہ جمعرات سے شروع ہوا۔

آخر انہوں نے اور ان کے بیٹے نے یہ گواہی دی اور قاضی صاحب نے اس دن کو کہ ہمارے حساب سے ۲۸ تھا ۲۹ قرار دیا یعنی جمعرات کو اور وہ آدمی اسی روز ریل میں پہنچا اور خط مہری قاضی صاحب کا احقر کے نام لایا بنظر احتیاط دو آدمی معتمد رات کو روانہ کئے انہوں نے قاضی صاحب اور میر جمعیت علی اور ان کے بیٹے شاہ علی سے خبر چاند کی پوچھ کر جمعہ کی نماز آ پڑھی اور تحقیق خبر دی اس وقت اعلان کیا گیا آج تیسویں ہے اور کل کو عید ہے شام کو باوجودیکہ کھلا تھا مگر مطلع میں قبل مغرب اور بعد مغرب ابر غلیظ رہا۔ دیوبند میں بھی چند آدمیوں نے چاند دیکھا مگر یا کہا نہیں یا شبہ رہا۔ مگر صبح کو اطراف دیہات سے خبر چاند کی متواتر آئی اور آج عید باتفاق جملہ مسلمانوں کے ہوگئی۔ الحمد للہ فقط۔

## مکتوب چھپنواں

مشفق ومکرم منبع الطاف مخزن اشفاق طالب صادق واصل واثق منشی محمد قاسم صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ واوصلہ الی متمناہ۔ بعد سلام مسنون اشواق مشحون مطالعہ فرماویں پہلا خط عزیز از جان کا پہنچا عجائب اتفاق سے ان روزوں میرٹھ جانا ہوا خط جیب میں رکھا کہ جواب لکھوں گا فرصت نہ ملی وہاں سے آیا قلت فرصت رہی چند بار ارادہ کیا مگر لکھنا نہ ہوا۔ یاد تمہاری اکثر رہتی ہے خطوط کے لکھنے کی ان دنوں ایک اور دشواری ہے رات کو لکھنا مدت سے چھوڑ رکھا ہے اور دن بہت چھوٹا ہے کچھ مدرسہ کا کام باقی کاہلی۔

بالجملہ اب ضرور ہوا کہ جواب لکھوں۔ منی آرڈر پانچ روپیہ کا پہنچا حاجی سراج الحق آج وصول کرلائے کل ان شاء اللہ تعالیٰ رسید اسی خط کے ساتھ روانہ ہوگی اب جواب اپنے خط کا سنو۔ پہلے خط میں چند خوابیں تعبیر طلب تھیں ان میں ایک قید ہونا بجائے ایک لڑکے کے یہ لڑکا نفس امارہ ہے اور قید ثابتی دین پر ہے کہ بجائے اس کے خود اپنے اوپر آدمی یہ بوجھ اٹھاتا ہے اور وضو کا کرنا طہارت اور صفائی اور ناپاک پانی معلوم ہونا آلودگی دنیا کی ہے کہ پھر اس سے بھی اللہ نے طہارت نصیب کی بہت عمدہ خواب ہے۔ ستاروں اور چاند کا دیکھنا یہ انوار ذکر کے ہیں مبارک ہے اور دروازہ بلند بنائے دین ہے اور اس کا رخ شرق وغرب کو جانب قبلہ ہے اور چشمہ جاری علم ہے اور ان شاء اللہ تعالیٰ اب کام دین کا چل نکلا جو کیفیات ذکر کی لکھی ہیں دوام توفیق مبارک ہو۔ اگر حبس میں دوسو سے قدرے کم میں سانس بدستور رہے کچھ کم کا التزام کرو اور پھر اگر بڑھ سکے بڑھاؤ ورنہ جتنا اچھی صورت سے ہو سکے اُتنا ہی کرنا بہتر ہے اور جو کبھی نعرہ یا آواز بلند نکل جاتی ہے اس کا روکنا نہ چاہئے جو بات غیب سے ہو اس میں کیا عیب ہے اپنی طرف سے تکلف نہ کرنا چاہئے اور درباب معاش کے جو لکھا ہے۔ بھائی دنیا اسی طرح اہل اللہ کو ملی ہے کہ کوئی ان کا بار اٹھانے والا ہو جاتا ہے اپنا ہو یا بیگانہ تم کام کرو ان شاء اللہ کام دنیا کے بند نہ رہیں گے اور یہی توکل ہے کہیں اللہ میاں اپنے ہاتھ سے کسی کو تھوڑا ہی دیتے ہیں جس کے ہاتھ سے چاہتے دلوا دیتے ہیں یہ پہلے خط کا جواب ہوا۔ اب دوسرے خط میں تم نے کوئی نئی بات کیا لکھی ہے دیکھوں دو خواب اس میں ہیں ایک اونچے مکان سے جہاں گرنے کا خوف تھا کسی بزرگ کی مدد سے نیچے اتر آئے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ بزرگوں کی پناہ میں ہر قسم کے مکروہات سے محفوظ رہو گے اور آفتاب کا نور نور مرشد وہادی ہے جو ہر وقت مربی ہے دوسری خواب بچھیانے ٹوپی کھالی۔ یہ نفس امارہ ہے کہ درپے خرابی ہے اچھا کیا کہ اس کو کھانے کی طرف لگا دیا۔ نفس کی خواہش کچھ پوری کر دینا اس کے تقاضہ سے چھوٹ جانا ہے دودھ فیض

خداوندی ہے کہ انشاء اللہ تعالیٰ بہت کچھ پہنچے گا۔

اور امید ہے کہ چشمۂ ہدایت تم سے جاری ہو اور بہت خلق کو تمہاری ذات سے فیض ملے اللہ کریم کی بارگاہ میں کیا کمی ہے اور اس کے نزدیک کیا مشکل ہے۔ یہ عاجز درماندہ دورافتادہ امیدوار دعا ہے اور جو کچھ تکلیف مخلوق کی طرف سے پہنچتی ہے لائق التفات نہیں حال خلق کا یہی ہے آدمی اپنا کام کرے اور کسی سے کچھ غرض نہ رکھے۔ امامت عید کی اگر مخلوق کی طرف سے اصرار ہو کرو ورنہ ترک کردو اور اس موذی کا کچھ خیال نہ کرو جو ایسی نیت کے آدمی ہوا کرتے ہیں مآل اکثر پشیمان ہوا کرتے ہیں اگر زیادہ کچھ اس کا شر ہو لایلاف ستر بار پڑھ لیا کرو ان شاء اللہ وہ موذی دفع ہو جاوے گا وہ لکھنے والا خود برا ہے تم اللہ کے فضل سے سب سے اچھے ہو وہ نابینا لوگ ہیں تمہاری قدر کیا جانیں جس کے آنکھ نہ ہو وہ معذور ہے یہ حسن و جمال خوبرویوں کا اندھوں کو اس سے بھلا کیا فیض؟ بالجملہ تم ہرگز ایسے امور سے تشویش مت کرو اور بفراغ خاطر اور بکشادہ پیشانی اپنا کام کرتے رہو کسی کا کیا مقدور ہے کہ تمہارے درپے ہو:

باورد کشاں کہر کہ درافتاد برافتاد

ان شاء اللہ تعالیٰ وہ موذی ایسی پچھاڑ کھاوے کہ پھر پتہ نہ ملے۔

حاجی قدرت اللہ صاحب کے لئے ضیاء القلوب کا نسخہ طلب کیا ہے کل اس خط کے ساتھ ہی ایک نسخہ روانہ ہوگا خاطر جمع رکھو تم خود ان کو دیجیو اور یہ جو ارادہ آنے کا جلسہ میں کیا اور سامان نہ ہوا اس کا کیا خیال ہے:

دل را بدل رہے ست دریں گنبد سپہر

ملاقات ظاہری معتبر نہیں اسی کا اعتبار ہے۔ فقط ۲۹ ذی الحجہ ۱۲۸۹ھ

## مکتوب ستاون

منبع عنایات والطاف برادرم عزیز القدر مکرم معظم طالب صادق باللہ واثق قاضی محمد قاسم صاحب دام لطفہ۔ بعد سلام مسنون مطالعہ فرمائیں۔ خط تمہارا آیا اور منی

آرڈر للعہ ۲ کا پہنچا۔ رسیدیں مدرسہ سے روانہ ہوئیں پہنچی ہوں گی بندہ کو اتفاقاً جانا میرٹھ کا ہوا اس سے دیر جواب میں ہوئی اور ضیاء القلوب پہلے روانہ کرنی بھول گئے تھے اب حاجی سراج الحق نے روانہ کردی ہے تم نے لایلاف کے اول وآخر درود شریف کو پوچھا ہے اکثر اعمال کے اول وآخر درود شریف معمول ہے اور درباب اونگھ کے جو الفاظ غلط منہ سے نکل جاتے ہیں ہر چند آدمی ان میں معذور ہے مگر یوں چاہئے کہ ایسے وقت میں اٹھ کر ٹہل لیوے نیند کو دفع کر دیوے یا کچھ سکوت کر کر ذرا آرام لے لیوے اور لا الہ کہہ کر چپ ہو رہنے کا کچھ ڈر نہیں اس لئے کہ لا الہ سے نفی معبود غیر حقیقی کی مراد ہے اگر اس پر سکوت کیا کچھ ڈر نہیں اور حبس کے باب میں جو کیا بہتر ہے شغل وہی اچھا جو بے تکان ہو۔ تم نے حال شرح المذاہب کتاب کا پوچھا ہے یہ کتاب نہ میں نے دیکھی نہ سنی اور مصنف سے البتہ شناسائی تھی وہ کچھ اہل علم شمار نہ ہوتے تھے پیرزادہ تھے غالباً کتابوں کی نقل ہوگی زیادہ ان کو مذہبوں سے کیا آگاہی فقط

والسلام آخر محرم ۱۲۹۸ھ

## مکتوب اٹھاون

برادرم مکرم طالب صادق واصل واثق منشی محمد قاسم صاحب دام لطفہ بعد سلام مسنون مطالعہ فرماویں۔ خط تمہارا پہنچا زکوٰۃ حزب البحر ادا کی اس سے بہت خوشی ہوئی اللہ تعالیٰ توفیق نیک اور مزید عطا کرے۔ اب وظیفہ مدام ایک بار روزانہ پڑھنا دعا کا لازم ہے اگر قضا ہو جاوے اگلے روز قضا کرے اور جو ترکیب وقت حاجت کے لکھی ہے (اس کے لئے کوئی وقت متعین نہیں نہ کسی حاجت کی ہر حاجت کے لئے یہی صورت کافی) خواب جو لکھا ہے بہت مبارک ہے۔ پہاڑ مقام شہادت ہے اور نیچے اترنا مقام عبودیت اور عجز ہے اور وقت عصر یہ آخری زمانہ کی طرف اشارہ ہے ان شاء اللہ تعالیٰ ترقی روز افزوں ہو اور آخر نہایت عمدہ ہو۔

اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ایسا ہی کرے فقط والسلام اور جیسے سبحان اللہ کو سوا لاکھ

بار ختم کرلیا ایسے ہی کسی فرصت میں سوالا کھ بار یاحی یاقیوم کو بھی ختم کرلو ان شاء اللہ تعالیٰ موجب برکات ہوگا۔ اور حزب البحر کے طریق میں جو جو باتیں لکھی ہیں اب جس طور پر کروگے ان شاء اللہ تعالیٰ نفع ہوگا۔ اول نیت کشائش رزق اور ترقی باطن کی کرو اور کید نفس اور شیطان کے دور ہونے کی نیت رکھو فقط۔ صفر ۱۳۰۰ھ۔

## مکتوب اُنسٹھ

بخدمت عزیزم طالب صادق واصل واثق قاضی محمد قاسم صاحب دام لطفہ وذوقہ باللہ۔ بعد سلام مسنون اشواق مشحون مطالعہ فرماویں بعد مدت خط تمہارا آیا۔ ہر چند معتمد علاقہ قلبی ہے اور یہ سب تعلقات ظاہری بے اعتبار مگر تاہم کبھی کبھی اپنا حال لکھتے رہا کرو مکان کی تعمیر کا حال معلوم ہوا جی خوش ہوا۔

اللہ تعالیٰ مبارک کرے اور موضع برکت وخیر اور جائے عبادت وتقویٰ کرے اور مدام آباد رکھے تم نے قطعہ تاریخ کو لکھا تھا ایک بے جوڑ سا مضمون تاریخ کے چار مصرعہ میں سردست لکھا۔ اب فکر شعر گم ہے اور طبیعت لگتی بھی نہیں اگر کبھی کچھ حسب حال کوئی بیت دوبیت ہوئے تو یاد کرنا اور لکھنا کہاں۔ بالجملہ وہ چار مصرعہ یہ ہیں:

میاں قاسم نے اپنے رہنے کو کیا مکاں یہ بنایا ہے انمول
بہر تاریخ یہ اشارہ ہوا برکت کی ہے جائے خوبی بول

(برکت بفتح را)

اور آیت جدا کاغذ پر لکھ کر روانہ کرتا ہوں چاہو یہی یا کسی خوشنویس سے لکھوا کر چسپاں کردو اور حزب البحر کو تم نے پوچھا ہے ایک بار یا دوبار صبح وشام پڑھ لیا کرو اور سات بار بوقت کسی حاجت کے ہے اور شغل کا دوام اللہ تعالیٰ مبارک کرے اور اپنی محبت ومعرفت وتابعداری نصیب کرے اور مدارج قربیت عطا فرماوے فقط

آیہ فاذا دخلتم بیوتا فسلموا علی انفسکم تحیۃ من عنداللہ مبارکۃ طیبۃ.

## مکتوب ساٹھ

منبع عنایات والطاف طالب صادق واصل واثق منشی قاضی محمد قاسم صاحب دام لطفہم۔ بعد سلام مسنون مطالعہ فرماویں۔ دو خط تمہارے پہنچے اور منی آرڈر مدرسہ کے لئے پہنچا۔ اول خط کا جواب قلت فرصت کے سبب نہ لکھ سکا اور ارسال قانون دکان اسلامی بھولا تھا اب دوسرے خط پر دو عدد قوانین دوکان تمہارے نام مرسل کئے ہیں۔ اس سال میں شروع دو ہزار روپیہ تھے اور اب دس ہزار کی رقم جمع ہوگئی ہے باوجود اس کے کہ کام جیسا چاہئے پورا انجام نہ ہوا مگر حساب سے معلوم ہوتا ہے کہ صورت نفع کی ہے اخیر ذی الحجہ پر سب حساب پورا پورا ہوگا اور اس سال سے ان شاء اللہ تعالیٰ صورت ترقی دوکان کی لگائی جائے گی۔ منی آرڈر مدرسہ میں وصول نہیں ہوا۔ آج شاید وصول ہو رسید بعد میں روانہ ہوگی۔ کئی دن رسید کے انتظار میں خط لکھنے کا اتفاق نہ ہوا آج جمعہ ہے لکھا۔ مقدمہ مسجد کا امید ہے کہ بہتر ہو۔ ایک استفتاء اجمیر سے بھی اس بابت آیا تھا وہی جواب ہے کہ روپیہ لگانے سے مسجد میں اختیار نہیں ہوتا جو اصل متولی مسجد کا ہو وہی مسجد کے کاروبار کا اختیار رکھتا ہے۔ انتظار اور نگرانی لگی ہوئی ہے اور دست بدعا ہوں مقدمہ کے حال سے مطلع کرتے رہو تم نے احقر کے ادھر آنے کی استدعا کی ہے معلوم ہے کہ فرصت معدوم ہے اور مدرسہ والے چھوڑتے نہیں مگر بہت دنوں سے طبیعت متوحش ہو رہی ہے جی سفر کو چاہتا ہے ارادہ ہے کہ اب کے محرم سے قید تنخواہ کی اٹھا دوں اور گزر توکل بخدا رہے اور محرم میں رخصت مدرسہ سے لے کر پندرہ بیس روز کے قصد سے اجمیر شریف کی طرف چلوں اور اسی ذریعہ سے نیا نگر بھی جاؤں آئندہ دیکھئے مرضی الٰہی کیا ہے اور ارادہ کس طور ظہور پکڑتا ہے۔ فقط والسلام ۷ ذی الحجہ ۱۲۹۹ھ

## مکتوب اکسٹھ

منبع عنایات والطاف طالب صادق واصل واثق منشی محمد قاسم صاحب رفعہ اللہ الی مدارج الکمال۔ بعد ادعیہ وافیہ وسلام مسنون اشواق مشحون مطالعہ فرمائیں نامۂ سامی

پہنچا اور دوسرا خط کل پہنچا۔ مولانا صاحب ۲۸ صفر کو جہاز سے اترے دوروز ٹھہر کر قصد تھا غالباً آج یا کل اجمیر پہنچے ہوں۔ وہ خیال جو تم نے کیا وہ اور لوگ تھے سوا کپڑے کے گاڑھے کا نرخ دوروپیہ جوڑی ہے یعنی ۱۲ گز یہاں کے گز سے قریب بائیس کچھ اوپر انگریزی گز سے اور کوئی چیز لائق روانہ کرنے کے سمجھ میں نہیں آئی یہاں ا بکی بار گڑارزاں ہے مگر لاوڑ اور اس کے اطراف میں دوروپیہ من ہے اور نانوتہ میں بائیس سیر فی روپیہ ہے مگر مال ناقص اور نیل اڑھائی روپیہ سیر یہاں بک رہا ہے۔ ارادہ یہ ہے کہ کچھ تھان گاڑھے کے روانہ کریں اگر نفع نکلا پھر روانہ ہونے آسان ہیں جو باتیں تم نے پوچھی ہیں ان کے جواب۔ قواعد کا جو وعدہ کیا تھا وہ میرٹھ ہیں وہاں سے آویں تب روانہ ہوں اور نماز تہجد کی قضا مستحب ہے طلوع آفتاب سے دوپہر تلک۔

دل بدست آور کہ حج اکبر است

اس سے مراد دل اہل اللہ کا ہے احقر نے ایک رباعی میں یہ مضمون کہا ہے:

جس کو نہ سماسکا ہو یہ ارض وسما — اس جائے میں کس طور سے وہ جائے
گمنام یہ بھید اور کچھ ہے ورنہ — اک مضغہ گوشت کی حقیقت ہی کیا

(ونعم ما قیل بالفارسیۃ پرتو حسنت نہ گنجد ورزمین وآسمان...... درحریم سینہ حیرانم کہ چوں جا کردۂ ۱۲ احفظوظ)

یہ ترجمہ ہے حدیث (قدسی کالایسعنی ارضی ولاسمائی ولکن لیسعنی قلب عبدیے المومن (کتب تصوف میں اس کو حدیث باعتبار روایت بالمعنی کے کہہ دیا گیا ہے الفاظ حدیث کے مع سند یہ ہیں۔ فی شرح الاحیاء قلدروی الطبرانی فی الکبیر فی حدیث عتبۃ الخولانی رفع ان اللہ تعالیٰ آتیہ من اھل الارض وآتیہ ربکم دومن شان الآتیہ وسعھا لمافیھا فحصل المعنی )قلوب عبادہ الصالحین واحیھا الیھا دارقھار فی سندہ بقیۃ بن الولید وھومدس المکنہ صرح بالتحدیث فیہ وقال

البيهقى اسناده حسن ملخصا كذا فى التخريج على المثنوى ۱۲ حظوظ) یعنی نہیں وسعت رکھتا ہے میرے لئے میری زمین اور میرا آسمان مگر وسعت رکھتا ہے میری دل میرے بندہ مومن کا۔ مومن سے مراد کامل ہے اور یوں راحت رسانی ہر دل کی اچھی ہے یہاں تلک کہ کفار فجار اور سگ وخوک تلک۔ اور جو نعرہ نکل جانے کولکھا ہے واقعی یہ اثر ذکر ہے مبارک ہو۔ بندہ نے بھی دیکھا تھا اس کو ہرگز مت روکو اور خلق کی کیا شرم طالب دنیا کا کسی سے شرم نہیں کرتا۔ طالب حق کیوں شرم کرے۔ حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ ایسی ہی جگہ فرماتے ہیں:

ے نوش وے جوش وے خروش وہیچ مفروش

نہ کسی کی طرف طلب قبول ہے نہ کسی سے خوف رد چاہیے۔ یہ شروع سلطان الذکر کا ہے ان شاء اللہ تعالیٰ ہر بن مو سے یہ شور جاری ہو جائے گا اور استقامت ہو جائے گی اور کسی کو خبر تلک بھی نہ ہوگی اور نور کا نہ ظاہر ہونا کچھ بات نہیں امید کہ ظاہر ہو گیا ہو یا ظاہر ہو جاوے ان چیزوں پر طالب کو نظر نہ چاہیے۔ تمہارا حال الحمد للہ بہت اچھا ہے اللہ کا شکر ادا کرو اور کام میں چست رہو استقامت فوق ہے کرامت اور خرق عادت سے اور وہ بحمد للہ تعالیٰ تمہارے اندر موجود ہے بزرگوں کی برکت سے فیض پہنچاوے گا فیاض حقیقی کہ جو قوت ظاہری اس کو نہ اٹھا سکے اس کا فضل ہی ہوگا کہ استقامت ہوگی اور اتباع شرع قائم رہے گا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ یہ ناکارہ دعا کرے گا سوائے دعا اور کسی کام کا نہیں تمہارے قلب کی گرمی سے لذت اٹھاتا تھا اللہ تعالیٰ اپنے طالبوں کو اپنی طلب میں چست وچالاک رکھے اور مطلوب حقیقی تلک فائز فرماوے تم کسی طرف التفات مت کرو بود نہ بود و یکسا جانو کسی کی کوشش رائیگاں نہیں جاتی تمہاری کوشش بھی ان شاء اللہ تعالیٰ رائیگاں نہ جاوے گی۔ فقط چودھری رمضانی بعد سلام مسنون مطالعہ فرماویں۔ درود شریف اور استغفار سے بڑھ کر دین ودنیا کا نافع کوئی وظیفہ نہیں۔ کوئی پانچ پانچ تسبیح دونوں کا وظیفہ مقرر کرلو اپیل کی خبر معلوم ہوئی دعا

سے غفلت نہیں خبر اس کی لکھ بھیجو فقط والسلام مکرر یہ کہ کیفیت سفر چتوڑ کی حاجی قدرت اللہ صاحب کے خط سے واضح ہو چکی تھی جو ہوا بہتر ہوا احقر کا جی کچھ ادھر جانے کو نہ چاہا اور یہی بہتر تھا یہاں پہنچنے پر ایسا ہی سمجھ میں آیا۔

اب جناب مولانا رشید احمد صاحب کے تشریف لانے پر معاملہ احقر کا شاید طے ہو دیکھئے حضرت کا کیا ارشاد ہوتا ہے اور مولانا کیا فرماتے ہیں محرم اور صفر ایسے ہی گزرا میرے پیچھے میرے گھر والوں نے مدرسہ سے لے کر کچھ اٹھایا تھا اور کچھ پہلا قرض میرے ذمہ تھا شاید کل پچاس روپیہ ہو گئے ہوں۔ عادت قرض کی اول سے پڑی ہوئی ہے یہ ایک بلا ہے اللہ تعالیٰ اس سے بچائے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات سے امید ہے کہ کام چلے گا اور مدرسہ سے لینے کی احتیاط نہ رہے۔ جب سے دیوبند آیا ہوں مدرسہ سے کچھ نہیں لیا اور کام چل رہا ہے۔ تم بھی دعا کیجیو کہ اللہ تعالیٰ استقامت نصیب فرماوے اور کسی آزمائش میں نہ ڈالے۔ ہم لوگ کم ہمت اور بے صبر ہیں اور تم نے لکھا تھا کہ شادی کی تاریخ ٹھہر گئی ہے اللہ تعالیٰ طرفین کو یہ شادی مبارک کرے کچھ بکھیڑا مت کیجیو موافق سنت کے نکاح کر دو اور اگلے دن ولیمہ کر دو فقط۔　۲ صفر ۱۳۰۱ھ

## مکتوب باسٹھ

برادرم مکرم طالب صادق واصل واثق قاضی محمد قاسم صاحب دام لطفہ بعد سلام مسنون اشواق مشحون مطالعہ کریں۔ خط تمہارا آیا اولاد علی کی خوابیں معلوم ہوئیں الحمد للہ اطفال طریقت کے لئے یہ ایک عنایت خداوندی ہوا کرتی ہے جس سے ان کا جی کام میں لگا رہے۔ چاہئے کہ ان کی طرف بہت التفات نہ کریں اور اپنے کام میں سرگرم اور مشغول رہیں اور مشغولی ذکر اور مراقبہ کو لازم اور ضروری سمجھیں اور یہ جو خواب میں دیکھا ہے کہ بجلی مجھ پر گری یہ اثر ذکر کا ظہور ہے اللھم زد فزد اور یہ جو دیکھا کہ سر تلوار سے کاٹ ڈالا یہ اشارہ دفعہ اوصاف ذمیمہ کی طرف ہے اور نعرہ الا اللہ کا نکلنا ایسے وقت اور گر جانا مبارک ہو اس سے بہتر آدمی کو اور کیا ہے کہ بوقت مرنے

کے یاد خدا زبان اور دل سے ہو۔ الحمدللہ کا اثر ذکر کا شروع ہو گیا اور جو کسی بزرگ نے ایک ہزار بار سورۂ اخلاص اور ہزار بار درود شریف فرمایا بہت بڑا وظیفہ ہے چند روز پڑھ لو ان شاء اللہ تعالیٰ نفع سے خالی نہ ہوگا۔ اور در باب اپنے بھائیوں کے جو لکھا ہے کہ میرا بتلانا بے سود ہے۔ تم نیابۃً بزرگوں کی طرف سے بتلا دو جیسا میں بتلا رہا ہوں ورنہ میں خود لائق اس کام کے نہیں۔ یہ ایک خدمت ہے خیر تم ان کو کسی قدر درود کسی قدر استغفار پانچسو بار یا ہزار بار یا کم و بیش جیسا ان سے دوام ہو سکے بتلا دو اور ذکر یوں بتلا دو کہ کام کے وقت دونوں حرکتوں کے ساتھ اللہ اللہ ضرب کے ساتھ چھ تسبیح کر لیا کریں۔ یہ ان کو دکھلا کر سمجھا دو اور ان کے ذکر کرنے کو دیکھ لو کہ موافق قاعدہ کے ہو ان شاء اللہ تعالیٰ بہت نفع ہوگا اور ایک بار سورۂ واقعہ رات کو پڑھ لیا کریں اور گیارہ بار سورۂ مزمل اور گیارہ سو بار یا مغنی اور مابین سنت و فرض فجر کے ورنہ بعد نماز فجر کے اکتالیس بار سورہ فاتحہ پڑھ لیا کریں ان وظیفوں میں سے جتنا ہو سکے کریں اور بعد نماز مغرب تم مع ان سب کے مراقب ہو کر تھوڑی دیر تلک چند روز بیٹھو ان شاء اللہ تعالیٰ فیاض حقیقی کی طرف سے بواسطہ بزرگان دین فیض پہنچے گا اور اطمینان خاطر میسر آوے گا اور یہ وظیفہ دونوں کو بتلا دو کہ بعد ہر نماز اور سوتے وقت آیۃ الکرسی ایک بار اور سبحان اللہ ۳۳ بار اور الحمدللہ ۳۳ بار اور اللہ اکبر ۳۴ بار پڑھ لیا کریں ان شاء اللہ تعالیٰ ظاہری اور باطنی کام پر جی لگے گا اور مدد ہوگی۔

اور حال نماز عید کا معلوم ہوا تشویش تھی الحمدللہ! یہ خرخشہ رفع ہوا۔ یوں معلوم ہوتا تھا کہ ملاں کی عزت عوام کی نظروں میں کم ہو جاوے گی ایسا ہی ہوا اب وہ بے حیا ہے جو اپنی بات کی پیچ پر پڑا ہوا ہے خدائے تعالیٰ بڑا قوی اور غالب ہے امید ہے کہ کوئی لطیفہ غیبی ایسا ہو کہ یہ فتنہ بہت آسانی سے دفع ہو جاوے۔

بارش کی اس اطراف میں بھی کمی ہے خاص دیو بند میں اور جگہ کی نسبت بارش زیادہ ہے مگر نرخ غلہ گراں ۱۶ ثار یہاں بھی غلہ ہے مگر یہاں کی تول انگریزی تول سے چھٹانک بھر زیادہ ہے اس حساب سے سترہ سیر ہوئے۔

عید کے چاند میں اب کے بہت اختلاف ہوا ہمارے اطراف میں کہیں شنبہ کی شام چاند نظر نہ آیا۔ بعض جا ابر قلیل اور بعض جا صاف تھا اس لئے اتوار کو تیس ۳۰ پورے کر کے پیر کو عید کی۔ تم نے پوچھا ہے کہ اس وقت تنگی میں کیا کیا جاوے۔ اس وقت میں کثرت استغفار اور دعائے عفو زیادہ کرنی چاہیے اور جتنا ممکن ہو ہر آدمی بقدر حیثیت تصدق کرے اور راضی قضا الٰہی پر ہو۔ وہ حکیم مطلق ہے جو کچھ کرتا ہے وہی عین مصلحت ہے۔ ہم بیچارے نادان کیا جانیں کہ ہمارا بھلا کس صورت میں ہے اور اس دعا کو اکثر پڑھتے رہیں۔ اللھم مغفرتک ادسع من ذنوبنا ورحمتک ارجی عندنا من اعمالنا۔ یعنی یا اللہ تیری مغفرت بہت واسع ہے ہمارے گناہوں سے اور تیری رحمت کی زیادہ امید ہے بہ نسبت ہمارے اعمال کے اور جو تنگی یا تکلیف پیش ہو اس کو کشادہ پیشانی سے منظور کریں اور کچھ جزع فزع نہ کریں اور سمجھیں کہ ہم اس سے بھی زیادہ عتاب کے لائق ہیں اور ہر وقت التجا اور استدعا صبر کی کریں الٰہی تو نے ہی بلا بھیجی ہے اور تو ہی صبر عنایت فرما ورنہ ہم کیا اور ہماری قوت کیا۔

اور امید اللہ کے فضل سے یہ ہے کہ قحط کو امتداد نہ ہو جلد دور ہو جاوے آئندہ اس کی مرضی اور یہ سمجھنے کی بات ہے کہ وہی رازق مطلق ہے۔ مینہ ایک طریقہ ہے اس طریق سے نہ دے کسی اور طریق سے رزق پہنچادے سبحان اللہ کیا قدرت کاملہ ہے اس کی۔ غرض بندہ اپنے مالک کی طرف متوجہ رہے رزق کی کمی بیشی سے متغیر نہ ہو۔ رزق بہر حال ملے گا اور اگر موت فاقہ سے مقدر ہوئی ہے تو اس کا ٹالنے والا کون؟

غرض کہ اسی قسم کے دھیان رکھے اور تم نے جو حال برخوردار عبدالقیوم کا لکھا ہے اس سے جی خوش ہوا۔ اللہ تعالیٰ سعادت اور خوبی نصیب کرے۔ اس بچہ کے اندر آثار خوبی کے معلوم ہوتے تھے اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ایسا ہی کرے۔ فقط والسلام۔

## مکتوب تریسٹھ

بخدمت برادرم عزیز القدر گرامی شان واصل الی اللہ منشی محمد قاسم صاحب زاد اللہ فیضہ

بعد سلام مسنون اشواق مشحون مطالعہ فرماویں۔ اس سال جو عریضہ عرب کو حضرت مخدوم العالم جناب حاجی امداد اللہ صاحب مدظلہ العالی کی خدمت میں معروض ہوا تھا اس میں تمہارا ذکر بھی تحریر کیا تھا اور یہ استدعا کی تھی کہ حضرت کے نزدیک اگر مناسب نظر آوے ان کو اجازت سلسلہ پیران جاری کرنے کی ہوجاوے اور خلافت اسلاف کرام سے عزت بخشی ہوجاوے۔ چنانچہ اب جواب اس عریضہ کا حضرت نے تحریر فرمایا اور اجازت لکھی۔ عبارت مخدوم کی یہ ہے۔

میاں محمد قاسم نیانگری کا حال جو تم نے لکھا تھا معلوم ہوا کہ مرد نیک اور مستعد اذکار واشغال میں ہیں۔ فقیر کو بھی مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اجازت دی جاوے اور ہدایت کی جاوے کہ خلاف شریعت سے بچیں اور اپنے طالبین کو مسائل فقہ ضرور یہ اور تصحیح عقائد اہلسنت و جماعت تعلیم کریں اور اوامر شرع کے اوپر مستقیم رہیں اور ممنوعات اس کے سے بچتے رہیں اور حسب استعداد طالب کو ذکر اور شغل تلقین کریں فقط انتہے بلفظہ۔

اب احقر تحریر کرتا ہے کہ اس خدمت کو اپنے حق میں نعمت عظمیٰ تصور فرماؤ اور اذکار واشغال میں بقدر طاقت وفرصت خود بھی مشغول رہو اور جو کوئی طالب نام خدا کا ہو اس کو بھی تاکید کرو۔ عجب نہیں کہ رحمت الٰہی جوش فرمائے اور تمہاری بدولت ہم جیسے ناکارہ روسیاہ بھی فائز مقصود اصلی اور واصل مطلوب حقیقی ہوجاویں

با کریماں    کارہا    دشوار    نیست

فقط تاریخ جلسہ دستار بندی کی مدرسہ کی طرف سے اطلاع پہنچی ہوگی اگر گنجائش ہو تو ارادہ کیجیو اس میں بزرگوں کی زیارت ہوجاوے گی اور ملاقات احباب سے جی خوش ہوجاوے گا اور یہ جلسہ قابل دید ہے۔ فقط والسلام

## مکتوب چونسٹھ

ایک خط قاضی محمد قاسم صاحب کے ایک دوست نے قاضی صاحب کو دیا اور اس کا جواب مولانا محمد یعقوب صاحب سے منگادو اس لئے قاضی صاحب نے یہ خط

مولانا کی خدمت میں بھیجا چنانچہ مولانا نے اس کو جواب مرحمت فرمایا پہلے اس خط کو نقل کر کے اس کے بعد مولانا کا جواب منقول ہے۔

نقل خط

جناب مولانا محمد یعقوب صاحب دام عنایتکم

بعد سلام علیک کے معلوم ہووے کہ تاریخ ۲۲ ماہ ذیقعدہ ماہ حال کو بعد پڑھنے نماز ظہر میں سوتا ہوا تھا۔ خواب آیا کہ دہلی کی جامع مسجد میں باہر کے دروازہ پر میں کھڑا ہوا ہوں۔ منہ قطب رخ تھا پشت طرف جنوب تھی۔ میں نے وہاں دیکھا کہ مسجد کے اندر سے پانی صاف ونفیس بہتا ہے اور طرف مغرب سے بہہ کر طرف مشرق کے جاتا ہے۔ پانی ہر دم ہر طرف سے جاتا ہے اور جو حوض ہیں ان کے اوپر ہو کر پانی برابر رہتا ہے، دیوار شمال وجنوب کی چھوڑ کر در کے اندر سے پانی نکلتا اور برابر بہتا ہے۔ فقط

## جواب مولانا محمد یعقوب صاحب رحمہ اللہ

جامع مسجد دہلی اس کی یہ تعبیر ہے کہ دہلی ہندوستان کی دار السلطنت اور اصل ہے اور مسجد جگہ دین کی۔ اور جامع مسجد جو سب مسلمانوں کو عام ہو۔ پانی بہنا صاف شفاف ترقی باطنی اور ظاہری ہے۔ اُمید ہے کہ حالت ہندوستان کے مسلمانوں کی مبدل ہو۔ ظاہر میں بھی اور باطن میں بھی۔ فقط اور یہ فیض مغرب کی طرف سے آوے گا۔

مزید ان مکتوبات کے علاوہ ایک پرچہ خاص حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے دست مبارک کا تحریر فرمایا ہوا اور دستیاب ہوا جس کی پشت پر قاضی محمد قاسم صاحب مرحوم کی لکھی ہوئی ایک عبارت بھی تھی اوّل اس عبارت کو جو بطور تمہید کے ہے اور اس کے بعد حضرت کی تحریر کو جو بطور مقصود کے ہے نقل کیا جاتا ہے۔

تمہید

محرم ۱۳۰۰ھ میں حضرت مولانا مرشدنا صاحب غریب خانہ پر رونق افروز

نیا نگر ہوئے۔ برادر کریم بخش مرحوم کی تحریک سے آیات وغیرہ اکھاڑہ کی حضرت نے بدستخط شریف خود تحریر فرمائیں۔ فقط محمد قاسم

## مقصود

جب اکھاڑہ میں آوے "یَاجَبَّارُ یَا قَهَّارُ یَا سَتَّارُ یَاغَفَّارُ" اور جب کثرت کا ارادہ کرے پڑھے۔"یاقادر یا مقتدر یا علی یا کریم "اور جب مقابل حریف کے ہو پڑھے "انا فتحنا لک فتحا مبینا یا حی یا قیوم" جب وار کرے کہے "اللّٰہ اکبر نصر من اللّٰہ وفتح قریب" جب پھری اُٹھاوے کہے "یا مانع یا نصیر یا ظھیر یا قدیر" جب واررو کے پڑھے "بِسْمِ اللّٰہ الذی لا یضر مع اسمہ شیء" جب طمانچہ مارے کہے "فضرب الرقاب" جب ہنسکی لگاوے پڑھے "اللّٰھم انصر من نصر دین محمد" جب پالٹ مارے پڑھے "سبحان اللّٰہ القادر القاھر القوی" جب اُلٹا ہاتھ مارے کہے "قل ان الامر کلہ للّٰہ" جب پاؤں پر مارے پڑھے "حسبی اللّٰہ ونعم الوکیل" جب دشمنوں کا خوف ہو پڑھے "اللّٰھم انا نجعلک فی نحورھم ونعوذبک من شرورھم" جب دشمن دعوے کرے پڑھے "واللّٰہ المستعان علٰی ما تصفون" جب دشمن مقابل کھڑا ہو کہے "ان رحمۃ اللّٰہ قریب من المحسنین" جب دشمن پر غالب ہو پڑھے "الحمدللّٰہ رب العالمین" اور اگر مغلوب ہو پڑھے "فصبر جمیل الحمدللّٰہ علٰی کل حال" جب ہول لگاوے پڑھے "لاحول ولا قوۃ الا باللّٰہ" جب علم بناوے لکڑی پر پڑھے "یا رفیع یا علی" جب کپڑا لپیٹے کہے "یا عظیم یا کبیر" جب پھریرہ لگاوے پڑھے "ان ینصرکم اللّٰہ فلا غالب لکم" جب علم اُٹھاوے پڑھے "لیظھرہ علی الدین کلہ ولو کرہ المشرکون"۔ فقط

## خاتمہ الحواشی

بعض کتب کی ایک خاص روح ہوتی ہے جیسے مثنوی معنوی کی روح دو مضمون ہیں توحید اور حب شیخ کما قال بنفسہ ۔

مثنوی من دکان وحدت است  ہر چہ بینی غیر وحدت آں بت است

اور ثانی متمم ہے اوّل کا اسی طرح ان مکتوبات کی روح اضمحلال وجود ہے تعلیماً و قالاً بھی۔ چنانچہ تمام اذکار و اشغال مندرجہ مکتوبات کے ثمرہ میں اسی کی تصریح ہے اور ذوقاً و حالاً بھی۔ چنانچہ ہر مکتوب میں حضرت کاتب کے قلم سے اس کے جو عنوانات صادر ہوئے ہیں ان کو پڑھ کر جسم و روح پگھلا جاتا ہے خود صاحب حال کا تو کیا حال ہوگا ۔

ساقی ترا مستی سے کیا حال ہوا ہوگا
جب تو نے یہ مے ظالم شیشہ میں بھری ہوگی

میں بلا تردد کہتا ہوں کہ اگر طالب کی استعداد میں تھوڑی صلاحیت بھی ہو تو ان عنوانات سے جو فیض حالی اس کو پہنچے گا وہ غالباً فیض قال سے مغنی ہو جاوے گا۔ شروع میں یہ خیال تھا کہ حواشی میں رفع اشکالات کے ساتھ مسائل کی تحقیق اور تفصیل بھی کر دی جائے مگر اس میں تطویل ہوتی تھی اس لیے تھوڑی دور چل کر صرف مقصود اوّل پر اکتفا کیا گیا تاکہ اختصار کے ساتھ ضرورت پوری ہو جاوے۔ ۱۲ احقر ظ

اللہ اللہ اللہ

# اِشعَارُ الْغُیور
# بِمَا فِی اَشْعَارِ اِبْنِ مَنْصُور

ابن منصور کی طرف منسوب
اشعار اور ان کا مطلب وتشریح



حضرت حکیمُ الاُمت مُجدّد المِلّت جامع الکمالات منبع الحسنات ماہر العلوم القرآنیة، واقف الأسرار الفرقانیة،
راس المفسرین مقدام الراسخین صاحب الشریعة والطریقة، بحر المعرفة والحقیقة کاشف الأسرار الخفی منہا والجلی اعنی به

## مَولانَا مُحَمّدْ اَشرَف عَلی التّھانوِی

نور اللہ مرقدہٗ وجعل الجنة مثواہ

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

امابعد الحمدو الصلوٰة فهذه رسالة

# اشعار الغیور بما فی اشعار ابن منصور

غیور سے مراد عاشق کہ غیرت لوازم عشق سے ہے یعنی ان اشعار کے ترجمہ وشرح میں عاشق کو عشق کے مختلف ومتعدد احکام بتلائے گئے ہیں جیسا کہ ترجمہ سے ظاہر ہوگا۔۱۲منہ

اعنی شرح بعض اشعار الحلاج نقلها وارسلها الی بعض الاحباب عن صلة الطبری لعریب بن سعد

## قال ابن منصور

۱.وما وجدت لقلبی راحة ابدا وكيف ذاک وقد هُيِّئْتُ للكدر
۲.لقد ركبت على التغرير واعجبا ممن يريد النجا فی المسلک الخطر
۳.كاننی بين امواج تقلبنی مقلب بين اصعاد و منحدر
۴.الحزن فی مهجتی والنار فی كبدی والدمع يشهدلی فاستشهدوا لصبری

## ترجمہ وشرح

(۱) میں نے قلب میں راحت کبھی نہیں پائی (کیونکہ عاشق کو کسی حالت میں راحت نہیں ہوتی) اور راحت کیسے ہو میں تو کدورتوں (اور رنج وغم) ہی کے لیے مہیا کیا گیا ہوں (جیسا عاشق کے لیے لازم ہے)۔

(۲) عجیب بات یہ ہوئی کہ میں ایسے شخص کے فریب دہی پر سوار ہوگیا جو

خطرناک طریق میں نجات کا خواستگار تھا۔

(مطلب یہ کہ میں نے بعض اہل طریق کو دیکھا کہ اپنی استعداد کی خصوصیت سے طریق میں جو کہ بعض اوقات پُرخطر بھی ہوتا ہے داخل ہونے کے بعد بھی امن و عافیت میں ہیں خواستگاری کے یہی معنی ہیں، میں نے سمجھا کہ میں بھی اسی طرح مامون رہوں گا، میں بھی اس میں داخل ہوگیا مگر میری استعداد کا اقتضاء دوسرا تھا، میں مصیبت میں پھنس گیا۔ کما قیل ع

"کہ عشق آسان نمود اوّل ولے افتاد مشکلہا"

پس یہ فریب دہی حالی ہے قالی نہیں۔ جیسا اس شعر میں ؎

چومی بینم کسے کزکوے تو دل شادی آید
فریبے کزتو اوّل خوردہ بودم یادی آید

اور مقصود شکایت و تضجر نہیں بیان خاصیت و واقعہ ہے عاشقانہ محاورہ میں اور ان دو مذکورہ طریقوں کو شیخ شیرازی نے دوسرے عنوان سے ذکر کیا ہے۔ حیث قال

اگر مرد عشقی کم خویش گیر وگرنہ رہ عافیت پیش گیر
مترس از محبت کہ خاکت کند کہ باقی شوی چوں ہلاکت کند

ان میں بھی شعر اوّل میں تخویف کا شبہ ہوتا ہے مگر شعر ثانی میں اسی کا مشورہ دے رہے ہیں۔ آگے کہتے ہیں کہ احوال عشقیہ میں میری یہ حالت ہے کہ)

(۳) گویا میں موجوں کے درمیان میں (مبتلا) ہوں کہ وہ مجھ کو اُلٹ پلٹ کر رہی ہیں (اور) میں چڑھاؤ اور اُتار میں تہ و بالا ہو رہا ہوں۔

(فقوله مقلب خبر لمبتدأ مقدر وهوانا اوخبر كانني وهو اظهر وقوله منحدر بمعنى الانحدار عشق میں جو انقلابات پیش آتے ہیں ان کو امواج کے زیر و زبر کرنے سے تشبیہ دی، کمافی قول العارف الشیرازی۔

شب تاریک وبیم موج و گردابے چنین ہائل

کجا دانند حال ما سبکساران ساحلہا

آگے کہتے ہیں کہ)

(۴) غم میری روح میں ہے اور آتش (عشق) میرے جگر میں ہے اور آنسو میری (حالت عشقیہ کی) گواہی دے رہا ہے۔ پس میری آنکھ کو گواہ قرار دو۔ (یعنی اس کی شہادت پر میری حالت کا فیصلہ کرو ان سب حالات کا لوازم عشق سے ہونا ظاہر ہے)۔

# وقال ایضًا

۵. النفس بالشئ الممنّع مولعه والحادثات اصولها متفرعه

۶. والنفس للشیء البعید مدیدة والنفس للشیء القریب مضیِّعه

۷. کلٌّ یحادل حیلةً یرجوبها دفع المضرة واجتلابَ المنفعه

## ترجمہ وشرح

(۵)..(ان میں نفس کی خاصیت طبعیہ مذکور ہے۔ پس یہ کلام حکیمانہ ومصلحانہ ہے، پس کہتے ہیں کہ) نفس ممنوع چیز کا حریص ہوتا ہے (جیسے کہا گیا ہے "الانسان حریص علٰی ما منع") اور حوادث کے اُصول میں سے شاخیں نکلتی آتی ہیں۔ (یعنی اُن کا کبھی خاتمہ نہیں ہوتا مقصود ضرر بتلانا ہے حرص کا کہ حرص کی بدولت کسی حادثہ میں مبتلا ہو جاوے گا پھر اس کے سلسلہ سے نجات مشکل ہو جاوے گی تو حرص ہی نہ کرنا چاہیے)۔

(۶) اور نفس (کا خاصہ ہے کہ) مقصود بعید کی طرف تو کشش کرتا ہے اور مقصود قریب کو ضائع کرتا ہے۔ (مطلب یہ کہ جو سامان حاصل ہے اس کی تو قدر نہیں کرتا، دور و دراز کے سامان کی حرص کرتا ہے جس سے تعب اور مصیبت میں پڑتا ہے اس میں بھی حرص کی مذمت کا بیان ہے۔ آگے کہتے ہیں کہ)

(۷) ہر شخص (طبعًا) ایک تدبیر کرتا ہے جس سے دفع مضرۃ اور جلب منفعت کا قصد کرتا ہے۔

(مگر ہر تدبیر میں کامیابی نہیں ہوتی اس لیے تدبیر میں غلو نہ چاہیے کہ کامیابی ضرور نہیں پھر رنج ہوگا کما قال اللہ تعالیٰ "ام للانسان ما تمنی" اور جیسا کہا گیا ہے:

ماکل مایتمنی المرء یُدرکه تجری الریاح بما لا تشتهی السفن

# وقال ایضًا

۸. کل بلاءٍ عَلَیَّ مِنّی فلیتنی قد اُخذتُ عنی

۹. اردتُ منی اختیار سری وقد علمتُ المراد منی

۱۰. ولیس لی فی سواک حظ فکیفما شئت فاختبرنی

## ترجمہ وشرح

(۸)...(ان اشعار میں بعض آثار عشق کے مذکور ہیں کہتے ہیں کہ) جتنی بلائیں مجھ پر واقع ہوئی ہیں، وہ میری طرف سے ہیں (کیونکہ اپنے ہاتھوں طریق عشق کو اختیار کیا) پس کاش مجھ کو مجھ سے لے لیا جاتا۔(یعنی میرے اختیار وارادۂ سلوک کو فنا کردیا جاتا اور طریق جذب سے میری تربیت کی جاتی تو پھر وہ طریق موصل ہوجاتا۔وہذا کما قیل ؎

اگر از جانب معشوق نباشد کششے طلب عاشق بیچارہ بجائے نرسد

(۹) ...(اے محبوب) آپ کا مقصود میرے باطن کا امتحان ہے اور آپ کو میرے مقصود کا علم حاصل ہے۔

(۱۰) اور (اس لیے یہ امتحان حقیقی تو نہیں مگر مجازاً ہے یعنی واقعات سے حالت مستورہ کا ظاہر کرنا تو امتحان کے متعلق عرض کرتا ہوں کہ)

جز ترے مجھ کو کوئی بھاتا نہیں آزما لے جس طرح چاہے مجھے

اور یہ دعوے اور جسارت نہیں شورش عشق ہے۔کما قال العارف الرومی۔

گفتگوئے عاشقاں درکار رب جوشش عشق ست نے ترک ادب

# وقال ایضاً

۱۱.مواجید اهل الحق تصلق عن وجدی واسرار اهل السر مکشوفة عندی

## ترجمہ وشرح

(۱۱)اہلِ حق کے وجدانیات کا صدق میرے وجدان سے ظاہر ہوتا ہے(یعنی جس کو ان کا مشاہدہ نہ ہو اس کو میری وجدانی حالت سے اُن کی تصدیق ہوتی ہے کیونکہ مشابہ شے سے اُس شئے کا حال منکشف ہوتا ہے)اوراہل اسرار کے اسرار میرے نزدیک منکشف ہیں۔(اس لیے میں کہتا ہوں کہ میری وجدانیات اُن کی وجدانیات کے مشابہ ہیں مقصود اس سے اہل کمال کے احوال سے انکار کی ممانعت ہے کہ مشاہد سے غیر مشاہد کا ادراک کرلو)۔

# وقال ایضاً

۱۲.الله اعلم مافی النفس جارحة الا و ذکرک فیها نیل مافیها
۱۳.ولا تنفست الا کنت فی نفسی تجری بک الروح منی فی مجاریها
۱۴.ان کانت العین مذ فارقتها نظرت الٰی سواک فخانتها مآقیها
۱۵.او کانت النفس بعد البُعد انفةً خلقا عداک فلا نالت امانیها

## ترجمہ وشرح

(۱۲)اللہ تعالیٰ کو خوب خبر ہے کہ(میری، ذات میں کوئی جارحہ ویعنی عضو)ایسا نہیں ہے جس میں(اے محبوب)تیری یاد(رچی ہوئی)نہ ہو کہ وہی حاصل ہے مافی الجارحہ کا(فقوله نیل مافیها خبر لمبتدأ مقدر...یعنی هو)

(۱۳)اور میں نے کبھی کوئی سانس ایسا نہیں لیا کہ اس سانس میں تو نہ ہو(پس) میری روح تجھ کو لے کر اپنی حرکت کی جگہوں میں حرکت کرتی ہے۔

(یہ عاشقانہ تعبیر ہے، مراد غایت تلبس ہے "فقوله منی حال من الروح

ای کائنة منی والروح یذکر ویؤنث")

(۱۴) جب سے تو آنکھوں سے جدا ہوا ہے اگر میری آنکھ نے تیرے سوا کسی کو دیکھا ہو تو خدا کرے اس کے کوئے اس کو دغا دیں۔ (یعنی اس کو کام نہ دیں اس طرح سے کہ آنکھیں پھوٹ جائیں اور ان کی شعائیں کویوں سے نہ نکلیں)

(۱۵) یا بعد (ومفارقت) کے بعد اگر میرے نفس نے بجز تیرے کسی مخلوق سے اُلفت کی ہو تو خدا کرے اس کو اس کی مرادیں نصیب نہ ہوں۔

(مقصود دوام ذکر ونسیاں غیر کی حکایت ہے کما قیل فی الاوّل

یک چشم زدن غافل ازاں شاہ نباشی شاید کہ نگاہے کند آگاہ نباشی

وفی الثانی

دلارامے کہ داری دل دروبند دگر چشم ازہمہ عالم فروبند

اور بعد وفراق سے مراد اِصطلاحی بعد وفراق ہے نہ کہ حقیقی)۔

# وقال ایضًا و معه النثر التابع للنظم

وحکی انه قال الٰهی انک تتودد الٰی من یؤذیک فکیف لا تتودد الٰی من یوذی فیک وانشد

١٦. نظری بدوُ علتی ویح قلبی وماجنا

١٧. یامعین الضنا علیَّ اعنّی علے الضنا

## ترجمہ وشرح

اور حکایت کی گئی ہے کہ ابن منصور نے (مناجات میں) عرض کیا آپ اُس شخص سے بھی دوستی کا برتاؤ کرتے ہیں جو آپ کو ایذاء دیتا ہے (یعنی کفر وشرک سے اور وہ برتاؤ دوستی کا یہ ہے کہ اس کی منفعت آخرت کے لیے اس کے پاس ہادی کو بھیجتے ہیں پھر وہ اپنے ہاتھوں محروم رہے وہ جانے اور اس کی منفعت دُنیا کے لیے اس کو رزق و

صحت وسامان راحت عطا فرماتے ہیں (جب آپ کی یہ شان ہے) تو آپ اُس شخص سے دوستی کا برتاؤ کیوں نہ کریں گے جس کو آپ کی راہ میں ایذاء دی جاتی ہے۔

(یعنی آپ کی محبت میں اُس پر ظلم کیا جاتا ہے۔ وہذا کما قیل ؎

دوستاں را کجا کنی محروم تو کہ با دشمناں نظر داری

اور یہ برتاؤ دوستی کا ایک جنس مشترک ہے اور آگے اس کی دونوں نوعیں مختلف ہیں مگر اس نوعی اختلاف کا ذمہ دار خود عبد ہے کہ وہ اس برتاؤ سے منتفع نہ ہوا اور وہ نوع مختلف نہ ہوتی یہاں تک نثر تھی) اور (اس مناجات کے بعد) یہ اشعار پڑھے:

(۱۶) میری نظر ہی میری علت کی ابتداء ہے۔ افسوس ہے میرے قلب پر اور اس کی جنابت پر۔ (یعنی غیر اللہ پر نظر اور غیر اللہ کی طرف توجہ علت قلب کی جڑ ہے اور افسوسناک حالت ہے اس میں تو اعتراف ہے اپنی تقصیر کا آگے دُعا ہے ازالۂ علت کی کہ)

(۱۷) اے ذات پاک! جس نے بیماری کو مجھ پر غالب کیا، اب مجھ کو بیماری پر غالب فرماوے۔ (اس کا ربط نثر کے مضمون سے یہ ہے کہ مجھ کو جو ایذائیں دی جاتی ہیں وہ میرے ہی اعمال کا ثمرہ ہے اس لیے اُس کا اعتراف اور اس سے استغفار کرتا ہوں اور یہی اعتقاد و اعتذار شان ہوتی ہے اہل طریق کی اور ان کو عوام سے یہ امتیاز ہوتا ہے کہ وہ التفات باطنی الی غیر اللہ کو بھی معصیت سمجھتے ہیں۔)

## وقال ایضًا ومعه النثر التابع للنظم

### قید خانہ میں شبلی رحمہ اللہ کی ابن منصور سے ملاقات

ویحکون ان الشبلی دخل الیه فی السجن فوجده جالسًا یخط فی التراب فجلس بین یدیه حتے ضجر فرفع طرفه الی السماء وقال الٰهی لکل حق حقیقة ولکل خلق طریقة ولکل عهد وثیقة ثم قال یا شبلی من اخذه مولاه عن نفسه ثم اوصله الٰی بساط انسه

کیف تراہ فقال الشبلی و کیف ذاک قال یاخذہ عن نفسہ ثم یردہ علی قلبہ فھو عن نفسہ ماخوذ وعلی قلبہ مردود فاخذہ عن نفسہ تعذیب وردہ الٰی قلبہ تقریب طوبیٰ لنفس کانت لہ طائعۃ وشموس الحقیقۃ فی قلوبھا طالعۃ ثم انشد

۱۸. طلعت شمس من احبک لیلا فاستضاء ت فمالھا من غروب

۱۹. ان شمس النھار تطلع باللیل وشمس القلوب لیس تغیب

## ترجمہ وشرح

اور حکایت کرتے ہیں کہ حضرت شبلی رحمہ اللہ ان کے (یعنی ابن منصور کے) پاس قید خانہ میں گئے، ان کو بیٹھا ہوا پایا کہ مٹی میں لکیریں کھینچ رہے تھے، ان کے سامنے بیٹھ گئے (اور بہت دیر بیٹھے) یہاں تک کہ تنگ ہو گئے۔

اس وقت ابن منصور نے اپنی نگاہ آسمان کی طرف اُٹھائی اور عرض کیا الٰہی! ہر حق کی (یعنی اعتقادِ حق کی) ایک حقیقت ہے (چنانچہ مسلم ہے جس کو بعضے جانتے ہیں اور بعضے نہیں جانتے) اور ہر خُلق (یعنی عمل باطنی) کا ایک طریقہ ہے، (اسی طرح عمل ظاہری کا بھی مگر اس کو اکثر لوگ جانتے ہیں، اس لیے اُس کا ذکر نہیں کیا اور عمل باطنی کا طریقہ کم لوگ جانتے ہیں جیسے نماز کا طریقہ اکثر لوگوں کو معلوم ہے اور اخلاص کا طریقہ اکثر کو معلوم نہیں) اور ہر عہد کی ایک مضبوطی ہے (جیسے عبدیت کا ایک عہد ہے اس کے رسوخ کا ایک خاص درجہ ہے اس درجہ سے کم عبدیت کا کوئی درجہ نہیں۔

شاید مقصود اس مناجات سے اعتراف ہو اپنے عجز کا کہ ہم اس حقیقت اور طریقہ اور وثیقہ سے عاری ہیں۔ آگے اپنے اعتراف عجز کے بعد عطائے حق کا بیان کرتے ہیں کہ وہ اگر چاہیں یہ دولتیں عطا فرما دیتے ہیں چنانچہ) پھر (اس کے بعد) کہا اے شبلی! جس شخص کو اُس کے مولیٰ نے اس کے نفس (کے قبضہ) سے لے لیا ہو پھر اس کو اپنے بساطِ اُنس تک پہنچا دیا ہو اس کو تم کیسا سمجھتے ہو؟

شبلی نے کہا (تم ہی بتلاؤ) یہ بات کیسے ہوتی ہے۔ اُنہوں نے جواب دیا کہ (یہ اس طرح ہوتی ہے کہ) اللہ تعالیٰ اس کو اُس کے نفس (کے قبضہ) سے لے لیتا ہے پھر اس کو اُس کے قلب کے حوالہ کر دیتا ہے (جو کہ محل اُنس ہے) پس وہ شخص اپنے نفس سے لے لیا جاتا ہے اور اپنے قلب کے حوالہ کر دیا جاتا ہے۔ پس اس کو اُس کے نفس سے لے لینا (بوجہ ناگواری نفس کے ایک گونہ) معذب فرمانا ہے اور اُس کو اُس کے قلب کے حوالہ کر دینا مقرب بنانا ہے۔

(جو اس تعذیب کا صلہ ہے "کما قال تعالیٰ والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا وقال تعالیٰ ومن الناس من یشری نفسه ابتغاء مرضات اللّٰہ وقال تعالیٰ ان اللّٰہ اشتری من المؤمنین انفسھم واموالھم بان لھم الجنة الأیات و ای جنة افضل من الانس بل صارت الجنة جنة بھذا الانس" آگے ایسے نفس کی مدح کرتے ہیں جو اپنے کو مولیٰ کے سپرد کر دے)

پس (کہتے ہیں کہ) خوشحالی ہے ایسے نفس کے لیے جو مولیٰ کا مطیع ہو اور حقیقت کے آفتاب ایسے نفوس کے قلوب میں طالع ہوں۔

(یہ اضافت ادنیٰ ملابست سے ہے مراد اصحاب نفوس ہیں "کما فی قوله تعالیٰ قلوب یومئذ واجفة ابصارھا خاشعة الی ابصار اصحاب القلوب" یہاں تک نثر کا ترجمہ ہے) پھر یہ اشعار پڑھے کہ:

(۱۸) (اے محبوب) جو شخص تجھ سے محبت کرتا ہے اس کا آفتاب رات میں بھی طالع رہتا ہے اور اس کو غروب ہی نہیں ہوتا۔

(۱۹) دن کا آفتاب تو شب کو غروب ہو جاتا ہے (منقول عنہ میں تطلع ہے مگر میرا گمان غالب یہ ہے کہ صحیح تغرب ہے) اور قلوب کا آفتاب غائب ہی نہیں ہوتا (کما قال تعالیٰ وجعلنا له نورا یمشی به فی الناس اور ظاہر ہے کہ یہ نور دن کے ساتھ مقید نہیں)۔

## وقال ایضًا و معه النثر التابع للنظم وهذا النظم من غیر

## فاطمہ نیشاپوری کی ابن منصور سے ملاقات

ویذکرون ان الشبلی انفذ الیه بفاطمة النیسابوریه وقد قطعت یده فقال لها قولی له ان اللّٰه ائتمنک علٰی سر من اسراره فاذعتهٗ فاذاقَک حد الحدید فان اجابک فاحفظی جوابه ثم سلیه عن التصوف ماهو فلما جاء ت الیه انشاء یقول

۲۰. .................. لما غلب الصبر
۲۱. وما احسن فی مثلک ان ینتهک الستر
۲۲. وان عنفنٰی الناس ففی وجهک لی عذر
۲۳. کان البدر محتاج الٰی وجهک یابدر

وهذا الشعر للحسین بن الضحاک الخلیع الباهلی. ثم قال لها امضی الٰی ابی بکر (الشبلی) وقولی له یاشبلی واللّٰه ما اذعت له سرا. فقالت له ما التصوف فقال ما انا فیه واللّٰه مافرقت بین نعمة وبلوی ساعة قط فجاء ت الی الشبلی واعادت علیه فقال یا معشر الناس الجواب الاوّل لکم والثانی لی.

## ترجمہ وشرح

اور تذکرہ کرتے ہیں کہ شبلی نے ان کے پاس فاطمہ نیسابوریہ کو بھیجا (یہ ایک بزرگ بی بی ہیں ذوالنون اُن کو اپنا شیخ فرمایا کرتے تھے اور ابو یزید اُن کی بہت مدح کرتے تھے کذا فی الطبقات الکبریٰ للشعرانی) اور (اُس وقت) ان کا ہاتھ کاٹ دیا گیا تھا۔ حضرت شبلی رحمہ اللہ نے حضرت فاطمہ سے فرمایا کہ تم ان سے جا کر کہنا کہ اللہ تعالیٰ نے تم کو اپنے اسرار میں سے ایک راز کا امین بنایا تھا، تم نے اس راز کو شائع

کردیا اس لیے تم کو لوہے کی دھار کا مزہ چکھایا۔

(شاید وہ راز توحید وفنا کا تھا کہ انہوں نے اُس کو ضبط نہ کیا اور کلمہ انا الحق سے کہ دلالت میں ناکافی تھا ظاہر کردیا جس کی سزا میں ہاتھ کاٹا گیا اور یہ اس پیام کے وقت تک کا واقعہ ہے بعد میں قتل کیے گئے اور آدابِ طریقت کے ترک سے گو آخرت میں عقوبت نہ ہو کیونکہ معصیت نہیں مگر دُنیاوی عقوبت مرتب ہوتی ہے۔ ومن ترک اداب الطریقة الذی یوجب العقوبة الدنیویة مخالفة الالهام ومن هذا الترک اظهار الاسرار بلاضرورة ومنه دعویٰ الکمال ومنه اسخاط الشیخ ومن العقوبة الدنیویة سلب الاحوال)۔

(اور شبلی نے فاطمہ سے یہ بھی کہا کہ) پس اگر وہ تم کو جواب دیں تو ان کا جواب یاد رکھنا۔ پھر ان سے تصوف کے متعلق سوال کرنا کہ وہ کیا ہے (یعنی اس کی کیا حقیقت ہے) پس جب وہ ان کے پاس آئیں۔ (وہ کچھ پوچھنے بھی نہ پائی تھیں جیسا کہ قصہ میں سوال مذکور نہ ہونے سے غالب اور ظاہر یہی ہے کشف سے سوال اوّل کا جواب دینا شروع کیا۔ اس طرح کہ اوّل) یہ اشعار پڑھنے لگے (جن کا یہ ترجمہ ہے) منقول عنہ میں شعر اوّل مذکور نہیں صرف اتنا کلمہ ہے کہ

(۲۰) جب صبر مغلوب ہوگیا (آگے اشعار پورے ہیں اُن کا یہ ترجمہ ہے) کہ

(۲۱) تجھ جیسے (محبوب) کے معاملہ میں کیا ہی اچھی بات ہے کہ پردہ ٹوٹ جاوے (فی الاصل ینتهک من النهک باب یجتنب وظنی انه ینتهک من الهتک باب ینصرف یعنی ایسے محبوب کی محبت میں اظہارِ محبت ہی زیبا ہے اخفاء وضبط نازیبا ہے)۔

(۲۲) اور اگر لوگ مجھ کو ملامت کریں تو تیرے چہرہ (زیبا) میں میرا عذر ہے۔ (کہ ایسے چہرہ کا عاشق کس طرح ضبط کرسکتا ہے۔ آگے چہرہ کے حسن کا بیان ہے کہ)

(۲۳) اے بدر (حقیقی) گویا بدر (ظاہری) بھی تیرے چہرہ کا محتاج ہے۔

اور یہ اشعار حسین بن ضحاک خلیع باہلی کے ہیں (جن کو اپنے حال کے مطابق پا کر ابن منصور نے پڑھا) پھر فاطمہ سے کہا کہ تم ابوبکر شبلی کے پاس جاؤ اور کہو کہ اے شبلی! واللہ میں نے اُس کا کوئی راز شائع نہیں کیا۔ یہ جواب ہے ان کے سوال کا اور اس جواب کے کئی معنی محتمل ہیں معلوم نہیں کیا مراد ہے:

ایک یہ کہ میں نے ایسا کلمہ کہا ہی نہیں جیسا بعض تاریخ دانوں نے مجھ سے بیان کیا ہے کہ کسی مؤرخ نے اُن سے اس کلمہ کا صدور نقل نہیں کیا اور قتل کی بنا اور اُمور تھے جو اُن کی طرف منسوب کیے گئے خواہ غلط خواہ صحیح جن میں وہ ماؤل یا معذور تھے لیکن یہ احتمال بعید اور خلاف مشہور ہے۔

دوسرے معنی محتمل یہ کہ میں نے یہ راز ظاہر نہیں کیا خود محبوب ہی نے ظاہر کیا یعنی "انا الحق" کے ساتھ وہی متکلم ہیں: "کما انسب الٰی بعض اھل الحال"

شور منصور از کجاؤ دار منصور از کجا　　خود زدی بانگِ انا الحق بر سر دار آمدی

جیسا شجرۂ طور سے کلام حق "انی انا اللّٰہ" کا ظہور ہوا اور جیسا بعض تفاسیر پر باحتمال قریب ملائکہ کا لسان عمر رضی اللہ عنہ سے ناطق ہونا حدیث میں ہے۔

**وھو ما عن علی رضی اللّٰہ عنہ قال ما کنا نبعد ان السکینۃ تنطق علی لسان عمر رضی اللّٰہ عنہ رواہ البیھقی فی دلائل النبوۃ (کذا فی المشکوۃ) وفی الحاشیۃ عن السید واللمعات ویحتمل انہ اراد بالسکینۃ الملک الذی یلھمہ ذٰلک القول اھ**

اور جیسا مولانا رومی رحمہ اللہ نے مثنوی کے دفتر چہارم کے نصف کے ذرا بعد بایزید رحمہ اللہ کے سبحانی ما اعظم شانی کے قصہ کی توجیہ میں ایک مسلم اور مشاہد نظیر بیان فرمائی ہے۔

چوں پری غالب شود بر آدمی　　گم شود از مرد وصف مردمی
ہرچہ گوئید اوپری گفتہ بود　　زین سری نہ زاں سری گفتہ بود
چوں پری را این دم و قانون بود　　کردگار ان پری خود چون بود

اوی تو رفتہ پری او خود شدہ ترک بے الہام تازی گوشدہ
چوں بخود آید نداند یک لغت چوں پری راہست ایں کار وصفت
پس خدا وند پری و آدمی از پری کے باشدش آخر کمی
گہ ترا از تو بکل خالی کند تو شوی پست او سخن عالی کند اھ

تیسرے معنی یہ کہ یہ راز ہی نہیں جیسا بعض اہل حال نے ایک رسالہ مسمیٰ بہ کلمۃ الحق میں دعویٰ کیا ہے کہ "لا الٰہ الا اللّٰہ" کی یہی تفسیر ہے اور اس کی دعوت عام کی گئی ہے تو یہ راز نہیں جاہلوں کے معنی بگاڑ کر اس کو موحش موہم بنالیا۔

اور چوتھے معنی بعید یہ ہوسکتے ہیں کہ حق بمعنی ثابت اور اس میں سوفسطائیہ کا رد ہو کہ وہ حقائق اشیاء کے منکر ہیں۔ پس یہ قول مرادف ہوگا قول متکلمین کے حقائق الاشیاء ثابتۃ اور یہ حق ایسا ہوگا جیسے اس آیۃ میں ہے: "والوزن یومئذن الحق ای الواقع الثابت" اور ممکن ہے کہ عداوت میں اس تاویل کو قبول نہ کیا گیا ہو۔ اور ایک توجیہ اور بھی محتمل ہے جس کو حضرت مولانا رومی رحمہ اللہ نے اس عبارت میں ذکر فرمایا ہے۔

"استغراق آں باشد که او درمیان نباشد و اوراجهد نماند و حرکت نماند غرق آب آں باشد هر فعل که ازو آید آں فعل او نباشد فعل آب باشد اگر هنوز در آب دست و پامی زند آنرا غرق نه گوئند یا بانگے می زند که آه غرق شدم ایں را نیز استغراق نه گوئیند آخر ایں انا الحق گفتن منصور هم ازیں معنی ست مردم می پندارند که دعویٰ بزرگ ست انا العبد گفتن دعوٰے بزرگ ست انا الحق عظیم تواضع ست آنکه می گوئید که من عبد خدایم دوهستی اثبات می کند یکے خودرا ویکے خدارا اما آنکه انا الحق می گوید خود را عدم کرد بباد دادو او میگوئید که انا الحق یعنی من نیستم

همه اوست جز خدا هستی نیست من بکلی عدم محضم و هیچم تواضع در اینجا بیشتر ست. این ست که مردم فهم نمی کنند. رساله فیه مافیه که سلطان بهاؤ الدین از کلام مولانا در مجلس او نوشته الد."(نیز حضرت خواجہ باقی باللہ فرماتے ہیں معنی عبارت انا الحق نه آنست که من حقم بلکه آنست که من نیستم و وجود حق است سبحانه مکتوبات مجددی دفتر اوّل حصه ۴ ص ۱۱ مطبوعه امرتسر)

پھر فاطمہ نے (حضرت شبلی رحمہ اللہ کے کہنے کے موافق کہ اگر وہ تم کو جواب دیں تو پھر تصوف کی حقیقت پوچھنا) ان سے کہا کہ تصوف کیا چیز ہے اُنہوں نے (جواب میں دو باتیں کہیں ایک تو یہ) کہا جس حالت میں میں ہوں (وہ تصوف ہے) دوسری بات یہ کہی کہ (واللہ! میں نے نعمت اور بلا میں کسی وقت (بھی) فرق نہیں کیا (یہ تصوف ہے)۔

فاطمہ شبلی رحمہ اللہ کے پاس آئیں اور سب قصہ دُہرایا۔ شبلی نے (لوگوں سے کہا) اے لوگو! پہلا جواب (اِجمالی) تو تمہارے لیے ہے (کیونکہ تم اس سے زیادہ نہیں سمجھ سکتے اور دوسرا جواب میرے لیے ہے کیونکہ میں اس بات کو سمجھ سکتا ہوں کہ نعمت و بلاء میں فرق نہ سمجھنا ممکن ہے اور عوام اس کا ضرور انکار کریں گے)

## وقال ایضاً

وذکروا انه لما قطعت یده ورجله صاح وقال

۲۴. وحرمته الود الذی لم یکن یطمع فی افساده الدهر

۲۵. مانالنی عند هجوم البلاء باس ولا مسنی الضر

۲۶. ما قُدّلی عضو ولا مفصل الا وفیه لکم ذکر

## ترجمہ وشرح

اور لوگوں نے ذکر کیا ہے کہ جب ان کے ہاتھ اور پاؤں کاٹے گئے تو (ایک عاشقانہ) نعرہ مارا اور یہ اشعار کہے (جن کا آگے ترجمہ ہے اور یہ اشعار وزن وقافیہ میں اشعار بالا سے متقارب ہیں گو بحر میں کچھ فرق ہے۔ پس کہتے ہیں کہ)

(۲۴) قسم کھاتا ہوں اس محبت کی حرمت کی جس کے بگاڑنے میں زمانہ (کبھی) طمع نہیں کرسکتا۔ (یعنی وہ محبت ایسی قوی ہے کہ انقلاب زمانہ سے اس میں تغیر وضعف کا احتمال نہیں، میں ایسی محبت کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ)

(۲۵) مجھ کو ہجوم بلا کے وقت (کبھی) نہ تکلیف پہنچی اور نہ (کبھی) مجھ کو کوئی ضرر لگا (یعنی مجھ کو تکلیف وضرر محسوس ہی نہیں ہوا)۔...... (۲۶) میرا کوئی عضو یا جوڑ نہیں کاٹا گیا جس میں تمہاری یاد نہ ہو۔ (یعنی تمہاری یاد اُس وقت بھی دل سے نہ گئی اسی سے وہ تکلیف نہیں معلوم ہوئی اس حالت کو کسی نے یوں تعبیر کیا ہے

بجرم عشق توام میکشند غوغائے ست　　تو نیز برسرِ بام آ کہ خوش تماشائے ست

(تذنیب) وکتب بعض الصوفیة علی جزع الحلاج

ترجمہ: بعض صوفیہ نے حلاج کے دار پر یہ شعر لکھ دیا۔

۲۷. لیکن صدرک للاسرار حصناه لایرام　　انما ینطق بالسر ویفشیه اللئام

## ترجمہ وشرح

(۲۷) تیرے سینہ کو اسرار کا ایسا (مضبوط) قلعہ ہونا چاہیے تھا جس (کے فتح کرنے) کا کوئی قصد ہی نہ کرسکتا۔ اسرار کا تکلم اور افشا کم ظرف لوگ کیا کرتے ہیں۔ (یہ رائے ہے اس صوفی کی جو ابن منصور پر حجت نہیں۔ سینہ کا ایسا ہونا کسی کے اختیار میں نہیں ممکن ہے کہ ابن منصور بزبان حال اس صوفی کو یہ جواب دے رہے ہوں)

اے ترا خارے بپا نشکستہ کے دانی کہ چیست　　حال شیرانے کہ شمشیرِ بلا برسر خورند

جب بم قلعہ سے بھی قوی ہو وہ قلعہ کو توڑ کر نکل جاتا ہے مگر

در نیابد حال پختہ ہیچ خام پس سخن کوتاہ باید والسلام

البتہ اگر وہ صوفی ابن منصور سے اکمل ہے تو اس کو اس کہنے کا ایسا ہی حق ہے جیسے ہمارے مشائخ میں سے شیخ احمد عبدالحق ردولوی رحمۃ اللہ علیہ کو اس کہنے کا حق تھا۔

''منصور بچہ بود کہ از یک قطرہ بہ فریاد آمد اینجا مردانند کہ دریاہا فرو بردند و آروغ نہ زنند۔''

## وقال ایضاً

۲۸.سبحان من اظهر ناسوته سرسنا لا هوته الثاقب

۲۹.ثم بدا فی خلقه ظاهرا فی صورة الأكل والشارب

۳۰.حتے لقد عاينه خلقه كلحظة الحاجب بالحاجب

### ترجمہ وشرح

(۲۸) وہ ذات (حلول واتحاد سے) پاک ہے جس کے ناسوت نے اُس کے لاھوت منور کی روشنی کو ظاہر کیا۔ (یعنی اس کے لاھوت کا ظہور ناسوت میں ہوا اور مسئلہ مظہریت سے حلول واتحاد لازم نہیں آتا)

(۲۹) پھر وہ اپنی مخلوق میں آکل وشارب کی صورت میں ظاہر ہوا۔

(جس سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ عین آکل وشارب ہے یا اُس میں حلول کیے ہوئے ہے اس کی ایک ناتمام مثال یہ ہے کہ خورشید کا ظہور آئینہ میں ہوتا ہے مگر اتحاد و حلول نہیں ہوتا اور یہ مثال ناتمام اس لیے ہے کہ یہاں انعکاس ہے وہ انعکاس سے بھی منزہ ہے کنہ اس ظہور کی تو کسی کو بھی معلوم نہیں البتہ وجہ اجمالی اہل ذوق کو مدرک ہوتی ہے اور غیر اہل ذوق اس سے بھی محروم ہیں اس لیے اُن کو اس میں کلام بھی جائز نہیں اور اسی ظہور کے ایک درجہ کو تجلی بھی کہتے ہیں جیسے شجرۂ طور میں بھی تجلی تھی اگر کسی انسان کامل میں کلام کی تجلی ہو جائے بُعد کیا ہے اور ظہور اس سے عام ہے اور مغربی کے کلام

میں برآمد کے معنی بھی ظہور بے کیف ہے اور وہ کلام یہ ہے:

زدریا موج گوناگوں برآمد ز بیچونی برنگ چوں برآمد

گہے درکسوت لیلیٰ فروشد گہے در صورتِ مجنون برآمد

اور "فی صورۃ الأکل والشارب" کا عنوان ایسا ہے جیسا حدیث میں "ان اللّٰہ خلق اٰدم علی صورتہ" کا عنوان ہے۔ آگے کہتے ہیں کہ

(۳۰) یہاں تک کہ اس کی مخلوق نے اس کا (بواسطہ مظاہر کے) معائنہ کرلیا جیسے آنکھ کی بینائی کا بواسطہ آنکھ کے (معائنہ کیا جاتا ہے کہ آنکھ مظہر ہے نور بصارت کا اور بلاواسطہ اس نور کا معائنہ نہیں ہوسکتا۔)

فالحاجب بمعنے العین مجازًا بعلاقۃ المجاورۃ او حقیقۃً بواسطۃ کون العین من افراد الحاجب لغۃً یعنی پردہ دار و بازدارندہ کما فی الصراح واتی بہ لرعایۃ الشعر والباء للاستعانۃ والکلام علے تقدیر المضاف ای کرؤیۃ لحظۃ الحاجب بالاضافۃ الی المفعول ولم اظفر باحسن من ھذا التوجیہ فمن ظفر فلیبدلہ اور اس معائنہ بواسطہ کو معائنہ کہنا ایسا ہے جیسا مخفی نے علم بواسطہ کو دیدن کہہ دیا اس شعر میں ؎

درسخن مخفی منم چوں بوئے گل در برگ گل ہر کہ دیدن میل دارد درسخن بیند مرا

## وقال ایضاً فی الوقت الخاص

فلما اصبح الثلاثاء لستٍ بقین من ذی القعدۃ (۳۰۹ھ)

اخرج لیقتل فجعل یتبختر فی قیدہ ویقول ؎

۳۱. ندیمی غیر منسوب الٰی شیء من الحیف

۳۲. سقانی مثل مایشرب کفعل الضیف بالضیف

۳۳. فلما دارت الکاس دعا بالنطع والسیف

۳۴. کذا من یشرب الراح من التنین فی الصیف

## ترجمہ وشرح

جب منگل کے دن صبح ہوئی جب کہ ذی القعدہ ۳۰۹ھ میں چھ روز باقی رہ گئے تھے قتل کے لیے (قید خانہ سے) باہر نکالے گئے۔ اپنی بیڑیوں میں خراماں خراماں چلتے تھے اور یہ اشعار کہتے تھے (جن کا ترجمہ یہ ہے کہ)

(۳۱) میرا ندیم (جلیس) ذرہ برابر بھی ظلم کی طرف منسوب نہیں۔

(۳۲) اس نے مجھ کو بھی ویسی ہی شراب (محبت) پلائی جیسی خود پیتا تھا جیسا مہمان دوسرے مہمان کے ساتھ برتاؤ کرتا ہے (کہ کھانے پینے کی چیزوں میں اس کو اپنا شریک رکھتا ہے)۔

(۳۳) پھر جب پیالہ کا دور چلنے لگا (جس سے پورا نشہ ہو گیا اور اس نشہ میں مجھ سے آداب ضیافت تحمل ہو گئے) تو اس نے ادیم اور تلوار منگوائی (جس پر بٹھلا کر مجھ کو قتل کرایا کیونکہ وہ مہمان میزبان سے ایسی خصوصیت رکھتا تھا کہ ترکِ ادب پر جس معاملہ کا میزبان کو حق تھا اس کی نیابت میں اُس مہمان نے کیا)۔

(۳۴) ایسی ہی حالت ہوتی ہے اس شخص کی جو اژدھا میں سے گرمی کے زمانہ میں شراب پئے (اس میں ایک تیزی تو اژدھا کے اثر سے ہوگی دوسری تیزی موسم کی ہوگی کیونکہ اژدھا کا زہر گرمی میں زیادہ تیز ہوتا ہے)۔

ف: ذوقاً معلوم ہوتا ہے کہ مراد ندیم وجلیس سے شیخ ہیں اور میں نے کہیں دیکھا ہے کہ ان کے شیخ حضرت جنید ہیں جنہوں نے ایسے کلمات ضبط نہ کرنے کے سبب ان سے ناخوش ہو کر ان کو جدا کر دیا تھا اور اس ناخوشی سے یہ وبال آیا تو اس سبب کی طرف اسناد کر دی اور ممکن ہے کوئی اور بزرگ ہوں اور وہ دوسرے بزرگ (کیونکہ حضرت جنید اس وقت زندہ نہ تھے۔ ۱۲ منہ) فتوے قتل میں شریک ہوں گو دل سے نہ ہوں کیونکہ ان کی عذر کی حالت جانتے تھے مگر ان کو رعایت کے مفاسد "راجعه الی

الدین" بتلا کر اُن سے موافقت پر اصرار کیا گیا، اُن مفاسد پر مطلع ہونے سے ان کو دونوں شقوں میں سے ہر شق کو اختیار کرنا جائز تھا مگر جماعت کی معیت کو ترجیح دے کر فتویٰ لکھ دیا تو شعر اوّل ندیمی الخ میں اشارہ ہے کہ اس سبیت یا فتوے میں ان پر الزام نہیں کیونکہ داعیہ و مصلحت شرعیہ سے تھا اور دوسرے شعر میں یعنی سقانی الخ میں اشارہ ہے کہ یہ حالت اُن ہی کی صحبت سے مجھ پر وارد ہوئی جیسی خود ان پر وارد تھی مگر وہ ضبط کرتے تھے مجھ سے ضبط نہ ہوا اور چونکہ وہ بھی مبدأ فیاض سے مستفیض تھے اس لیے ان کو بھی مہمان سے تشبیہ دی اور تیسرے شعر یعنی فلما دارت الخ میں اشارہ ہے اُن کے سبیت یا فتوے کی طرف کہ وہ سبب ہوا قتل کا جیسے ادیم اور سیف کا منگوانے والا داعی ہوتا ہے قتل کا اور چوتھے شعر یعنی "کذا من یشرب الخ" میں نفس کو جو کہ حامل ہوتا ہے کیفیات باطنیہ کا جن میں سکر بھی ہے تشبیہ دی اژدھا سے اور اس کی کیفیت کی تیزی کو تشبیہ دی گرمی سے اشارہ اس طرف ہے کہ اس سکر سے متکیف ہونے سے جو کچھ مشابہ ہے شراب نوشی کے شطح کی نوبت آئی جو سبب ہوا قتل کا۔

**واللہ اعلم باسرار عبادہ و کلامھم**

# وقال ایضاً فی الوقت الخاص

**انبأنا القاضی ابو العلاء قال لما اخرج الحسین بن منصور لیقتل انشد**

**۳۵. طلبت المستقر بکل ارض　　فلم ارلی بارض مستقرا**

**۳۶. اطعت مطامعی فاستعبدتنی　　ولو انی قنعت لکنت حُرا**

## ترجمہ و شرح

طبری کہتے ہیں کہ ہم کو قاضی ابو العلاء نے خبر دی کہ جب حسین بن منصور قتل کے لیے (قید خانہ) سے باہر لائے گئے تو یہ اشعار پڑھے (جن کا ترجمہ یہ ہے اور ممکن ہے کہ اوپر کے اشعار بھی پڑھے ہوں اور یہ بھی پڑھے ہوں)

(۳۵) میں نے ہر حصہ زمین میں جائے قرار تلاش کی مگر میں نے کسی مقام میں جائے قرار نہ دیکھی۔......... (۳۶) میں نے اپنی طمع کی اطاعت کی اس طمع نے مجھ کو غلام بنا دیا اور اگر میں قناعت کرتا (طمع نہ کرتا) تو میں آزاد رہتا۔

ف: غالباً یہ اعتراف و اقرار ہے اپنے نقصان حال کا اور اظہار ہے اپنے عجز و نیاز کا یعنی میرے اقوال و افعال ایسے منکر تھے کہ مجھ کو کہیں پناہ نہ ملی اور اسکا سبب نفس کا اتباع ہو اور نہ مجھ سے کوئی تعرض نہ کرتا آزاد رہتا۔ اس سے اوپر قاتلوں کو معذور اور ان اشعار میں اپنے کو معذور قرار دیا تو اس سے اُمید ہے کہ وہ قبول توبہ ہے ماجور ہوں گے اور یہ شبہ نہ کیا جاوے کہ صریح الفاظ میں توبہ کیوں نہ کر لی جیسے حضرت بایزید بسطامی صحو کے وقت صریح الفاظ میں سبحانی ما اعظم شانی سے تبریٰ فرماتے تھے۔ یہ ہے کہ سکر کی حالت مرفوع القلم ہونے کی ہے اس حالت کے قول و فعل سے توبہ واجب نہ تھی جیسے حدیث تائب قول "انا ربک وانت عبدی" کے نقل کے بعد توبہ سے ساکت ہے۔ اگر وجوب ہوتا شارع سکوت نہ فرماتے لیکن ادب کے سبب توبہ کی مگر بایزید رحمہ اللہ کو صحو کامل ہو جاتا تھا اس لیے ان کے الفاظ توبہ کے صاف ہیں اور ابن منصور اس وقت بھی من وجہ مغلوب السکر ہوں گے اس لیے اللہ تعالیٰ کے نزدیک بعزم توبہ اشارہ بھی کافی ہے خصوص جب کہ تقصیر بھی ایسے ہی غیر صریح و محتمل الوجوہ عنوان سے تھی۔ "فالتوبة مثل الحوبة وهذا اخر ما اردت فى حل هذه الاشعار والله اعلم." ۲۲ رجب ۵۲ھ

## وثم ظفرت ببعض الاشعار من المولوى ظفر احمد فالحقتها بالسابق وقال القناد لقيت الحلاج يوما فانشدنى

## وقال ایضاً

۳۷. ولى نفس ستتلف اوسترقى    لعمرک بى الى امر عظيم

متعلق بقولہ سترقی ۱۲

## وقال

۳۸.لم یبق بینی وبین الحق اثنان ولا دلیل بأیات و برهان

۳۹.کان الدلیل له منه الیه به حقا وجدناه فی علم و فرقان

۴۰.هذا وجودی و تصریحی و معتقدی هذا توحد توحیدی و ایمانی

۴۱.هذا تجلی نور الحق نائرة قد ازهرت فی تلألیها بسلطان

۴۲.لایستدل علی الباری بصنعة وانتم حدث ینبی عن از مانی

واقعہ: قناد کہتے ہیں کہ میں ایک روز حلاج سے ملا۔ اُنہوں نے میرے سامنے یہ شعر پڑھا۔

## ترجمہ وشرح

(۳۷) اور میرا ایک نفس ہے کہ وہ عنقریب تلف کیا جاوے گا یا قسم ہے کہ وہ مجھ کو کسی امر عظیم کی طرف ترقی دے گا۔

ف: یہ مانعۃ الخلو ہوسکتا ہے چنانچہ ہلاک کا قصہ مشہور ہے اور ترقی بھی ہوئی کہ وہ ہلاک مجاہدہ تھا گو اضطراری ہی ہو اور مجاہدہ مطلقاً موجب ترقی ہوتا ہے۔

(۳۸) مجھ میں اور حق تعالیٰ میں (ایسا ارتباط ہے کہ درمیان میں) دو کا عدد نہیں رہا اور (چونکہ یہ امر ذوقی ہے اس لیے اس پر) کوئی دلیل آیات (یعنی دلیل نقلی) اور برہان (یعنی دلیل عقلی) سے نہیں۔

ف: اگر یہ ارتباط تکوینی ہے تو عام ہے اور اگر تشریعی ہے جو نسبت باطنی سے ہوتی ہے تو مقبولین کے ساتھ خاص ہے اور ہر حال میں غیر معلوم الکنہ ہے۔

وفیہ قال الرومی رحمہ اللہ

اتصالے بے تکیف بے قیاس ہست رب الناس را با جان ناس

اور شدتِ ارتباط سے دو چیزوں میں وحدت کا حکم کر دینا ہر زبان کے محاورات میں شائع ہے۔ اسی محاورہ پر حدیث وارد ہے" کما فی جمع الفوائد باب النفل

والخمس: عن جبیر قال صلی اللّٰہ علیہ وسلّم انما بنوالمطلب و بنو ہاشم شیء واحد و فی روایۃ قولہ علیہ السلام وانما نحن وھم شیء واحد وشبک بین اصابعہ للبخاری و ابی داؤد والنسائی" البتہ یہ مجاز ہوگا۔ اسی طرح شعر ہذا میں حقیقت پر محمول کرنا صحیح نہ ہوگا۔

(۳۹) حق تعالیٰ (کے لیے حکم خاص مذکور شعر بالا) کی دلیل اُسی کی طرف سے (شروع) ہے (اور) اسی پر ختم ہے (اور) اُسی کے مصاحب ہے (یعنی حکم مذکور میں اُسی کی ذات اُس کی دلیل ہے۔ وہذا کقول الرومی رحمہ اللہ ؎

آفتاب آمد دلیل آفتاب گر دلیلت باید ازوے رومتاب

جب ذات ہی دلیل ہے تو اس کو حکم مذکور کا مبدأ بھی کہہ سکتے ہیں اور مرجع بھی اور مع بھی، ہم نے اس (حکم) کو حق پایا ہے علم (خاص میں) اور قول فیصل میں۔

ف: مراد اس سے علم ذوقی ہے کہ بعض وجوہ سے انکشاف میں اس کی ایک خاص شان ہے اگرچہ خود وہ انکشاف نہ حجت ہے نہ مقصود جیسے مقوی دوا کا نافع ہونا دلیل سے ثابت ہوا اور اس کے تناول کے بعد کسی کو نشاط معلوم ہونے لگے تو یہ انکشاف ایک خاص شان کا ہوگا۔ اگرچہ اس میں کبھی غلطی بھی ہوسکتی ہے جو دلیل میں نہیں ہوسکتی وہ غلطی یہ کہ وہ نشاط کسی عارض سے ہو۔ مثلاً کسی محبوب کی ملاقات یا کسی کی مدح یا کچھ مال مل جانا مگر یہ دوا کی طرف منسوب کرتا ہو خوب سمجھ لو۔

(۴۰) یہ (جو مذکور ہوا) میرا وجود ہے (جو ارتباط کی کیفیت مذکورہ سے متکیف ہے) اور میری تصریح ہے (کہ اس کو صاف صاف کہہ رہا ہوں) اور میرا اعتقاد ہے اور یہ میری توحید کا تفرد ہے (یعنی اکثر لوگوں کے اعتبار سے کہ وہ اس کے قائل نہیں) اور میرا یقین ہے۔

واعد منی وفاتک. علی احسن ما جری بہ قدر. او نطق بہ خبر. مع مالک فی قلبی من لواعج اسرار محبتک، وانانین ذخائر مؤدتک. مالا یترجمہ کتاب. ولا یحصیہ حساب. ولا

یفنیه عتاب. ثم کتب تحت ذٰلک

۴۳. کتبت ولم اکتب الیک وانما کتبت الیٰ روحی بغیر کتاب

۴۴. وذٰلک ان الروح لا قرب بینها وبین محبیها بفصل خطاب

۴۵. وکل کتاب صادر منک وارد الیک بلا رد الجواب جوابی

(من الطبقات الکبریٰ للشعرانی ص:۹۳، ج۱)

(ای بل القرب بینها بلا اسباب لان الارواح جنود مجندة الحدیث. ۱۲)

واقعہ

اور انہوں نے ابوالعباس ابن عطاء کو ایک خط لکھا کہ اللہ تعالیٰ تمہاری حیات دراز کرے اور میرے سامنے تمہاری وفات کو معدوم رکھے۔ اُن احسن حالات پر جن پر تقدیر جاری ہوچکی یا کوئی خبر اس کے ساتھ ناطق ہوچکی (یہ سب مقدر ہی ہے مگر ایک مخفی ہے ایک ظاہر ہوگئی) مع ان کیفیات کے جو تمہارے متعلق میرے قلب میں ہیں یعنی تمہارے اسرار محبت کی سوزشیں اور تمہارے ذخائر مودت کے روشین جن کو نہ کوئی مکتوب بیان کرسکتا ہے اور نہ کوئی حساب اس کا احاطہ کرسکتا ہے اور نہ کوئی عتاب اس کو زائل کرسکتا ہے (اس طرح سے کہ عتاب ہی نہ ہو یا اگر ہو تو مزیل محبت نہ ہو) پھر اس کے نیچے یہ اشعار لکھے۔

ترجمہ وشرح

(۴۳) میں نے خط تو لکھا ہے مگر تمہاری طرف نہیں لکھا بلکہ اپنی روح کی طرف لکھا بغیر ظاہری خط کے (یعنی اصل خطاب روح کو ہے جس کو ظاہری خط کی حاجت نہیں)۔

(۴۴) اور (میں نے جو تمہاری روح کو اپنی روح کہہ دیا) یہ اس وجہ سے ہے کہ (کسی) روح میں اور اس کے محبین میں کسی (ظاہری) خطاب واضح کی رو سے قرب نہیں (جو اس خطاب مذکور کا محتاج ہو)۔

(۴۱) یہ تجلی ہے نور حق کی جو نورانی ہے "منصوب علی الحال او مرفوع علی کونہ خبر ابعد خبر والتانیث بتاویل لمعۃ" جو اپنی تابش میں قوت کے ساتھ روشن ہو رہی ہے۔

(۴۲) باری تعالیٰ (کے کنہ وجود وکنہ کمالات) پر اس کی مصنوعات سے استدلال نہیں ہوسکتا اور (اس کی ایسی مثال ہے جیسے) تم ایک ایسے نوجوان ہو جو میری (خاص) قدامت کی خبر دینے لگے (مثلاً یہ خبر دے کہ مجھ سے پچاس سال بڑے ہیں تو کیا اس خبر کو دلیل صحیح کہہ سکتے ہیں ہرگز نہیں کیونکہ جب یہ نوجوان تھا ہی نہیں تو یہ مقدار قدامت کی کیسے متعین کرسکتا ہے۔ پس حادث کسی قدیم کی کسی وصف کے کنہ پر دلیل نہیں ہوسکتا۔

تنبیہ: اس شعر کا یہ حل مذکور اس بناء پر کیا گیا کہ "ازمانی" میں یائے متکلم قرار دی گئی اور ازمان کو مصدر باب افعال سے قرار دیا گیا "کما فی القاموس ازمن اتی علیہ الزمان" مگر لکھنے کے بعد اس حل میں شرح صدر نہیں ہوا تردد رہا اس لیے میں نے احتیاطاً عزیز فاضل مؤلف رسالہ القول المنصور سے مشورہ لیا۔ اُنہوں نے اپنے ذوق سے یہ رائے ظاہر کی کہ غالباً یائے متکلم غلط چھپ گئی اور یہ لفظ ازمان جمع زمن کی ہے اس بناء پر تقریر حل یہ ہوگی کہ باری تعالیٰ پر اس کی مصنوعات سے استدلال نہیں ہوسکتا اور (وجہ اس کی یہ ہے کہ) تم (مثلاً) اور اسی طرح جمیع مصنوعات (اس شان کے) حادث ہو جو ازمنہ (اور زمانیات) سے خبر دے رہا ہے (خواہ قالاً خواہ حالاً اس میں دلالت بھی داخل ہوگئی اور اللہ تعالیٰ زمانہ سے منزہ ہے اس لیے حوادث اس کی کنہ سے خبر نہیں دے سکتے اور اس پر دلالت نہیں کرسکتے "لعموم الخبر للدلالۃ کما سبق انفاً" اور کنہ کی قید اس لیے لگائی کہ دلالت بالوجہ تو ممکن اور واقع ہے اس لیے یہ شبہ نہیں رہا کہ اثبات صانع کے دلائل تو باجماع علماء صحیح مانے جاتے ہیں۔ یہ تعبیر ہے ان عزیز کی رائے کی میری عبارت سے اور چونکہ میرا ذوق بھی اس ذوق کے موافق ہوگیا اس لیے اس کو قبول کر کے ذکر کردیا گیا۔

# وقال ایضًا و معه النثر التابع للنظم

وکتب الی ابی العباس بن عطاء رحمه اللّٰہ تعالٰی. اطال اللّٰہ حیاتک بلکہ قرب بلا اسباب ظاہری ہے جن میں سے ایک خطاب مذکور بھی ہے جیسا حدیث میں ہے: "الارواح جنود مجندۃ الخ" اور جب یہ قرب بلا اسباب ظاہری ہے تو فطری ہوگا اور جب فطری ہوگا تو نہایت قوی مشابہ اتحاد کے ہوگا، اس لیے مخاطب کی روح کو اپنی روح کہہ دینے میں کوئی استبعاد نہیں)۔

(۴۵) اور (آگے اس قرب مشابہ اتحاد پر تفریع ہے کہ) جو خط تمہاری طرف سے (میری طرف) صادر ہوا (وہ حقیقت میں میری طرف سے) تمہاری طرف وارد ہو رہا ہے اور (اس لیے) وہ بدون جواب دیئے ہوئے میرا جواب ہے۔

(اس کا اتحاد پر متفرع ہونا ظاہر ہے۔"فقوله کل کتاب مبتداء و قوله صادر نعت له وقوله وارد خبر اوّل للمبتداء و جوابی خبرثان له وقوله بلارد الجواب قید مقدم لجوابی بمنزلة الحال منه واللّٰہ اعلم"

۷؍ربیع الثانی ۱۳۶۰ھ رسالۂ اشعار الغیور بمانی اشعار ابن منصور مع الحاق تمام ہوا۔
اشرف علی

## ضمیمہ اشعار الغیور

(از مولوی ظفر احمد سلمہ)

**نوٹ:** یہ چند اشعار بعد میں ملے چونکہ حضرت مؤلف دام مجدہم کی طبیعت ناساز تھی اس لیے احقر ظفر نے ان کا ترجمہ و مطلب حل کر کے حضرت اقدس (حضرت اقدس نے ملاحظہ کے بعد تحریر فرمایا، ترجمہ دیکھ لیا محامل کی خوبی قابل داد ہے۔۱۲ظ) کے ملاحظہ و اجازت کے بعد اس کو اشعار الغیور کا ضمیمہ بنا دیا۔

# وقال ایضًا کما فی صلة الطبری

۴۶. الکاس سهل لی الشکوی بنأیکم وما علی الکاس من شرابها درک

۴۷. هبنی ادّعیت بانی مدنف سقم فما المضجع جنبی کلّه حَسَک

۴۸. هجر یسوء ووصل لا أسرّبه مالی یدور بما لا اشتهی الفلک

۴۹. فکلما زاد و معی ذادنی قلقا کاننی شمعة تبکی فتنسبک

(فی المنقول عن صلة الطبری بمنتابکم وهو من تصحیف الکاتب علی مایشهد به ذوقی. ۱۲ ظ)

## ترجمہ وشرح

(۴۶) جام (شراب محبت) نے میرے لیے اس بیماری کو سہل کر دیا جو تمہارے فراق کے سبب لاحق ہوئی تھی (ظاہر ہے کہ فراق محبوب کی تلخی کو لذت محبت ہی آسان کر دیتی ہے اگر عشق میں لذت نہ ہوتی تو تلخی فراق کا تحمل نہ ہوسکتا۔ جام سے مراد ذکر الٰہی اور طاعات وعبادات ہیں جو مورث محبت بھی ہیں اور سوزِ محبت کو قابل تحمل بنانے والی بھی) اور پینے والوں (کی حالت) سے جام پر تو کوئی الزام نہیں۔

(مطلب یہ کہ اگر شراب محبت کی وجہ سے عاشقوں کی حالت مختلف ہو کوئی تمکین و سکون سے بہرہ ور ہو کوئی تلوین واضطراب میں مبتلا ہو تو اس سے جام پر تو دھبہ نہیں آتا یہ تو ہر شخص کی اپنی اپنی استعداد ہے جامِ محبت فی نفسہ لطیف اور مرغوب ہی ہے۔ غالبًا اشارہ اس طرف ہے کہ میری خستگی اور پریشانی اور بدحالی کو دیکھ کر کوئی جام محبت سے وحشت نہ کرے کیونکہ میری بدحالی میری فطری استعداد سے ناشی ہے جام محبت کی وجہ سے نہیں۔ چنانچہ اولیاء میں ہزاروں خوشحال اہل کمال بھی ہیں)۔

(۴۷)..... (آگے محبوب سے خطاب ہے کہ) اچھا مان لو کہ میں نے ہی دعویٰ کیا ہے کہ (محبت کی وجہ سے) لاغر و بیمار ہوں تو میری خوابگاہ کو کیا ہوا کہ وہ بھی

سراسر خار ہی بن گئی (اس نے تو محبت و عشق کا دعویٰ نہیں کیا پھر اس میں یہ سوزش کہاں سے آ گئی کہ مجھ سے خوابگاہ میں لیٹا نہیں جاتا اس میں یہ بتلایا ہے کہ جب عشق و محبت کا غلبہ ہوتا ہے ہر چیز میں اس کا اثر محسوس ہوتا ہے عشق میں دل تو بے چین ہوتا ہی ہے ہر چیز بے چین اور پُر خار نظر آتی ہے)۔

(۴۸) فراق تکلیف دہ ہے اور وصال سے بھی مجھے (پوری) خوشی نہیں ہوتی (کیونکہ دُنیا میں لقاء و دیدار دشوار ہے اور پورا وصال اسی پر موقوف ہے دُنیا میں جس درجہ کا نام صوفیہ نے وصال رکھا ہے وہ ادھورا وصال ہے جس سے پوری تسلی نہیں ہوتی پھر اس پر بھی دوام یقینی نہیں ہر وقت تبدیل و تحویل کا خطرہ لاحق ہے اس لیے پوری خوشی کیونکر ہو ہر وقت بحر تلخ و بحر شیریں کے درمیان رہنا ہوتا ہے کہ ایمان خوف و رجاء ہی کا نام ہے) مجھے کیا ہوا کہ چرخ میری خواہش کے خلاف گھوم رہا ہے (کہ اوّل تو دُنیا میں وصال تام میسر نہیں اور جو درجہ میسر ہے حادثِ زمانہ سے اس میں بھی خلل پڑ جاتا ہے)۔

(۴۹) پھر جس قدر میرے آنسو زیادہ بہتے ہیں اُسی قدر بے چینی بڑھتی ہے (رونے اور توبہ استغفار کرنے سے گو تلافی مافات ہو جاتی ہے مگر بے چینی پھر بھی کم نہیں ہوتی کیونکہ کیا خبر توبہ قبول ہوئی اور مغفرت حاصل ہوئی یا نہیں، پس گویا میں شمع (سوزان) ہوں کہ روتی بھی ہے پگھلتی بھی ہے۔

ف: جو حضرات ''**والذین یؤتون ما اٰتوا وقلوبھم وجلة انھم الٰی ربھم راجعون**'' کے مصداق ہیں وہ اپنے استغفار سے بھی استغفار کرتے اور گریہ زاری کے بعد بھی مطمئن نہیں ہوتے اور گو بظاہر یہ سخت مصیبت کی حالت ہے مگر جام محبت یعنی ذکر اللہ و عبادت نے ان سب تکالیف کو آسان اور قابل برداشت بنا دیا بلکہ لذیذ بھی کر دیا ہے اس لیے ان کے نزدیک اس دردِ محبت کے سامنے سلطنت ہفت اقلیم کی بھی کچھ ہستی اور قیمت نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

ظفر احمد عفا اللہ عنہ ۲۸ ربیع الثانی ۱۳۶۰ھ

# تذنیب

(از اشرف علی)

ان کا ایک شعر شراح مثنوی نے اور لکھا ہے جس کے مضمون کو مولانا رحمہ اللہ نے ان دو شعروں میں ادا کیا ہے:

اقتلونی اقتلونی یا ثقات ان فی موتی حیاةً فی حیات

اقتلونی اقتلونی لائما ان فی قتلی حیوتی دائمًا

وہ اصل شعر یہ ہے:

۵۰. اقتلونی یا ثقاتی ان فی قتلی حیاتی

مطلب ظاہر ہے کہ اشتیاق وصول میں موت کی تمنا کر رہے ہیں جو علامات ولایت سے ہے "کما قال تعالیٰ ان زعمتم انکم اولیاء اللّٰہ من دون الناس فمتنوا الموت ان کنتم صادقین" اور اس پر یہ شبہ نہ کیا جاوے کہ تاریخ میں منقول ہے کہ انہوں نے قاتلین سے کہا تھا کہ میرا خون تمہارے لیے مباح نہیں جواب یہ ہے کہ یہ تبلیغ ہے ادائے حق کے لیے اور تبلیغ اختیاری اور اشتیاق غیر اختیاری میں کچھ تعارض نہیں۔ "ورایت فی فتاویٰ ابن حجر مطلب فی جواب الغزالی عن کلام الحلاج و قد رؤی فی ثیاب رثة فقیل له ما حالک فقال"

۵۱. لئن امسیت فی ثوبی عدیم لقد بلیا علی حر کریم

۵۲. فلا یحزنک اذا بصرت حالا تغیرنی عن حال قدیم

۵۳. فلی نفس ستتلف اوسترقی لعمر اللّٰہ فی امر جسیم

الحل الضروری المختصر. قوله امسیت بصیغة المتکلم قوله ثوبی تثنية مضاف الیٰ عدیم بمعنی المفلس قوله بلیا الضمیر الیٰ الثوبین قوله حر کریم اراد نفسه قوله ابصرت بصیغة الخطاب

قوله فی بیاء المتکلم. قوله جسیم عظیم وقد وقع کلا الامرین التلف والترقی فی امر عظیم و کون قتله امرا عظیما ظاهرا.

ثم نقل الاشعار الاٰتیة المولوی محمد شفیع سلمه اللّٰه البصیر السمیع من تاریخ بغداد للخطیب وارسلها الیّ.

## قال انشدنا ابو حاتم الطبری للحسین بن منصور

۵۴.جبلت روحک فی روحی کما یجبل العنبر بالمسک الفتق

۵۵.فاذا مسّک شیء مسّنی فاذا انت انا لانفترق

## ترجمہ وشرح

(۵۴) تیری روح میری روح میں ساوے گی جیسا عنبر مشک نازک کے ساتھ سادیا جاتا ہے۔.....(۵۵) پس جب لگتی ہے تجھ کو کوئی شے وہ مجھ کو بھی لگتی ہے سو اس حالت میں تو میں ہی ہوں ہم جدا جدا نہیں ہیں (یہ خطاب خواہ محبوبِ حقیقی کو ہو خواہ محبوب مجازی کو مبنی ہے غلبۂ توحید پر جو ابن منصور کا مشہور مشرب ہے)۔

## وایضًا انشدک ابو حاتم الطبری لابن المنصور

۵۶.مزجت روحک فی روحی کما تمزج الخمرة بالماء الزلال

۵۷.فاذا مسّک شیء مسّنی فاذا انت انافی کل حال

## ترجمہ وشرح

اس کا بھی وہی حاصل اور وہی مبنی ہے جو اوپر کے اشعار کا تھا۔

قال احمد بن محمد بن عمران البغدادی قال انشدنی

الحسین بن منصور الحلاج لنفسه بالصبرة

۵۸.قد تحققتک فی سرّی فخاطبک لسانی

۵۹.فاجتمعنا لمعان وافترقنا لمعان

۶۰. ان یکن غیبک التعظیم عن لحظ العیان

۶۱. فلقد صیرک الوجد من الاحشاء دان

## ترجمہ وشرح

(۵۸) میں نے تجھ کو موجود کرلیا اپنے باطن میں سو خطاب کرنے لگی تجھ سے میری زبان۔(یہ شعر بھی اسی مذاق بالا پر ہے)۔

(۵۹) سو ہم دونوں جمع ہو گئے بہت سے وجوہ سے اور ہم دونوں جدا ہو گئے بہت سے وجوہ سے (اس میں اعتدال ہے توحید کا کہ ہم نہ من کل الوجوہ متحد ہیں اور نہ من کل الوجوہ جدا ہیں۔ یہی اعتدال ہے اس مشرب کا)۔

(۶۰،۶۱) اگر غائب کردیا ہے تجھ کو عظمت نے نگاہ معائنہ سے سو باطن سے قریب کردیا ہے تجھ کو غم عشق نے (یہی دونوں غیبت وحضور عظمت وعشق کے مقتضا ہیں اور ترکیب کا مقتضا دانیا تھا مگر ضرورت وزن سے منصوب نہ آسکا)۔

## وقال ابو منصور احمد بن محمد بن مطر انشدنی ابو عبدالله الحسین بن منصور الحلاج لنفسه وحبست معه فی المطبق

(المطبق سجن تحت الارض کذا فی المنجد من طبق غشاه)

۶۲. دلال یا محمد مستعار دلال بعد ان شاب العذار

۶۳. ملکت وحرمة الخلوات قلبا لعبت به وقربه القرار

۶۴. فلا عین یؤرقها اشتیاق ولا قلب یقلقله ادکار

۶۵. نزلت بمنزل الاعداء منی وبنت فلا تزود ولا تزار

۶۶. کما ذهب الحمار بام عمرو فلا رجعت ولا رجع الحمار

## ترجمہ وشرح

(۶۲) (غالباً کسی ایسے دوست کو لکھ رہے ہیں جس نے بیجا برتاؤ سے ان کو نفور کر دیا ہے پس کہتے ہیں) اے محمد تیرا ناز مستعار ہے (یعنی اصلی نہیں آگے اس کی ایک گونہ تفصیل ہے یعنی) یہ ناز ہے بعد اس کے کہ موئے رخسار سفید ہو گئے (ایسی حالت میں اس کا اصلی نہ ہونا ظاہر ہے)۔

(۶۳) حرمت خلوت کی قسم تو ایسے قلب کا مالک ہوا تھا (یعنی میرے قلب کا) کہ تو نے اس کو بازیچہ بنا رکھا تھا اور (میرے) ثبات نے اس کو (اس حالت پر) قرار دے رکھا تھا۔ (یعنی پہلے اس کی یہ حالت تھی۔ اور حرمت خلوت کی قسم اس بناء پر ہے کہ وہ عاشق کی نظر میں بڑی معظم چیز ہے۔ اب آگے کہتے ہیں کہ وہ حالت اب نہیں رہی)۔

(۶۴) سو (اب یہ حالت ہے کہ نہ (میری) ایسی آنکھ ہے کہ اس کو اشتیاق بیدار رکھے اور نہ (میرا) ایسا قلب ہے کہ اس کو (تیری) یاد بے چین کر دے گی (کیونکہ یہ سب آثار محبت کے ہیں اور محبت رہی نہیں)۔

(۶۵) اب تو میرا بجائے دشمن کے ہو گیا اور (مجھ سے) جدا ہو گیا۔ سو اب نہ تو ملتا ہے نہ تجھ سے کوئی ملتا ہے..... (۶۶) (تیرا معاملہ اس مثل کا سا ہو گیا جیسا مشہور ہے یعنی) جیسا گدھا اُم عمرو کو لے کر چل دیا سو نہ ام عمرو لوٹی اور نہ گدھا لوٹا۔ (غالباً ان اشعار میں عارضی محبوبوں کی وفاداری اور محبت کے زوال پر متنبہ کرنا ہے)۔

## ایضًا له

۶۷. اریدک لا اریدک للثواب ولکنی اریدک للعقاب

۶۸. وکل مآربی قد نلتُ منها سوی ملذوذ وجدی بالعذاب

## ترجمہ وشرح

(۶۷) میں آپ کو مقصود بناتا ہوں (لیکن) ثواب کے لیے نہیں مقصود بناتا

لیکن عقاب کے لیے مقصود بناتا ہوں (یہ مراد نہیں کہ ثواب سے اعراض کیا جاتا ہے بلکہ مراد یہ ہے کہ صرف ثواب کے لیے مقصود نہیں بناتا بلکہ اگر آپ کی طرف سے عقاب بھی ہو میں اس کو بھی ویسا ہی مقصود سمجھتا ہوں اور مراد یہاں ثواب وعقاب سے اخروی نہیں بلکہ دُنیا کی نعماء وبلا مراد ہیں)۔

(۶۸) اور میں اپنی کل حاجتوں کا حصہ لے چکا ہوں بجز لذت عشق کے جو عذاب سے حاصل ہوتی ہے (اس کی آرزو باقی ہے، اس کا بھی قریب قریب وہی حاصل ہے جو اوپر کے شعر کا تھا اور اس شعر کے پہلے مصرعہ میں جو من تبعیضیہ آیا ہے یہ مبنی ہے واقع پر کیونکہ کل حاجتیں تو کسی کو عادۃً حاصل نہیں ہوتیں)۔

## وقال ابو الفتح الاسکندری قال انشدنی القناد

## قال انشدنی الحسین بن منصور الحلاج

۶۹. متے سھرت عینی لغیرک اوبکت   فلا اعطیت ما منّیت و تمنّت

۷۰. وان اضمرت نفسی سواک فلا رعت   ریاض المنی من جنتیک و جُنّتِ

## ترجمہ وشرح

(۶۹) میری آنکھ جب تیرے غیر کے لیے جاگے یا روئے (یہ جاگنا اور رونا آثارِ عشق سے ہے مراد یہ ہے کہ میں کسی غیر سے عشق بازی کروں) پس اس آنکھ کو وہ چیز نصیب نہ ہو جس کی آرزو اس کو دلائی جائے یا وہ خود اس کی آرزو کرے (واؤ بمعنی اَو کے ہے)۔

(۷۰) اور اگر میرا نفس تیرے سوا کسی کو اپنے ضمیر میں رکھے تو اس کو تیرے دونوں باغوں (یعنی دونوں رخساروں) کے چمن آرزو سے گل چینی نصیب نہ ہو اور وہ مجنون ہو جاوے (اس کا بھی وہی حاصل ہے جو شعر بالا کا تھا اور غالب یہ ہے کہ جنتیک کی جگہ وجنتیک ہوگا تو ترجمہ یہ ہوگا کہ اس کو تیرے دونوں رُخساروں کے باغ آرزو سے گل چینی نصیب نہ ہوالخ)۔

# وله ایضًا

۷۱.دنیا تغالطنی کانّی لست اعرف حالها

۷۲.حظر الملیک حرامها وانا احتمیت حلالها

۷۳. فوجدتها محتاجة فوھبت لذتها لها

## ترجمہ وشرح

(۷۱) دُنیا مجھ کو مغالطہ دیتی ہے (یعنی اپنے محاسن دکھلا کر مجھ کو فریفتہ کرنا چاہتی ہے) گویا کہ میں اس کا حال پہچانتا نہیں۔

(۷۲) (مجھ کو تو اس کی ایسی پہچان ہے کہ) منع کیا ہے بادشاہ نے (یعنی اللہ تعالیٰ نے) اس کے حرام سے اور میں بچتا ہوں اس کے حلال سے بھی۔ (باوجودیکہ اس کے اختیار کرنے میں کوئی معصیت نہیں مگر میں نفرت کی وجہ سے۔ اس سے بھی بچتا ہوں۔)

(۷۳) پس میں نے اس کو محتاج پایا (ورنہ وہ اپنے طالبوں کو اپنی طرف کشش نہ کرتی معلوم ہوا کہ وہ ان کی محتاج ہے) اس لیے میں نے اس کی لذت اُسی کو ہبہ کردی، خود اس سے منتفع نہیں ہوا محتاج سے کیا نفع حاصل کیا جائے۔

قال ابو الحدید یعنی المصری لما کان اللیلة التی قتل فی صبیحتها الحسین بن منصور قام من اللیل فصلی ماشاء اللّٰه فلما کان اخر اللیل قام قائم فتغطی بکسائه و مدیدیه نحوالقبلة فتکلم بکلام (لم یفهم ولذا حذفته وفی اخره انی احتضرت وقتلت واحرقت) ثم انشأ یقول:

(یعنی یہ اشعار اس شب میں پڑھے جس کی صبح کو قتل کیے جاویں گے اور شب ہی میں اپنے قتل اور احراق کی پیشین گوئی کی تھی)۔

۷۴.انعی الیک نفوسا طاح شاهدها فی ماورا الحیث اوفی شاهد القدم

۷۵. انعی الیک قلوبا طالما هطلت سحائب الوحی فیها ابحرالحکم

۷۶. انعی الیک لسان الحق منک ومن اودی وتذکاره فی الوهم کالعلم

۷۷. انعی الیک بیانا یستکین له اقوال کل فصیح مقول فهم

۷۸. انعی الیک اشارات العقول معا لم یبق منهن الادارس العلم

۷۹. انعی وحبک اخلاقا لطائفةٍ کانت مطایاهم من مکمد الکظم

۸۰. مضی الجمیع فلا عین ولا اثر مضی عاد و فقدان الألی ارم

۸۱. وخلفوا معشرا یحلون لبستهم اعمی من البهم بل اعمی من النعم

(البهیمة کل ذات اربع کما فی القاموس وکل حی لا یمیز والانعام کما فی البیضاوی سورة النحل الا بل والبقره والغنم وفی المائده ثمانیة ازواج. ۱۲ منه)

## ترجمہ وشرح

(۷۴) (غالباً یہاں خطاب محبوب حقیقی کو ہے اپنے قتل کے بعد اہل کمال کی جو کمی ہوجائے گی اس کو ناز سے ظاہر کرتے ہیں) میں آپ کو خبر ماتم پہنچا تا ہوں ایسے نفوس کی جن کا شاہد (یعنی مشاہدہ کرنے والا) وراء امکان میں یا شاہد قدم میں تبحر ہو گیا۔

(شاہد کے لوازم سے مشاہدہ ہے اس لیے مجازاً شاہد اوّل سے مراد صاحب مشاہدہ ہے اور شاہد قدم میں شاہد بمعنے حاضر ہے اور اضافۃ بیانیہ ہے مراد خود قدم ہے "کما فی قوله تعالیٰ شجرة الزقوم الخ" اور یہ قدم حقیقی نہیں قدم اضافی ہے یعنی عالم ملکوت یا عالم مجردات۔ حاصل یہ ہوا کہ میرے قتل کے بعد ایسے نفوس مذکورہ کا جس میں میرا نفس بھی ہے اگر کوئی شخص عالم لامکان یا بلفظ دیگر عالم قدس میں مشاہدہ کرے گا حیرت زدہ رہ جاوے گا یعنی اس عالم میں اُن کی یہ شان ہوگی)۔

(۷۵) میں آپ کو خبر ماتم پہنچا تا ہوں ایسے قلوب کی کہ مدت سے سحاب وحی اُن میں حکمتوں کے دریا برسا رہا ہے (مراد اپنا قلب ہے جو قتل کے بعد مفقود ہوجاوے گا)۔

(۷۶) میں آپ کو خبر ماتم پہنچاتا ہوں لسان حق کی جو آپ سے فائز ہوا اور ایسے شخص کی جو ہلاک ہو گیا اور اس کی یاد وہم میں کالعدم ہو گئی۔

(مراد اپنی زبان ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے فیضیاب ہوتی تھی اور ایسی ذات یعنی اپنی جس کی یاد اس کے ہلاک ہونے کے بعد خیال میں بھی کالعدم ہو گئی)۔

(۷۷) آپ کو خبر ماتم پہنچاتا ہوں ایسے بیان کی کہ اس کے سامنے تمام فصیح اور زبان آور اور فہیم شخصوں کے اقوال پست ہو جاتے ہیں۔ (مراد اپنا بیان ہے)

(۷۸) میں آپ کو خبر ماتم پہنچاتا ہوں تمام اشارات عقول کی جن میں سے کچھ باقی نہیں رہا بجز مٹ جانے والے عدم کے۔

(یعنی مجھ کو اشارات عقول کا یعنی وہ اشارات جن سے عقول کی رہبری ہو سکے وہ درجہ میسر تھا کہ میرے بعد ان کا کوئی حصہ بجز بے نشان عدم کے باقی نہیں رہے گا)۔

(۷۹) قسم آپ کی محبت کی میں خبر ماتم پہنچاتا ہوں خاص اَخلاق کی جو ایسی جماعت کو حاصل تھے جن کی سواریاں گھٹن کے رتیج کی ہیں۔

(مراد اس جماعت سے عشاق کی جماعت ہے کہ ان کا اوڑھنا بچھونا غم اور اندوہ ہی ہے۔ مطلب یہ کہ ایسے عشاق کے اَخلاق بھی میرے بعد گم ہو جائیں گے کیونکہ ایسا کوئی عاشق نہ رہے گا)۔

(۸۰) یہ سب اوصاف والے گزر گئے (یعنی میرے بعد گویا سب ختم ہو جائیں گے) پھر نہ کوئی ذات ہوگی نہ کوئی نشان ہوگا۔ ان کا گزرنا عاد کا سا ہوگا اور ان کا فقدان ان لوگوں کا سا یعنی ارم کا سا ہوگا۔

(یہ دونوں قومیں نہایت قدیم ہیں، ان کا کوئی نام و نشان باقی نہیں، مطلب یہ کہ اس طرح اہل اوصافِ مذکورہ منعدم ہو جاویں گے۔ اولیٰ اسم اشارہ ہے)۔

(۸۱) اور (یہ موصوفین) ایسی جماعت کو پیچھے چھوڑ جائیں گے جو لباس اور وضع کی نقل کرنے میں تو ان کے مشابہ ہوں گے (لیکن) وہ زیادہ اندھے ہوں گے بہائم

سے بلکہ زیادہ اندھے ہوں گے انعام سے۔

(محاورات میں بہائم کا لفظ ہر لا یعقل جانور پر اطلاق کیا جاتا ہے اور انعام کا لفظ محاورات میں ان چار جانوروں پر آتا ہے جو اکثر حالتوں میں انسان کی غذا ہیں یعنی اونٹ اور گائے اور بکری اور بھیڑ جن کو قرآن مجید میں ثمانیۃ ازواج سے تعبیر فرمایا گیا ہے اور ظاہر ہے کہ یہ چار جانور زیادہ بلید ہیں دوسرے بہائم سے۔ چنانچہ ان بہائم میں ذکی جانور بھی ہیں جیسے ہرن اور طیور اس لیے بل سے ترقی کی کہ اوّل اُن کو بہائم سے زیادہ اعمٰی کہا اور ترقی کر کے انعام سے زیادہ اعمٰی کہا۔ مراد اس معشر و جماعت سے غیر محققین متشبہ محققین کے ہیں یعنی ایسے ناخلف رہ جائیں گے)۔

## ثم ارسل المولوی ظفر احمد الیّ بعض الاشعار مع الترجمة من بعض الكتب التاريخية فنقلتها بعينها ولا بن منصور

۸۲. واللّٰہ لو حلف العشاق انهم　موتی من الحب او قتلی لما حنثوا

۸۳. قوم اذا اهجروا من بعد ما وصلوا　ماتوا وان عاد وصل بعده بعثوا

۸۴. تری المحبین صرعی فی دیارهم　كفتية الكهف لا يدرون مالبثوا

## ترجمہ وشرح

(۸۲) بخدا اگر عشاق اس بات پر قسم کھائیں کہ وہ عشق کی وجہ سے مردہ یا مقتول ہیں تو وہ اپنی قسم میں حانث نہ ہوں گے۔

(۸۳) یہ وہ لوگ ہیں کہ جو وصال کے بعد ہجر میں مبتلا ہوں تو مر جاتے ہیں اور اس کے بعد پھر وصال سے کامیاب ہو جائیں تو زندہ ہو جاتے ہیں۔

(۸۴) تم عشاق کو منزل محبوب میں پچھڑا ہوا دیکھو گے جیسے اصحاب کہف پچھڑے پڑے تھے کہ ان کو بیداری کے بعد یہ بھی خبر نہ تھی کہ کتنی مدت تک سوتے رہے۔

# ولہ ایضًا

۸۵. انین المرید لشوق یزید انین المرید لفقد الطبیب

۸۶. قد اشتد حال المریدین فیه لفقد الوصال وبعد الحبیب

## ترجمہ وشرح

(۸۵) طالب کا گریہ بوجہ شوق کے ہے جو ہر دم ترقی پر ہے اور مریض کا گریہ طبیب کے مفقود ہونے سے ہے۔

(۸۶) اُس کے طالبوں کا حال اس بارے میں زیادہ سخت ہے کیوں کہ وصال مفقود ہے (جواُن کا مطلوب ہے) اور محبوب دور ہے (جواُن کا طبیب ہے)۔

# ولہ ایضًا

۸۷. عذابہ فیک عذب وبعدہ منک قرب

۸۸. وانت عندی کروحی بل انت منھا احب

۸۹. وانت للعین عین وانت للقلب قلب

۹۰. حتے من الحب انی لما تحب احب

## ترجمہ وشرح

(۸۷) عاشق کا تیرے واسطے معذب ہونا شیریں ہے۔ اُس کا تجھ سے بعید ہونا بھی قرب ہے۔..... (ان اشعار میں اپنے نفس کو تسلی دی ہے کہ محبوب کے واسطے اور اس کے راستہ میں ابتلاء کا پیش آنا عاشق کے لیے شیریں ہوتا ہے۔ پس تکلیف عذاب سے گھبرانا نہ چاہیے بلکہ خوشی کے ساتھ برداشت کرنا چاہیے اور محبوب سے اپنے کو دور سمجھنا ہی قرب ہے کہ یہی شان عبدیت ہے اپنے کو مقرب سمجھنا قرب نہیں بلکہ بعد ہے آگے محبوب کو خطاب ہے)۔

(۸۸) اور آپ میرے نزدیک میری روح کی مانند (محبوب) ہیں بلکہ آپ اُس سے بھی زیادہ محبوب ہیں۔........(۸۹) تو میری آنکھ کی آنکھ ہے اور تو ہی میرے دل کا دل ہے (اشارہ ہے مضمون حدیث **فصرت سمعه الذی یسمع به وبصره الذی یبصر به** کی طرف)۔.......(۹۰) یہاں تک کہ محبت کی وجہ سے میں اسی چیز کو محبوب رکھتا ہوں جو آپ کو محبوب ہے۔

## و له ایضًا

۹۱. عجبت منک و منی افنیتنی بک عنی
۹۲. ادنیتنی منک حتی ظننت انک انی

## ترجمہ وشرح

(۹۱) مجھے تجھ پر اور اپنے اوپر تعجب ہے۔ تو نے اپنے ساتھ مشغول کر کے مجھے اپنے سے فنا کر دیا۔

(۹۲) مجھے اپنے سے اتنا قریب کیا کہ مجھے گمان ہونے لگا کہ تو میں ہے۔

## و له ایضًا

۹۳. سقونی وقالوا لا تغن ولو سقوا جبال سراة ما سقیت لغنّت
۹۴. تمنت سلیمی ان اموت بحبها واسهل شیء عندنا ماتمنّت

## ترجمہ وشرح

(۹۳) مجھ کو شراب (محبت) پلا کر کہتے ہیں کہ گا نہیں حالانکہ اگر موضع سرات کے پہاڑوں کو وہ شراب پلا دی جاتی جو مجھے پلائی گئی ہے تو وہ بھی گانے لگتے۔

(۹۴) سلیمی کی آرزو یہ ہے کہ میں اس کی محبت میں مر جاؤں اور اس کی یہ آرزو تو ہمارے نزدیک ہر چیز سے زیادہ آسان ہے۔

## وله ایضًا متصلًا بشعر (۵۰) اقتلونی یاثقاتی الخ

۹۵. ومماتی فی حیاتی　　وحیاتی فی مماتی
۹۶. والذی حی قدیم　　غیر مفقود الصفات
۹۷. وانا منه رضیع　　فی حجور المرضعات

### ترجمہ وشرح

(۹۵) اور (دنیوی) زندگی میں میری موت ہے۔ میری حیات تو موت ہی میں ہے۔

(۹۶) اور وہ جو زندۂ جاوید ہے اس کی صفات مفقود (ومعدوم) نہیں ہوتیں (ظاہر ہے کہ حق تعالیٰ کی ذات وصفات قدیم ہیں)۔...... (۹۷) اور میں اسی سے تربیت یافتہ ہوں، تربیت کرنے والوں کی گودوں میں۔ (پرورش پائی ہے اس لیے قتل سے میری روح اور میری معرفت ومحبت فنا نہ ہوگی بلکہ اس کو دوام وبقاء حاصل ہوگا۔

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بہ عشق　　ثبت است برجریدۂ عالم و دوام ما

خاتمہ: یہ کل (۹۷) اشعار ہیں ان کی ترتیب کے بعد متفرق رسائل میں دیکھنے سے معلوم ہوا کہ اس مجموعہ میں شعر (۲۰) تا (۲۳) "لما غلب الصبر" سے یابدر تک اور شعر (۲۷) لیکن صدر ک اور شعر (۶۶) "کما ذھب" اور شعر (۷۱) "دنیا تغالطنی" تا (۷۳) "فوجدتھا" اور شعر (۷۴) تا (۷۹) "انعی الیک نفوسا الی قوله انعی وحبک" ابن منصور کے نہیں ہیں۔ ان پندرہ اشعار کو خارج کرکے (۸۲) رہتے ہیں۔ اس بناء پر بعد حذف کسر اگر اس مجموعہ کا لقب "شرب الثمانین من مشرب التنّین" جو ماخوذ ہوسکتا شعر (۳۴) "کذا من یشرب الراح الخ" سے تجویز کرلیا جاوے تو نہایت حسب حال ہے۔ واللہ اعلم

"تمت الرسالة والحمدللّٰه مع لواحقها لمنتصف رجب ۱۳۶۰ھ۔

اللّٰھم ارنا الحق حقا وارزقنا اتباعه والباطل باطلا وارزقنا اجتنابه.

تالیفات حکیم الامت تھانویؒ

# الشذور

## فی حقوق بدر البدور

۱۰ ربیع الاوّل ۱۳۳۹ھ

(۱) بعض مضامین نشر الطیب

(۲) بعض مضامین اصلاح انقلاب امت

(۳) ضمیمہ مکتوب محبوب القلوب

حضرت حکیم الامت مجدد الملت جامع الکمالات منبع الحسنات ماہر العلوم القرآنیۃ واقف الاسرار الفرقانیۃ،
راس المفسرین مقدام الراسخین صاحب الشریعۃ والطریقۃ، بحر المعرفۃ والحقیقۃ کاشف الاسرار الخفی منہاد الجلی المسمی بہ

مولانا محمد اشرف علی التھانوی

نور اللہ مرقدہٗ وجعل الجنۃ مثواہ

# تالیفات حکیم الامت تھانویؒ
# الشذور فی حقوق بدر البدور

## انقلاباتِ اُمت کی اصلاح متعلق
## بحضرت رسالت صلی اللہ علیہ وسلم

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

آپ کے جو احسانات وعنایات اُمت کے حال پر متوجہ ومبذول ہیں اُن کی کمیت وکیفیت پر نظر کر کے یہ حکم یقینی ہے کہ آپ کے حقوق اُمت کی گردن پر اس قدر کثیر ہیں کہ قیامت تک اُن سے سبکدوشی قریب بہ محال ہے لیکن باوجود کثرت کے وہ سب حقوق تین کُلّی کے احاطہ میں آئے ہوئے ہیں۔ (۱) ایک محبت (۲) دوسرے متابعت (۳) تیسرے عظمت۔ اور ہر چند کہ ان تینوں میں اپنی اصل حقیقت کے اعتبار سے باہم ایسا تعلق اور تلازم ہے کہ ایک کا وجود بغیر دوسرے کے ممکن ہی نہیں لیکن بلا خیال معنی اگر صرف صورت کے درجہ کا لحاظ کیا جاوے تو یہ تینوں کہیں کہیں علیحدہ علیحدہ بھی خیال میں آسکتے ہیں۔ اور اِس وقت چونکہ اکثر طبیعتیں محض صورت پر قناعت کئے ہوئے ہیں اس لئے اُن اُمور کا جُدا جُدا موجود ہونا بکثرت واقع ہو رہا ہے اور اس معاملہ میں یہی بڑا جدید انقلاب ہے جس سے سلف صالح مبرا تھے۔ چُنانچہ اُن حضرات کے تاریخی واقعات کو جو کہ مشہور اور کتب احادیث وسیر میں مذکور ہیں اس وقت کے اکثر مسلمانوں کے معاملات کے ساتھ (جن میں سے کچھ بطور نمونہ

ذیل میں بعنوان کوتاہی مرقوم ہوتا ہے) موازنہ کرنے سے اس حکم کی صحت بداہۃً معلوم ہوسکتی ہے اور اسی مضمون سے اسی انقلاب پر تنبیہ اور اس کی اصلاح کی طرف ترغیب توجہ مقصود ہے حاصل اس کا اختصار کے ساتھ یہ ہے کہ جو طبائع زمانہ کے جدید رنگ میں رنگے گئے ہیں اُن میں تو یہ کوتاہی مشاہد ہے کہ وہ جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس قدر دلچسپی رکھتے ہیں کہ دوسرے اقوام یا مذاہب سے مقابلہ کی گفتگو کے موقع پر آپ کی سوانح عمری میں یا آپ کے بعض اقوال وافعال کی حکمتوں میں سے (خواہ اُن کی حقیقت تک اُن کے ذہن کی رسائی ہو یا نہ ہوئی ہو) صرف وہ حصہ جس کو تمدن سے تعلق ہے محض اس غرض سے بیان کر دیتے ہیں کہ آپ کی عظمت اور آپ کے قانون کی عزت ظاہر ہو جاوے اور اسی کو اسلام کی خدمت اور آپ کے ادائے حقوق کے لئے کافی سمجھتے ہیں۔ باقی نہ اتباع کو ضروری سمجھتے ہیں نہ محبت کا کوئی اثر پایا جاتا ہے بلکہ اتباع کو تعصب اور محبت کو وحشت سمجھتے ہیں۔ اور سبب خفی اس کا یہ ہے کہ اس زمانہ میں سب سے بڑا مقصد جاہ وعزت کو قرار دیا گیا ہے جس کے مطلوب ہونے کا ہم کو بھی انکار نہیں مگر کلام اس میں ہے کہ آیا وہ مطلوب بالعرض ہے یا خود مطلوب بالذات ہے۔ بہر حال چونکہ اس کو کمال بالذات سمجھا جاتا ہے اس لئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے لاتعد ولاتحصی کمالات حقیقۃ عظیمۃ الشان میں سے اُن کی نظر اسی کا انتخاب کرتی ہے اور دوسرے کمالات کا مثل محبت الٰہی وخشیت وزُہد وصبر وتربیت روحانی ومجاہدہ وشغل بحق ودیگر فضائل علمیہ وعملیہ کا کبھی ان کی زبان پر نام بھی نہیں آتا جس کا خلاصہ یہ نکلتا ہے کہ گویا آپ خاص اسی غرض کے لئے مبعوث فرمائے گئے تھے کہ ایک جماعت کو قوم بنا کر اُس کو دنیوی ترقی کے وسائل کی تعلیم فرماویں۔ تاکہ وہ دوسری قوموں پر سابق وفائق رہ کر دنیا میں شوکت کے ساتھ زندگی بسر کر سکیں۔ کیا قرآن مجید وحدیث میں گہری نظر کرنے والا آپ کی تعلیم کا یہ خلاصہ نکال سکتا ہے۔ ان صاحبوں کو اپنی اصلاح کے لئے اس کی سخت ضرورت ہے کہ علماء محققین

وعرفاء محققین کی طول صحبت وملازمت کا التزام کریں اوران کی خدمت میں کچھ عرصہ تک بالکل سکوت اختیار کر کے رہیں۔خودان کے اقوال متفرقہ وارشادات مختلفہ سے ان شاء اللہ تعالیٰ ایک بڑی فہرست خیالات کی درست ہو جاوے گی اس کے بعد جو شبہات رہ جاویں اُن کوادب کے ساتھ اُن کے حضور میں پیش کریں اور توجہ وانصاف کے ساتھ جواب سُنیں۔ان کواس زمانہ سکوت میں جو اُصول وقواعد سُننے اور ذہن نشین کرنے کا اتفاق ہوا ہے وہ اُصول ان جوابوں کے سمجھنے میں نہایت معین ہوں گے۔ اور اطمینان وشفائے کلی میسر ہوگی۔اس طریق اِصلاح کو جو حکمی مجرب ہے سرسری خیال نہ فرماویں اور نیز حدیث میں ''کتاب الرقاق وابواب الزہد'' کا بار بار مطالعہ فرماویں۔یہ کلام تو اُن لوگوں کے مذاق پر تھا جو نئی روشنی کے تابع ہور ہے ہیں۔اب باقی دوسرے حضرات کی کیفیت معروض ہے کہ اُن میں سے بعض میں محبت کے ظاہری آثار بھی پائے جاتے ہیں مثلاً حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں اشعار مدحیہ پڑھنا یا شوق سے سُننا اُن سے متاثر ہونا کیفیت طاری ہو جانا۔کبھی رو پڑنا۔کبھی نعرہ لگانا۔ کثرت سے آپ کے ذکر مبارک کی مجالس منعقد کرنا ومثل ذلک۔لیکن اُن میں یہ کوتاہی دیکھی جاتی ہے کہ اس کو کافی سمجھ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد فرمودہ احکام کی بجا آوری اور متابعت کے اہتمام کو ضروری نہیں جانتے اوّل تو خودان اعمال مذکورہ میں بھی جن کو وہ محبت کے عنوان سے اختیار کرتے ہیں بسا اوقات حدودشرعیہ کو محفوظ نہیں رکھتے پھر دیگر اعمال ومعاملات میں تو نہ عنوان محبت رہتا ہے نہ اعمال محبت۔ کسی کو نماز کا یا جماعت کا اہتمام نہیں کسی کو رِشوت وظلم سے باک نہیں۔کوئی مسکرات اور حرام لذات میں مُبتلا ہے۔کوئی شرکیات وبدعیات کو دین سمجھ کر کر رہا ہے۔سبب اس کا بے علمی یا کم علمی ہے یا غلط علمی۔اس کی اصلاح یہ ہے کہ کتب حدیث میں سے ''ابواب الایمان'' و''ابواب العلم'' و''باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ'' و''ابواب الفتن'' و ''ابواب صفۃ جہنم'' و''احوال القیامۃ کو مدت تک مطالعہ میں رکھیں اوران اَبواب کے

مطالعہ سے علماء متبعین سنت سے محبت اور اُن کی شناخت ہو جاوے گی۔ اُس وقت ایسے حضرات کی صحبت اختیار کرنا اس اصلاح اور علاج کی تکمیل اور پختگی ہوگی۔

اب صرف ایک جماعت اور رہ گئی کہ جن کو احکام کی متابعت کا ضروری ہونا پیش نظر ہے اور کم وبیش اس کا اہتمام بھی ہے۔ مگر کوتاہی اتنی ہے کہ اُن میں کیفیت اور لیس ﴿تواضع اور نرمی ۱۲﴾ کی نہیں آئی جو غلبۂ محبت کو لازم ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ ابھی ان میں اتباع کی حلاوت جو کہ محبت خاصہ کا اثر ہے پیدا نہیں ہوئی۔ پس ان کا طرز عمل بالکل ایسا ہے جیسے کسی نوکر کو اپنے آقا سے صرف ضابطہ کا تعلق ہو کہ خدمات مفوضہ میں تو فروگذاشت نہیں کرتا مگر وقت پورا کر دینے کے بعد نہ ایک منٹ ٹھہرتا ہے نہ کبھی کوئی زائد خدمت کرتا ہے نہ آقا کا کبھی ذکر خیر کرتے ہوئے دیکھا گیا نہ آقا کے اہل وعیال کا ادب واحترام کرتا ہے نہ اپنے خواجہ تاش کو گول سے کوئی واسطہ سلام کلام کا رکھتا ہے یہ تو خشکی ہی تھی اس سے بڑھ کر یہ کرتا ہے کہ بجز اپنے سب خواجہ تاشوں کو نافرمان اور حقیر سمجھ کر اُن سے لڑتا بھڑتا ہے اور اپنی بجا آوری خدمت پر ہمیشہ ناز اور فخر کرتا ہے اور اس وجہ سے سب سے اُلجھنا اور جن کی فہمائش کرنے کا آقا نے نرمی کے ساتھ حکم دیا ہے اُن سے یہ سختی کرتا ہے اور جن کوتاہیوں سے آقا درگزر کر دیتا ہے یہ اُن میں بھی مدعی بن کر کسی کو مارتا ہے کسی کو گالی دیتا ہے ظاہر ہے کہ اس صورت میں یہ نوکر آقا کی نظر سے گر جاوے گا اور ان بداخلاقیوں کی بدولت جو کہ آقا کی مرضی کے بھی خلاف ہیں اس کی خدمت کا اثر اور ثمرہ بھی نہایت ضعیف ہو جاوے گا بعینہٖ یہی حالت اُن لوگوں کی ہے جو کسی قدر نماز روزہ اور بعض معاملات بھی درست کر کے اپنے کو مقدس اور متبع اور تمام دنیا کو فاسق بدعتی کافر جہنمی سمجھ بیٹھتے ہیں اور خفیف اُمور میں اُن سے اُلجھتے ہیں اور ہر شخص سے فساد وفتنہ کرتے ہیں۔ اور بعضے ان میں عوام سے گزر کر علماء اور بعض ائمہ اعلام یا حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کی شان میں بدگمانی کر کے بدزبانی کرنے لگتے ہیں۔ اسی کو دین کی بڑی حمایت اور خدمت سمجھتے ہیں۔ اور جس ذات

مقدسہ کے اتباع کا دعویٰ ہے خود آپ کے ساتھ یہ برتاؤ ہے کہ نہ آپ کا نام مبارک ادب سے لیتے ہیں نہ کبھی آپ کا ذکر مبارک شوق سے کرتے ہیں نہ کبھی ذکر مبارک سُن کر گداختہ ہوتے ہیں نہ درود شریف کا کوئی معمول اُنہوں نے ٹھہرایا ہے نہ آپ کے محبوبوں (یعنی علماء وصحابہ واہل بیت) سے اُن کو کوئی تعلق محبت واحترام کا معلوم ہوتا ہے۔ ان اُمور میں بعض تو موجب خسراں وعصیاں ہے اور بعض سبب حرمان ﴿یعنی بہت بڑے مراتب اور ثواب سے محرومی کا باعث ہیں۔ ۱۲/منہ﴾ ہیں کیونکہ اخلاق ظاہرہ وباطنہ کی اصلاح فرائض میں سے ہے جس میں خلل اندازی عصیاں ہے اسی طرح آپ کے وارثان علوم سے عظمت واحترام کا تعلق اور آپ کی اُمت سے شفقت ورحمت کا تعلق رکھنا بھی واجب ہے جس کا ترک یقینی خسران ہے باقی جو آداب خاصہ وحقوق محض عبادت نافلہ کے درجہ میں ہیں اُن کی کمی میں بھی خاص برکات سے محرومی تو ضرور ہے اس کوتاہی کی اصلاح کاملین اہل اللہ کی صحبت اور کتب سیر نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم وحقوق مصطفویہ مثل شفاء قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ اور کتب اخلاق وسلوک کا مطالعہ اور اُن پر عمل کرنے کا اہتمام ہے۔ ہر اُمتی کو یہ سمجھنا چاہئے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہمارے چند تعلقات ہیں۔

(۱) ایک تعلق یہ کہ آپ نبی ہم اُمتی۔ (۲) دوسرا یہ کہ آپ حاکم ہم محکوم۔

(۳) تیسرا تعلق یہ کہ آپ دارین میں محسن ہم زیر بار احسان۔ (۴) چوتھا تعلق یہ ہے کہ آپ محبوب ہم محب اور ان میں سے ہر تعلق جب کسی کے ساتھ ہوتا ہے تو اس پر خاص خاص حقوق وآداب کا مرتب ہونا معلوم اور مسلم اور معمول ہے پس جب آپ کی ذات بابرکات میں سب تعلقات مجتمع ہوں اور پھر سب اعلیٰ اور اکمل درجہ کے تو آپ کے حقوق بھی ظاہر ہے کہ کس قدر اور کس درجہ کے ہوں گے۔ اُن سب کے ادا کرنے کا دل سے اور التزام سے ایسا اہتمام کرنا چاہئے کہ وہ کثرت عادت اور استحضار اُلفت سے شدہ شدہ طبعی ہو جاویں اور پھر بھی آپ کے حقوق کے مقابلہ میں

اپنی اس خدمت کو کہ در حقیقت اس کا نفع اپنی ہی طرف عائد ہے ناتمام سمجھے۔ یہ مختصر مضمون ختم ہوا اور اس کے ختم ہونے کے وقت یاد آیا کہ احقر نے ایک رسالہ ''نشر الطیب'' متوسط حجم کا سیرت نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم میں لکھا ہے۔ میں اُمید کرتا ہوں کہ وہ اس مختصر کی شرح کے لئے کافی اور بقصد اعتقاد و عمل اُس کا مطالعہ میں رکھنا ان سب اصلاحات کے لئے اِن شاء اللہ تعالیٰ کافی ہوسکتا ہے۔ دُعائے اشاعت فرمایئے۔ والسلام

﴿اس کے بعد بفضلہٖ تعالیٰ وہ رسالہ شائع ہوگیا۔۱۲ منہ﴾

# تتمہ مضمون سابق

یہ تتمہ پہلے مضمون سے الگ کوئی مضمون نہیں ہے بلکہ ایک درجہ میں گویا اُسی کی تفصیل اور شرح ہے۔ مضمون سابق میں زمانہ کا رنگ قبول کرنے والی طبائع کی نسبت جس کوتاہی کا بیان ہوا ہے اس کا تتمہ یہ ہے کہ ایسے لوگ در حقیقت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے تینوں حقوق میں تقصیر کئے ہیں۔ متابعت و محبت کا موجود نہ ہونا تو ظاہر ہے اور پہلے مضمون میں اس کو صراحت سے بیان کر دیا گیا ہے۔ البتہ اُن کے اس عمل سے کہ اُن کی زبان یا قلم سے بعض ایسے مضامین صادر ہوتے ہیں کہ اُن سے آپ کی عظمت یا آپ کے قانون کی عزت ظاہر ہوتی ہے یہ شبہ ہوسکتا ہے کہ شاید وہ آپ کا حق عظمت ادا کرتے ہیں لیکن اگر ذرا نظر کو عمیق کیا جاوے تو ثابت ہو جاوے کہ یہ احتمال بھی واقعیت نہیں رکھتا حقیقت یہ ہے کہ آپ کی جس عظمت میں گفتگو ہو رہی ہے وہ عظمت ہے جس کے ساتھ آپ حامل وحی ہونے کی حیثیت سے متصف ہیں اور ان لوگوں کی تحریر و تقریر میں نظر کرنے سے اتنا معلوم ہوتا ہے کہ اُن کے قلوب میں آپ کی جو عظمت ہے وہ اس حیثیت سے نہیں بلکہ ایک حکیم تمدن ہونے کی حیثیت سے ہے کیونکہ ان دونوں عظمتوں کے آثار کا موجود نہ ہونا ہمارے دعوے کی دلیل ہے۔

چنانچہ اعتقاد عظمت نبوی کے آثار یہ ہیں کہ آپ کے احکام سنتے ہی یہ معلوم ہو

کہ گویا حق تعالیٰ نے ہم سے خود فرما دیا ہے اور یہ کہ اُس حکم کے قبول کرنے میں حکمت و مصلحت سمجھنے کا ہرگز انتظار نہ ہو بلکہ اگر بادی النظر میں کسی حکمت کے خلاف بھی معلوم ہو تب بھی اسی خوشی سے قبول کرے جیسا حکمت معلوم ہونے کے وقت کرتا اور نہ بدون حکمت سمجھے ہی اس حکم کی وقعت میں کچھ کمی ہو بلکہ جس طرح ادنیٰ خدمت گار شاہی حکم سُن کر مغلوب ووالہ ہو کر دیوانہ اور اُس کی بجا آوری کے لئے دوڑتا ہے اسی طرح اس کی کیفیت ہو جاوے اور یہ کہ اُس حکم کے خلاف کا مستحسن ہونا خیال میں بھی نہ آوے بلکہ اجمالاً یوں سمجھے کہ بس تمام خیر و برکت اور حکمت و مصلحت اور فلاح و صلاح اسی میں منحصر ہے۔ خواہ ہمارا ذہن کوتاہ اُس کی تفصیل تک پہنچے یا نہ پہنچے۔

بقول حضرت عارف گنجوی رحمہ اللہ ؎

زباں تازہ کردن باقرار تو نینگیختن علت از کار تو

اور صرف حکیم تمدن ہونے کے لحاظ سے جو اعتقادِ عظمت ہوتا ہے اُس کے آثار یہ ہیں کہ حکم سُن کر اتنا ہی اثر ہو جو ایک مخلوق ذی رائے کی رائے کو سُن کر ہوتا ہے اور یہ کہ اُس کے قبول کرنے میں یا اُس کو بنظر وقعت دیکھنے میں اس کا بھی انتظار ہو کہ اس میں عقلی (اور عقلی میں بھی دنیوی) مصلحت کیا ہے جب تک مصلحت نہ معلوم ہو اُس میں سخت تردّد و خلجان رہے اور ہرگز اُس پر عمل کرنے میں شرح صدور نہ ہو۔

خود بھی ایک قسم کی تنگی اور جبر و تحکم کا سا اثر رہے اور دوسروں کے سامنے بھی اُس کا دعویٰ کرتے ہوئے ایک گونہ خجلت اور بے وقعتی کی سی کیفیت رہے اور بار بار اُس حکم کی جانب مخالف کی ترجیح کا ہجوم اور اس کی تمنا کا قلب پر غلبہ رہے اور ہرگز اس کے صحیح ہونے کا دل کھول کر حکم نہ کر سکے بلکہ اس فکر میں رہے کہ کسی طرح اس کا شرعی ہونا ثابت نہ ہو اور جب اور کچھ نہ ہو سکے تو بعض تاویلات سے اس حکم کے شرعی ہونے کا انکار کر دے کبھی اُس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب ہونے میں شبہات پیدا کرے بلکہ اس کو راویوں کی نقل کی غلطی یا اُن کی رائے کی آمیزش کا اثر

بتلا دے اور کبھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب ہونے کو تسلیم کر کے خود آپ کی نسبت کسی ضرورت و مصلحت وقت کے اتباع کا دعویٰ کرے اور چونکہ وہ مصلحت باقی نہیں رہی لہٰذا اُس حکم کو بھی موجود نہ سمجھے غرض ہزاروں حیلے نکالے مگر اُس حکم کو نہ مانے یا اگر مانے تو اعتقاد سے نہ مانے بلکہ بدنامی سے بچنے کو یا قومی شیرازہ کے منتشر ہونے کی ضرورت سے مانے۔ یا اعتقاد ہی سے مانے مگر نشاط خاطر کے ساتھ نہ مانے بلکہ مذہبی مجبوری سمجھ کر مانے۔ (اور یہ اُن میں سب سے زیادہ سلیم و صالح طبائع کا حال ہے) اور وہ یہ مراتب ہیں جو کم و بیش کفر سے سب ملے ہوئے ہیں کوئی صریح کفر ہے کوئی خفی کفر ہے کوئی فکر بننے کو ہے کما لا یخفی علی المتفطن السلیم (چنانچہ سمجھ دار سلیم الطبع پر پوشیدہ نہیں۔)

جب دونوں اعتقادوں کے آثار جدا جدا معلوم ہو گئے آ گئے ہر شخص کو مشاہدہ سے اپنے اندر بھی اور غیر کے اندر بھی ان آثار کا وجود و عدم معلوم ہو سکتا ہے اور اس سے ہمارے دعوے سابقہ کا صدق بخوبی واضح ہو جاوے گا۔ (اس مضمون کی شرح زیادہ تحقیق کے ساتھ مطلوب ہو تو مضمون عظمت وحی رقم زدہ حضرت مولانا محمود حسن صاحب دامت فیوضہم جو القاسم کے نمونہ میں شائع ہوا ہے ملاحظہ فرما لیا جائے) ہماری اس تقریر کے یہ معنی نہ سمجھے جاویں احکام شرعیہ حکمت سے خالی اور عاری ہیں حاشا وکلا بلکہ مقصود یہ ہے کہ ان کا اتباع اور اُن کی خاص عظمت کا اعتقاد فہم حکمت پر موقوف نہ ہونا چاہئے۔ ہاں وہ خود ایک مستقل علم ہے کہ اس کو اَسرارِ شریعت کا لقب دیا جاتا ہے مگر اُس کے اہل خواص عارفین ہیں عوام الناس کو اُس سے بجائے نفع کے ضرر کا احتمال غالب ہے کئی وجہ سے۔

(ا) ایک اس لئے کہ ان میں سب تو منصوص ہیں نہیں اجتہادی بکثرت ہیں جن میں احتمال خطاء کا بھی ہے سو اگر کبھی اُس کا غیر صحیح ہونا ظاہر ہو گیا اور عامی کے خیال میں اس حکم کی وہی حکمت یقینی تھی تو اس کے صحیح نہ ہونے سے اس حکم کو غیر صحیح سمجھ بیٹھے گا (بخلاف خواص کے کہ وہ اس کو یقینی علت اور مبنی حکم کا نہ سمجھیں گے۔ اس

لئے حکم میں ان کو کبھی کوئی خدشہ نہ ہوگا۔

(۲) دوم اس لئے کہ کبھی کوئی مبنیٰ اور حکمت صحیح معلوم ہوگی لیکن بعض اوقات وہ وجہ اور حکمت اس عامی کی نظر میں باوقعت نہیں ہوگی تو اس حکم کو بھی بے وقعت سمجھنے لگے گا۔

(۳) سوم اس لئے کہ ہر حکمت علت نہیں ہوتی بعض اوقات عامی اُس کو علت اور اصلی سبب سمجھ کر کسی موقع میں اس کے موجود نہ ہونے سے حکم ہی کے غیر موجود ہونے کا حکم لگا دے گا۔

(۴) چہارم یہ کہ ہر حکمت مقصود بالذات نہیں ہوتی بعض اوقات عامی اُس کو مقصود بالذات سمجھ کر کسی محل و مواقع میں حکمت کے حاصل ہو جانے کو کافی سمجھ کر تحصیل حکم کی ضرورت نہ سمجھے گا اور ان دونوں صورتوں (سوم و چہارم) میں اجتہاد باطل کا باب وسیع ہو جاوے گا مثلاً سفر میں مشقت پر نظر کر کے قصر کا حکم لگا دیا گیا ہے۔ لیکن یہ علت نہیں حتیٰ کہ اگر سفر میں مشقت بھی نہ ہو تب بھی قصر ہے اور اسی طرح وضو مشروع ہوا ہے حکمت نظافت و طہارت سے لیکن اگر طہارت و نظافت حاصل ہو تب بھی وضو سے استغناء نہ ہوگا۔

(۵) پنجم یہ کہ عامی مخالف دین کے مناظرہ میں اس کو بیان کرے گا۔ اور اگر وہ یقینی نہیں تو اُس میں مخالف نے اگر خدشہ نکال دیا تو یہ مغلوب ہو جاوے گا اور اس میں اسلام کو اور حق کو صدمہ پہنچے گا۔ مثلاً کسی نے کتا پالنے کی ممانعت کی یہ حکمت بیان کی کہ اس میں صفت سبعیت کی ہوتی ہے تو اگر کسی نے اس میں یہ خدشہ پیدا کیا کہ تعلیم کے بعد سبعیت نہیں رہتی پھر کیوں ممنوع ہے تو یہ شخص بزبان حال اس حکم کو بے بنیاد کہے گا۔ بخلاف راسخ فی العلم کے کہ وہ بجائے اس حکمت کے یہ کہے گا کہ ہمارے آقائے عظیم الشان کا یہ حکم ہے ہم نہیں جانتے کیا مصلحت ہے تو اُس شخص پر کوئی خدشہ ہی نہیں ہو سکتا۔

یہ شرح تھی مضمون متعلق حضرات محکوم الجدّت کی۔ اُس کے بعد اس مضمون سابق میں ان لوگوں کی کوتاہی کا بیان ہے جن میں ظاہراً بعض آثار محبت کے بھی پائے

جاتے ہیں اس میں یہ بھی مذکور ہے کہ خود ان اعمال مذکورہ میں بھی جن کو عنوان محبت سے وہ اختیار کرتے ہیں بسا اوقات حدود شرعیہ کو محفوظ نہیں رکھتے اس کا تتمہ یہ ہے کہ:

''یہ لوگ بھی درحقیقت تینوں حقوق کو ضائع کرتے ہیں متابعت کی نفی تو ظاہر ہے لیکن اگر غور کیا جائے تو ان کے قلب میں حقیقی عظمت ومحبت بھی نہیں گو زبان سے تعظیم ومحبت کا دعویٰ کرتے ہیں کیونکہ ہم مشاہدہ کرتے ہیں کہ اعتقاد عظمت کے لئے یہ لازم ہے کہ اپنے اِرادے اس معظم ومکرم کے اِرادوں کے سامنے فنا ہو جائیں چنانچہ کسی رئیس کے پاس کسی عظیم الشان با اختیار افسر کا حکم ضابطہ کا یا نج کا فوری حاضری کے لئے آوے اور فوری بھی ایسا کہ وہ حاکم دروازے پر ٹھہر کر جلدی طلب کرے تو اس وقت ہم اس کی حالت کا اندازہ اس کی حرکات سے کرتے ہیں کہ اُن میں اختیاریت کی شان پر اضطراریت کی حالت کو غلبہ ہوتا ہے کہ حتیٰ کہ اکثر اُمور اُس وقت معمول کے خلاف اس سے سرزد ہونے لگتے ہیں اور وقار ومتانت سب مرتفع ہو جاتا ہے اور یہ سب علامت ہے فناء اِرادہ کی اور منشا اس کا وہی اعتقاد عظمت ہے اور فناءِ اِرادہ کے لئے یہ لازم ہے کہ متابعت تعمیل ارشاد میں مبادرت وسبقت ہو۔ جب متابعت نہ ہوئی تو ظاہر ہے کہ حقیقی عظمت بھی دل میں نہ ہوئی اور جس طرح غلبۂ عظمت سے اِرادہ فنا ہوتا ہے اسی طرح غلبۂ محبت سے بھی فنائے اِرادہ پیدا ہوتا ہے گو دونوں کیفیتیں جدا جدا قسم کی ہیں مگر فنائے اِرادہ دونوں کے لئے لازم اعم ہے جیسے حرارت کہ نار کو بھی لازم ہے اور دھوپ کو بھی۔

پس جس طرح حرارت کے نہ ہونے سے دھوپ اور آگ کا معدوم ہونا لازم آتا ہے اسی طرح جب متابعت نہ ہوگی محبت وعظمت دونوں کے معدوم ہونے کا حکم کیا جاوے گا۔ اسی معنی میں حضرت عبداللہ بن المبارک کا ارشاد ہے۔

لو کان حبک صادقا لا طعته　　ان المحب لمن یحب مطیع

البتہ ادنیٰ درجہ کی محبت واعتقادِ عظمت کا انکار نہیں کیا جاتا۔ لیکن شرعاً مطلوب ہے

ان دونوں کا غلبہ اور قوت جیسا کہ اس ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہوتا ہے:

" لا یؤمن احدکم حتی اکون احب الیہ من ولدہ ووالدہ والناس اجمعین " ﴿کسی شخص کو ایمان کامل نصیب نہیں ہوسکتا جب تک کہ میں (یعنی حضور سرورِ عالم) اس کے نزدیک اولاد اور ماں باپ اور تمام تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں﴾ اور ان لوگوں کا دیگر اُمور شرعیہ میں متابعت نہ کرنا تو ظاہر ہے۔ چنانچہ مضمون ﴿جو جمادی الاولیٰ میں شائع ہوا ہے۔﴾ مذکور میں کچھ اس کی تفصیل بھی ہے لیکن خاص اُن اُمور میں جن کو وہ عنوان محبت سے اختیار کرتے ہیں اس متابعت کا معدوم ہونا اُس مضمون میں مجملاً بیان کیا گیا ہے کہ اُن میں بھی بسا اوقات حدود شرعیہ کو محفوظ نہیں رکھتے۔ اس کی تفصیل اُن لوگوں کے ان طریقوں کے دیکھنے سے ہوسکتی ہے۔ مثلاً یہ کہ آپ کی مدائح میں اس قدر غلو اور مبالغہ کرتے ہیں کہ اس میں دوسرے حضرات انبیاء اور ملائکہ علیہم السلام کی شان میں گستاخی ہوجاتی ہے۔ مثلاً ؎

برآسمان چہارم مسیح بیمار است　　تبسمِ تو برای علاج درکار است

اور مثلاً ؎

شب و روز اُن کے صاحبزادوں کا گہوارہ جنباں تھا
عجب ڈھب یاد تھا روح الامیں کو بھی خوشامد کا

نصوص قرآنیہ وحدیثیہ میں ان حضرات مقدسین کے تعظیم و ادب کا حکم وارد ہے۔ پس ایسے طریقہ میں ترک متابعت نبویہ ہے۔ اور یہ کہ بعض اوقات خود حضرت حق جل وعلیٰ شانہ کے حضور میں گستاخی ہوجاتی ہے مثلاً ؎

پئے تسکین خاطر صورتِ پیراہن یوسف
محمد کو جو بھیجا حق نے سایہ رکھ لیا قد کا

اور مثلاً ؎

طوافِ کعبہ مشتاقِ زیارت کو بہانہ ہے

کوئی ڈھب چاہئے آخر رقیبوں کی خوشامد کا

نعوذ باللہ منہ اس کو ترک متابعت کی سب سے بُری مثال سمجھنے میں کس کو کلام ہوسکتا ہے اور یہ کہ بعض اوقات خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ مبارک میں گستاخی ہوجاتی ہے مثلاً اس مصرعہ سے حضور پُر نور کو مخاطب بنانا۔ ع

اے نرگسِ شہلائے تو آوردہ رسمِ کافری

الٰہی توبہ۔ اس کو ترک متابعت کہہ کر ترک عظیم کی دلیل بنانے کی کچھ ضرورت نہیں اس کا ترک تعظیم ہونا خود ظاہر ہے۔ اور یہ کہ روایات موضوعہ فضائل میں بیان کرتے ہیں جس پر حدیث نبوی میں سخت وعید وارد ہے۔ ظاہر ہے کہ حدیث کے خلاف کرنا ترک متابعت ہے۔ اور یہ کہ ان مدائح وفضائل کے بیان میں بہت سے منکرات اعتقادیہ وعملیہ کو منضم کرلیا ہے ایک ممنوع شرعی تو خود ان چیزوں کو ضم کرلینا اور ملا لینا ہے۔ پھر اُن ناپسند چیزوں کو مستحسن اور پسندیدہ سمجھنا اور ان پر اصرار کرنا دوسری خرابی ہے پھر جو شخص ان منکرات کی اصلاح کرے اس سے عناد وبغض رکھنا یہ تیسری خرابی ہے۔ غرض ان کے یہ طریقے ہمارے اس دعوے کی پوری دلیل ہیں۔ کہ اُن میں متابعت نہیں ہے۔ یہ شرح تھی مضمون متعلق حضرات مدعیان محبت کی۔ اس کے بعد اُس مضمون سابق کے اخیر میں اُن لوگوں کی کوتاہی کا بیان ہے۔ جو متابعت ظاہری کا اوروں سے زیادہ اہتمام کرتے ہیں مگر اُن میں تعظیم وادب اور شوق ومحبت کی شان کم ہے۔

اس بیان کی شرح یہ ہے کہ ان میں غلبۂ ادب اور غلبۂ محبت کی کمی تو ظاہر ہے لیکن نظر غائر سے دیکھا جاوے تو معلوم ہوتا ہے کہ ان میں متابعت ہی کامل نہیں کیونکہ حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات قولیہ وعادات فعلیہ کو دیکھنے سے بداہۃً بلکہ حساً حبتاً ثابت ہوتا ہے کہ یہ طرزِ خاص خشونت ﴿خشونت سختی اور کھردرا پن۔ تقشف خشکی اور پوست ہی پوست ہونا کہ مغز ندارد یعنی زاہد خشک۔ تعسیر تنگی اور دُشواری کرنا۔ تنفیر نفرت دِلانا۔ تبشیر خوش خبری دینا۔ تیسری نرمی اور آسانی کرنا۔﴾ تقشف تعسیر و

تحقیر کا آپ کو سخت ناپسند ہے اور جب یہ اُمور حضور کو پسند نہیں۔

اور برخلاف اس کے قرآن وحدیث میں خود حضور کی توقیر وادب اور محبت میں اپنی جان پر بھی آپ کی ترجیح اور اُمت کے ساتھ تبشیر وتیسیر کے احکام وارد ہیں۔ تو ان میں خلل اندازی کرنا متابعت کے ساتھ کیسے جمع ہوسکتا ہے اور اس میں مراتب مختلف ہیں۔ بعض تو حد خسران تک پہنچ گئے ہیں۔ ادب یا محبت کے حقوق واجبہ اعتقادیہ یا عملیہ کو بیٹھے ہیں مثلاً معتزلہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جبرئیل علیہ السلام کو اور اسی طرح جمیع انبیاء علیہم السلام سے تمام ملائکہ علیہم السلام کو افضل بتلاتے ہیں جس کا جواب کتب کلامیہ میں مفصل ومدلل مذکور ہے یہاں صرف جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی افضلیت جبرئیل علیہ السلام پر مختصر طور پر سمجھ لینا چاہئے۔

## رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی افضلیت جبرئیل علیہ السلام پر

اُن لوگوں کو شبہ ہوگیا ہے کہ قرآن مجید سے جبرئیل علیہ السلام کا آپ کے لئے معلم ہونا منصوص ہے اور ظاہر ہے کہ اُستاد بحیثیت اُستادی شاگرد سے افضل ہوتا ہے۔ اور اگر معلم کے افضل ہونے کو تسلیم نہ کیجئے تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اُمت سے باعتبار علم کے افضل ہونا ثابت نہ ہوگا حالانکہ آپ اس حیثیت سے بھی بالاتفاق افضل ہیں۔

جواب اس شبہ کا یہ ہے کہ معلم کی دو حیثیتیں ہوتی ہیں۔ ایک محض مبلغ وسفیر ہوتا ہے جس کے متعلق محض بات کا پہنچا دینا ہے۔ اس میں معلم کا افضل ہونا ضروری نہیں اگر بادشاہ اپنے وزیر کے پاس خاص قاصد کے ہاتھ کوئی پیام بھیجے تو یہ قاصد وزیر سے افضل نہ ہوجاوے گا دوسری حیثیت اُستاد واتالیق ہونا جس کے متعلق متعلم وشاگرد کی تربیت بھی ہے۔ اس میں معلم کا افضل ہونا ضروری ہے سو جبرئیل علیہ السلام آپ کے معلم بالمعنی الاوّل ہیں نہ بالمعنی الثانی کیونکہ مربی بمعنی ثانی اتالیق وتربیت دہندہ حسب تصریح حدیث ''علمنی ربی فاحسن تعلیمی و ادبنی ربّی فاحسن تادیبی'' خود حضرت حق جل وعلیٰ شانہ بلا واسطہ ہیں۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اُمت کے لئے معلم بمعنی ثانی ہیں۔ پس آپ کی اور جبرئیل کی معلمیت میں بڑا فرق ہے۔ پس معتزلہ کی یہ بہت بڑی گمراہی ہے عقیدہ واجبہ میں۔

اور مثلاً میں نے ایک مقام پر بچشم خود دیکھا ہے کہ ایک صاحب نے ایک حدیث ڈھونڈھنے کے لئے مؤطا امام مالک کا نسخہ المباری میں سے نکالا اور اس کو کھڑے کھڑے فرش پر زور سے پٹک کر مارا اہل مجلس میں سے ایک شخص نے کہا کہ میاں حدیث کی یہ بے ادبی تو وہ جواب میں فرماتے ہیں۔ میں نے بے ادبی کیا کی ہے اس کی گرد جھاڑی ہے۔ جب قیامت میں ان کی گرد جھڑے گے تب حقیقت معلوم ہوگی۔ سو یہ اس خشک دماغی کا اضلال ہے عمل واجب میں اللّٰھم احفظنا و نعم ما قیل۔

از خدا جوئیم توفیقِ ادب　　بے ادب محروم ماند از فضل رب
بے ادب تنہا نہ خود را داشت بد　　بلکہ آتش درہمہ آفاق زد

﴿مجھ کو میرے پروردگار نے تعلیم دی پس بہت خوب خوب تعلیم دی اور مجھ کو میرے پروردگار نے ادب سکھلایا پس خوب ہی سکھلایا۔﴾

از ادب پرنور گشت است ایں فلک　　از ادب معصوم و پاک آمد ملک
بدز گستاخی کسوفِ آفتاب　　شد عزازیلے ز جرأت ردِّ باب

﴿گستاخی مردم کہ مقتضی شد تخویف اوشاں را و حکمت کسوف ہمیں تخویف است کہ در حدیث آمدہ ۱۲ منہ مدظلہ۔﴾

حدیث میں ایک گُستاخ کا قصہ آیا ہے کہ وہ بائیں ہاتھ سے کھاتا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دائیں ہاتھ سے کھانے کو فرمایا۔ اُس نے براہِ بے ادبی کہا کہ میں دائیں ہاتھ سے کھا نہیں سکتا آپ نے فرمایا کہ (خدا کرے) تو اس سے کھا ہی نہ سکے۔ بس وہ فوراً شل ہوگیا۔

حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کا آپ کی طرف بے دھڑک ہو کر نہ دیکھنا اور ایک بزرگ کا اس سوال کے جواب میں کہ تم بڑے ہو یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ کہنا کہ

بڑے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں مگر عمر میری زیادہ ہے۔ ﴿اصلی الفاظ یہ ہیں: "انت اکبر ام رسول اللّٰہ. قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم اکبر وانا اسن۔﴾ کیا قولی ادب کا کافی نمونہ نہیں ایک بزرگ کا اس سننے کے بعد کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کمان ہاتھ میں لی تھی تمام عمر بلا وضو کمان کو مس نہ کرنا کیا قابل التفات وتقلید نہیں ہے۔ اسی طرح حضرات صحابہ کی عادت تھی کہ جب بیٹھتے ایک دوسرے سے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیۂ مبارک اور شمائل وطرز عمل پوچھتے۔ چنانچہ شمائل ترمذی کی روایتیں اس میں صریح ہیں۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ خاص آستانہ مبارک پر سلام پہنچانے کے لئے قاصدوں کی ڈاک کا انتظام کرتے تھے۔ جمہور اُمت مدینہ طیبہ کی حاضری کا اہتمام کرتے رہے۔

اکثر سلف دُرود شریف کی کثرت رکھا کرتے تھے۔ خود حدیث میں ہے کہ جس مجلس میں اللہ تعالیٰ کا ذکر اور درود شریف نہ ہو وہ مجلس اہل مجلس کے حق میں موجب حسرت ہے اس سے معلوم ہوا کہ گو یہ اُمور موکد نہ ہوں مگر ان کی کمی موجب حسرت وحرمان ہے اور جیسے کمی سے حرمان ہوتا ہے اسی طرح ان کے اہتمام والتزام سے گونا گوں برکت و فیضان ہوتا ہے۔ دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی پھر دنیا میں دنیوی بھی اور اُخروی بھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک صحابی کو جبکہ انہوں نے کئی بار سوال و جواب کے بعد یہ عرض کیا کہ بس اب میں تمام وظائف کی جگہ درود ہی ٹھہرا لوں گا۔ یہ ارشاد فرمانا کہ تو پھر تمہارے سب گناہ معاف ہوتے رہیں گے۔ اور سب فکروں کی کفایت ہوتی رہے گی اس کی کافی دلیل ہے۔

اس وقت ایک عجیب الشان عظیم المکان فیضان کی حکایت یاد آتی ہے اُسی پر اپنے مضمون کو ختم کرنا چاہتا ہوں۔ جس سے ثابت ہوگا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تعلق بڑھانے سے خود آپ کی عنایتیں کیسی مبذول ہوتی ہیں۔

اس حکایت کو امام جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ نے اپنے رسالہ شرف ختم میں

سلسلہ وار سند سے لکھا ہے کہ وہ روایت ﴿یعنی امام جلال الدین نے اس کو شیخ کمال الدین سے سُنا ہے۔﴾ کرتے ہیں شیخ کمال الدین رحمہ اللہ سے اور وہ شیخ شمس الدین جزری سے اور وہ شیخ زین الدین مراغی سے اور وہ شیخ عز الدین احمد فاروقی کے واسطے سے اور وہ اپنے والد شیخ ابو اسحٰق ابراہیم سے اور وہ اپنے باپ شیخ عز الدین عمر سے رحمہم اللہ تعالیٰ کہ میں ۵۵۵ھ ہجری میں سید احمد رفاعی رحمہ اللہ کے ساتھ سفر حج میں تھا جب وہ مدینہ طیبہ پہنچے اور روضہ شریف پر حاضر ہوئے تو اُنہوں نے ان الفاظ سے سلام عرض کیا۔ السلام علیکم یا جدی (اے نانا جان آپ پر سلام) وہاں سے جواب عطا ہوا وعلیک السلام یا ولدی (تم پر سلام اَے میرے بیٹے۔) کہ اس کو تمام اہل مسجد نے سنا حضرت احمد رفاعی پر وجد شدید نے غلبہ کیا اور بڑی دیر تک رویا کئے اور شدت شوق میں عرض کیا یا جداہ

فی حالة البعد روحی کنت ارسلها تقبل الارض عنی وهی نائبتی

وهذه دولة الاشباح قد حضرت فامدد یمینک لی تحطی بها شفتی

یعنی اے نانا جان حالت بُعد میں اپنی رُوح کو حضور میں بھیج دیا کرتا تھا وہ نائب بن کر زمیں بوس ہو جاتی تھی۔ اب جسم کی حاضری کی نوبت آئی ہے سو ذرا اپنا دایاں دست مبارک دیجئے تا کہ میرا لب اُس کے بوسہ سے مشرف ہو جائے۔ پس فوراً آپ کا دست مبارک چمک اور مہک کے ساتھ قبر شریف سے ظاہر ہوا۔ اور ہزاروں آدمیوں نے زیارت کی اور سید رفاعی رحمہ اللہ نے اُس کا بوسہ لیا۔

اور اس کے بعد بلا سند دوسرا قصہ ان ہی کا لکھا ہے کہ جب سال آئندہ پھر حاضر ہوئے تو نہایت انکسار و مسکنت کے ساتھ عرض کیا۔

ان قیل زرتم بما رجعتم یا اکرم الرسل ما نقول

یعنی اگر لوگ ہم سے پوچھیں کہ تم زیارت کر کے آئے تو کیا لے کر آئے تو ہم جواب میں کیا کہیں قبر شریف سے آواز آئی جس کو تمام حاضرین مسجد نے سُنا۔

قولوا رجعنا بكل خير واجتمع الفروع والاصول

﴿چونکہ سید رفاعی سادات میں سے ہیں۔ لہٰذا یہ فرع ہوئی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم اصل۔۱۲﴾

یعنی تم یوں کہنا کہ ہم ہر طرح کی خیر لے کر آئے اور فروع واُصول جمع ہو گئے کیا یہ فضائل قابل رشک نہیں۔ سو یہ بھی تو سوچنا چاہئے کہ بجز کمال اتباع وکمال محبت وکمال اعظام واجلال کے اس دولت کا سبب اور بھی کوئی اُمر ہے و فی ذلک فلیتنافس المتنافسون والمثل هذا فليعمل العاملون ۔ یہ معاملات تو براہِ راست آپ کے ساتھ عمل میں لانے کے ہیں باقی آپ کے اہل تعلیق اہل صحبت اہل قرابت اہل ملت (یعنی خواص وعوام امت) کے ساتھ بھی ادب ومحبت شفقت ورحمت وخدمت کرنا علی حسب تفاوت مراتبہم یہ سب بھی متمم ہیں۔ آپ کے ساتھ معاملہ رکھنے کے جن میں سے بعض واجب ہیں کہ ان میں خلل اندازی سے خسران ومعصیت ہوتی ہے۔ اور بعض مستحب ہیں۔ جن سے اعراض کرنا مفلسی اور محرومی کا باعث ہے۔

یہ بیان تھا اُن لوگوں کا جو شوق میں کمی اور ادب میں خلل کرنے والے ہیں پس محقق وہ ہے کہ سب مراتب حسیہ ومعنویہ واجبہ ومستحبہ کا جامع ہو کما قیل۔

برکفے جام شریعت برکفے سندان عشق ہر ہوسنا کے نداند جام وسنداں باختن

گاہ در دل سازد گہ در دیدہ جا ہر دو جائے تست یا بدر الدجےٰ

مگر بمقتضائے آیت لا تغلوا فی دینكم وآیت تلك حدود الله فلا تعتدوها۔ یہ سمجھ لینا بھی ضروری ہے کہ ان میں جو لوگ مندوبات (مستحبات) میں کمی کرنے والے ہیں اُن پر ملامت یا اُن کی تحقیر یا ان پر تشدد یا اُن سے نفرت رکھنا یہ خود بوجہ تجاوز عن الشرع النبوی کے احداث فی الدین اور موجب ناخوشی سرکار نبوی اور علامت ترک اتباع وخلاف ادب ومنافی تعظیم دربار مصطفوی ہے۔ مسند احمد میں ایک حدیث اس باب میں صریح ہے کہ ایک صحابی نوافل کو چھوڑے ہوئے تھے نماز میں بھی روزے میں بھی، صدقہ خیرات میں۔ دوسرے صحابی اُن سے نفرت رکھتے تھے۔ حضور پُر

نور میں یہ مقدمہ پیش ہوا آپ نے ان نفرت کرنے والے صحابی کے انکار کو نا پسند فرمایا۔ احقر نے اپنے رسالہ "حقیقۃ الطریقہ" میں یہ حدیث پوری نقل کی ہے۔ ولنعم ما قیل

بزہد و ورع کوش و صدق و صفا ولیکن میفزائے بر مصطفےٰ

البتہ ایسے لوگوں کو اگر نرمی و ترغیب سے تکمیل مراتب مستحبہ کی طرف متوجہ کیا جاوے عین خیر خواہی ومطلوب فی الدین ہے۔

اور ایک ضروری اُمر قابل تنبیہ یہ ہے کہ بعض اوقات شوق ومحبت نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کمی کا غلط شبہ ہو جاتا ہے اور یہ شبہ توقیر وتوجہ الی الذات کے غلبہ کے محل میں غیر عارف کو ہو جاتا ہے لیکن فی الواقع وہ بھی محبت نبویہ ہی کا ایک لون ہے۔ شرح اس کی رسالہ "نشر الطیب" میں بضمن حکمت درود شریف کی ہے۔ بس شرح ضروری سب جماعت کی حالت کی ختم ہوئی اور طریق اصلاح سب کا بقدر کافی اصل مضمون میں مذکور ہو چکا ہے اس میں شرح کی حاجت نہ سمجھی اصل مضمون کو دیکھ کر سب اپنی اصلاح کر سکتے ہیں۔ ان ارید الا لاصلاح ما ستطعت وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت و الیہ انیب و ان ربی قریب مجیب۔ (از نشر الطیب)

## فصل پینتیسویں

آپ کے حقوق میں جو اُمت کے ذمہ ہیں جن میں اُم الحقوق محبت ومتابعت فی الاصول والفروع ہے۔ جاننا چاہئے کہ کسی سے محبت ہونا اور اس محبت کا مقتضا متابعت ہونا تین سبب سے ہوتا ہے۔ (۱) ایک کمال محبوب کا جیسے عالم سے محبت ہوتی ہے شجاع سے محبت ہوتی ہے اور (۲) دوسرا جمال جیسے کسی حسین سے محبت ہوتی ہے۔

(۳) تیسرا النوال یعنی عطاء واحسان جیسے اپنے منعم ومربی سے محبت ہوتی ہے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مقدسہ میں تینوں وصف علی سبیل الکمال مجتمع ہیں۔ جب تینوں وصف جو علت محبت ہیں آپ میں جمع ہیں تو خود اس کا طبعی مقتضا ہے کہ آپ کے ساتھ اُمت کو اعلیٰ درجہ کی محبت ہونا چاہئے اگر نص شرعی بھی نہ ہوتی اور

جب کہ نصوص شرعیہ بھی اس کے ایجاب میں موجود ہیں تو داعی عقل وطبع کے ساتھ داعی شرع بھی مل کر آپ کے وجوب محبت کو مؤکد کرتا ہے۔

اور درحقیقت اعظم غایت اس رسالہ کی اسی اَمر کی طرف اہلِ ایمان کو متوجہ کرنا ہے اور یقینی اَمر ہے کہ ان اسباب و دواعی کے ہوتے ہوئے محبت سے اتباع کا انفکاک عادۃً محال ہے جس درجہ کی محبت ہوگی اُسی درجہ کا اتباع ہوگا اور ظاہر ہے کہ محبت علی السبیل الکمال واجب ہے پس متابعت بھی علی السبیل الکمال واجب ہوگی اور اس میں گو کسی کو بھی کلام نہیں ہوسکتا محض تجدید استحضار کے لئے مختصر طور پر تنبیہ کردی گئی اور اسی کی تقویت کے لئے چند روایات بھی ذکر کی جاتی ہیں۔

## پہلی روایت

حضرت اَنس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں کا کوئی شخص مؤمن نہ ہوگا جب تک کہ مَیں اس کے نزدیک اس کے والد اور اولاد اور تمام آدمیوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں روایت کیا اس کو بخاری و مسلم نے (کذا فی المشکوۃ) (ف) یعنی اگر میری مرضیات میں تزاحم ہو تو جس کو ترجیح دی جاوے اسی کے محبوب تر ہونے کی یہ علامت ہوگی۔

## دوسری روایت

امام بخاری نے ایمان و نذور میں عبداللہ بن ہشام سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ میرے نزدیک ہر چیز سے زیادہ محبوب ہیں بجز میرے نفس کے جو میرے پہلو میں ہے (یعنی وہ تو بہت ہی محبوب ہے) جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں کوئی مؤمن نہیں ہوسکتا جب تک خود اس کے نفس سے بھی زیادہ اس کو مَیں محبوب نہ ہوں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ پر کتاب نازل فرمائی کہ آپ میرے نزدیک میرے اس نفس سے بھی زیادہ محبوب ہیں جو

میرے پہلو میں ہے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بس اب بات ٹھیک ہوئی (کذافی المواہب) (ف) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اوّل محبت بلا اسباب کو محبت بالاسباب سے اقویٰ سمجھ کر نفس کو مستثنیٰ کیا پھر آپ کے اس ارشاد سے کہ اپنے نفس سے بھی زیادہ محبوب رکھنا ضرور ہے یہ سمجھ گئے کہ اقویٰ ہونے کا مدار کوئی ایسا امر ہے کہ اس کے اعتبار سے کوئی چیز نفس سے بھی زیادہ محبوب ہوسکتی ہے مثلاً یہ کہ آپ کی خوشی کو نفس کی خوشی پر طبعاً مقدم وراجح پایا سواس حقیقت کے انکشاف کے بعد آپ کی احبیت من النفس کا مشاہدہ کیا اور خبر دی اور مواہب کے مقصد سابع میں دوسرے صحابہ کی بھی حکایتیں محبت کی عجیب وغریب ذکر کی ہیں۔

## تیسری روایت

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری تمام اُمت جنت میں داخل ہوگی مگر جس نے میرا کہنا قبول نہ کیا عرض کیا گیا کہ قبول کس نے نہیں کیا فرمایا جس نے میری اطاعت کی وہ جنت میں داخل ہوگا اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے قبول نہیں کیا روایت کیا اس کو بخاری نے (کذافی المشکوٰۃ) (ف) صحابہ رضی اللہ عنہم کے اس سوال سے معلوم ہوا کہ یہ اِباء مخصوص بہ کفر نہیں ہے ورنہ اس میں کون سا خفا تھا۔ پس آپ کے اتباع نہ کرنے کو اباء سے تعبیر فرمایا گیا اس سے متابعت کا وجوب ثابت ہوا۔

## چوتھی روایت

حضرت اَنس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے میری سنت سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے مجھ سے محبت کی وہ میرے ساتھ جنت میں ہوگا روایت کیا اس کو ترمذی نے (کذافی المشکوٰۃ) (ف) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ علامت آپ کی محبت کی آپ کی سنت کی محبت

ہے اور آپ کی محبت کی فضیلت بھی ثابت ہوئی کہ مفتاح جنت ہے اور جنت کے ساتھ حضور کی معیت کا بھی موجب ہے۔

## پانچویں روایت

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شراب پینے کے جرم میں سزا دی پھر وہ ایک دن حاضر کیا گیا پھر آپ نے حکم سزا کا دیا ایک شخص نے مجمع میں سے کہا کہ اے اللہ اس پر لعنت کر کس قدر کثرت سے اس کو (اس مقدمہ میں) لایا جاتا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس پر لعنت مت کرو واللہ میرے علم میں یہ اللہ اور اس کے رسول سے محبت رکھتا ہے۔ روایت کیا اس کو بخاری نے۔ (ف) اس حدیث سے چند اُمور ثابت ہوئے (ا) ایک بشارت مذنبین کو کہ ان سے اللہ ورسول کی محبت کی نفی نہیں کی گئی دوسرے تنبیہ مذنبین کو کہ نری محبت سزا سے بچنے میں کام نہ آئی تو کوئی اس ناز میں نہ رہے کہ بس خالی محبت بدون اطاعت کے سزائے جہنم سے بچا لے گی۔

البتہ بُعد بعید من الرحمۃ سے بچا سکتی ہے جیسا کہ نہی عن اللعنت سے معلوم ہوا پس جو سزا آخرت کی اس کی ملعونیت پر مرتب ہے یعنی خلود اس سے یہ محبت بچا لے گی بعد سزا کے مغفرت ہو جاوے گی۔ تیسرے فضیلت محبت کی جیسا کہ ظاہر ہے۔ چوتھے تفاوت مراتب محبت کا کہ باوجود ایک عصیان کے اثبات محبت کا حکم فرمایا اس سے ثابت ہوا کہ متابعت کامل نہ ہونے سے گو کمال محبت کا حکم نہ ہوگا مگر نفس متابعت سے کہ ادنیٰ درجہ اس کا کفر سے نکلنا ہے کوئی درجہ محبت کا ثابت جاوے گا۔ پانچویں مؤمن خواہ کتنا ہی گنہگار ہو مگر اس پر لعنت نہ کرنا چاہئے اس سے عظمت ثابت ہوتی ہے اللہ ورسول کی محبت کی کہ اس کا ایک شمہ بھی گو مقرون بالمعاصی ہو مانع عن اللعنت ہے تو اس کا کامل اور خالص درجہ کیسا کچھ مؤثر ہوگا۔

جرعہ خاک آمیز چوں مجنوں کند
صاف گر باشد ندانم چوں کند

یَا سَائِرًا نَحْوًا لحمیٰ بِاللّٰہِ قِفْ فِیْ بَابِہٖ
وَاقْرَأْ طَوَامِیْرَ الْجَوٰی مِنِّیْ عَلٰی سُکَّانِہٖ
اِنْ یَّسْئَلُوْا عَنْ حَالَتِیْ فِی السُّقْمِ مُنْذُ فَقَدْ تُّھُمْ
فَالْقَلْبُ فِیْ خَفقَانِہٖ وَالرَّأْسُ فِیْ دَوْرَانِہٖ
اِنْ فَتَّشُوْا عَنْ دَمْعِ عَیْنِیْ بَعْدَھُمْ قُلْ حَاکِیًا
کَالْغَیْثِ فِیْ تَھْتَانِہٖ وَالْبَحْرِ فِیْ ھَیَجَانِہٖ
لٰکِنَّہٗ مَعَ مَا جَرٰی مَشْغُوْفُ حُبِّ الْمُصْطَفٰے
فَخَیَالُہٗ فِیْ قَلْبِہٖ وَحَدِیْثُہٗ بِلِسَانِہٖ
وَلَطَالَمَا یَدْعُوْمُلِحًّا فِی الدُّعَاءِ مُبَالِغًا
لِیَطُوْفَ فِیْ بُسْتَانِہٖ وَ یَشُمَّ مِنْ رَیْحَانِہٖ
یَا مَنْ تَفَوَّقَ اَمْرُہٗ فَوقَ الْخَلَائِقِ فِی الْعُلَا
حَتّٰی لَقَدْ اَثْنٰی عَلَیْکَ اللّٰہُ فِیْ قُرْاٰنِہٖ
صَلّٰی عَلَیْکَ اللّٰہُ اٰخِرَ دَھْرِہٖ مُتَفَضِّلًا
مُتَرَحِّمًا وَحَبَالَکَ الْمَوْعُوْدُ مِنْ اِحْسَانِہٖ

ترجمہ: "(۱) اے جانے والے بجانب گیاہ زار کے اللہ کے لئے اس کے باغ درخت باں میں ذرا ٹھہرنا اور میری طرف سے دفاترِ غم اس کے رہنے والوں کو پڑھ کر سنانا۔

(۲) اگر وہ میری حالت بیماری کے بارے میں دریافت کریں جب سے مَیں ان سے غائب ہوا ہوں پس قلب اپنے خفقان میں ہے اور سر اپنے دوران میں ہے۔

(۳) اگر وہ میرے اشک چشم کے متعلق اپنے بعد کے زمانہ میں تحقیق کریں تو تُو بطور حکایت کے کہنا کہ مثل ابر کے ہے اس کے برسنے میں اور مثل بحر کے ہے اس کے جوش میں۔

(۴) لیکن وہ محب باوجود اس تمام تر ماجرا کے فریفتہ ہے عشق مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا پس آپ کا خیال اس کے قلب میں ہے اور آپ کا تذکرہ اس کی زبان پر ہے۔

(۵) اور بہت زمانہ طویل سے دُعا کر رہا ہے اور دُعا میں الحاح اور مبالغہ کر رہا ہے تاکہ وہ آپ کے باغ میں طواف کرے اور آپ کے ریحان سے خوشبو سونگھے۔

(۶) اے وہ ذات پاک جن کا رُتبہ تمام خلائق پر بلندی میں فائق ہو گیا یہاں تک کہ آپ پر اللہ تعالیٰ نے اپنے قرآن میں ثناء فرمائی۔

(۷) اللہ تعالیٰ آپ پر درود نازل فرمائے زمانہ کے اخیر تک تفضل کرتا ہوا اور ترحم فرماتا ہوا اور آپ کو اپنے احسانات موعودہ عطا فرمادے۔۱۲ منہ۔

## بعض حکم دُرودشریف (از فصل ۳۷)

بعد بیان فضیلت کے بمقتضائے وارد قلبی اس کی بعض حکمتیں لکھنا مناسب معلوم ہوتا ہے:

### حکمتِ اوّل

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احسانات اُمت پر بے شمار ہیں کہ صرف تبلیغ مامور بہ ہی پر اکتفاء نہیں فرمایا بلکہ ان کی اصلاح کے لئے تدبیریں سوچیں ان کے لئے رات رات بھر کھڑے ہو کر دُعائیں کیں ان کے احتمال مضرت سے دِل گیر ہوئے اور تبلیغ گو مامور بہ تھی لیکن تاہم اس میں واسطہ نعمت تو ہوئے بہر حال آپ محسن بھی ہیں اور واسطۂ احسان بھی پس اس حالت میں مقتضاء فطرتِ سلیمہ کا یہ ہوتا ہے کہ ایسی ذات کے واسطے دُعائیں نکلتی ہیں خصوصاً جب کہ مکافاۃ بالمثل نہ ہو سکے اور ہمارا عاجز ہونا اس مکافات سے ظاہر ہے کیونکہ ان نعماء کا افاضہ غیر نبی سے نبی پر محالات سے ہے اور دُعاء رحمت سے بڑھ کر کوئی دُعا نہیں اور اس میں بھی رحمت خاصہ کاملہ کی دُعا جو کہ مفہوم ہے درود کا اس لئے شریعت نے اسی فطرۃ سلیمہ کے مطابق درود شریف کا اُمر کہیں وجوباً کہیں استحباباً فرمایا۔ (ونحوہ فی المواہب)

## حکمتِ دوم

چونکہ آپ حق تعالیٰ کے محبوب ہیں اور محبوب کے لئے کسی خیر کی درخواست کرنا گو محبوب کو بوجہ اس کے کہ جس سے درخواست کی جاوے وہ خود بوجہ محبت کے وہ خیر اس محبوب کو پہنچادے گا اس خیر کے ملنے میں اس درخواست کی حاجت ہی نہ ہولیکن ایسی درخواست کرنا خود سبب ہوتا ہے اس درخواست کرنے والے کے تقرب کا پس درود شریف میں چونکہ درخواست رحمت ہے محبوبِ حق کے لئے اس لئے یہ ذریعہ ہو جاوے گا خود اس شخص کو حق تعالیٰ کی رضاوقرب میسر ہونے کا۔ (ونحوہ فی المواہب)

## حکمتِ سوم

نیز اس درخواست میں اظہار ہے آپ کے شرف خاص عبدیت کاملہ کا کہ رحمتِ الٰہی کی آپ کو بھی ضرورت ہے۔ (وہذا من سوانح الوقت)

## حکمت چہارم

چونکہ آپ بھی بشریت میں مادیت میں عنصریت میں اُمت کے ساتھ شریک ہیں اور بعض اُمورِ زائدہ مثل کثرتِ مال وغیرہ میں اوروں کے ساتھ مساوی بھی نہیں اور یہ اشتراک اور عدم مساواۃ بسا اوقات منجر ہو جاتا ہے استنکاف کی طرف اعتقاد عظمت و اتباع ملت سے جیسا اُمم ضالہ کو پیش آیا کہ بعض نے یوں کہا: "اَنُؤْمِنُ لِبَشَرَيْنِ مِثْلِنَا وَقَوْمُهُمَا لَنَا عَابِدُوْنَ" اور بعض نے کہا اَبَشَرًا مِّنَّا وَاحِدًا نَّتَّبِعُهٗۤ اِنَّاۤ اِذًا لَّفِیْ ضَلٰلٍ وَّ سُعُرٍ کسی نے کہا لَوْلَا نُزِّلَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ عَلٰى رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيْمٍ اس لئے درود شریف میں اس کا پورا علاج ہے کیونکہ اس میں دعا ہے رحمت خاصہ کی تو اس سے استحضار ہوا اس کا کہ آپ رحمت خاصہ کے مستحق ہونے میں سب سے ممتاز ہیں تو اس اشتراک کے ساتھ اس امتیاز کو بھی تو دیکھو جس کے سامنے دوسروں کا امتیاز مالی وغیرہ گرد ہے۔

اور نیز اس میں حکمتِ اوّل کے لحاظ سے استحضار ہے اس کا کہ ہم لوگ آپ کے ممنون ہیں اور عظمت و منت کا استحضار رافع ہوتا ہے استنکاف کا بالخصوص جب نام مبارک کے قبل لفظ سیدنا و مولانا وغیرہ بھی بڑھایا جاوے اور نام مبارک کے بعد ایسے صفات بڑھائے جاویں جن میں تصریح ہو آپ کے جدوجہد کی اشاعت دین کے لئے جو اعظم احسانات ہے ہم پر اور اس رفع استنکاف سے افتقار و انکسار حادث ہوگا جو کہ اعظم مقامات مقصودہ سے ہے خصوص اس ﴿یعنی خصوص ایسے بزرگ کے مقابلہ میں افتقار جو کہ نصوص میں معظم کہے گئے ہوں اور خصوص اس لئے کہا کہ افتقار فی نفسہٖ بھی محمود ہے۔۱۲ منہ﴾ محل میں جس کے معظم ہونے کا نصوص میں اہتمام کیا گیا ہو جیسے مقبولانِ الٰہی بالخصوص حضرات انبیاء علیہم السلام پھر خصوص سرورِ انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کہ آپ کی طرف افتقار کا استحضار عین مرضی حق اور آپ سے اباء و استغناء بغایت نامرضی ہے کما قال اللہ تعالیٰ:

"هُوَ الَّذِيْ بَعَثَ فِي الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ " وقال اللہ تعالیٰ "لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ "

## حکمت پنجم

بعض طبائع میں غلبۂ مذاق توحید کے سبب وسائط کے ساتھ کہ ان وسائط میں انبیاء بھی ہیں دل زیادہ آویختہ نہیں ہوتا گو بعد حصول قدر واجب اعتقاد و انقیاد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس زیادۃ کا انتفاء مضر نہیں جیسا کہ مواہب کے مقصد سابع میں امام قشیری سے ابو سعید خراز کی حکایت نقل کی ہے کہ انہوں نے خواب میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ! مجھ کو معذور رکھئے کہ اللہ تعالیٰ کی محبت مجھ کو آپ کی محبت میں مشغول نہیں ہونے دیتی آپ نے فرمایا اے

مبارک جو شخص حق تعالیٰ سے محبت کرتا ہے وہ مجھ ہی سے محبت کرتا ہے ( کیونکہ یہ تو وہ جانتا ہی ہے کہ میرے ہی توسط سے تو یہ بات نصیب ہوئی اور اس جاننے کے بعد ممکن نہیں کہ واسطہ سے محبت نہ ہو گو التفات نہ ہو سو امر ضروری محبت ہے نہ کہ التفات دائم ) اور بعض نے کہا ہے کہ یہ واقعہ ایک انصاری عورت کو سرکارِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جاگتے میں پیش آیا تھا اور لیکن کمالِ حال یہ ہے کہ جس واسطہ کی طرف اسی واحد حقیقی نے التفات کرنے کو اپنی رضا کا ذریعہ فرمایا ہے اس کی طرف التفات کرنے کو ذوقاً بھی شاغل عن التوحید نہ سمجھے بلکہ مکمل توحید جانے جیسا کوئی اپنے معشوق کے پاس جانا چاہے اور وہ معشوق اپنا ایک مقرب خاص اس کے پاس بھیج دے کہ اس کو اپنے ہمراہ لے آوے تو قضیۂ عقل یہ ہے کہ جس قدر اپنے محبوب کی مقصودیۃ حقیقیہ اس کے دل میں بسی ہوگی۔ اسی قدر ہر قدم پر اس موصل الی المقصود کے قدم اور زبان پر اس کی توجہ ہوگی کیونکہ اس میں کمی ہونے سے خود وصول الی المقصود ہی مشکوک ہو جاوے گا جس کو یہ ناگوار اور محبوب بالذات کی مقصودیۃ حقیقیہ کے خلاف سمجھے گا اسی طرح جب اس عاشق کو معلوم ہوگا کہ مَیں جس قدر اس کا اِکرام و مداراۃ و خدمت کروں گا میرا محبوب اسی قدر زیادہ خوش ہوگا تو وہ اور بھی اس میں مشغول رہے گا اور یہ شغل مانع عن الاشتغال بالمحبوب نہ ہوگا بلکہ اس اشتغال میں اور زیادہ معین ہوگا پس جس طرح اس مثال میں جس درجہ کی مقصودیت محبوب بالذات کی اس محب کی نظر میں ہوگی اسی درجہ کا التفات موصل کی حرکت وسکون پر ہوگا اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف جس قدر التفات ہو وہ عین علامت ہوگی واحد تعالیٰ کے مطلوب وملتفت الیہ ہونے کی پس دونوں التفاتوں میں تزاحم نہ ہوا بلکہ تلازم ہوا پس اس ذوقی نقص کے رفع کرنے کے لئے درُود شریف مشروع ہوا گویا **صلوا علیه وسلّموا تسلیما** میں حکم ہوا کہ اس واسطہ کی طرف توجہ بالاحترام کرنے سے ہم خوش ہوتے ہیں پس اگر کوئی ہمارا اور ہماری رضا کا طالب ہے تو اس واسطہ کی طرف توجہ بالاحترام کرے اور

اس کو اشتغال بالغیر نہ سمجھے کیونکہ اشتغال بالغیر بالمعنی الاعم منافی توحید نہیں بلکہ اشتغال بالغیر بایں معنٰی کہ وہ غیر حاجب ہو مقصود سے منافی توحید ہے اور جو غیر کہ خود موصل ہو اس کی طرف توجہ کرنا تو لوازم توحید سے ہے کہ بدون اس کے توحید ہی تک وصول نہیں ہوتا (وھاتان الحکمتان من سوانح سالف الوقت)﴿و ھو الذی عبرت عنه فی الخطبة بالعلم العظیم و قد ضاق اللفظ عن اداء ذاک المعنٰی والذی فی القلب اوسع واوقع و للّٰه الحمد ولا فخر۔۱۲منہ﴾

## لبعض العشاق

صَلِّ یَارَبِّ عَلٰی رَأْسِ فَرِیْقِ النَّاسِ
مِنْهُ لِلْخَلْقِ اَمَانٌ بِزَمَانِ الْبَاسِ
صَلِّ یَارَبِّ عَلٰی مَنْ هُوَ فِیْ حَرِّ غَدٍ
كُلَّ مَنْ یُّظْمَأُ یَسْقِیْهِ رَحِیْقَ الْكَاْسِ
صَلِّ یَارَبِّ عَلٰی مَنْ م بِرَجَاءِ الْكَرَمِ
خَصَّ مَنْ جَآءَ اِلَیْهِ لِعُمُوْمِ النَّاسِ
صَلِّ یَارَبِّ عَلٰی مُؤْنِسِ كُلِّ الْبَشَرِ
مُبْدِلِ الْوَحْشَةِ فِی الْقَبْرِ بِاِسْتِیْنَاسِ
صَلِّ یَارَبِّ عَلٰی رُوْحِ رَئِیْسِ الرُّسُلِ
نَقْتَدِیْ نَحْنُ عَلٰی اَرْجُلِهٖ بِالرَّاْسِ

ترجمہ: "(۱) رحمت بھیج اے پروردگار آدمیوں کے گروہ کے سردار پر جن سے خلقت کو امن ہے زمانہ شدت میں۔

(۲) رحمت بھیج اے پروردگار اس ذات پر کہ قیامت کی گرمی میں جو پیاسا ہوگا وہ اس کو شراب (طہور) پیالہ کی پلا دیں گے۔

(۳) رحمت بھیج اے پروردگار اس ذات پر جنہوں نے اُمید کرم کے ساتھ

خاص فرمایا ہر شخص کو جو آپ کے پاس حاضر ہوا عام لوگوں کے لئے۔
(۴) رحمت بھیج اے پروردگار تمام لوگوں کے مونس پر جو وحشت کو قبر میں مبدل بہ انس کرنے والے ہیں۔......... (۵) رحمت بھیج اے پروردگار رئیس الرسل کی روح پر جن کے قدموں پر ہم چلتے ہیں سر کے بل۔ (۱۲ منہ)

و الی هنا انتهی المرام فی هذا المقام.

## ضمیمہ الشذور یعنی ''مکتوب محبوب القلوب''

بعد الحمد و الصلوٰۃ! الشذور کے صفحہ ۴ کے آخر اور صفحہ ۵ کے اوّل میں یہ عبارت واقع ہے۔ بعض میں محبت کے ظاہری آثار بھی پائے جاتے ہیں الٰی قولہ اوّل تو ان اعمال مذکورہ میں بھی (جن میں اُوپر کی عبارت میں آپ کے ذکر مبارک کی مجالس منعقد کرنا بھی مذکور ہے) بسا اوقات حدود شرعیہ کو محفوظ نہیں رکھتے اور صفحہ ۶ کے شروع کے قریب (خشک مزاج لوگوں کی شکایت میں) یہ عبارت ہے نہ کبھی ذکر مبارک سُن کر گداختہ ہوتے ہیں اور صفحہ ۱۴ر کے شروع کے قریب یہ عبارت ہے اسی طرح حضرات صحابہ کی عادت تھی کہ جب بیٹھتے ایک دوسرے سے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیہ مبارک وشمائل وطرز عمل پوچھتے ان عبارات میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکرِ مبارک کے متعلق افراط یا تفریط کرنے والوں کی شکایت مجملاً مذکور ہے چونکہ صاحب رسالہ الشذور کی ایک تحریر مسمی بہ مکتوب محبوب القلوب میں اس مجمل مضمون کی قدر ضروری تفصیل مذکور ہے اور مذکور بھی ایسے بے نظیر عنوان سے کہ اگر طبیعت میں ذرا بھی سلامتی ہو تو پھر اِن شاء اللہ تعالیٰ افراط وتفریط کا نام ونشان تک نہ رہے چنانچہ بڑے بڑے اختلافات اُس مضمون کی برکت سے بفضلہٖ تعالیٰ رفع ہو گئے۔

خصوص جن بزرگ کی خدمت میں یہ خط اُن کے بعض شبہات پیش کرنے پر، جبکہ اُن میں اور اُن کے ایک عالم فرزند میں اس مسئلہ کے متعلق سخت اختلاف واقع ہو رہا تھا جس کی نوبت قطع تعلقات تک پہنچ گئی تھی) لکھا گیا تھا وہاں تو اس قدر عظیم فوری

نفع ہوا جس سے سب متحیر رہ گئے اور باپ بیٹے میں کوئی کشیدگی باقی نہ رہی اس لئے مستحسن معلوم ہوا کہ اُس مضمون کو رسالہ ''الشذور'' کا ضمیمہ بنا دیا جاوے۔ وھو ھذا

کتبہ خادم دربار اشرفی محمد فضل اللہ عفا اللہ عنہ

# مکتوب محبوب القلوب

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

از اشرف علی عفی عنہ بگرامی خدمت مخدومی معظمی دامت برکاتہم السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔ کل الطاف نامہ نے معزز فرمایا برابر جواب کے لئے تیار رہا مگر ہجوم آئندگان و روندگان سے اس وقت تک اپنے اِرادے میں کامیاب نہ ہو سکا اس وقت بیٹھا ہوں مگر ڈاک کے وقت تک اُمید نہیں کہ فراغت کر سکوں کل ہی کی ڈاک میں غالباً جاوے گا۔ جناب والا کو ہر طرح اللہ تعالیٰ نے بزرگی عطا فرمائی ہے زیادہ عرض معروض کرنا خلاف ادب سمجھتا ہوں مگر معاملہ ایسا آپڑا ہے جس میں مصلحت کے علاوہ مسئلہ کا بھی شمول ہے اس لئے محبت و خیر خواہی جو آپ ہی کے عنایات کا اس عاجز پر عکس ہے مجبور کرتی ہے کہ کچھ عرض کروں اور ایسے معروضات میں بدون اس کے کہ دل کھول کر کہے جاویں علی وجہ الکمال ظاہر نہیں ہو سکتے۔

اس لئے قبل عرض مقصود اس قدر استدعا کرتا ہوں کہ میری قلم درازی معاف فرمائی جاوے اور چونکہ معاملہ تحقیق دین کا ہے اس لئے بے تکلف جو خیال مبارک میں آوے ارشاد فرمایا جاوے اور مجھ کو بھی عرض کی اجازت دی جاوے اِن شاء اللہ تعالیٰ تمام پیچیدگیاں رفع ہو جاویں گی اُصول شرعیہ میں سے اور نیز قواعد عقلیہ میں سے یہ اُمر مسلم ہے کہ جو فعل نہ مامور بہ ہو نہ منہی عنہ یعنی نصوص شرعیہ میں نہ اُس کے کرنے کی ترغیب ہو اور نہ اُس کے کرنے کی ممانعت ایسا اُمر مباح ہوتا ہے اور ہر چند کہ مباح اپنی ذات میں نہ طاعت ہے نہ معصیت مگر عوارض خارجیہ کے اعتبار سے ممکن ہے کہ

کبھی وہ طاعت بن جاوے کبھی معصیت ہو جاوے مثلاً چلنا کہ ایک فعل مباح ہے نہ اس پر ثواب نہ عقاب مگر ممکن ہے کہ اس میں کوئی ایسی مصلحت ومنفعت ہو جس سے یہ عبادت ہو جاوے مثلاً مسجد یا مجلس وعظ کی طرف چلنا یا کسی کی عیادت یا تعزیت کے لئے چلنا اور ممکن ہے کہ اس میں کوئی ایسی مضرت مفسدہ ہو جس سے یہ معصیت ہو جاوے مثلاً ناچ دیکھنے کو چلنا یا شراب خوری کے لئے چلنا اور یہ بھی جاننے کی بات ہے کہ مضرت ومفسدہ دو قسم کا ہے لازمی ومتعدی لازمی وہ جس سے خود فاعل کو ضرر پہنچے متعدی وہ جس سے دوسروں کو ضرر پہنچے سو جس طرح فعل مباح بوجہ لزوم ضرر لازمی کے واجب المنع ہو جاتا ہے اسی طرح بوجہ ترتب ضرر متعدی کے بھی ممنوع ہوتا ہے مثلاً کوئی ایسا مریض جس کا مرض محسوس نہیں اور طبیب نے اُس کو افطار صوم کی اجازت دے دی گو اُس کو کھانا پینا علی الاعلان فی نفسہٖ جائز ہے مگر جس مقام پر یہ احتمال ہو کہ کوئی دوسرا شخص یہ حالت دیکھ کر روزہ کی بے وقعتی کر کے اپنا روزہ تباہ کر دے گا اُس مقام پر یہ اَمر جائز بھی ناجائز بن جاوے گا بلکہ اس کا اخفا ضروری ہوگا اور یہ اَمر بہت ہی ظاہر ہے۔ اب دوسرا قاعدہ سمجھنے کے قابل ہے کہ بعض افعال مباحہ تو ایسے ہوتے ہیں جن میں سرتاسر مصلحت ہی مصلحت ہے اُس کے تو مستحسن ہونے میں سب کا اتفاق ہوتا ہے بعض ایسے ہوتے ہیں کہ اُن میں سرتاپا مفسدہ ہی مفسدہ ہے اس لئے ممنوع ہونے میں کسی کو کلام نہیں ہوتا بعض ایسے افعال ہیں جن میں کچھ مصلحت اور کچھ مفسدہ ہوتا ہے کسی کی نظر مصلحت پر ہوتی ہے اور مفسدہ کی طرف یا تو التفات نہیں ہوتا یا اس کو قابل اعتبار نہیں سمجھتے یا اُس میں کچھ تاویل کی گنجائش سمجھ لیتے ہیں ایسا شخص اُس کو جائز بلکہ مستحسن کہتا ہے اور کسی کی نظر مفسدہ پر بھی ہوتی ہے خواہ مفسدہ لازم ہو یا متعدی ایسا شخص اُس کو ممنوع ٹھہراتا ہے خواہ مصلحت پر نظر ہی نہ ہو یا اُس پر بھی نظر ہو کیونکہ قاعدہ مقررہ ہے کہ جب حلّت وحرمت کے اسباب کسی شے میں جمع ہو جاتے ہیں تو وہاں حرمت ہی کو ترجیح ہوتی ہے ایسے اُمور ہمیشہ محلِ کلام واختلاف رہا کرتے ہیں مگر اس

میں اختلاف رفع کرنا اگر اہل اختلاف میں قدرے طلب حق و انصاف ہو بہت ہی سہل ہوتا ہے اس لئے کہ صرف یہ بات دیکھ لینے کی ہوتی ہے کہ اس میں کوئی مفسدہ تو نہیں اگر کوئی مفسدہ نکلے تو مانعین اپنے فتویٰ ممانعت کو چھوڑ دیں اور اگر مفسدہ نکل آوے تو مجوزین اپنے دعویٰ جواز سے رجوع کریں۔ گو اس میں مصلحتیں بھی ہوں اس لئے کہ اُوپر مذکور ہو چکا کہ تعارض کے وقت منع کو ترجیح ہوتی ہے۔ البتہ اگر کسی مامور بہ میں کوئی مفسدہ ہو تو وہاں مفسدہ کی اصلاح کر دی جاتی ہے مگر مباح میں جب کہ اصلاح دُشوار ہو نفس فعل کو ترک کر دینا لازم ہوتا ہے بلکہ مباح تو کیا چیز ہے اگر سنت زائدہ میں ایسے مفاسد کا احتمال قوی ہو اُس کا ترک مطلوب ہو جاتا ہے یہ سب قواعد کتب شرعیہ اُصولیہ و فرعیہ میں موجود و مذکور ہیں اب خیال فرمانا چاہئے کہ عمل مولد شریف بہیئت و قیود مخصوصہ ظاہر ہے کہ نہ کسی دلیل شرعی سے مامور بہ ہے اور نہ کسی دلیل سے ممنوع ہے تو فی حد ذاتہٖ مباح ٹھہرا اب اُسی قاعدہ اولیٰ کے موافق ضرور ہوگا کہ اگر اس میں کوئی مفسدہ اعتقادی یا عملی مرتب نہ ہو نہ لازمی نہ متعدی تو اُس کے جواز یا استحسان میں کوئی کلام نہیں کر سکتا اور اگر اُس میں کوئی مفسدہ مرتب ہوتا ہو خواہ لازمی خواہ متعدی تو اُس کے روکنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہو سکتا اس پر تو سب کا اتفاق ہے اب اتنی سی بات میں اختلاف رہ گیا کہ آیا اس میں کوئی مفسدہ ہے یا نہیں اور اسی بات میں اختلاف ہونے سے اس کے جواز و ناجواز میں اختلاف طویل و عریض ہو گیا۔

سو مفسدہ کا ہونا نہ ہونا یہ کوئی دقیق بات نہیں جس میں بہت غور و نظر و مباحثہ کی حاجت ہو مشاہدہ و تجربہ و تتبع حالت عاملین سے بسہولت معلوم ہو سکتا ہے سو جہاں تک ان مجالس میں شرکت کا اتفاق ہوا اکثر عاملین کے عقائد یا اعمال میں غلو و افراط پایا گیا جس کی تفصیل محتاجِ بیان نہیں سو بنا بر قاعدہ مذکورہ سابق اُن عاملین کے حق میں تو اس عمل کو ممنوع کہنے میں کسی قسم کا شبہ ہی نہیں البتہ یہ شبہ شاید ہو سکے کہ جس کو غلو ہو اُس کو روکنا چاہئے اور محتاط خوش عقیدے کو کیوں روکا جاوے تو اُس کا جواب اُوپر کی تقریر

سے معلوم ہو چکا ہے کہ جس طرح ضرر لازمی سے بچنا واجب ہے اُسی طرح ضرر متعدی سے بھی جس حالت میں کسی شخص نے گو احتیاط کے ساتھ یہ عمل کیا مگر دوسرے دیکھنے والے اُس سے سند پکڑ کر بے احتیاطی کرتے رہے تو ضرر متعدی ظاہر ہے اب اس قاعدے وحکم کی تائید کے لئے ایک آدھ نظیر پیش کرتا ہوں۔

کسی نعمت جدیدہ کی خبر سُن کر سجدہ شکر کرنا حدیث صحیح سے ثابت ہے اور پھر بھی ہمارے امام ہمام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اس کو مکروہ فرماتے ہیں چنانچہ کتب فقہ میں مذکور ہے اُس کی وجہ بقول علامہ شامی صرف یہی ہے کہ اس میں احتمال ہے کہ عوام اس کو سنت مقصودہ نہ سمجھ جاویں۔ اب ملاحظہ فرمایئے کہ عوام کے غلط اعتقادی کے احتمال پر خواص کے لئے بھی وہ فعل مکروہ قرار دیا گیا حالانکہ جواز اُس کا نص سے ثابت ہے اور مسنون ہونا بھی اُس کا مسلم ہے مگر سنت زائدہ ہے سنت مقصودہ نہیں۔ جب عقیدے میں اتنے فرق سے حکم کراہت کا کر دیا جاتا ہے تو جو چیز سنت بھی نہ ہو صرف مباح یا مستحسن ہو اور اباحت واستحسان بھی اس کا محض قیاسی ہو منصوص نہ ہو اور افراط بھی عقیدہ میں اس درجہ عوام نے کر لیا ہو کہ فرض و واجب سے زیادہ موکد قرار دے دیا ہو تو اس حالت میں خواص کے لئے بھی حکم بالکراہت کیوں نہ کیا جاوے گا۔

دوسری نظیر یہ ہے کہ درمیان اذان و اقامت مغرب کے دو رکعت نفل پڑھنا حدیث سے ثابت اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اس کو مکروہ فرماتے ہیں اُس کی وجہ بھی یہی احتمال اعتقاد سنّیت مقصودہ ہے اس احتمال کا موجب کراہت ہونا خود حدیث سے ثابت ہے چنانچہ اسی حدیث متنفل بین الاذان والاقامت میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے تیسری بار میں ارشاد فرمایا: لمن شاء اُس کی وجہ راوی فرماتے ہیں:

کراھة ان یتخذھا الناس سنة۔

تیسری نظیر یہ ہے کہ صلوٰۃ جنازہ میں فاتحہ پڑھنا احادیث سے ثابت اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اُس کو منع فرماتے ہیں یہاں بھی یہی وجہ ہے کہ نماز جنازہ اصل میں دُعا

ہے اور حضور سے فاتحہ جو ثابت ہے وہ بھی بطریق دُعا ہے سو اگر کوئی علیٰ وجہ التلاوۃ پڑھے مکروہ ہے صرف اتنی تفاوت ہے کہ جو چیز علی وجہ الدعاء پڑھی جاوے اُس کو علی وجہ التلاوۃ کسی نے پڑھ دیا تو کراہت آ جاتی ہے پھر صرف اُسی شخص کو منع نہیں کیا بلکہ مطلقاً منع کر دیا تا کہ یہ عادت شائع نہ ہو اور بھی بے شمار اس کے نظائر فقہیہ موجود ہیں ان سب نظائر سے یہ اَمر کالشمس فی نصف النہار واضح ہو گیا کہ جس طرح اپنے عقیدہ و دین کی حفاظت ضرور ہے عوام کے عقیدے و دین کی حفاظت بھی ضرور ہے اب ممکن ہے کہ بعض کرنے والے احتیاط کر لیں مگر عوام جو اُن کے معتقد و مقلد ہیں اُن کو نہ اُن خرابیوں پر نظر ہے نہ اُن سے بچنے کی احتیاط نہ اُن کو یہ خبر کہ ہمارے بزرگوں کے اور ہمارے عمل میں کیا فرق ہے؟ صرف اُنہوں نے یہ دیکھ لیا کہ ہمارے فلاں بزرگ یہ عمل کرتے ہیں پس خود بھی جس طرح چاہا کرنے لگے اس کی احتیاط اہل طریقت نے یہاں تک فرمائی ہے کہ جس شخص کو سماع بشرائط جائز اور مباح ہو وہ ایسے شخص کے روبرو بھی نہ سُنے کہ جس کو مباح نہیں تا کہ وہ تقلید بے بصیرت کر کے خراب نہ ہو۔ اب خیال مبارک میں آ گیا ہو گا کہ جو لوگ ان اعمال کو منع کرتے ہیں اُن کی غرض اور علت کیا ہے یعنی وہ اِن اعمال کو فی حد ذاتہا مکروہ و ممنوع نہیں سمجھتے بلکہ اُن کو مباح باباحۃ اصلیہ و مستحسن بحُسن عقیدت و نیت جانتے ہیں مگر ان عوارض خارجیہ کی وجہ سے کراہت کا حکم کرتے ہیں۔ مرتکب عوارض کے لئے تو بوجہ ضرر لازم کے اور محتاط کے لئے بوجہ ضرر متعدی کے اس طور پر منع کرنے والوں پر کسی قسم کی ملامت نہیں ہو سکتی بلکہ بوجہ اہتمام حفظ نظام دین کے مستحق اجر ہوتے ہیں۔ ہاں یہ شبہ ہو سکتا ہے کہ بعض مانعین تو اس تفصیل کے ساتھ منع نہیں کرتے اور نہ کوئی قید لگاتے ہیں علی الاطلاق کہہ دیتے ہیں کہ مجلس مولد شریف ممنوع و بدعت ہے سو بات یہ ہے کہ مانعین میں بعض تو متشدد ہیں اُن کے قول کی تو تاویل ضروری نہیں اور بہت سے بندگان الٰہی منصف و محقق ہیں اُن کا اطلاق حکم بالکراہۃ محض لفظ میں ہے مُراد اُن کی عمل مقید و متعارف ہے اس کی مثل

ایسی ہے کہ کوئی مفتی محقق کہے کہ رہن رکھنا حرام ہے ہر چند کہ لفظ رہن اس کے کلام میں مطلق ہے جس سے یہ شبہ ہوتا ہے کہ غضب ہے اللہ تعالیٰ تو رہن کو حلال فرماویں اور یہ حرام کہتا ہے مگر ہر عاقل سمجھ سکتا ہے کہ مُراد اُس کی مطلق رہن نہیں ہے بلکہ وہی رہن جس میں حقیقتاً یا حکماً انتفاع مشروط ہوتا ہے اور اس زمانہ میں متعارف ہے اُسی کو حرام کہتا ہے سو وہ یقیناً حرام ہے اسی طرح مانع مولد گو صرف مولد کو منع کر رہا ہے مگر مُراد اُس کی وہی مولد ہے جس میں افراط وتفریط ہے ممنوع تو اصل میں اُسی کو کہہ رہا ہے مگر جو مجلس افراط وتفریط سے خالی ہو وہ گو خود ممنوع نہیں مگر اس وجہ سے کہ دوسرے لوگوں کے لئے ذریعۂ افراط وتفریط کا ہے دائرۂ منع میں اُس کو داخل کر دیا ہے اس اطلاق لفظی وتقیید مرادی کی نظیر حدیث میں آئی ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مسافر روزہ دار کو ملاحظہ فرمایا کہ غلبۂ حرارت تشنگی سے بے ہوش ہو گیا ہے ارشاد فرمایا **لیس من البر الصیام فی السفر** یعنی سفر میں روزہ رکھنا اچھا نہیں یہ ظاہر ہے کہ روزہ رکھنا سفر میں جائز ہے پھر بھی آپ نے مطلق لفظ سے ممانعت فرمائی وجہ اُس کی یہی ہے کہ گو لفظ مطلق ہے مگر مُراد اُس سے یہی ہے کہ ایسی حالت میں روزہ رکھنا اچھا نہیں خلاصہ یہ کہ لفظ کا مقید ہونا کبھی لفظ سے ہوتا ہے اور کبھی قرینہ سے اس تفصیل سے یہ شبہ بھی رفع ہو گیا کہ ان اعمال کو ہزاروں بزرگ کرتے چلے آئے ہیں اب کیوں منع کرتے ہیں وجہ رفع ہونے کی یہ ہے کہ وہ بزرگ خلوص واحتیاط وصحت عقیدہ کے ساتھ کرتے تھے اور اُن کے زمانہ میں عوام نے یا تو غلو نہ کیا ہو گا یا اُس غلو کی اُن کو اطلاع نہ ہوئی ہو گی یا یہ گمان نہ ہو گا کہ کوئی شخص ہمارا اقتداء کرے گا یا یوں سمجھے ہوں گے اگر کسی نے اقتدا کیا تو وہ بھی احتیاط کرے گا اس وجہ سے اُن بزرگوں پر نہ اعتراض کرنا ممکن ہے اور نہ سند پکڑنا صحیح ہے کیونکہ اُن کی اور ہماری حالتوں میں یا زمانوں میں بہت فرق ہے اور نہ مانعین پر شبہ ہو سکتا ہے۔ اس لئے کہ وہ اصل فعل کو منع نہیں کرتے بلکہ اُن مفاسد کا انسداد کرنا چاہتے ہیں اور خود اس لئے شریک نہیں ہوتے

کہ عوام ہماری سند نہ پکڑیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ جنہوں نے یہ فعل کیا تھا اُن کی نیت بھی اچھی تھی اور اُس وقت مفاسد نہ تھے یا وہ متعدی نہ ہوتے تھے اور جو نہیں کرتے اور احتیاط رکھتے ہیں اُن کی نیت بھی درست ہے البتہ جو شخص یوں کہے کہ خود یہ عمل ہی اپنی ذات میں ممنوع ہے خواہ کوئی ضرر لازم یا متعدی ہو یا نہ ہو وہ متشدد ہے یا جس شخص کو اطلاع ہو جاوے کہ واقعی عوام کی حالت عقیدہ اور عمل کی اچھی نہیں اور یہ بھی سمجھ گیا ہو کہ واقعی خواص کے عمل کا اثر عوام پر پڑتا ہے اور عوام سند پکڑ کے بے احتیاطیوں میں مبتلا ہوتے ہیں اور یہ بھی اُس کو تجربہ ہو گیا ہو کہ اب عوام کے افراط تفریط کی اصلاح بدون اس کے نہایت دُشوار ہے کہ اصل عمل ہی کو احتیاطاً وانتظاماً ترک کر دیں ان سب اُمور پر مطلع ہو کر پھر بھی اس کو معمول رکھے وہ مداہن ومتہاون فی الدین ہے اُمید ہے کہ تقریر تفصیل ہذا سے تمام ترپیچیدگیاں حل ہو گئی ہوں گی واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب و عندہ علم الکتاب فقط (حضرت من تحقیق مسئلہ سے اپنی فہم ناقص کے موافق فارغ ہوا میری دلی خوشی یہ ہے کہ جو مجھ سے غلطی ہو گئی ہو بے تکلف اُس پر متنبہ فرماویں۔ اِن شاء اللہ تعالیٰ اعتراف وتسلیم کر لوں گا۔ زیادہ بجز اشتیاق ملازمت واستدعائے دعائے خاتمہ بالخیر کیا عرض کروں۔ والسلام فقط

تمام شد مکتوب محبوب القلوب

# شذرات الحکم

## تالیفات حکیم الامت تھانویؒ

حضرت حکیم الامت مجدد الملت جامع الکمالات منبع الحسنات ماہر العلوم القرآنیۃ، واقف الاسرار الفرقانیۃ،
راس المفسرین مقدام الراسخین صاحب الشریعۃ والطریقۃ، بحر المعرفۃ والحقیقۃ کاشف الاسرار الخفی منہا والجلی اعنی بہ

مولانا محمد اشرف علی التھانوی

نور اللہ مرقدہ وجعل الجنۃ مثواہ

# تالیفات حکیم الامت تھانوی ؒ
# شذرات الحکم

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

بعد الحمد و الصلوٰۃ! یہ مجموعہ ہے مضامین نافعہ متفرقہ ابواب مختلفہ کا جو کسی خاص ایک سلسلہ کے تحت میں داخل نہیں کہ اس میں ناظرین کے لئے علاوہ فائدہ جامعیت علوم متنوعہ کی تجدید نشاط وزیادۃ تطریہ بھی ہے فاقول بحول اللّٰہ تعالٰی و قوتہ۔

ترجمہ: بعض ملفوظات حضرت شیخ ابوبکر شبلی رحمہ اللہ منقولہ از رسائل الارکان لبحر العلوم متضمنہ بعضے اسرارو لطائف حج ﴿(تنبیہ) اِس سے یہ نہ سمجھا جاوے کہ بدون اس کے حج نہیں ہوتا مطلب یہ ہے کہ کامل حج نہیں ہوتا۔﴾

حضرت ابوبکر شبلی رحمہ اللہ نے اپنے بعض متعلقین سے دریافت کیا کہ تو نے حج کی نیت منعقد کی تھی اُس نے کہا ہاں اُنہوں نے پوچھا کہ جتنے علاقے اس کے مخالف تیری پیدائش کے وقت سے تھے تو نے سب کو قطع کر دیا تھا اُس نے کہا نہیں شبلی نے کہا تو بس تو نے حج کی نیت ہی منعقد نہیں کی ( کیونکہ نیت حج کی رُوح یہی قطع تعلقات ماسوی اللہ ہے جب یہ نہ ہوا تو ظاہر ہے نیت مثل جسد بلا روح کے ہے جو غیر معتد بہ ہے) پھر شبلی نے اُس سے پوچھا تو نے (احرام کے وقت پہلے سلے ہوئے) اپنے کپڑے اُتارے تھے اُس نے کہا ہاں شبلی نے پوچھا کیا ( کپڑے اُتارنے کے وقت) تو ہر چیز سے مجرد ہو گیا تھا اُس نے کہا نہیں شبلی نے کہا تو بس تو نے کپڑے ہی نہیں اُتارے ( کیونکہ ان کپڑوں کے اُتارنے کی رُوح یہی تجرد ماسوی اللہ ہے بدون اس کے کپڑے اُتارنا جسد بلا رُوح ہے) پھر شبلی نے پوچھا تو نے (احرام کے وقت) وضو

یا غسل کیا تھا اُس نے کہا ہاں شبلی نے پوچھا تیرے وضو یا غسل کے وقت تجھ سے تمام (باطنی) علتیں دور ہو گئی تھیں اُس نے کہا نہیں شبلی نے کہا تو بس تو نے وضو و غسل ہی نہیں کیا (کیونکہ اس طہارۂ ظاہری کی رُوح بھی طہارت باطنی ہے جب یہ نہیں تو وہ کالعدم ہے) پھر شبلی نے اُس سے پوچھا تو نے (احرام کے وقت) لبیک کہی تھی اُس نے کہا ہاں۔ شبلی نے پوچھا تو نے لبیک کا جواب ویسے ہی لبیک سے پایا تھا اُس نے کہا نہیں شبلی نے کہا تو بس تو نے لبیک ہی نہیں کہی (کیونکہ اس لبیک یعنی حاضری کی روح محبوب کی طرف سے قرب وحضور کی دولت کا میسر ہونا ہے جس کا اثر قلب پر ظاہر ہوتا ہے بدون اس کے لبیک کہنا خالی لفظ ہے) اور اپنے بعض متعلقین سے جو حج کر کے آیا تھا حضرت شبلی نے پوچھا (غالباً یہ کوئی اور شخص ہوگا اور ممکن ہے کہ پہلا ہی ہو مگر تفریق اجزاء قصہ کے سبب ناقل نے لفظوں میں ایسا عنوان اختیار کیا ہو جو دونوں شخصوں کے متغائر ہونے کا موہم ہو غرض اُس سے پوچھا) کہ تو مسجد (حرام) میں داخل ہوا تھا اُس نے کہا ہاں اُنہوں نے پوچھا کہ تو نے کسی مقام قرب میں داخل ہونا بھی معلوم کیا اُس نے کہا نہیں۔ اُنہوں نے کہا تو بس تو مسجد ہی میں داخل نہیں ہوا (کیونکہ دخول مسجد کی رُوح دخول مقام قرب ہے جس کا اثر قلب پر ہوتا ہے اور جسد بلا رُوح کالعدم ہے) پھر شبلی نے اُس سے پوچھا تو نے کچھ دیکھا اُس نے کہا ہاں اُنہوں نے کہا تو نے اُس کو بھی دیکھا جس کے لئے خود کعبہ کا قصد کیا تھا (یعنی حضرت حق اور یہ رویت بالقلب ہوتی ہے) اُس نے کہا نہیں شبلی نے کہا تو بس تو نے کعبہ ہی کو نہیں دیکھا (کیونکہ روح رویت کعبہ کی یہی تھی یہ نہیں تو وہ محض جسد ہے) پھر شبلی نے اُس سے پوچھا کہ تو (طواف میں) تین بار دوڑ کر چلا تھا اور چار بار آہستہ چلا تھا اُس نے کہا ہاں اُنہوں نے پوچھا کیا تو دنیا سے اس طرح بھاگ گیا کہ تجھ کو معلوم ہو گیا ہو کہ تو اُس سے جُدا ہو گیا اور وہ تجھ سے منقطع ہو گئی (کہ یہ بھاگنا روح ہے اُس طواف میں دوڑنے کی) اور کیا تو نے اپنے چار بار آہستہ چلنے میں اُس (بلائے دنیا) سے امن پایا

جس سے تو بھاگا تھا پھر اس پر تو نے مزید شکر کیا ہو (کہ اس امن کا معلوم ہونا روح ہے اس آہستہ چلنے کی کیونکہ امن میں آہستہ چلتے ہیں اور خوف بلا میں دوڑ کر پس یہ دونوں رفتاریں اشارہ ہے اِس خوف اور امن کی طرف) اُس نے کہا نہیں شبلی نے کہا تو بس تو طواف میں دوڑ کر ہی نہیں چلا (یعنی یہ چلنا محض صورت بے معنی ہوا اور اسی طرح آہستہ چلنا بھی) پھر اُس سے پوچھا تو نے حجر اسود سے مصافحہ کیا تھا اور اُس کو بوسہ دیا تھا اُس نے کہا ہاں اُنہوں نے ایک چیخ ماری اور کہا کم بختی مارے واللہ یہ کہا گیا ہے (یعنی اکابر نے کہا ہے) کہ جو شخص حجر اسود سے مصافحہ کرتا ہے وہ اللہ تعالیٰ سے مصافحہ کرتا ہے اور جو اللہ تعالیٰ سے مصافحہ کرتا ہے وہ مقام امن میں آجاتا ہے (یعنی دوزخ سے محفوظ ہو جاتا ہے) کیا تجھ پر کچھ اثر امن کا ظاہر ہوا (مثلاً معاصی میں نفرت ہوگئی۔ ہو جو کہ سبب ہے دوزخ میں جانے کا کہ یہ ظہور ہے اثر امن کا) اُس نے کہا نہیں شبلی نے کہا تو بس تو نے (حجر اسود سے) مصافحہ ہی نہیں کیا (کیونکہ جب اُس میں رُوح نہیں تو جسد محض صورت بے معنی ہوا) اور ایک شخص سے جس نے حج کیا تھا (خواہ وہ پہلا ہی شخص ہو یا کوئی اور ہو جیسے یہی دو احتمال اُوپر بھی آچکے ہیں) حضرت شبلی نے کہا کیا تو اللہ تعالیٰ کے روبرو مقام ابراہیم کے پیچھے کھڑا ہوا تھا اور دو رکعت (طواف) کی پڑھیں تھیں اُس شخص نے کہا ہاں شبلی نے پوچھا کہ تیرا جو مرتبہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ہے تو اُس پر بھی قائم ہوا پھر تو نے اپنا مقصود بھی ادا کیا (جس کی طرف اشارہ ہے مقام ابراہیم پر کھڑے ہو کر نماز ادا کرنا یعنی اللہ تعالیٰ کے نزدیک ایک مرتبہ قرب کا حاصل ہوا اور مقام قرب کے مناسب جو مناجات و مکالمت ہے وہ میسر ہو) اُس نے کہا نہیں اُنہوں نے کہا بس تو نے نماز ہی نہیں پڑھی (کیونکہ جب اس نماز کی روح ہی نہیں تو قالب بے جان ہے) اور ایک شخص سے (کہ وہی شخص مذکور تھا یا دوسرا) حضرت شبلی نے کہا تو کوہِ صفا کی طرف گیا تھا اُس نے کہا ہاں شبلی نے پوچھا کیا تجھ سے تمام علتیں دور ہوگئی تھیں یہاں تک کہ تو (سب سے) صاف ہو گیا تھا (جیسا مادۂ صفا میں بھی اِس

طرف اشارہ ہے و نیز صفا سے ابتداء ہوتی ہے حرکت سعی کی اور حرکت مسلمان کی تہذیب نفس کے لئے ہونا حق ہے اس لئے بھی اِس حرکت کی روح زوال علل ہے) اُس شخص نے کہا نہیں شبلی نے کہا تو بس تو نہ صفا پر چڑھا اور نہ اُترا پھر شبلی نے کہا کیا تو (صفا و مروہ کی سعی میں میلین اخضرین کے درمیان دوڑا بھی تھا اُس نے کہا ہاں شبلی نے کہا تو کیا اپنے سامان (ہوس) ﴿منقول عنہ میں یہ عبارت تھی ففررت من زادک ووصلت الی وجودک۔ اِسی پر ترجمہ کیا گیا اور جی کو یہ لگتا ہے کہ عبارت اس طرح ہو من مرادک الی معبودک واللہ اعلم۔۱۲ منہ﴾ سے بھاگ کر اپنی ہستی (کی حقیقت پہچاننے) تک پہنچا (کہ روح اس دوڑنے کی یہی ہے اور مسلمان کے لئے یہی دوڑنا لائق ہے کہ پندار کو حذف کر کے اپنی ہستی فانی پر نظر کر کے حق عبدیت ادا کرے) اُس شخص نے کہا نہیں شبلی نے فرمایا بس تو دوڑا ہی نہیں پھر شبلی نے اُس سے کہا تو مروہ تک پہنچا تھا اُس شخص نے کہا ہاں شبلی نے پوچھا تو نے مروہ پر پہنچ کر (اپنے نفس میں) سکون (وطمانینت علی المرضیات الالٰہیہ) کو پایا کہ اُس کو تو نے حاصل کیا ہو اور اُس کا تجھ پر نزول ہوا ہو (کہ مروہ پر اخیر پھیرے میں حرکت سعی ختم ہوتی ہے گویا یہ اشارہ ہے اُس سکونِ نفس کی طرف جو بعد حرکت مجاہدہ کے میسر ہوتا ہے) اُس شخص نے کہا نہیں شبلی نے کہا تو بس تو مروہ ہی پر نہیں پہنچا اور شبلی نے ایک حج کرنے والے شخص سے (کہ وہی شخص سابق تھا یا اُس کے علاوہ دوسرا) پوچھا تو منیٰ کی طرف گیا تھا اُس نے کہا ہاں شبلی نے پوچھا کیا تو نے (وہاں پہنچ کر) غیر حالت معصیت کی تمنا کی تھی اُس نے کہا نہیں شبلی نے کہا تو بَس تو منیٰ ہی میں نہیں گیا (کیونکہ منیٰ کے مادہ میں مُنیہ بمعنی آرزو سے مناسبت ہے تو اُس میں اِس آرزو کی طرف اشارہ ہے) پھر حضرت شبلی نے اُس سے کہا تو مسجد خیف میں (جو کہ منیٰ میں ہے) داخل ہوا تھا اُس شخص نے کہا ہاں شبلی نے کہا تو نے اپنے اِس آنے جانے میں خدا تعالیٰ سے خوف کیا تھا اور تو نے (اپنے دل میں) خوف کا ایسا درجہ پایا تھا جو اُس مقام میں تجھ کو حاصل ہوتا ہو

اُس شخص نے کہانہیں حضرت شبلی نے کہاتو بس تو مسجد خیف میں داخل نہیں ہوا( کیونکہ لفظ خیف کومناسبت ہے لفظ خیفتہ سے جس میں کسر ماقبل اور خود ساکن ہونے سے واؤ کو یا سے بدل لیا گیا ہے اور اُس کی اصل خوف ہے پس وہاں جانا مذکر ہونا چاہئے خوف حق کا جب یہ نہ ہوا تو وہاں جانا نہ جانا برابر ہوا اور حضرت شبلی نے دخول خیف و منٰی وصعودِ صفا میں الفاظ کو مذکر احوال کا قرار دیا کہ عبرت کے لئے ایسے اشارات و مناسبات بھی کافی ہیں اِسی طرح آگے لفظ عرفات میں اسی مناسبت کا اعتبار فرمایا) اور شبلی نے ایک شخص سے جس نے حج کیا تھا (یہاں بھی وہ دونوں احتمال ہیں اور اغلب مغائرت ہے) فرمایا تو عرفات گیا تھا اُس شخص نے کہا ہاں حضرت شبلی نے پوچھا تو نے اُس میں وقوف (یعنی قیام) کیا تھا اُس شخص نے کہا ہاں حضرت شبلی نے کہا تو نے اُس حالت کی معرفت حاصل کی جس کے لئے تو (ماضی میں) پیدا کیا گیا ہے اور (اسی طرح) اُس حالت کی جس کی طرف تو (مستقبل میں) رجوع کرے گا اور کیا معرفت بخشنے والے نے تجھ کو ان احوال کی معرفت کرائی اور کیا تو نے اُس مکان کو دیکھا جس کی طرف یہ سب اشارات (مذکورہ) ہیں (مکان سے مراد مقام معرفت اور اشارات سے مراد عرفات کا احوال مذکورہ کی معرفت کی طرف مشیر ہونا) کیونکہ یہی مقام ہے جس نے انفاس عمر کو (احوال مذکورہ میں سے) ہر حال میں غم سے رہائی دی ہے (یعنی حالات ماضیہ وحالیہ واستقبالیہ مذکور کو اسباب معصیت سے بعید رکھنا یہ اثر معرفت ہی کا ہے) اُس شخص نے کہا نہیں۔ حضرت شبلی نے فرمایا تو بس تو نے وقوف عرفات ہی نہیں کیا ( کیونکہ عرفات سے ان ہی معارف کی طرف اشارہ ہے جس کی مناسبت کا ابھی اُوپر دخول مسجد خیف میں ذکر ہوا ہے) اور حضرت شبلی نے ایک شخص سے جس نے حج کیا تھا (خواہ وہ عین اوّل ہو یا غیر اوّل) فرمایا تو مزدلفہ کی طرف واپس آیا تھا اُس شخص نے کہا ہاں اُنہوں نے پوچھا تو نے مشعر حرام (جو کہ مزدلفہ میں ہے) دیکھا تھا اس نے کہا ہاں انہوں نے کہا تو نے وہاں اللہ تعالیٰ کا ایسا ذکر کیا تھا

جس نے ماسویٰ کو بھلا دیا ہو اور تو اُس میں مشغول ہو گیا ہو (جس کا حکم اِس آیت میں ہے: ''فاذا افضتم من عرفات فاذکروا اللّٰہ عند المشعر الحرام الآیة'' اور ظاہر ہے کہ ذکر میں درجہ مطلوبہ وہ ہے جس میں ماسویٰ سے انقطاع ہو' کما قال تعالیٰ واذکراسم ربک وتبتل الیہ تبتیلا الآیة'' اُس نے کہا نہیں اُنہوں نے فرمایا تو بس تو نے وقوف مزدلفہ ہی نہیں کیا (کیونکہ وہاں جو حکم تھا وہ نہ بجالایا) اور حضرت شبلی نے ایک شخص سے اپنے متعلقین میں سے جس نے حج کیا تھا فرمایا تو منٰی میں داخل ہوا تھا (اور یہی سوال پہلے ایک شخص سے آچکا تھا اور ظاہر ہے کہ ایک شخص سے دوبار سوال بیکار ہے یہ قرینہ قویہ صریحہ ہے کہ یہاں مخاطب اور ہے اور یہی ظن غالب سب جگہ ہے اُس شخص نے کہا ہاں اُنہوں نے پوچھا تو نے وہاں (جانور) ذبح کیا تھا اُس نے کہا ہاں پوچھا اپنے نفس کو بھی (ذبح کیا تھا جس کی طرف اشارہ ہے ذبح حیوان میں) اُس نے کہا نہیں اُنہوں نے کہا تو بعس تو نے ذبح ہی نہیں کیا پھر حضرت شبلی نے فرمایا تو نے رمی جمار کیا تھا اس شخص نے کہا ہاں اُنہوں نے پوچھا کیا تو نے اپنے جہل کو اپنی ترقی علم سے پھینک دیا تھا جس کا تجھ پر ظہور ہوا ہو (کہ رَمی بمعنی پھینکنا اُس کی طرف اشارہ ہے) اُس شخص نے کہا نہیں اُنہوں نے کہا تو بس تو نے رمی ہی نہیں کی پھر اُنہوں نے پوچھا کیا تو نے سر منڈایا تھا اُس شخص نے کہا ہاں اُنہوں نے کہا کیا تو نے اپنی ہوسیں اپنے سے زائل کر دی تھیں (کہ سر منڈانا اشارہ اس ازالہ کی طرف ہے) اُس شخص نے کہا نہیں اُنہوں نے فرمایا تو بس تو نے حلق (بمعنی سر منڈانا ۱۲) ہی نہیں کیا اور حضرت شبلی نے ایک شخص سے اپنے متعلقین میں سے جس نے حج کیا تھا پوچھا کیا تو نے طواف زیارت کیا اُس نے کہا ہاں اُنہوں نے پوچھا کیا تجھ کو کوئی بات خیرات میں سے مکشوف ہوئی یا تو نے اپنے اُوپر کچھ زیادات کرامات زیارت کے سبب دیکھی کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حج کرنے والے اور عمرہ کرنے والے اللہ تعالیٰ کی زیارت کرنے والے ہوتے ہیں اور جس کی

زیارت کے واسطے کوئی جاوے اُس پر حق ہوتا ہے کہ اپنی زیارت کے لئے آنے والوں کی خاطر داری کرے (سو تجھ کو کوئی اکرام بھی محسوس ہوا) اُس نے کہا نہیں اُنہوں نے کہا تو بس تو نے طواف زیارت ہی نہیں کیا پھر اُنہوں نے اُس سے پوچھا کیا تو حلال ہوا تھا (یعنی اِحرام کھول دیا تھا جس سے سب ممنوعات احرام کے حلال ہو جاتے ہیں) اُس نے کہا ہاں اُنہوں نے کہا کیا تو نے اکل حلال کا عزم کیا تھا اُس نے کہا نہیں۔ اُنہوں نے فرمایا تو بس تو حلال ہی نہیں ہوا۔

اور حضرت شبلیؒ نے اپنے متعلقین میں سے ایک شخص سے جس نے حج کیا تھا پوچھا تو نے طواف وداع کیا تھا اُس نے کہا ہاں اُنہوں نے پوچھا کیا تو اپنے نفس اور رُوح سے بالکلیہ نکل گیا تھا (کہ طواف وداع اس وداع نفس وروح کی طرف اشارہ ہے) اُس شخص نے کہا نہیں اُنہوں نے فرمایا بس تو نے طواف وداع ہی نہیں کیا تجھ پر دوبارہ جانا لازم ہے اور (دوبارہ حج میں) غور کرنا کہ کس طرح حج کیا جایا کرتا ہے بعد تمام اُن مضامین کے جو میں نے تمام مناسک میں تجھ سے ذکر کئے ہیں کیونکہ میں تجھ کو سب بتلا چکا اور جب تو (اب کی بار) حج کرے تو اس اَمر کی کوشش کر کہ وہ حج ایسا ہو جیسا میں نے تجھ سے بیان کیا (اس سے ظاہراً معلوم ہوتا ہے کہ تمام سوالات کا مخاطب ایک ہی شخص ہے سو اگر مخاطب متعدد ہوں جیسا اس کا ظاہر ہونا پہلے آ چکا ہے تو اس کی توجیہ یہ ہوگی کہ اُنہوں نے اس مخاطب اخیر کے روبرو اُن سب سائلوں کے مخاطبات کو بھی نقل کر دیا ہوگا۔

کتبہ اشرف علی لشہر اللہ المحرم ۱۳۳۳ھ۔

# شذرات الحکم

## بعضے از مقالات مبارکات متفرقات

یعسوب المسلمین مولی المؤمنین سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ من الابواب المختلفۃ منقول از کتاب مطالب السئول للشیخ محمد بن طلحۃ القرشی الشافعی تارک وزارۃ الشام الزاہد المتوفی ۶۵۲ھ مع ترجمہ۔

## باب الاصول (فی القدر)

فقال یا امیر المؤمنین اخبرنا عن القدر فقال بحر عمیق فلا تلجہ فقال یا امیر المؤمنین اخبرنا عن القدر فقال سر اللّٰہ فلا تبحث عنہ فقال یا امیر المؤمنین اخبرنا عن القدر فقال لما ابیت فانہ امر بین امرین لاجبر ولا تفویض فقال یا امیر المؤمنین ان فلانًا یقول بالاستطاعۃ و ہو حاضر فقال علیّ بہ فاقاموہ فلما راٰہ فقال لہ الاستطاعۃ تملکہا مع اللّٰہ او من دون اللّٰہ و ایاک ان تقول واحدۃ منہما فترتد قال فما اقول یا امیر المؤمنین قال قل املکہا باللّٰہ ان شاء ملکینہا فہٰذہ صورۃ الفاظہ و عبارتہ التی نقلہا البیہقی.

ترجمہ: ''ایک شخص نے آپ سے سوال کیا کہ اے امیر المؤمنین ہم کو مسئلہ تقدیر بتلا دیجئے آپ نے فرمایا کہ وہ ایک بحر عمیق ہے اُس میں مت داخل ہو۔ اُس نے پھر عرض کیا کہ اے امیر المؤمنین ہم کو مسئلہ تقدیر بتلا دیجئے۔ آپ نے فرمایا کہ وہ

اللہ تعالیٰ کا ایک راز ہے اُس کی کھود کرید مت کر اُس نے پھر کہا کہ اے امیر المؤمنین ہم کو مسئلہ تقدیر بتلا دیجئے آپ نے فرمایا جب تو مانتا ہی نہیں تو (سُن) وہ ایک اَمر ہے بین بین نہ تو جبر (محض) ہے (کہ بندہ کا بالکل ہی اختیار نہ ہو) اور نہ تفویض (محض) ہے (کہ فعل صادر بالکل بندہ ہی کے اختیار کے حوالہ کیا گیا ہے) اُس نے عرض کیا کہ فلاں شخص استطاعت (کاملہ) کا (بندہ کے لئے) قائل ہے اور وہ شخص (یہاں) حاضر بھی ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اُس کو میرے پاس لاؤ چنانچہ اُس کو لا کر کھڑا کیا جب آپ نے اُس کو دیکھا تو فرمایا کہ تو استطاعت کا جو اختیار رکھتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی معیت (وشرکت تصرف) میں یا بدون اللہ تعالیٰ (کی تاثیر و تصرف) کے اور خبردار ان دونوں شقوں میں سے کسی کا قائل مت ہو جانا کہ مرتد ہو جاوے گا (کہ اَوّل شق میں ممکن کا شریک ہونا واجب کے ساتھ اور دوسری شق میں ممکن کا استغناء واجب سے لازم آتا ہے اور دونوں منافی ایمان ہیں) اُس شخص نے کہا کہ پھر کیا کہوں اے امیر المؤمنین آپ نے فرمایا یوں کہہ کہ میں استطاعت کا مختار ہوں اللہ تعالیٰ کی اعانت سے اگر اُس کی مشیت ہو تو مجھ کو مختار بنا دے۔ (ورنہ نہیں اور یہی حاصل ہے لا جبر ولا قدر کا کہ اختیار بھی ہے اور اُس کی مشیت پر بھی موقوف ہے) یہ عنوان ہے اُن کی عبارت کا جس کو بیہقی نے نقل کیا ہے۔ ص ۹۱)

## فی التوحید والعدل

**سأله انسان یوما عن التوحید والعدل فقال له فی جوابه ان لا تتوهمه والعدل ان لاتتهمه.**

ترجمہ: ”کسی شخص نے آپ سے توحید اور عدل کی حقیقت پوچھی آپ نے اُس کے جواب میں فرمایا کہ توحید یہ ہے کہ اُس کو متوہم نہ کرے اور عدل یہ ہے کہ اُس کو متہم نہ کرے۔ اھ۔ ص ۹۲۔)

یعنی اُس کو صفات وکمالات وعظمت میں یکتا سمجھنے کے لئے کہ حاصل ہے کہ

معنی توحید کا یہ لازم ہے کہ اُس کو اپنے احاطۂ ادراک تام سے فوق سمجھے اور فوق سمجھنے کے لئے یہ لازم ہے کہ اُس کی ذات وصفات وکیفیت افعال وتعلق بالممکنات میں بلا دلیل قطعی ظناً یا جزاءً کلام کرنے کی جرأت نہ کرے جیسا اکثر مشتغلین کتب درسیہ کی عادت ہے جس کا معنی زیادہ تخمینات وآراء وقیاس الغائب علی الشاہد ہے۔ پس متوہم بمعنی متصور ومتخیل نہ کرنے کا یہی مطلب ہے اور اُس کو عادل اعتقاد کرنے کے لئے کہ حاصل ہے معنی عدل کا یہ لازم ہے کہ اُس کے کسی حکم تکوینی اور کسی حکم تشریعی میں کوئی وسوسہ یا خدشہ مناقضۂ عقل یا منافاۃ کرم وفضل کا نہ لاوے جیسا بعض کم فہم یا کج فہم شبہات پیش کیا کرتے ہیں کہ جب سب کچھ ان ہی کی مشیت وقضاء وقدر سے ہوتا ہے پھر بندہ پر کیوں مواخذہ کیا جاتا ہے یا پھر بندہ کو کیوں مکلف بنایا ہے یا کہتے ہیں کہ معاصی محدودہ پر عذاب ابدی رحمت سے بعید ہے یا یہ کہ زیادہ آدمی ایسے ہی ہیں کہ غفلات وشہوات وارتفاقات معاشیہ میں منہمک ہونے سے گمراہ ہیں تو اتنی مخلوق کثیر کو معذب کرنا تعجب خیز ہے یا معتزلہ کہتے ہیں کہ صغائر پر عذاب دینے کا یا طاعات پر ثواب نہ دینے کے مختار ہونے کا قائل ہونا خلاف عقل ہے وامثال ذلک مما یزعمہ اہل الجہل البسیط والمرکب پس متہم نہ کرنے کا یہ مطلب ہے۔

## فی المشیة

وسئل هل المعاصی بمشیة اللّٰه تعالٰی ام لا فقال للسائل هل خلقک اللّٰه تعالٰی کما شئت او کما شاء فقال بل کما شاء فقال هل خلقک لمّا شئت او لمّا شاء فقال لما شاء فقال هل مشیته غالبة او مغلوبة قال بل غالبة قال فاذا خلقک کما شاء ولمّا شاء و مشیته غالبة فکیف تفعل مالا یشاء فکن موقنا مصدقًا وما تشاؤن الا ان یشاء اللّٰه.

ترجمہ: ''آپ سے پوچھا گیا کہ کیا معاصی اللہ تعالیٰ کی مشیت سے ہیں

(جیسا اہل سنت و جماعت کا مذہب ہے) یا اُس کی مشیت سے نہیں۔ (جیسا قدریہ کا مذہب ہے کہ عبد خود اپنے افعال کا خالق ہے) آپ نے سائل سے فرمایا کہ (یہ بتلا کہ) تجھ کو خدا تعالیٰ نے تیری مشیت کے موافق پیدا کیا یا اپنی مشیت کے موافق پیدا کیا اُس نے کہا نہیں بلکہ اپنی مشیت کے موافق پیدا کیا پھر آپ نے پوچھا کہ تجھ کو تیری مشیت کے وقت پیدا کیا یا اپنی مشیت کے وقت پیدا کیا اُس نے کہا اپنی مشیت کے وقت پیدا کیا پھر آپ نے پوچھا کہ اُس کی مشیت غالب ہے یا مغلوب ہے اُس نے کہا بلکہ غالب ہے آپ نے فرمایا پس جبکہ اُس نے تجھ کو اپنی مشیت کے موافق اور اپنی مشیت کے وقت پیدا کیا اور اُسی کی مشیت غالب ہے (جس سے تیری مشیت کی تاثیر فی الخلق کا بالکلیہ انعدام ثابت ہوتا ہے) پھر تو ایسا فعل کیونکر واقع کرسکتا ہے جس کے ساتھ اُس کی مشیت متعلق نہ ہو (اور تیری مشیت اُس کے وجود کے لئے کافی ہو) پس تو یقین اور تصدیق اختیار کر (جس کی دلیل سمعی یہ آیت ہے) **وما تشاؤن الا ان یشاء اللّٰه رب العلمین** ۔یعنی تمہاری مشیت بدون مشیت حق تعالیٰ کے واقع نہیں ہوسکتی۔اھ۔ص ۹۳

## فی ازلیة الباری تعالیٰ

**وقال له بعض من حضر لدیه من الواردین متی کان ربنا فقال له متی کان لشیء لم یکن فکان هو فلا کینونة کائن کان قبله هو قبل القبل بلا غایة ولا منتهی انقطعت الغایات دونه فهو غایة کل غایة وسع کل شی عِلْمًا".**

ترجمہ: " آپ سے بعض حاضرین واردین نے پوچھا ہمارا رب (اوّل) کب ہوا آپ نے فرمایا کہ یہ سوال ایسی چیز کے لئے ہوسکتا ہے جو پہلے نہ ہو اور پھر وہ ہوجاوے (تو اُس کی نسبت یہ سوال ہوسکتا ہے کہ کب ہوئی۔) اور (وہ تو ایسا ہے کہ) کوئی ہونا ایسا نہیں جو اُس کے قبل ہو وہ ہر قبل (مفروض) سے قبل ہے بدون اس کے کہ اُس (کی قبلیت) کی کوئی غایت اور منتہیٰ ہو تمام غایات اُس (کے وجود) کے

ادھر ہی منقطع ہوگئیں (جیسا متناہی کی شان ہوتی ہے غیر متناہی کے سامنے کہ بوجہ متناہی کے اُس کا انقطاع ہو جاتا ہے اور غیر متناہی کا انتہا نہیں ہوتا) پس وہ ہر غایت (مفروضہ) کی غایت ہے (یعنی اُس منتہٰی کا منتہٰی بھی وہی ہے اور اس کا ماخذ نقلی یہ آیت ہے) وسع کل شیء علماء۔ یعنی اُس کا علم ہر چیز کو محیط ہے۔ ص ۹۳ (اور وسع کا اطلاق دال ہے عموم اجزاء محاط و ازمنہ ماضیہ کو تو اگر اُس سے پہلے کوئی چیز ہوتی نعوذ باللہ منہ تو اُس وقت اللہ تعالیٰ کا علم اُس کے متعلق نہ ہوتا تو عدم علم لازم آوے گا بعض اجزا زمان ماضی میں وھو خلف) اھ۔

## شذرات الحکم (گذشتہ سے پیوستہ) فی تمجیدہ تعالیٰ

**ھوالذی لا یبلغ مدحتہ القائلون ولا یحصے نعماؤہ العادون ولا یؤدی حقہ المجتھدون الذی لا یدرکہ بعد الھمم ولا ینالہ غوص الفطن لیس لصفتہ حد محدود ولا نعت موجود ولا وقت معدود ولا اجل ممدود فَطَر الخلائق بقدرتہ ونَشَر الریاح برحمتہ ووتّدالصحوز میدان ارضہ اوّل الدین معرفتہ وکمال معرفتہ التصدیق بہ وکمال التصدیق بہ توحیدہ و کمال توحیدہ الاخلاص وکمال الاخلاص لہٗ نفی الصفات المحدثۃ عنہ فمن وصفہ بحادث فقد قرنہ و من قرنہ فقد ثنّاہ و من ثناہ فقد جزاہ و من جزّاہ فقد جھلہ ومن اشار الیہ فقد حدّہ و من حدّہ فقد عدّ و من قال فیم فقد ضمنہ و من قال علام فقد اخلی منہ.**

ترجمہ: ’’اس باب میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا کلام وہ ایسی ذات ہے کہ زبان اور لوگ اُس کی مدح کو نہیں پہنچ سکتے اور شمار کرنے والے اُس کی نعمتوں کا حساب نہیں کر سکتے اور بڑی کوشش کرنے والے اُس کے حق کو ادا نہیں کر سکتے وہ ایسا ہے کہ ہمت کی دور رسی اُس کو پا نہیں سکتی۔ اور فطانت کا عمق اُس تک رسائی نہیں رکھتا۔ اُس کی صفت کے لئے نہ کوئی حد محدود ہے اور نہ (موجودہ بیانات میں سے) کوئی بیان

موجود ہے (یعنی جتنے بیانات وتقریرات واصفین سے صادر ہو چکے ہیں اُس پر دلالت کافیہ کرنے کے لئے اُن میں سے ایک بھی کافی نہیں ) اور نہ وقت معدود ہے اور نہ غایت ممدود (یعنی مقدرۃ المدۃ ) ہے (یعنی اُس کی صفات کی نہ کوئی ابتدا ہے اور اس کو وقت معدود کہا اور نہ کوئی انتہا ہے اور اس کو غایت ممدود کہا) خلائق کو اپنی قدرت سے پیدا کیا اور ہواؤں کو اپنی رحمت سے منتشر کیا اور پہاڑوں کو اپنی میدان زمین میں میخیں بنایا۔ دین کا اوّل درجہ اُس کی معرفت ہے اور اُس کی کمال معرفت اُس کی تصدیق ( کومستلزم ) ہے اور اُس کی کمال تصدیق کرنا اُس کی توحید ( کومستلزم ) ہے اور اُس کی کمال توحید اخلاص ( کومستلزم ) ہے اور اُس کا کمال اخلاص اُس سے صفات محدثہ کی نفی ( کومستلزم ) ہے سو جس شخص نے اُس کو کسی (وصف ) حادث کے ساتھ موصوف کیا اُس نے اُس کو (غیر کے ساتھ مقرون کیا ( کیونکہ حادث یقیناً اُس کا غیر ہے ) اور جس نے اُس کو (غیر کے ساتھ ) مقرون کیا اُس نے اُس میں دو چیزیں قرار دیں (ایک وہ خود ایک اُس کا غیر کہ وصف حادث ہے ) اور جس نے اُس میں دو چیزیں قرار دیں وہ اُس کے تجزیہ کا قائل ہوا ( کیونکہ خدا نام ہے ذات مع الصفات کا اور اس صورت میں وہ مرکب ہوا ذات قدیم اور وصف حادث سے یہی تجزیہ ہوا بخلاف اس کے کہ صفات کو قدیم کہا جاوے کہ اس صورت میں وہ صفات اُس کی غیر نہ ہوں گی۔ پس وہ جزانہ ہوں گی کیونکہ جز مغایر ہوتا ہے دوسرے جزو کا اور صفات قدیمہ کا غیر ذات نہ ہونا اپنے محل میں مشہور ہے ) اور جو اُس کے تجزیہ کا قائل ہوا وہ اُس سے جاہل رہا ( جو ضد ہے معرفت کی جو کہ اوّل دین ہے جیسا اُوپر معلوم ہوا پھر کمال معرفت اور کمال تصدیق اور کمال توحید اور کمال اخلاص کہ سب باہم متلازم ہیں یہ سب منتفی ہوں گے تو وصف بالحادث سے یہ سب مراتب دین کے منتفی ہو گئے اور دین جاتا رہا) اور جو شخص حق تعالیٰ کی طرف اشارہ (حسیہ ) کرے (مثلاً کسی طرف اُنگلی سے بتلا دے کہ وہ اُدھر ہے ) تو اُس نے اُس کو محدود سمجھا ( کیونکہ اشارہ حسیّہ متحیز کی طرف ہوتا ہے اور تحیز کو

تحدید لازم ہے) اور جس نے اُس کو محدود سمجھا اُس نے اُس کو معدود (و متناہی) سمجھا (اور یہ استلزام ظاہر ہے) اور جس نے (اُس کی نسبت) یہ سوال کیا کہ وہ کس چیز میں ہے (جیسے محدثات کے لئے اُس کے ظفر مکان کو پوچھتے ہیں) تو اُس نے اُس کو (اُس چیز کے) ضمن میں سمجھا (اور اُس کا مظروف قرار دیا جس کی نفی محدودیت کی نفی سے ہو چکی ہے) اور جس نے (اُس کی نسبت) یہ سوال کیا کہ وہ کس چیز پر ہے (یعنی ظرفیت سے منزہ قرار دے کر فوقیت کا احتمال نکالا) تو اُس نے (کائنات کو) اُس سے خالی قرار دیا (جیسا کوئی چیز جب کسی چیز کے اُوپر ہوتی ہے تو تحت والی چیز کا خلو اُس سے لازم ہے اور یہ خلو مستلزم ہے اُس فوق کے عدم احاطہ بالذات یعنی بلاواسطہ محاط اوّل و عدم معیت بعض اجزاء تحت کو اور حق تعالیٰ کا محیطِ کل بالذات ہونا اطلاق دلائل سے ثابت ہے اور معیت عامہ ابھی آتی ہے پس خلو مذکور منتفی ہے۔ پس فوقیت مکانیہ بھی جائز نہیں۔ وہ ہست ہے (مگر) نہ حدوث کے ساتھ (یعنی اُس کی ہستی کی کوئی ابتداء نہیں) وہ موجود ہے (مگر) نہ عدم سے (یعنی یہ نہیں ہوا کہ اُس کے وجود سے پہلے عدم ہو جیسا محدثات میں ہے) وہ ہر شے کے ساتھ ہے (مگر) مقارنۃ (مکانیہ) کے ساتھ نہیں (بلکہ جیسا عارف رومی نے کہا ہے۔

اتصالے بے تکیف بے قیاس     ہست رب الناس راباجان ناس

وہ غیر ہے ہر شے کا (مگر) مفارقت اور انفصال کے ساتھ نہیں (کہ یہ بھی خواص مکانیات سے ہے بلکہ بایں معنی کہ وہ نہ کسی شے سے متحد ہے نہ کسی کا جزء نہ کل نہ موضوع نہ محمول) وہ (اپنے افعال کا) فاعل ہے (مگر) نہ بواسطہ حرکات وآلات کے (جیسے اور فاعلین کے افعال میں حرکت بھی ہوتی ہے خواہ فکری خواہ جارحی اور آلات کی بھی ضرورت ہوتی ہے خواہ نفسانی یا جارحی) وہ بصیر ہے جس وقت کہ اُس کی مخلوق میں سے کوئی متعلق نظر (خارج میں) نہ تھا (مگر اُس کے علم میں تھا) وہ متوحد ہے (اُسی وقت سے) جس وقت کہ کوئی شخص قرار بخش نہ تھا کہ اُس کے ساتھ اُنس

حاصل کرتا (یہاں مقید اور قید دونوں کی نفی مقصود ہے باعتبار ماضی کے اور قید کی نفی ہے باعتبار حال کے) اور نہ متوحش ہوگا اُس (تسکین دہ) کے مفقود (ومعدوم) ہونے سے (یعنی اب بھی وہ کسی سے سکون واُنس حاصل نہیں کرتا کہ اُس کے فناء ہو جانے کے بعد اُس کو وحشت ہو) مخلوق کو (عدم سے) انشاء فرمایا اور اُس کو (بلانمونہ) ابتداء کیا بدون کسی فکر کے کہ جس کو حرکت دی ہو۔ اور بدون کسی تجربہ کے کہ جس کو (پہلے سے) حاصل کیا ہو (جیسے صناعوں کو اس کی حاجت ہوتی ہے کہ اوّل سوچتے بھی ہیں اور ایک دوبار بناتے بگاڑتے بھی ہیں تب مکمل چیز بنتی ہے) اور بدون کسی حرکت کے کہ اُس کو شروع کیا ہو اور بدون بے آرامی نفس کے جس میں مضطرب ہوا ہو (جیسا دوسرے صناع جب کام کریں گے اُن کے نفس یا جوارح میں حرکت بھی شروع ہوگی اور اکثر سوچنے کے وقت متردد ومضطرب بھی ہوتے ہیں کہ اس کام کو یوں کریں یا یوں کریں) اُس نے تمام اشیاء کے اُن کے اوقات پر میعاد معین کی ہے (کہ کوئی اُس میعاد سے قبل نہیں ہوتی) اور اُن اشیاء مختلفہ میں مناسبت (جس سے مصالح مرتب ہوں) رکھی ہے (جیسے عناصر متضادہ میں) اور اُن کے طبعی مقتضاؤں کو مستحکم کیا ہے اور اُن کے صور (نوعیہ یا شخصیہ) کو (اُن کے ساتھ) لازم کیا ہے (یعنی اُمور طبعیہ وصور مذکورہ خود لازم نہیں بلکہ لازم کئے ہوئے ہیں۔ قال اللہ تعالیٰ فی ای صورة ماشاء ر کبک۔ تو جب چاہے ازالہ یا استبدال کر دے۔ لان القدرة تتعلق بالضدین)۔ اُن اشیاء کی ابتداء سے پہلے اُن کو جانتا ہے اُن کے حدود ونہایت کو احاطہ کئے ہوئے ہے۔ اُن کے اطراف واقسام کا علم رکھتا ہے (انتھی بقدر مناسبة المقام مما یتعلق بالکلام) ولها بقیة ﴿اُس میں باب الفروع ہے۔۱۲﴾ تتلوها ان شاء اللّٰہ تعالیٰ۔

کتبہ اشرف علی ۲۰ ربیع الاوّل ۱۳۳۳ھ

# شذرات الحکم ....(گذشتہ سے پیوستہ)

## باب الفروع فی الفرائض

فمن ذلک المسئلة المعروفة بالدينارية و شرحها ان امراة جآء ت اليه و قد خرج من داره لركب فترک رجله فی الركاب فقالت يا امير المؤمنين ان اخی قد مات و خلف ستمائة دينار و قد دفعوا الیّ من ماله دينارًا واحدا فاسئلک انصافی وايصال حقی اتی فقال لها خلف اخوک بنتين فقالت نعم قال لهما الثلثان اربعمائة وخلف امًّا قالت نعم قال لها السدس مائة و خلف زوجة قالت نعم قال لها الثمن خمس وسبعون و خلف معک اثنی عشر اخاقالت نعم قال لكل اخ ديناران ولک دينار فقد اخذت حقک فانصرفی ثم ركب لوقته.

ترجمہ: ”منجملہ مسائل فرائض کے مسئلہ دیناریہ ہے بیان اُس کا یہ ہے کہ ایک عورت آپ کی (یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ کی) خدمت میں حاضر ہوئی اور آپ اُس وقت دولت خانہ سے سوار ہونے کے قصد سے تشریف لائے تھے اور رکاب میں پاؤں رکھا تھا اُس عورت نے عرض کیا کہ اے امیر المؤمنین میرا بھائی مر گیا اور اُس نے چھ سو دینار ترکہ چھوڑا اور لوگوں نے مجھ کو اُس کے ترکہ میں سے صرف ایک دینار دیا اور میں آپ سے اپنا انصاف اور اپنی حق رسی چاہتی ہوں۔ (کہ اتنے قرب قرابۃ کے ہوتے ہوئے چھ سو حصوں میں سے ایک حصہ دینا ظاہر ظلم معلوم ہوتا ہے) آپ نے اُس سے فرمایا تیرے بھائی نے دو بیٹیاں چھوڑیں اُس نے کہا ہاں آپ نے فرمایا دو ثلث تو اُن کا یعنی چار سو اور اُس نے ماں بھی چھوڑی اُس نے کہا ہاں آپ نے فرمایا ایک سدس اُس کا یعنی سو اور اُس نے بی بی بھی چھوڑی اُس نے کہا ہاں فرمایا ثمن اُس کا یعنی پچھتر (یہ کل پونے چھ سو ہوئے آگے پچیس رہے) اور اُس نے تیرے ساتھ بارہ

بھائی بھی چھوڑے اُس نے کہا ہاں فرمایا ہر بھائی کو دو دو دینار چوبیس یہ ہوئے) اور تیرا ایک دینار (پچیس ہو گئے) سو تو اپنا حق لے چکی ہے جا۔ پھر اُسی وقت سوار ہو گئے۔ص ۹۷، (اللہ اکبر ذکاوت کی کیا حد ہے)

ومنه المسئلة المعروفة بالمنبرية و شرحها انه كان علٰى منبر الكوفة فقام اليه رجل فقال يا امير المؤمنين رضى الله عنه ان ابنتى قدمات زوجها ولها من تركته الثمن قد اعطوها التسع فاسألك الانصاف منهم فقال خلف صهرك بنتين قال نعم قال و ابواه باقيان قال نعم قال صار ثمنها تسعًا فلا تطلب سواه ارثاثم مضى فى خطبته.

ترجمہ: اور نیز منجملہ اُن مسائل وفرائض کے مسئلہ معروف بمسئلہ منبریہ ہے اور بیان اُس کا یہ ہے کہ آپ منبر کوفہ پر (کچھ وعظ وغیرہ فرمارہے) تھے ایک شخص اُٹھا اور عرض کیا کہ اے امیر المؤمنین میری بیٹی کا شوہر مر گیا ہے اور اُس کے ترکہ میں میری بیٹی کا آٹھواں حصہ ہے اور لوگوں نے اُس کو نواں حصہ دیا ہے (جو اُس کے حق سے کم ہے) میں آپ سے انصاف چاہتا ہوں آپ نے فرمایا تیرے داماد نے دو لڑکیاں چھوڑی ہیں اُس نے کہا ہاں آپ نے پوچھا اُس کے ماں باپ بھی باقی ہیں اُس نے کہا ہاں آپ نے فرمایا کہ بس (اس صورت میں بوجہ عول کے) اُس کا آٹھواں حصہ نواں بن گیا اس کے سوا اور میراث کی طلب مت کر پھر خطبہ پڑھتے چلے گئے۔ ھ ص ۹۷ (اور احقر نے کسی کتاب میں اسی قصہ میں یہ بھی دیکھا ہے کہ وہ خطبہ اس قسم کی سجع پر مبنی تھا۔ الحمد للہ الذی الیہ الرجعی + وتجزی کل نفس بما تسعٰی + اور اسی میں سائل کے جواب میں یہ جملہ اسی سجع میں فی البدیہ فرمادیا: نعم قد صار ثمنها تسعا۔

و منها انه رفع ان شريحا القاضى قد قضى فى امرأة قد ماتت و خلفت زوجًا وابنى عم احدهما اخ من ام وقد اعطى الزّوج النصف من تركتها واعطى الباقى لابن العم الذى هواخ من الامّ و حرم الاخر

فاحضره علی رضی الله عنه وقال یاامیر قد بلغنی عن قضائک فی قضیة المرأة المتوفاة ذات الزوج وابنی العم احدهما اخ من ام قال یا امیر المؤمنین قضیت بکتاب الله واجریت ابن العم بکونه اخامن ام مجری اخوین احدهما اخ من اب والاخر من اب وام فانکر علیه وقال افی کتاب الله تعالیٰ ان الباقی بعد الزوج لابن العم الذی هواخ من ام قال لافقال فقد قال الله تعالیٰ و ان کان رجل یورث کلالة اوامرأة وله اخ او اخت فلکل واحد منها السدس فجعل للزوج النصف واعطے الاخ من الام السدس ثم قسم الباقی بین ابنی العم فحصل لابن العم الذی هو اخ من ام ثلث ولابن العم الذی لیس اخامن ام سدس وللزوج نصف فتکملت الفریضة.

اور منجملہ ان مسائل وفرائض کے ایک قصہ یہ ہے کہ حضرت قاضی شریح نے ایک عورت کے مقدمہ میں جوشوہر اور دو چچازاد بھائی جن میں ایک اُس کا اخیافی بھائی بھی تھا چھوڑ کر مرے تھے یہ فیصلہ کیا کہ شوہر کو (بوجہ اولاد نہ ہونے کے) نصف ترکہ دیا اور باقی (نصف) اُس چچازاد بھائی کو دیا جو کہ اخیافی بھائی بھی تھا اور دوسرے (چچازاد بھائی) کو محروم کردیا (جس کی وجہ عنقریب قاضی شریح کے جواب میں آتی ہے) حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اُن کو حاضر کیا اور فرمایا اُس فیصلہ کی کیا حقیقت ہے جس کی خبر مجھ کو اُس عورت کے مقدمہ میں پہنچی ہے جو شوہر اور دو چچازاد بھائی جن میں ایک اخیافی بھائی بھی ہے چھوڑ کر مرگئی ہے انہوں نے عرض کیا کہ میں نے کتاب اللہ کے موافق فیصلہ کیا ہے اور میں نے دونوں چچازاد بھائیوں کو بوجہ ایک اخیافی بھائی ہونے کے قائم مقام ان دونوں بھائی کے ٹھہرا لیا جن میں ایک باپ شریک بھائی ہے اور دوسرا باپ اور ماں شریک (مطلب یہ کہ ابن العم ہونے کی حیثیت سے تو دونوں بجائے ابن الاب کے ہوئے چنانچہ ابن الاب اور عم کے نہ ہونے کے وقت میں ابن

العم کا ابن الاب کی طرح وارث ہونا مجمع علیہ ہے پس مثل ابن الاب ہونے میں تو دونوں شریک اور ایک ابن الام بھی ہے تو یہ ابن الام بھی ہوا اور گویا ابن الاب بھی ہوا تو ایسا ہو گیا۔ کہ جیسے ایک ابن الاب والام ہوا اور دوسرا محض ابن الاب اور اس پر اجماع ہے کہ اگر اخ لابوین اور اخ لاب جمع ہوں تو صرف اخ لابوین وارث ہوتا ہے اور اخ لاب محروم ہوتا ہے اور یہ مسئلہ اجماعیہ بعد انضمام اجماع علی ترتیب العصبات کتاب اللہ کی اس نص کے عموم کا مدلول ہے۔ و ھو یرثھا ان لم یکن لھا ولد اسی لئے اُنہوں نے یہ کہا تھا کہ میں نے کتاب اللہ کے موافق فیصلہ کیا ہے) آپ نے فرمایا کہ (تم جو کتاب اللہ کی طرف اس کی نسبت کرتے ہو تو) کیا کتاب اللہ میں کہیں یہ بھی ہے کہ باقی بعد الزوج اُس ابن العم کا ہے جو اخیافی بھائی ہو (مطلب یہ کہ جس آیت سے تم استدلال کرتے ہو اور جس کا مقتضی بعد انضمام اجماع تقدیم ہے ابن الاب والام کی ابن الاب پر آیا مراد اُس مقدّم سے خاص اب کا ابن ہے یا عم کے ابن کو بھی عام ہے اگر شق اوّل ہے تو تم کو مفید نہیں اور اگر شق ثانی ہے تو کیا یہ کتاب اللہ بالمعنی الاعم للقرآن والاجماع میں ہے) اُنہوں نے کہا نہیں آپ نے فرمایا کہ (اب میں کتاب اللہ سے استدلال کر کے حکم بتلاتا ہوں) حق تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اگر کوئی میت مرد یا عورت بے اُصول وفروع ہو اور اُس کے کوئی بھائی یا بہن (اخیافی) ہو تو اُن دونوں میں ہر ایک کا چھٹا حصہ ہے (پس اس سے اس ابن الام کا ذی فرض ہونا معلوم ہوا اور ذی فرض مقدم ہوتا ہے عصبات پر پس مثل زوج کے اس کا بھی حصہ اوّل نکالا جائے گا پھر باقی عصبات کو ملے گا اور عصبہ ہونے میں یہ اخیافی بھائی اُس دوسرے ابن العم کے برابر ہے۔ پس استحقاق بھی تب ہوگا۔ پس باقی کو بالتناصف دونوں میں تقسیم کر دیں گے تو کتاب اللہ کے موافق فیصلہ یہ ہے) پھر (یہ فرما کر) آپ نے (کل ترکہ کے چھ حصے کر کے) شوہر کو نصف دیا (یعنی تین) اور اخ لام کو سدس دیا (یعنی ایک) پھر باقی (یعنی دو) کو دونوں ابن العم کے درمیان میں تقسیم فرما دیا (ہر ایک کو ایک) پس جو ابن

العم کہ اخیافی بھائی بھی تھا اُس کو ( کل ترکہ کا ) ایک ثلث مل گیا ( یعنی دو ) اور جو ابن العم کہ اخیافی بھائی نہیں تھا اُس کو سدس ملا ( یعنی ایک ) اور شوہر کو نصف مل گیا ( یعنی تین ) پس فریضہ پورا ہو گیا۔ ص ۱۰۲۔ ( اور ایسی صورت میں یہی مذہب ہے )

## فی القضاء واستخراج خَبَایاه

"فمنها ان سبعة انفس خرجوا من الكوفة مسافرين فغابوا مدة ثم عادواوقدفقد منهم واحد فجاء ت امرائة الى على عليه السلام فقالت يا امير المؤمنين ان زوجى مسافر هو و جماعة و قد عادوا دونه فاتيتهم و سألتهم عنه فلم يخبرونى بحالتهم و قد اتهمتهم بقتله واسئالک احضارهم واستكشاف حالهم فاحضرهم وفرقهم واقام كل واحد منهم الى سارية من سوارى المسجد ووكل به رجلا يمنع ان يقرب منه احد ليحادثه ثم استدعى واحدا فحدثه وسئله عن حال الرّجل فانكر فلما انكر رفع على صوته بالتكبير وقال اللّٰه اكبر فلما سمع الباقون صوت على رضى اللّٰه عنه مرتفعًا بالتكبير اعتقدوا ان رفيقهم قداقرو حكى لعلى صورة الحال ثم استدعاهم واحدا واحدا فاقروا بقتله بناء على ان صاحبهم قد اخبر عليا بما فعلوه فلما اقرو واذلک قال الاوّل يا امير المؤمنين هولاء قد اقروا ومااانا اقررت قال لهٗ هولاء رفقائک قد شهد واعليک فما ينفعک انكارک بعد شهادتهم فاعترف انه شاركهم فى امر قتله فلما تكمل اعترافهم بقتله اقام عليهم حكم اللّٰه تعالٰى وقتلهم به.

من جملہ عجائب استخراج وجہ قضاء کے یہ قصہ ہے کہ سات شخص کوفہ سے مسافر ہو کر نکلے اور ایک مدت تک غائب رہے پھر واپس آئے اور ایک شخص اُن سے مفقود تھا اُس کی بی بی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس آئی اور عرض کیا کہ یا امیر المؤمنین

میرے شوہر نے اور ایک جماعت نے سفر کیا اور بجز اُس کے سب واپس آ گئے مجھ کو اُن پر اُس کے قاتل ہونے کا شبہ ہے اور میں آپ سے درخواست کرتی ہوں کہ اُن کو بلا کر حقیقت حال کا انکشاف فرمایئے آپ نے اُن سب کو حاضر کیا اور سب کو متفرق کر دیا یعنی ہر ایک کو مسجد کے ستونوں میں سے ایک ایک ستون کے پاس کھڑا کر دیا اور ایک شخص کو (پہرہ پر) مقرر کر دیا کہ کوئی شخص ان سے بات کرنے کے لئے قریب نہ آ سکے بعد اس کے ایک کو بلایا اور اُس سے کچھ باتیں کیں اور اُسے اُس شخص کا حال پوچھا اُس نے (قتل سے) انکار کیا جب اُس نے انکار کیا آپ نے بلند آواز سے تکبیر کہی فرمایا اللہ اکبر جب باقی لوگوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی آواز تکبیر کے ساتھ بلند ہوتے سُنی اُن کو یقین ہو گیا کہ اُن کے رفیق نے اقرار کر لیا ہے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے صوت حال کہہ دی ہے۔ پھر اُن کو ایک ایک کر کے بلایا سب نے اس کے قتل کا اقرار کر لیا اس (خیال کے) بناء پر کہ اُن کے رفیق نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اُن کے فعل کی خبر کر دی ہے پھر جب یہ سب اقرار کر چکے تو اُس پہلے شخص نے کہا کہ یا امیر المؤمنین انہوں نے اقرار کیا ہے لیکن میں نے اقرار نہیں کیا آپ نے فرمایا کہ ان تیرے رفیقوں نے (اسی اقرار کے ضمن میں) تجھ پر شہادت دے دی ہے سو تیرا انکار بعد ان کی شہادت کے نافع نہیں ہو سکتا پس اُس نے بھی اقرار کر لیا کہ وہ ان کا شریک تھا اُس شخص کے قتل میں سو جب ان سب کا اعتراف بالقتل مکمل ہو گیا اُن پر اللہ تعالیٰ کا حکم قائم کیا اور اُس کے عوض اُن سب کو قتل کیا۔ ص ۱۰۱ (اور یہ اقرار لینے کی ایک تدبیر تھی ورنہ شہادت کے لئے عدل شرط ہے اور قاتل عادل نہیں تو وہ پہلا شخص شہادت سے مجرم نہیں ٹھہر سکتا تھا مگر اس تدبیر سے اُس نے بھی اقرار کر لیا)۔

ومنها ان النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم کان جالسًا فی المسجد و عندہ جمع من الصحابۃ فجآء الیہ رجلان فقال احدھما یا رسول اللّٰہ! ان لی حمارا ولھذا بقرۃ و ان بقرۃ قتلت حماری فقال بعض الصحابۃ

لاضمان على البهائم فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم لعلى اقض بينهما فقال على رضى الله عنه لهما اكانا مرسلين قالا لاقال افكانا مشدودين قالا لاقال افكانت البقرة مشدودة والحمار مرسلًا قال لاقال افكان الحمار مشدودا والبقرة مرسلة وصاحبها معها قالا نعم قال على صاحب البقرة ضمان الحمار فحكم لصاحب الحمار بوجوب الضمان على صاحب البقرة بحضرة النبىّ والنبىّ قرر حكمه وامضى قضاه.

اور منجملہ عجائب قضاء کے یہ قصہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے اور آپ کے پاس صحابہ کا ایک مجمع تھا آپ کے پاس دو شخص آئے ایک نے عرض کیا یا رسول اللہ! میرا ایک گدھا تھا اور اس کا ایک بیل اور اس کے بیل نے میرے گدھے کو قتل کر دیا بعض صحابہ نے کہا کہ بہائم پر ضمان نہیں ہوا کرتا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا تم ان کے درمیان فیصلہ کرو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے دونوں سے پوچھا کہ کیا وہ دونوں کھلے ہوئے تھے دونوں نے کہا نہیں فرمایا کیا دونوں بندھے ہوئے تھے، دونوں نے کہا نہیں، فرمایا کیا: بیل بندھا ہوا اور گدھا کھلا ہوا تھا، دونوں نے کہا نہیں، فرمایا کیا گدھا بندھا ہوا اور بیل کھلا ہوا تھا اور اُس کا مالک اس کے ساتھ تھا دونوں نے کہا ہاں آپ نے فرمایا کہ بیل والے کے ذمہ گدھے کا ضمان لازم ہے سو گدھے والے کے لئے بیل والے پر وجوب ضمان کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے حکم کیا اور آپ نے اُسکو برقرار رکھا (یعنی انکار نہیں فرمایا اور اس صورت میں یہی مذہب ہے۔ ص ۱۰۳)۔

# شذرات الحکم....( گزشتہ سے پیوستہ)

## فی العلم و العقل

قال تعلمواالعلم فان تعلمه حسبة ومدارسته تسبيح والبحث عنه جهاد. و تعليمه من لا يعلمه صدقة وبذله لاهله قربة فهو معالم الحلال والحرام ومسلک الى الجنة ومونس فى الوحدة وصاحب فى الغربة ودليل فى السراء والضراء وسلاح على الاعداء وزين الاجلاء يرفع اللّٰه به اقواما فيجعلهم الى الخير ائمة يقتدى بهم ترمق اعمالهم و تقبس آثارهم ترغب الملئكة فى خلتهم و يسبحون لهم فى عبادتهم و يضعون لهم اجنحتهم يستغفر لهم حتى حبتان البحر و هو امه وسباع البرو انعامه فالعلم حيوة القلوب ونورالابصار من العلماء وقوة الابدان من الضعف ينزل اللّٰه حامله منازل الاخيار و يمنحه صحبة الابرار و يرفعه فى الدنيا والاخرة وبالعلم يطاع اللّٰه ويعبدو بالعلم يعرف ويوحدوبالعلم توصل الارحام ويعرف الحلال والحرام. فالعلم امام العقل يلهمه اللّٰه السعداء ويحرمه الاشقياء وقال عليكم بالعلم فانه صلة بين الاخوان ودال على المروة وتحفة فى المجالس وصاحب فى السفر و مونس فى الغربة و ان اللّٰه يحب المؤمن العالم الفقيه الزاهد الخاشع الحى الحليم الحسن الخلق المقتصد المنصف.

ترجمہ: ’’آپ نے (یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ نے) ارشاد فرمایا ہے کہ علم حاصل کرو کیونکہ اُس کا حاصل کرنا طاعت ہے۔ اور اُس کا درس تدریس تسبیح ہے۔ اور اُس کی تحقیق جہاد کے برابر ہے اور اُن کی تعلیم ایسے شخص کو دینا جو علم نہیں رکھتا صدقہ ہے اور مستحقین پر اُس کو صرف کرنا قربت ہے۔ وہی آلہ شناخت ہے حلال وحرام کا۔

اور پہنچنے کا راستہ ہے جنت کا اور مونس ہے وحدت میں اور رفیق ہے غربت میں اور راہنما ہے فراخی و تنگی میں اور سلاح ہے بمقابلہ اعداء کے اور زینت ہے جلیل القدر لوگوں کی۔ اسی کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ بہت سی قوموں کو رفعت دیتا ہے اور ان کو خیر کا امام بناتا ہے کہ اُن کا اقتدا کیا جاتا ہے اُن کے اعمال بغرض اقتداء دیکھے جاتے ہیں۔ اور اُن کے آثار سے اقتباس کیا جاتا ہے۔ ملائکہ اُن کی دوستی کی رغبت کرتے ہیں ۔اور اپنی عبادت میں اُن کی ثناء کرتے ہیں اور اُن کے سامنے تواضع سے اپنے بازو جھکا دیتے ہیں۔ اور اُن کے لئے دریا کی مچھلیاں اور اُس کے کیڑے مکوڑے اور خشکی کے درندے اور اُس کے بہائم تک استغفار کرتے ہیں ۔ پس علم علماء کے قلوب کی حیات اور اُن کے ابصار کا نور اُن کے ضعف ابدان کی قوت ہے۔

اللہ تعالیٰ اُس کے حامل کو اخیار کے منازل میں ٹھہراتا ہے اور اُس کو ابرار کی صحبت عطا فرماتا ہے اور اُس کو دنیا و آخرت میں رفعت دیتا ہے اور علم ہی سے اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور عبادت کی جاتی ہے اور علم ہی سے اُس کی معرفت اور توحید میسر ہوتی ہے اور علم ہی سے ارحام کا صلہ کیا جاتا ہے اور حرام وحلال کی شناخت ہوتی ہے۔ پس علم امام ہے عقل کا۔ اللہ تعالیٰ اہل سعادت کو اُس کا الہام عطا فرماتا ہے اور اہل شقاوت کو اُس سے محروم رکھتا ہے اور آپ نے یہ بھی فرمایا کہ تم علم کو لازمی طور پر حاصل کرو کیونکہ وہ بھائیوں میں تعلق کا ذریعہ ہے اور انسانیت کا راہنما ہے اور مجالس میں تحفہ ہے اور سفر میں رفیق ہے۔ اور غربت میں مونس ہے اور اللہ تعالیٰ ایسے شخص کو محبوب رکھتا ہے جو مؤمن ہو۔ فقیہ ہو۔ زاہد ہو۔ عالم ہو، خاشع ہو۔ زندہ (دل) ہو۔ حلیم ہو۔ خوش خلق ہو۔ معتدل ہو۔ منصف ہو۔ (اور یہ سب اوصاف موقوف ہیں علم پر)

وقال من تواضع للمعلمين و ذل للعلماء ساد بعلمه فالعلم يرفع الوضيع وتركه يضيع الرفيع و راس العلم التواضع وبصره البراء ة من الحسد وسمعه الفهم ولسانه الصدق وقلبه حسن النية وعقله معرفة

اسباب الامور و من ثمراته التقویٰ واجتناب الهویٰ واتباع الهدی ومجانبة الذنوب و مودة الاخوان والاستماع من العلماء والقبول منهم و من ثمراته ترک الانتقام عند القدرة واستقباح مقاربة الباطل واستحسان متابعة الحق وقول الصدق والتجافی عن سرور فی غفلة و عن فعل ما یعقب ندامة والعلم یزید العاقل عقلا و یورث متعلمه صفات حمد فیجعل الحلیم امیرا وذاالمشورة وزیرا و یقمع الحرص و یخلع المکر ویمیت البخل ویجعل مطلق الفحش ما سورا و یعید السدادقریبا.

ترجمہ: ''اور آپ نے فرمایا کہ جو شخص اُستادوں سے تواضع کرے اور علماء کے سامنے تذلل کرے وہ اپنے علم سے بڑا بن جاتا ہے۔ پس علم کم رتبہ کو بلند رُتبہ کر دیتا ہے۔ اور ترک علم بلند رتبہ کو کم رتبہ کر دیتا ہے اور علم کا سر تواضع ہے اور اُس کی آنکھ خالی ہونا ہے حسد سے۔ اور اُس کا کان فہم ہے اور اُس کی زبان صدق ہے۔ اور اُس کا قلب حُسنِ نیت ہے اور اُس کی عقل اسباب امور کی معرفت ہے اور اُس کے ثمرات میں سے تقویٰ ہے اور اجتناب ہویٰ اور اتباع ہدیٰ اور اجتناب ذنوب ہے اور علماء سے سننا اور قبول کرنا۔ اور اُس کے ثمرات میں سے یہ بھی ہے کہ قدرت کے وقت انتقام ترک کرنا اور قربِ باطل کا قبیح سمجھنا اور اتباع حق کا مستحسن سمجھنا اور سچ بولنا اور غفلت کے ساتھ مسرور ہونے سے اور ایسا کام کرنے سے جس کا انجام ندامت ہو بچنا۔ اور علم عاقل کی عقل زائد کر دیتا ہے اور اُس کے حاصل کرنے والے میں صفاتِ جمیلہ پیدا کر دیتا ہے چنانچہ صاحب علم کو امیر بنا دیتا ہے اور مشیر کو وزیر بنا دیتا ہے اور حرص کا ازالہ کر دیتا ہے اور مکر وفریب دُور کر دیا ہے اور بخل کو معدوم کر دیتا ہے اور بے لگام فحش کو مقید کر دیتا ہے اور درستی فوت شدہ کو دوبارہ قریب کر دیتا ہے۔

وقال العلم خیر من المال العلم یحرسک وانت تحرس المال. العلم یزکو علی الانفاق والعمل والمال تنقصه النفقة. العالم حاکم

**والمال محکوم علیه. محبة العالم دین یدان بها. یکسب الطاعة فی حیاته وجمیل الاحدوثة بعد موته. خزان المال باقون وهم احیا والعلماء باقون مابقی الدهر. اعیانهم مفقودة وامثالهم فی القلوب موجودة.**

اور فرمایا کہ علم مال سے بہتر ہے۔ علم تیری حفاظت کرتا ہے اور تو مال کی حفاظت کرتا ہے۔ علم خرچ کرنے سے اور عمل کرنے سے بڑھتا ہے اور مال خرچ کرنے سے گھٹتا ہے۔ عالم حاکم ہے اور مال محکوم علیہ ہے عالم کی محبت دین ہے کہ جس پر جزا ملتی ہے وہ علم اُس عالم کو اُس کی حیات میں طاعت کا اور اُس کی موت کے بعد اُس کے تذکرہ جمیل کا ثمرہ دیتا ہے۔ مال جمع رکھنے والوں کی بقاء اُن کی حیات تک ہے اور علماء کی بقاء بقائے دہر تک ہے اور اُن کے ابدان مفقود ہو گئے اور اُن کے نقشے قلوب میں موجود ہیں۔

**وقال الناس اربعة فرجل یعلم و یعلم انه یعلم فما علم فاقبلوه و رجل یعلم ولا یعلم انه یعلم فناس فذکروه ورجل لا یعلم و یعلم انه لا یعلم فمسترشدفارشدوه و رجل لایعلم ولا یعلم انه لا یعلم فجاهل فارفضوه.**

اور فرمایا کہ آدمی چار قسم کے ہیں۔ ایک وہ شخص کہ جانتا ہے اور یہ بھی جانتا ہے کہ وہ جانتا ہے۔ (جس کا علم دوسروں کو اس طرح ہوگا کہ وہ اپنے علم پر عمل کرتا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اُس کو اُس کا عالم ہونا پیش نظر ہے کہ اُس کی رعایت کرتا ہے ) پس ایسا شخص (جو کہ عالم باعمل ہے ) جو تعلیم کرے اُس کو قبول کرو اور ایک وہ شخص ہے کہ جانتا ہے اور یہ نہیں جانتا کہ وہ جانتا ہے ( اور اُس کی علامت عدم عمل ہے جس سے شبہ ہوتا ہے کہ اُس کو اپنا عالم ہونا مستحضر نہیں جو اُس کی رعایت نہیں کرتا ) سو یہ شخص بھولا ہوا ہے سو اس کو یاد دِلا دو۔ اور ایک وہ شخص ہے کہ جانتا نہیں اور یہ بھی جانتا ہے کہ وہ جانتا نہیں۔ سو وہ طالب رشد ہے اُس کو رشد کا طریق بتلاؤ۔ اور ایک وہ شخص ہے کہ جانتا نہیں اور یہ بھی نہیں جانتا کہ وہ جانتا نہیں۔ بلکہ مدعی اور معجب اور خود پرست ہے ) سو یہ کامل ) جاہل ہے ( جس کو جہل مرکب کہتے ہیں ) اس کو چھوڑ دو ( اس کو تعلیم وارشاد

بھی نافع نہیں ہوتا آگے کچھ مضمون عقل کے متعلق ہے۔)

**وقال العقل عقلان عقل الطبع وعقل التجربة وكلاهما يؤدى المنفعة والموثوق به صاحب العقل والدين و من فاته العقل والمروة فراش ماله المعصية وصديق كل المرئ عقله و عدوه جهله.**

آپ نے فرمایا کہ عقل (متعارف) دو قسم ہیں ایک عقل طبعی اور دوسری عقل تجربہ کی اور دونوں منفعت کا سبب ہیں لیکن قابل وثوق وہ ہے جس کے پاس عقل اور دین دونوں ہوں اور جس میں عقل اور انسانیت دونوں نہ ہوں اُس کا راس المال معصیت ہوگا اور ہر شخص کی دوست اُس کی عقل ہوتی ہے اور اُس کا دشمن اُس کا جہل۔

## شذرات الحکم.....(گزشتہ سے پیوستہ)

(اور یہ دونوں اُمر قابل رنج اور خوشی کے نہیں ہیں کیونکہ جو چیز اس سے فوت ہوئی ہے وہ یقیناً مقدر نہ تھی اور مقدر نہ ہونے کے سبب اُس کو حاصل نہ کر سکتا تھا تو وہ یقیناً فوت ہونے والی ہی تھی پھر اُس کے فوت کا کیا غم اِسی طرح حاصل ہونے والی چیز یقیناً مقدر تھی اور مقدر ہونے کے سبب وہ اُس کو ضرور ملتی پھر اُس کے حصول پر سرور غفلت وفرع بطر کیا معنی خلاصہ یہ کہ نہ دنیا کا فوت ہونا کوئی غم کی چیز ہے اور نہ اُس کا حاصل ہونا اِس درجہ خوشی کی بات ہے البتہ آخرت قابل اہتمام ہے) پس تمہارے خوشی اُس چیز پر ہونا چاہئے جو تم کو تمہاری آخرت میں سے حاصل ہو جاوے اور (اسی طرح) تمہارا رنج اُس چیز پر ہونا چاہئے جو تم کو اُس آخرت میں سے فوت ہو جاوے اور (باقی) تم کو جو دنیا مل جاوے اُس پر فرحاں مت ہو اور جو اُس میں سے تم کو فوت ہو جاوے اُس پر غمگین مت ہو اور تمہارا (اصل) اہتمام موت کے بعد کے لئے ہونا چاہئے۔ والسلام

(ف) اور آخرت حاصلہ وفائتہ میں گو وہ تقریر جاری ہو سکتی ہے مگر مدار عدم سرور وعدم اسف کا صرف مقدر وغیر مقدر ہونا نہیں ہے بلکہ اصل مدار اُس کا نا قابل

اہتمام ہوتا ہے جو دلائل عقلیہ ونقلیہ سے ثابت ہے اور یہ مقدریت وعدم مقدریت اُن دلائل کی مؤیداور قرآن مجید میں بھی اس سے تائید کا کام لیا گیا ہے ما اصاب من مصیبة فی الارض ولا فی انفسکم الافی کتاب من قبل ان نبراھا ان ذلک علی اللہ یسیر لکیلا تاسوا علی ما فاتکم ولا تفرحوا بما اٰتاکم الایہ ۔اور آخرت خود قابل اہتمام ہے اس لئے وہاں یہ تقریر جاری نہ ہوگی کیونکہ تائید بدوں اصل کے منتفی ہے بلکہ وہاں اہتمام کے مؤیدات سے کام لیا جاوے گا۔

وقال خلوا عنی ھذہ الکلمات فلور کبتم للطی حتے تطؤہ ما اصبتم مثلھا لایرجون عبد الاربہ ولا یخافن الاذنبہ ولا یستحی اذا لم یعلم ان یتعلم ولا یستحیی اذا سئل عما لا یعلم ان یقول لا اعلم واعلموا ان الصبر من الایمان بمنزلة الراس من الجسد ولا خیر فی جسد لا راس فاصبروا علی ما کلفتموہ رجاء ما وعد تموہ . کتاب مذکور ص مذکور.

اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا ہے کہ مجھ سے کلمات لے لو کیونکہ اگر تم اُونٹیوں پر سوار ہو کر تمام ملک کو بھی پامال کر ڈالو تو ایسے کلمات تم کو نہ ملیں گے (وہ کلمات یہ ہیں ۔(۱) کوئی بندہ بجز اپنے رب کے کسی سے اُمید نہ رکھے۔(۲) اور بجز اپنے گناہ کے کسی چیز سے نہ ڈرے (اور اس سے خوف من اللہ کی نفی نہیں ہوئی کیونکہ گناہوں سے ڈرنا خداتعالیٰ ہی کے سبب سے ہے تو وہ خوف خدا ہی ہوا۔(۳) اور جب کسی بات کو نہ جانتا ہو تو اُس کے سیکھنے سے نہ شرماوے۔(۴) اور جب اِس سے کوئی ایسی بات پوچھی جاوے جو نہ جانتا ہو تو اس کہنے سے نہ شرماوے کہ میں نہیں جانتا۔(۵) اور جان رکھو کہ صبر کی نسبت ایمان کے ساتھ ایسی ہے جیسی سر کی نسبت جسد کے ساتھ اور (ظاہر ہے کہ) ایسے جسد میں خیر نہیں جس میں سر نہ ہو سو جن چیزوں کے تم مکلف بنائے گئے ہو اُس پر صبر کرو اُن چیزوں کی اُمید پر جس کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے۔

وقال لا تکون غنیا حتی تکون عفیفا ولا تکون زاھدًا حتی تکون

متواضعا ولا تکون حلیما حتی تکون وقورا ولا یسلم قلبک حتی تحبّ للمؤمنین ماتحبّ لنفسک وکفی بالمرء جهلا ان یرتکب ما نهی عنه وکفی به عقلا ان یسلم الناس من شرّه فاعرض عن الجهل واهله واکفف عن الناس ما تحب ان یکف عنک واکرم من صافاک و احسن مجاورة من جاورک والن واکفف الاذی واصفح عن سوء الاخلاق ولتکن یدک العلیا ان استطعت ووطن نفسک علی الصبر علی ما اصابک والهم نفسک القنوع واتهم الرّجا واکثر الدعاء تسلم من سورة الشیطان ولا تنافس علی الدنیا ولا تتبع الهوی وتوسط فی الهمة تسلم ممن یتبع عشراتک ولا تک صادقاً حتی تکتم بعض ما تعلم احلم عن السفیه یکثر انصارک علیه علیک بالشیم العالیة تقهر من یناویک قل الحق وقرب المتقین واهجر الفاسقین وجانب المنافقین ولا تصاحب الخائنین . کتاب مذکور ص مذکور.

اور آپ نے فرمایا ہے کہ تم غنی نہ ہو گے جب تک عفیف نہ ہو گے اور زاہد نہ ہو گے جب تک متواضع نہ ہو گے اور حلیم نہ ہو گے جب تک باوقار نہ ہو گے اور تمہارا قلب سلیم نہ ہوگا جب تک اہل ایمان کے لئے اُس چیز کو محبوب نہ رکھو گے جس کو اپنے لئے محبوب رکھتے ہو اور انسان کے جہل کے لئے یہ کافی ہے کہ ایسی چیز کا ارتکاب کرے جس سے ممانعت کیا گیا ہے اور اُس کے عاقل ہونے کے لئے یہ کافی ہے کہ لوگ اُس کے شر سے سالم رہیں سو جہل اور اہل جہل سے اعراض کرو اور دوسرے لوگوں سے اُس معاملہ کو دُور رکھو جس کا اپنے سے دُور رہنا پسند کرتے ہو اور ایسے شخص کا اکرام کرو جو تم سے صاف دوستی رکھے اور ایسے شخص کے حق ہمسائیگی کو اچھی طرح ادا کرو جو تم سے ہمسائیگی کا علاقہ رکھے اور نرمی اختیار کرو اور تکلیف کو اُس سے دُور کرو اور بداخلاقی سے اعراض کرو اور اگر تم سے ہو سکے تو تمہارا ہاتھ اُونچا رہنا چاہئے (یعنی حتی الامکان معطی بنو) اور اپنے نفس کو اُن واقعات میں صبر کرنے پر متمکن رکھو جو تم کو

پیش آویں اور اپنے نفس میں قناعت کا خیال قائم کرو اور اُمید پر (اکثر) بدگمانی رکھو (کیونکہ وہ اکثر دھوکہ ہوتا ہے جو کہ مذموم ہے اور آدمی اس کو اُمید سمجھتا ہے جو کہ محمود ہے چنانچہ اکثر لوگ اعمال میں کوتاہی کر کے سمجھتے ہیں کہ ہم مغفرت کی اُمید رکھتے ہیں حالانکہ اُمید وہ ہے کہ جمع اسباب کے بعد ہو ورنہ غرور ہے کما ہو مبسوط فی مصنفات الغزالی رحمہ اللہ) اور دُعا بکثرت کیا کرو غلبۂ شیطان سے سالم رہو گے اور دنیا پر زیادہ رغبت مت کرو اور ہوائے نفسانی کا اتباع مت کرو اور اِرادہ میں توسط اختیار کرو اُس شخص سے سالم رہو گے جو تمہاری غلطیاں تلاش کرے (کیونکہ جتنا کام زیادہ اور عظیم ہوتا ہے اُسی قدر اُس میں گرفتیں زیادہ نکل سکتی ہیں اِس لئے ہر کام توسط کے درجہ میں کرنا چاہئے توسط فی الارادہ سے یہی مراد ہے کیونکہ ہر فعل اختیاری موقوف ہے اِرادہ پر بڑے فعل کا بڑا اِرادہ ہوگا اور متوسط فعل کا متوسط اِرادہ) اور تم راست گو کبھی نہ ہو گے جب تک کہ بعض معلوم باتوں کو پوشیدہ نہ کرو گے (پوشیدہ سے مراد اُن کو بیان میں نہ لانا مطلب یہ کہ جتنی باتیں معلوم ہوں احتیاط یہ ہے کہ اُن میں سے بھی بعض کو ذکر میں نہ لاؤ جو بات خوب یقین کے ساتھ معلوم ہو صرف اُس کو بقدر ضرورت مختصر طور پر بیان کرو تو اُمید ہے کہ تکلم بہ خلاف واقع سے بچ سکو گے) جہالت کرنے والے سے حلم کرو اُس کے مقابلہ میں تمہارے بہت سے طرف دار ہو جاویں گے۔ اخلاق عالیہ کو اختیار کرو اپنے مقابل پر غالب رہو گے حق بات کہا کرو اور اہل تقویٰ کو مقرب رکھو اور فاسقین سے قطع تعلق کر دو اور منافقین سے برکنار رہو اور خائنین سے صحبت مت رکھو۔

**وقال قل عند کل شدة لا حول ولا قوة الا باللّٰه تکف بها و قل عند کل نعمة الحمد لِلّٰه تزددمنها و قل اذا ابطات علیک الارزاق استغفر اللّٰه یوسع علیک علیک بالحجة الواضحة التی لا تخرجک الی عوج ولا تردک عن منهج الناس ثلث عالم ربانی و متعلم علی سبیل النجاة و همج رعاع مفتاح الجنة الصبر**

و مفتاح الشرف التواضع و غنا اليقين و مفتاح الغنا اليقين و مفتاح الكرم التقوىٰ من اراد ان يكون شريفاً فليلزم التواضع عجب المرء بنفسه حد حساد عقله الطمانيّة قبل الحزم ضد الحزم المغتبط من حسن يقينه. کتاب مذکور، ص ۱۸۹.

اور آپ نے فرمایا ہے کہ ہر شدت کے وقت لاحول ولاقوۃ الا باللہ کہا کرو اُس میں تمہاری کفایت کی جاوے گی اور ہر نعمت کے وقت الحمد للہ کہا کرو اُس میں ترقی ہوگی اور جب تم پر روزی میں دیر ہو تو استغفر اللہ کہا کرو تم پر فراخی کی جاوے گی (کلام میں) حجتِ واضحہ (صحیحۃ المقدمات) قائم کیا کرو جو تم کو کجی کی طرف نہ لے جاوے اور جو تم کو طریق سے نہ ہٹاوے آدمی تین قسم کے ہیں ایک عالم ربانی دوسرا طالب علم جو طریق نجات پر (چلنا شروع ہوا) ہے اور تیسرا کم عقل نادان (اور) مفتاح جنت کی صبر ہے اور مفتاح شرف کی تواضع ہے اور مفتاح غنا کی یقین ہے اور مفتاح کرم کی تقویٰ ہے جو شخص صاحب شرف ہونا چاہئے اُس کو چاہئے کہ تواضع کو لازم پکڑے انسان کی اپنے نفس پر خود بینی کرنا اُس کی عقل کے حاسدوں میں سے ایک حاسد ہے۔

## شذرات الحکم....(گزشتہ سے پیوستہ)

کیونکہ جب دُور اندیشی و انجام بینی کے قبل ہی اُس نے ذہن کی حرکت کو قطع کر دیا تو ظاہر ہے کہ وہ حزم و عاقبت اندیشی سے محروم رہے گا یہی معنی ہیں خلاف حزم ہونے کے البتہ بعد استعمال حزم کے پھر اگر اطمینان ہو تو سمجھا جاوے گا کہ یہ اطمینان بصیرت کے ساتھ ہے اور یہ محل مناسب ہوگا اطمینان کے) قابل رشک وہ شخص ہے جس کا یقین اچھا ہو۔

## مقالات علی فی الامثال

یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حکیمانہ ارشاد بطور ضرب المثل کے۔

| | |
|---|---|
| (۱) بالصبر ینا ضل الحدثان | (۱) صبر سے حوادث کا مقابلہ ہوسکتا ہے۔ |
| (۲) الجزع من انواع الحرمان | (۲) جزع فزع کرنا محرومی کے اقسام سے ہے۔ |
| (۳) العدل مالوف | (۳) عدل سے (طبعًا) سب کو اُلفت ہے۔ |
| (۴) الهوی عسوف | (۴) ہوائے نفسانی کا (اتباع) جور کا سبب ہے۔ |
| (۵) والهجران عقوبة العشق | (۵) عشق (مجازی) کا عذاب (عاجل) مہجوری ہے (جو اکثر واقع ہوتی ہے اور عذاب آجل تجاوز حدودِ شرعیہ کی صورت میں اس سے اشد ہے یعنی محبوب حقیقی سے بُعد۔) |
| (۶) البخل جلباب المسکنة | (۶) بخل لباس ہے ذلت کا۔ |
| (۷) لا تامنن ملولاً | (۷) جس شخص کا (کسی کام سے) دل اتر جائے اس پر (اُس کام میں) مطمئن مت ہو۔ |
| (۸) ازالة الرّواسی اسهل من تالیف القلوب المنافرة | (۸) پہاڑوں کا ٹل جانا زیادہ سہل ہے ایسے قلوب کے مجتمع کرنے سے جن میں باہم منافرت ہو۔ |
| (۹) من اتبع الهوی ضلّ | (۹) جو شخص خواہش نفسانی کا اتباع کرتا ہے وہ بے راہ ہوجاتا ہے (یہ نمبر ۴ کا ہم معنی ہے) |
| (۱۰) الشجاعة صبر ساعة | (۱۰) شجاعت تھوڑی دیر کا استقلال ہے۔ |
| (۱۱) خیر الامور اوسطها | (۱۱) سب اُمور میں بہتر درجہ توسط ہے |
| (۱۲) خیر اهلک من کفاک | (۱۲) تمہارے متعلقین میں سب سے اچھا وہ ہے جو تمہارے کام آوے۔ |

| | |
|---|---|
| (۱۳) ترک الخطیئة اهون من طلب التوبة | (۱۳) گناہ کا چھوڑ دینا زیادہ سہل ہے توبہ کے مطالبہ سے۔ |
| (۱۴) من ولع بالحسد ولع به الشوم | (۱۴) جو شخص حسد کا شیفتہ ہوگا بد انجامی اُس کی شیفتہ ہوگی۔ |
| (۱۵) کم تلف من صلف | (۱۵) بہت سی بربادی شیخی کی بدولت ہوتی ہے۔ |
| (۱۶) و کم قرف من سرف | (۱۶) اور بہت سی علتیں اسراف کی بدولت ہوتی ہیں۔ |
| (القرف بالتحریک الاسم مخالطة وداء یقتل البعیر والنکس فی المرض. ۱۲ قاموس) | |
| (۱۷) عدوّ عاقل خیر من صدیق احمق | (۱۷) دشمن دانا بہ از نادان دوست |
| (۱۸) التوفیق من السعادة والخذلان من الشّقاوة | (۱۸) توفیق (امر خیر کی) سعادت ہے اور بے توفیقی شقاوت ہے۔ |
| (۱۹) من بحث عن عیوب الناس فبنسفه بدأ | (۱۹) جو شخص لوگوں کے عیوب کی کاوش کرتا ہے وہ اپنے نفس (کی عیب جوئی) سے ابتداء کرتا ہے۔ |
| (۲۰) من کان فے حاجة اخیه کان اللّٰه فی حاجته . | (۲۰) جو شخص اپنے بھائی کی حاجت (روائی) میں ہوتا ہے اللہ تعالیٰ اُس کی حاجت (روائی) میں ہوتا ہے۔ |
| (۲۱) من سلم من السنة الناس کان سعیدًا | (۲۱) جو شخص لوگوں کی زبان سے محفوظ رہے وہ بڑا باسعادت ہے (یعنی خود کوئی ایسی بات نہ کرے جس پر کوئی موقع کا اعتراض کر سکے) |

| | |
|---|---|
| (۲۲) من صحب الملوک تشاغل بالدنیا | (۲۲) جو شخص ملوک (و امراء) کے پاس رہتا ہے وہ دنیا میں مشغول ہوجاتا ہے۔ |
| (۲۳) الفقر طرف الکفر | (۲۳) افلاس کنارہ ہے کفر کا۔ |
| (۲۴) من تحفظ من سقط الکلام افلح | (۲۴) جو شخص ساقط الاعتبار کلام سے اپنے کو محفوظ رکھے گا وہ فلاح پاوے گا۔ |
| (۲۵) کلّ معروفٍ صدقة | (۲۵) ہر نفع رسانی صدقہ ہے۔ |
| (۲۶) کم من غریب خیر من قریب | (۲۶) بہت سے غیر بہتر ہوتے ہیں اپنوں سے۔ |
| (۲۷) کم من غریق هلک فی بحر الجهالة | (۲۷) بہت سے غریق وہ ہیں جو دریائے جہالت میں ہلاک ہوئے۔ |
| (۲۸) کم من عالم قد اهلکته الدنیا | (۲۸) بہت سے عالم ایسے ہیں جن کو دنیا نے ہلاک کردیا۔ |
| (۲۹) خیر مالک ما اعانک علی حاجتک . | (۲۹) تمہارے مال میں سب سے اچھا وہ مال ہے جو تمہاری ضرورت میں تم کو مدد پہنچاوے۔ |
| (۳۰) خیر من صبرت علیه من لا بدلک منه . | (۳۰) جن لوگوں کے معاملے میں تم کو صبر کرنا پڑے اُن سب میں اعلیٰ درجہ کا (یعنی زیادہ احق بالصبر) وہ شخص ہے جس سے تم کو مفر ہی نہ ہو۔ |
| (۳۱) من احب الدنیا جمع لغیره | (۳۱) جو شخص دنیا سے محبت کرتا ہے (واقع میں) وہ دوسروں ہی کے لئے جمع کررہا ہے۔ |
| (۳۲) المعروف فرض والایام دول. | (۳۲) خیر کرنا فرض ہے اور ایام میں انقلاب ہوتا رہتا ہے (تو جو ایام اس کیلئے مل جاویں غنیمت ہے) |

| | |
|---|---|
| (۳۳) عند تناهی البلاء یکون الفرج. | (۳۳) مصیبت کی انتہا پر پہنچنے کے وقت کشادگی ہوتی ہے۔ |
| (۳۴) من کان فی النعمة جهل قدر البلية | (۳۴) جو شخص عیش میں ہوتا ہے وہ (دوسرے کی) مصیبت کی مقدار نہیں جان سکتا۔ |
| (۳۵) من قل سروره کان فی الموت راحته . | (۳۵) جس شخص کے پاس سامان سرور کم ہو اُس کی راحت مرنے ہی میں ہوتی ہے۔ |
| (۳۶) قد ینمی القلیل فیکثرو یضحل الکثیر فیذهب. | (۳۶) کبھی قلیل ترقی پا کر کثیر ہو جاتا ہے اور (کبھی) کثیر گھٹتا گھٹتا فنا ہو جاتا ہے۔ |
| (۳۷) رب اُکلة منعت اکلات. | (۳۷) بعضا لقمہ بہت سے لقموں سے محروم کر دیتا ہے۔ |
| (۳۸) السوال مذلة والعطاء محبة. | (۳۸) مانگنا ذلت کا اور دینا محبت کا سبب ہے۔ |
| (۳۹) املک علیک لسانک | (۳۹) اپنی زبان کو اپنے قابو میں رکھو۔ |
| (۴۰) حسن التدبیر مع الکفاف اکفی من الکثیر مع الاسراف | (۴۰) خوش تدبیری قلیل آمدنی کے ساتھ زیادہ کافی ہے کثیر سے اسراف کے ساتھ۔ |
| (۴۱) بحسب السرور یکون التنغیص. | (۴۱) جتنی خوشی ہوتی ہے (اُس کے ختم کے وقت) اُتنی ہی کدورت ہوتی ہے۔ |
| (۴۲) الھوی یھودی بصاحبه | (۴۲) ہوائے نفسانی صاحب ہوئی کو پستی میں ڈال دیتی ہے۔ |
| (۴۳) الھوی عدو العقل | (۴۳) ہوائی نفسانی عقل کی دشمن ہے۔ |
| (۴۴) صحبة الاشرار تورث سوء الظن بالاخیار. | (۴۴) بُروں کی صحبت سے اچھوں پر بھی بد گمانی ہو جاتی ہے۔ |

# شَذراتُ الحِکم (بقیہ ملفوظات علی رضی اللہ عنہ)

(سلسلہ کے لئے ملاحظہ ہو "الرشید" نمبر ۶، جلد ۲)

وقال اللهو يسخط الرحمن و يرضى الشيطان و ينسى القرآن عليكم بالصدق فان الله مع الصّادقين المغبون من غبن دينه جانبوا الكذب فانه يجانب الايمان والصّادق علے سبيل نجاة وكرم والكاذب علے شفا هلک وهون قولواالحق تعرفوا به واعملوا الحق تكونوا من اهله وادّوالامانة اى من ائمنكم ولا تخونوا من خانكم وصلوا ارحامكم وعوذوا بالفضل علے من حرمكم اوفوا اذا عاهدتم واعدلوا اذا حكمتم لا تفاخروا بالآباء ولا تنابزوا بالالقاب ولا تحاسدوا ولا تباغضوا ولا تقاطعوا وافشو السّلام وردّوا التحية باحسن منها وارحمواالارملة واليتيم واعينوا الضعيف والمظلوم واطيبوا المكسب واجملوا فى الطلب. (مطالب السئول ص ۱۸۹)

ترجمہ "اور آپ نے یہ بھی فرمایا کہ بے ہودہ مشغلہ رحمان کو ناراض اور شیطان کو راضی کرتا ہے اور قرآن کو فراموش کرا دیتا ہے (دو وجہ سے ایک یہ کہ ایسے شخص کو تکرار قرآن کی مہلت کہاں ملے گی اور اُس کا حفظ موقوف ہے تکرار پر دوسرے خود اس عمل مکروہ کی بے برکتی بھی ہوگی جس سے حق تعالیٰ کی اعانت کم ہو جاوے گی) تم صدق کو اختیار کرو کہ اللہ تعالیٰ اہل صدق کے ساتھ ہے زیاں کار وہ شخص ہے جو اپنے دین میں خسارہ میں ہو کذب سے علیحدہ رہو کہ وہ ایمان سے اجنبی ہے اور صادق نجات و کرم کی راہ پر ہے اور کاذب ہلاک و ذلت کے کنارہ پر ہے حق بات کہا کرو تم اُس میں معروف ہو جاؤ گے (جس کا ایک فائدہ یہ بھی ہوگا کہ لوگ تمہارا اقتداء کریں گے) اور حق پر عمل کرو تم اہلِ حق میں سے ہو جاؤ گے اور امانت کو امانت رکھوانے والے

کی طرف ادا کرو اور جو تم سے خیانت کرے تم اُس سے خیانت مت کرو اور اپنی قرابتوں کی صلہ رحمی کرو اور جس شخص نے تم کو نفع نہ پہنچایا ہو تم اپنے احسان سے اُس پر متوجہ ہو۔ جب عہد کرو وفا کرو اور جب فیصلہ کرو عدل کرو۔ آباء واجداد پر فخر مت کرو بُرے القاب سے ایک دوسرے کو مت یاد کرو۔ باہم حسد نہ کرو باہم بغض مت رکھو ایک دوسرے سے قطع تعلق مت کرو اور سلام بکثرت کیا کرو سلام کا جواب اُس سلام سے بھی اچھا دو۔ (مثلاً اُس نے کہا تھا ''السلام علیکم'' تو تم جواب میں کہو ''وعلیکم السلام و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ و مغفرتہٗ) اور بے کسوں اور یتیم پر رحم کرو۔ اور ناتوان اور مظلوم کی اعانت کرو اور کمائی کو حلال کرو اور تلاشِ معاش میں اعتدال رکھو۔

وقال لا راحة لحسود ولا مودة لملوک ولا مروة لكذوب ولا شرف لبخيل ولا همة لمهين ولا سلامة لمن اكثر مخالطة الناس الوحدة راحة والعزة عبادة والقناعة غنية والاقتصاد بلغة وعدل السلطان خير من خصب الزّمان والعزيز بغير اللّٰه ذليل والغنے انشره فقير لا يعرف الناس الا بالاختبار فاختبر اهلک وولدک فی غيبتک وصديقک فی مصيبتک وذاالقرابة عند فاقتک وذاالقود دوالملق عند عطلتک لتعلم بذلک منزلتک منهم واحذرممن اذا حدثته ملّک واذا حدثک غمک وان سررته اوضررته سلک معک فيه سبيلک وان فارقک ساء ک مغيبه بذكر سوأتک وان مانعته بهتک وافترى و ان وافقته حسدک واعتدى وان خالفته مقتک ومارٰى يعجز عن مكافات من احسن اليه و يفرط علے من بغى عليه يصبح صاحبه فی اجر ويصبح هو فے وزر لسانه عليه لاله ولا يضبط قلبه قوله يتعلم المرأ و يفقه الربايبا درالدنيا ويوآكل التقوے فهو بعيد من الايمان قريب من النفاق مجانب للرشد مرافق للغى فهو

باغ غاو لا یذکر فی المهتدین. (کتاب مذکور ص ۱۹۰)

ترجمہ: ''اور آپ نے فرمایا کہ حاسد کو راحت نصیب نہیں اور بادشاہوں کی کچھ دوستی نہیں اور کاذب میں آدمیت نہیں اور بخیل میں شرف نہیں اور ذلیل آدمی میں ہمت نہیں اور ایسے شخص کو سلامتی میسر نہیں جو لوگوں سے زیادہ اختلاط کرے وحدت راحت ہے اور عزت (جس سے نیت دین کا اعزاز ہو) عبادت ہے اور قناعت تونگری ہے اور میانہ روی زاد کافی ہے اور عدل بادشاہ کا (نفع رسانی میں) موسم کی ارزانی سے زیادہ بہتر ہے اور غیر اللہ کے تعلق سے عزت حاصل کرنے والا ذلیل ہے اور غنی حریص فقیر ہے بدون امتحان کے آدمیوں کی شناخت نہیں ہوتی سوا اپنی بی بی اور اولاد کا تو اپنی عدم موجودگی میں (امتحان کرو) اور اہل قرابت کا اپنے فقر و فاقہ کے وقت اور مدعی دوستی اور متعلق کا اپنی بیکاری کے وقت تا کہ ان ذرائع سے تم کو اپنا مرتبہ ان لوگوں کے نزدیک معلوم ہو جاوے اور ایسے شخص سے احتیاط رکھو جس کی یہ حالت ہو کہ جب تم اُس سے بات کرو تو تمہاری بات بے رغبتی سے سُنے اور جب وہ تم سے بات کرے تو تم کو ضیق میں ڈالے اور اگر تم اُس کو مسرور کر دیا (بلا قصد) ضرر پہنچاؤ تو اُس میں تمہارے ساتھ تمہاری راہ چلے (یہ نہ کرے کہ ضرر کو غیر ارادے پر محمول کر کے اُس سے تسامح کرے) اور اگر وہ تم سے مفارقت کرے تو اُس کا دور ہونا تمہارے غم کا سبب ہو اس طرح سے کہ وہ تمہارا عیب بیان کرے اور اگر تم اُس کو اس باب میں روک ٹوک کرو تو تم پر بہتان لگا دے اور افترا کرے (مطلب یہ کہ اگر تم اُس سے عیب گوئی پر باز پُرس کرو کہ میں نے فلاں بات کب کہی تھی یا فلاں کام کب کیا تھا۔ تو اپنی بات کی پچ میں فوراً تمہارے سر پر تھوپ دے۔) اور اگر تم اُس سے موافقت رکھو تو تم پر حسد اور تعدی کرے۔ اور اگر تم اس سے مخالفت کرو تو تم سے عداوت رکھے اور خصومت کرے۔ وہ شخص ایسے شخص کے مکافات کی ہمت نہیں رکھتا جو اُس سے احسان کرے اور وہ شخص ایسے شخص پر حد سے زیادہ زیادتی کرتا ہے جس نے اُس پر کچھ ظلم کیا ہو (یعنی

برابر انتقام لینے پر کفایت نہیں کرتا۔) اُس شخص کا ساتھی تو اَجر میں ہے اور یہ شخص گناہ میں ہے (کیونکہ ساتھی کو تو اُس کی بدطینتی معلوم نہیں وہ اُس کے ساتھ خلوص رکھتا ہے اور یہ شخص بدنفس ہے ہر وقت اُس کے ضرر کی فکر میں رہتا ہے۔) اس شخص کی زبان اس کو مضر ہے نافع نہیں (کیونکہ زبان سے معاصی ہی کا ارتکاب کرتا ہے کسی کو نفع نہیں پہنچاتا) اور اُس کا قلب اُس کے اقوال کا ثابت نہیں۔ (یعنی قلب میں عدل و حیا نہیں اس لئے زبان کو بھی لگام نہیں) علم سیکھتا ہے جدال کا اور فقہ سیکھتا ہے حرام طریق سے اخذ مال کا دنیا کی طرف دوڑتا ہے اور تقویٰ کو ہضم کر جاتا ہے پس ایسا شخص بعید ہے ایمان سے قریب ہے نفاق سے۔ ہدایت سے برکنار ہے گمراہی کا یارِ غار ہے سو یہ شخص حد سے نکلنے والا ہے گمراہ ہے اہل ہدایت میں اُس کا ذکر نہیں کیا جاتا۔

**وقال لا تحدث عن غير ثقة فتكون كذاباولا تصاحب همازا فتكون مرتابا ولا تخالط ذافجور فترى متهما ولا تجادل عن الجانين فتصبح ملومًا وقارن اهل الخير تكن منهم وباين اهل الشرتين عنهم واعلم ان من الحزم العزم واحذر اللجاج تنج من كبوته ولا تخن من ائتمنك وان خانك فى امانة ولا تذع سرمن اذاع سرك ولا تخاطر بشئ رجاء ما هواكثر منه و خذ الفضل واحسن البذل وقل للناس حسنا ولا تتخذ عدوصديقك صديقا وساعداخاك وان جفاك وان قطعته فاستبق له بقية من نفسك ولا تضيّعن حق اخيك فتعدم اخوته ولا يكن اشقى الناس بك اهلك ولا ترغبن فيمن زهد فيك وليس جزاء من سرك ان تسؤه واعلم ان عاقبة الكذب الذم و عاقبة الصدق النّجاة.** (کتاب مذکور ص ۱۹۱)

ترجمہ: ''اور آپ نے فرمایا کہ غیر معتبر شخص سے روایت مت کرو کہ اس سے تو کذاب ہو جاوے گا۔ اور چغل خور کی صحبت مت رکھ کہ اس سے (ہمیشہ) مبتلائے

شک (وبدگمان) رہے گا اور فاجر سے اختلاط مت کر کہ متہم سمجھا جاوے گا اور اہل جرائم کی طرف سے گفتگو مت کر کہ ملامت زدہ ہو جاوے گا اور اہل خیر کا قرین رہ اُنہیں میں سے ہو جاوے گا اور اہل شر سے علیحدہ رہ کہ (لوگوں کی نظر میں بھی) اُن سے جدا سمجھا جاوے گا اور جاننا چاہیے کہ منجملہ حزم کے عزم (علی النافع) ہے اور مخاصمت سے پرہیز کر کہ اُس کی لغزش سے محفوظ رہے گا (کیونکہ اُس میں اکثر بوجہ آمیزش نفس کے خصم پر جلدی غالب آنا چاہتا ہے اور جلدی میں بے تامل کوئی ایسی بات مُنہ سے نکل جاتی ہے جو خلافِ حق ہوتی ہے اور اُس پر خصم بھی مواخذہ کر کے مغلوب کر دیتا ہے) اور جو شخص تیرے پاس امانت رکھائے تو اُس سے خیانت مت کر اگرچہ اُس نے تجھ سے کسی امانت میں خیانت کی ہو اور تو ایسے شخص کا راز شائع مت کر جس نے تیرا راز شائع کر دیا ہو اور کسی چیز کو اُس سے زیادہ کی اُمید میں خطرہ میں مت ڈال (مراد اس سے اُمید بعید ہے، اسی سبب سے ایسے موقع پر بذل مال کو مخاطرہ کہا) اور اپنا مال فاضل لے کر اُس میں سے اچھی جگہ خرچ کر اور لوگوں سے خوش خلقی کی بات کر اور اپنے دوست کے دشمن کو دوست مت بنا اور اپنے بھائی سے سازگاری رکھ اگرچہ وہ تیرے ساتھ بے مروّتی کرے اور اگر تو اُس سے (کسی مصلحت سے) قطع تعلق ہی کرے تو اُس کے لئے اپنے نفس میں کچھ گنجائش بھی باقی رکھ (اس طرح سے کہ اگر پھر تعلق کی تجدید کی ضرورت ہو تو ممکن ہو) اور اپنے بھائی کا حق ضائع مت کر کہ تو اُس سے اُس کی اخوت کو معدوم کر دے گا اور ایسا نہ ہو کہ سب آدمیوں سے زیادہ تیرے نفع سے محروم رہنے والے تیرے گھر والے ہوں (کہ سب کو تو نفع پہنچاوے اور گھر والوں کو محروم رکھے خواہ دنیوی نفع ہو یا دینی۔ اور ایسے شخص میں راغب مت ہو جو تیرے اندر غیر راغب ہو اور جو شخص تجھ کو خوش کرے اُس کی پاداش یہ نہیں ہے کہ تو اُس کو رنجیدہ کرے اور جاننا چاہئے کہ انجام کذب کا مذموم ہوتا ہے اور انجام صدق کا نجات ہے۔

ونقل عنه انه رأى جابر بن عبدالله رضى الله عنه و قد تنفس

الصعداء فقال له يا جابر علا تنفسک علی الدنيا فقال جابر نعم فقال ملاذ الدنيا سبعة الماكول والمشروب والملبوس والمنكوح والمركوب و المشموم والمسموع فالذّالماكولات العسل و هو بصق من ذبابة و اجل المشروبات الماء وكفى باباحته وسباحته على وجه الارض واعلى الملبوسات الدّيباج و هو من لعاب دودة و اعلى المنكوحات النساء و هي مبال في مبال و مثال لمثال ﴿فی القاموس المثال حقة الشيء والفراش ۱۲ منه﴾و انما يراد احسن ما في المراء ة لا قبح ما فيها و اعلى المركوبات الخيل و هي قواتل واجل المشمومات المشک و هو دم من سرة دابة واجل المسموعات الغنا والترنم و هو اثم فما هذه صفته لم يتنفس عليه عاقل. قال جابر بن عبدالله فوالله ما خطرت الدنيا بعد ها علی قلبي.(کتاب مذکور، ص ۱۹۱)

ترجمہ:"اور نیز آپ سے منقول ہے کہ آپ نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کو دیکھا اور اُنہوں نے ایک لمبا سانس لیا آپ نے اُن سے کہا کہ اے جابر (رضی اللہ عنہ) کیا تمہارا سانس دنیا پر دراز ہوا حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے کہا ہاں۔ (غالباً کوئی حاجت ضروری اُن کی بند ہوگئی ہوگی) آپ نے فرمایا کہ دنیا کی لذتیں سات ہیں ماکول (یعنی کھانے کی چیز) اور مشروب (یعنی پینے کی چیز) اور ملبوس (یعنی پہننے کے کپڑے) اور منکوح (یعنی عورت جس سے حظ نفس حاصل ہو) اور مرکوب (یعنی سواری کا جانور) اور مشموم (یعنی سونگھنے کی خوشبوئیں) اور مسموع (یعنی نغماتِ خوش) سو ماکولات میں سب سے زیادہ لذیذ چیز شہد ہے اور وہ ایک مکھی کا لعاب ہے اور مشروبات میں سب سے زیادہ جلیل القدر چیز پانی ہے اور اُس کا مباح (عام لجمیع الانام حتی الکلاب والہوام) اور جاری علی الارض ہونا (اس کے غیر عظیم ہونے کے لئے) کافی ہے اور ملبوسات میں سب سے اعلیٰ دیباج ہے اور وہ ایک کیڑے کا لعاب ہے

اور منکوحات میں سب سے اعلیٰ عورتیں ہیں (گو قضاء شہوت دوسرے طرق سے بھی ممکن ہے اگرچہ حلال نہ ہو مگر اُن میں یہ لذت اور نہ اباحت پس سب میں اعلیٰ عورتیں ہیں اور اُن کی حقیقت (من حیث المنکوحیت) یہ ہے کہ ایک پیشاب گاہ دوسرے پیشاب گاہ میں داخل ہوتا ہے اور وہ مثال ہیں ایک فراش کی (جو پائمال کیا جاتا ہے) اور (ایک منقصت اُس میں یہ ہے کہ) اعضاء زن میں جو زیادہ حسین ہیں (چہرہ وغیرہ) اُن (کی تزئین) کا قصد کیا جاتا ہے (یعنی عورت بناؤ سنگھار کرتی ہے) بغرض اُس عضو کے جو اُس کے اعضاء میں سب سے زیادہ بدصورت ہے (یعنی شرم گاہ اور یہ ظاہر ہے کہ سب بناؤ سنگھار اسی لئے ہے کہ مرد کو رغبت ہو اور اُس کی رغبت کا محل یہی ہے تو احسن اعضاء کی تزین اس اقبح اعضاء کے لئے ہوئی) اور مرکوبات میں سب سے اعلیٰ گھوڑا ہے اور وہ ہلاک کرنے والے ہیں (کہ اکثر گرا دیتے ہیں۔) اور مشمومات میں سب سے زیادہ جلیل القدر مشک ہے اور وہ ایک چوپایہ کی ناف کا خون ہے اور مسموعات میں سب سے زیادہ جلیل القدر راگ اور گیت ہے اور وہ گناہ ہے (جو کہ مسلمان کو اُس سے نفرت ہونے کے لئے کافی ہے) سو جس کی یہ حالت ہو اُس پر کوئی عاقل سانس نہ بھرے گا۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ و اللہ اس کے بعد دنیا کا کبھی میرے قلب پر خطرہ نہیں گذرا۔

## شذرات الحِکم.... (گذشتہ سے پیوستہ)

واماالکفر فعلے اربع دعائم الشقاق والعلو والشک والشبھة و الشقاق من ذلک اربع شعب الجفاع والعمی والغفلة والعتو فمن جفا احتقر الحق وجھر بالباطل ومقت العلماء واصر علے الحنث العظیم و من عمی نسی الذکر واتبع الطق وطلب المغفرة بلا توبة ولحّ علیه الشیطان و من غفل حار عن الرشد و غرتّه الا مانی واخذته الحسرة والندامة وبداله من اللّٰه ما لم یکن یحتسبه و من عتا عن امر

الله اذله الله بعز سلطانه و صغره بجلاله کما اغتر بربه الکریم والعلو علے اربع شعب التعمق والتنازع والزیغ والشقاق فمن تعمق لم ینب الی الحق ولم یزدد الا تمردًا فی الغمرات ولم ینحسر عنه فتنة الا غشیته اخری وانخرق دینه فهو یهوی فی امر مریج و من نازع تخاصم و من تخاصم انقطع به العمل عن سلوک نهج النجاح و من زاغ قبحت عنده الحسنة و حسنت عنده السیئة و من شاق اعورت علیه طرقه واعترض علیه امره وضاق مخرجه و ضلّ هداه اذ لم یتبع سبیل المؤمنین.

ترجمہ: ''رہا کفر وہ بھی چار بنیادوں پر (قائم) ہے: خلاف اور ترفع اور شک اور شبہ اور (پھر) اس میں سے خلاف (کی) چار شاخیں ہیں بے تمیزی اور کوری اور غفلت اور سرکشی سو جو شخص بے تمیز ہوگا وہ حق کو حقیر سمجھے گا اور باطل کو اعلانیہ کرے گا اور اہل علم سے نفرت رکھے گا اور بڑے گناہوں پر اصرار کرے گا اور جو شخص کور ہوگا وہ ذکر کو فراموش کرے گا اور تخمین کا اتباع کرے گا اور بدون توبہ کئے ہوئے مغفرت کا خواہاں ہوگا اور شیطان اُس کو لپٹ جاوے گا اور جو شخص غافل ہوگا وہ رشد سے متحیر رہے گا اور اُس کو باطل آرزوئیں دھوکہ میں رکھیں گی اور اُس کو (آخر میں) حسرت اور ندامت گلوگیر ہوگی۔ اور اُس کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے وہ بات ظاہر ہوگی جس کا وہ گمان بھی نہ کرتا تھا۔ اور جو شخص حکم الٰہی سے سرکشی کرے گا اللہ تعالیٰ اُس کو اپنے غلبۂ سلطنت سے ذلیل کرے گا اور اپنے جلال سے اُس کو حقیر کردے گا۔ جیسا وہ اپنے رب کریم کے ساتھ دھوکہ میں رہا تھا۔ (یہ تو خلاف کا بیان ہوا) اور ترفع (بھی) چار شاخوں پر (منقسم) ہے تشدد اور منازعت اور کجی اور ضد سو جو شخص تشدد کرتا ہے وہ حق کی طرف رجوع نہیں ہوتا۔ اور اُس کا جہالتوں میں تمرد ہی بڑھتا رہتا ہے اور اُس سے ایک گمراہی دور نہیں ہونے پاتی کہ دوسری اُس کو آ گھیرتی ہے اور اُس کا دین دریدہ ہو جاتا ہے۔ پس وہ گڑبڑ کی باتوں میں گرتا چلا جاتا ہے اور جو شخص صاحب نزاع ہوتا ہے وہ (ہر بات میں) بحث کرتا ہے اور جو (زیادہ) بحث کرتا ہے یہ عمل اُس کو طریق کامگاری

پر چلنے سے قطع کر دیتا ہے اور جس شخص میں کجی ہوتی ہے اُس کے نزدیک اچھی بات بُری اور بُری بات اچھی ہو جاتی ہے اور جو شخص ضدی ہوتا ہے اُس پر اُس کی راہیں (وضوح حق کی) ناپدید ہو جاتی ہیں۔ اور اُس کا اَمر (مطلوب) اُس پر دُشوار (وخارج از اختیار) ہو جاتا ہے۔ اور اُس کا مخلص تنگ ہو جاتا ہے اور اُس کی راہ گم ہو جاتی ہے۔ چونکہ اُس نے اہل ایمان کی سبیل کا اتباع نہیں کیا۔

"والشک علٰی اربع شعب الهول والتردد والاقدام والاستسلام فمن هاله ما بین یدیه نکص علے عقبیه و من تردد فی الریب سبقه الاوّلون فادرکه الاخر ون و من اقدم بلا بصِیرة وطینة سنابک الشیطان و من استسلم لهلکة الدنیا والاخرة هلک فمن نجا فَمِنْ فضل الیقین فبایّ الآء ربک تتماری والشبهة علی اربع شعب اعجاب بالرتبة و سوال النفس وتاوّل العوج و لیس الحق بالباطل والرتبة باقیة علے البغیة والعجب بها راسخ فی الجبلة فان النفس تهجم علے الشهوة فتسو لها و ان العوج یمیل میلا عظیمًا و ان اللبس ظلمات بعضهافوق بعض و اما النفاق فعلے اربع دعائم الهویٰ والهوینا والحفیظة والطمع فالهوی علے اربع شعب البغی والعدوان والشهوة والطغیان فمن بغے کثرت غوائله و نصر علیه وتخلے عنه و من اعتدی لم تؤمن بوائقه و لم یسلم قلبه و لم یعدل نفسه عن الشهوات وایتان الخبیثات و من طغے ضل عن المحجة بلا حجة والهوینا علے اربع شعب الغرة والامل والهیبة والمماطلة وذلک ان الهیبة تو خرالحق وتعضد العزة بالمماطلة فی الامل حتی یقدم الاجل ولو لا الامل علم الانسان علم ما هو فیه ولو علم ذلک مات خالیا من الهوی والدخل والحفیظة علے اربع شعب الکبر والفخر والحمیة والعصبیة فمن استکبرادبرعن الحق و من فخر فجر و من حمٰی ضر و من اخذته العصبیة جار و بئس الامر

بين ادبار و فجور واضرار وجور عن الصراط المستقيم والطمع على اربع شعب الفرح والمرح واللجاجة والبطر فالفرح مكروه عند الله تعالٰى والمرح خيلاً واللجاجة بلاء فيمن اضطرته حبائل الأثام والبطرلهو و لعب و شغل واستبدال الذى هو ادنى بالذى هو خير و كل ذلك كان سيئه عند ربک مكروها فهذه احوال الاسلام والايمان والكفر والنفاق و دعائم كلّ واحد منها.

ترجمہ:''اور شک (بھی) چار شاخوں (پر منقسم) ہے ہول اور تردد اور (الا دُھند) بڑھتے چلے جانا اور اپنے کو (خطرات کے) سپرد کرنا سو جس شخص کو آگے آنے والی چیز ہول میں ڈالے وہ پچھلے پاؤں ہٹے گا اور جو شخص تردد میں رہے گا اس سے پہلے چلے ہوئے لوگ بہت آگے نکل جائیں گے پھر پیچھے چلے ہوئے لوگ اُس کو پکڑ لیں گے اور جو شخص بدون بصیرت کے (الا دھند) بڑھے چلا جاوے اُس کو شیطان کے سُم پائمال کرڈالیں گے (اور اُوپر جو اُس شخص کے پیچھے ہٹنے کا حکم کیا گیا تھا وہ اس وقت ہے جب تردد کے مقتضا پر اُس کا عمل ہو اور یہاں آگے بڑھنا اُس وقت ہے جب تردد کے مقتضا تو مغلوب کر کے شیخی مارے کہ کوئی نا واقف ومتردد نہ بتلا وے بڑھتا چلا جاوے پس دونوں میں تعارض نہیں) اور جو شخص اپنے کو (خطرات یعنی) ہلاکت دنیا و آخرت کے سپرد کردے وہ ہلاک ہوگا تو جس شخص نے نجات پائی ہے سو زیادت یقین ہی سے (پائی ہے) پھر اپنے پروردگار کی کونسی نعمتوں میں تو شک کرتا ہے اور شبہ (بھی) چار شاخوں پر (منقسم) ہے اپنے رتبہ کو پسند کرنا اور تسویل نفس اور کجی کی طرف رجوع ہونا اور حق کا باطل سے آمیختہ کردینا اور رتبہ باقی (رہتا) ہے مطلوبیت پر اور اُس پر عجب کرنا جبلت میں راسخ ہوتا ہے پس نفس شہوت پر گرتا ہے اور اُس کو مزیّن کر کے دِکھلاتا ہے اور کجی بہت زیادہ ہٹانا ہٹا دیتی ہے اور آمیزش (حق و باطل) یکے بر دیگرے ظلمتیں ہیں۔ رہا نفاق سو وہ بھی چار بنیادوں پر (قائم ہے۔ ہوائے نفسانی اور کم ہمتی اور عار اور طمع پھر ہوائے نفسانی چار شاخوں (پر منقسم ہے) ظلم اور تعدی اور

شہوت اور خروج عن الحد سو جو شخص ظلم کرے گا اُس کی آفات کثیر ہوں گی اور اُس کے مقابلہ میں دوسروں کی طرف داری کی جاوے گی اور اُس سے برطرفی کی جاوے گی اور جو شخص تعدی کرتا ہے اُس کے شرور سے مامونیت نہیں رہتی اور اُس کا قلب سلیم نہیں رہتا اور اُس کا نفس شہوات سے اور افعال خبیثہ کے ارتکاب سے عدول نہیں کرتا اور جو شخص خروج عن الحد کرتا ہے وہ راہ سے بلا حجت بے راہ ہو جاتا ہے اور کم ہمتی (بھی) چار شاخوں پر (منقسم) ہے۔ دھوکہ کھانا اور طول امل اور ہیبت اور تسویف اور یہ اس طرح ہے کہ ہیبت تو حق کو مؤخر کر دیتی ہے (یعنی یہ شخص ہیبت خلق سے امر حق کو مقدم نہیں کر سکتا) اور اس کا دھوکہ کھانا تسویف سے تقویت پا کر طول امل میں واقع کر دیتا ہے۔ یہاں تک کہ وقت موعود آجاتا ہے اور اگر طول امل نہ ہوتا تو اِنسان اُس حالت کو جانتا جس میں وہ ہے۔ (یعنی فنا وغیرہ) اور اگر اُس کو جانتا تو ہوائے نفسانی سے اور اندرونی فساد سے مخلا ہو کر مرتا۔ اور عار (بھی) چار شاخوں پر (منقسم ہے۔ تکبر اور فخر اور حمیت (جاہلیت) اور تعصب پس جو شخص تکبر کرے گا وہ حق سے اعراض کرے گا اور جو شخص فخر کرے گا وہ فاجر ہوگا اور جو حمیت (جاہلیت) کرے گا وہ (دوسروں کو) ضرر پہنچاوے گا اور جس شخص پر تعصب غالب ہوگا وہ کجروی کرے گا اور بُرا کام ہوگا جو درمیان اعراض اور فجور ضرر رسانی اور صراط مستقیم سے کجروی کے ہو اور طمع بھی چار شاخوں پر (منقسم) ہے اترانا اور اکڑنا اور لیچڑپن اور شیخی سو اِترانا حق تعالیٰ کے نزدیک ناپسند ہے اور اَکڑنا بھی تکبر (کی ایک فرد) ہے (جس کا مذموم ہونا معلوم ہے) اور لیچڑپن اُس شخص کے حق میں ایک (عظیم) بلا ہے جس کو گناہوں کے جال پھنسائے ہوئے ہوں (کہ وہ اس صفت کے سبب اُن میں نہ زیادہ جکڑتا چلا جاوے گا) اور شیخی (محض بے سود) ایک لہو ولعب اور مشغلہ اور خسیس چیز کا بدلنا نفیس چیز کے عوض میں ہے۔ اور یہ سب بُری باتیں تمہارے رب کے نزدیک ناپسندیدہ ہیں پس یہ احوال ہیں اسلام اور ایمان اور نفاق کے اور ان سب کی بنیادیں ہیں۔

(مطالب السئول صفحہ ۱۹۵ تا ۱۹۸)

# زیادات

## علی کتب الروایات



حضرت حکیم الامت مجدد الملت جامع الکمالات منبع الحسنات ماہر العلوم القرآنیۃ واقف الاسرار الفرقانیۃ،
رأس المفسرین مقدام الراسخین صاحب الشریعۃ والطریقۃ، بحر المعرفۃ والحقیقۃ کاشف الاسرار الخفی منھار الجلی اعنی بہ
مولانا محمد اشرف علی التھانوی
نور اللہ مرقدہ وجعل الجنۃ مثواہ

# تعارف رسالہ ہذا

یہ فن قرأت کا رسالہ ہے اس میں روایات غیر مشہورہ کی سندیں ہیں اور احادیث مسلسل بالاولیت بھی درج ہیں اور آخر میں تتمہ کے نام سے ملحق فرمایا ہے۔

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم منہومان لا یشبعان منہوم فی العلم لایشبع منہ و منہوم فی الدنیا لا یشبع منہا. رواہ البیہقی

قُلْ رَبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا. بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

## زیادات علی کتب الروایات

التحیات للہ والصلوات والطیبات السلام علیک ایھا النبی و رحمۃ اللہ و برکاتہ. السلام علینا و علی عباد اللہ الصالحین اشھد ان لا اِلٰہ الا اللہ و اشھدان محمدا عبدہٗ و رسولہ و بعد فھٰذی زیادات اعلٰے کتب الروایات ﴿من الصحاح الستۃ والمؤطا لمالک رحمہ اللہ التی جمعت اسانیدھا فی رسالتی السبعۃ السیارۃ ۱۲﴾ + بلغتنی عن الشیوخ الثقات + والعدول السادات اودعتھا مطاوی تلک الصفحات + للراغبین فی السعادات + لان کتمان العلم من المنھیات + وارجو من رحمۃ اللہ تعالٰی مع کونی ممن اسرف ﴿اشارۃ الی اسم المؤلف بالتجنیس ۱۲.﴾ علی نفسہ بالخطیات + ان یصیبنے دعاء سید الکائنات و افضل الموجودات صلی اللہ علیہ وسلم تسلیمات متکاثرات + نضر اللہ

عبد اسمع مقالتی فحفظها ووعاها واداها كذا فی المشکٰوة وھا انا اسوق تیک الزیادات ﴿اعم من ان تکون الزیادة متنابان تکون غیر مذكورة فی الكتب المشهورة بان یتصل متن مشهور بسند غیر السند الذی اشتهر به فی الكتب ۱۲﴾ + مع الاشارة الى ملخصها فی العنوانات + الزیادة الاولى فی فضل الرحمة و فیها الحدیث المسلسل بالاوّلیة حدثنا﴿لماسمع السند من مولانا رشید احمد بعد الشیخ عبدالغنی بل نقلت من بیاض مولانا محمد قاسم و من ثم بقیت خدشات نظهر من المنهیات ۱۲/ منه﴾ به الشیخ الاجل مولانا رشید احمد الگنگوهی و هو اَوّل حدیث اخذته منه قال حدثنا به الشیخ الاجل مولانا محمد قاسم النانوتوی و هو اَوّل حدیث سمعته منه قال اخبرنا به الشیخ العلامة صاحب الاحوال السنية والمقامات الرفیعة مولانا و مرشدنا و مقتدانا المولی عبدالغنی الدهلوی المهاجر نزیل المدینة المنورة علی صاحبها الف الف صلوة وسلام و هو اَوّل حدیث سمعته منه و سمعته منه فی الدهلی قال اخبرنی به شیخنا محمد عابد السندی عن الشیخ السید عبدالرحمن بن سلیمان بن یحییٰ بن عمر بن مقبول الاهدل عن والده نفیس الدین سلیمان بن یحییٰ عن الشیخ عبدالخالق بن ابی بکر المزجاجی عن الشیخ محمد بن احمد ابن سعید المعروف ﴿الظاهر انه صفة لاحمد بن سعید.۱۲﴾ بعقیلة.وقال الشیخ عبدالغنی واخذت ایضاً عن الشیخ اسمٰعیل بن ادریس الرومی نزیل الحرمین عن الشیخ محمد ابن عبدالرحمن الکوزی عن ابن ﴿اراه الشیخ محمد بن احمد بن سعید المعروف بعقیلة المار ذکره فاجتمع السند ان لکن لیس فیه تصریح باسم شیخ ابن عقیلة ولا یبعد انه اجتمع مع احمد بن عبداللطیف فی ابی

العزائم و هو منقطع ۱۲/ والله اعلم﴾ عقیلة و هو ﴿الظاهر انه قول الشیخ عبدالغنی رحمه الله ۱۲﴾ اَوّل حدیث سمعته منهما ﴿ای الشیخ محمد عابد السندی والشیخ اسمٰعیل رحمهما اللّٰہ تعالیٰ ۱۲﴾فی المدینة المنورة سنة الف ومائتین و خمسین (طریق ثالث ۱۲) وقال شیخنا ﴿هذا قول الشیخ عبدالغنی رحمة اللّٰہ﴾ الشیخ محمد عابد السندی عن الشیخ یوسف بن محمد بن علاء الدین و هو اَوّل حدیث سمعته منه فی زبید ۱۲۱۲ھ قال اخبرنا به العلامة احمد بن عبدالاسبولی المصری و هو اَوّل حدیث سمعته منه مطلقا ﴿کانه قید لقوله اَوّل ۱۲﴾ بزبید سنه ۱۱۷۱ هجری قال اخبرنی العلامة عبدالرؤف البشیشی و هو اَوّل حدیث سمعته منه قال اخبرنا به العلامة احمد بن عبداللطیف البشیشی المصری و هو اَوّل حدیث سمعته منه قال اخبرنا به العلامة ابوالعزائم سلطان ابن احمد بن سلامة المزّاحی المصری و هو اَوّل حدیث سمعته منه قال اخبرنا به الشیخ احمد بن خلیل السبکی و هو اَوّل حدیث سمعته منه قال اخبرنا المحقق الحافظ احمد بن حجر الهیثمی وهو اَوّل حدیث سمعته منه قال اخبرنا به شیخ الاسلام القاضی زکریا الانصاری و هو اَوّل حدیث سمعته منه قال حدثنی به الحافظ ابن حجر العسقلانی و هو اَوّل حدیث سمعته منه قال اخبرنا به الحافظ زین الدین ابوالفضل عبدالرحیم ابن حسین العراقی وهو اَوّل حدیث سمعته منه قال حدثنی به الصدر ابوالفتح محمد بن محمد بن ابراهیم المیدومی و هو اَوّل حدیث سمعته منه قال اخبرنا به النجیب ابوالفرح عبداللطیف بن عبدالمنعم الحرانی وهو اَوّل حدیث سمعته منه قال اخبرنا ابوالفرح عبدالرحمن بن علی الجوزی

و هو اَوّل حدیث سمعته منه قال اخبرنا به ابو سعید اسمٰعیل ابن ابی صالح المؤذن النیسا بوری و هو اَوّل حدیث سمعته منه قال اخبرنی به والدی ابو صالح احمد بن عبدالملک المؤذن و هو اَوّل حدیث سمعة منه قال اخبرنا به ابو طاهر محمد بن محمد بن مجمس الزیادی و هو اَوّل حدیث سمعته منه قال اخبرنا به ابو حامد احمد بن محمد بن یحییٰ بن بلال البزاز بالزای المکررة وهو اَوّل حدیث سمعته منه قال اخبرنابه عبدالرحمن بن بشر بن الحکم النیسا بوری و هو اَوّل حدیث سمعته منه قال اخبرنا به سفیان بن عیینۃ ﴿ولم یثبت التسلسل باوّلیته السماء بعد سفیان و به صرح الخطیب البریوی فی شعره الاتی فی الحاشیة من بعد ۱۲﴾ وهو اَوّل حدیث سمعته منه عن عمرو بن دینار عن ابی قابوس مولی عبداللّٰه بن عمرو بن العاص عن عبداللّٰه بن عمرو بن العاص رضی اللّٰه تعالٰی عنهما عن النبی صلی اللّٰه علیه وسلم انه قال الراحمون یرحمهم الرحمٰن ارحموا من فی الارض یرحمکم من فی السماء (طریق رابع ۱۲) قال الشاه ﴿لغة فارسیة بمعنے السطان اشهر فی عرف اهل الهند للمشائخ الصوفیة ۱۲﴾ عبدالغنی سمعت عن اخون منصور وهو سمع من مولانا محمداسحق و هو سمع من رجل من اهل ولایت ﴿لغة الحکومة والامارة و غلب فی عرف اهل الهند علی الکابل وما وراء.۱۲﴾ وهو سمع من مولانا الشاه عبدالعزیز و هو سمع من والده الشاه ولی اللّٰه وقال الشاه ولی اللّٰه حدثنا السید عمر من لفظه نجاه قبر النبی صلی اللّٰه علیه وسلم و هو اَوّل حدیث سمعته منه قال حدثنی جدی الشیخ عبداللّٰه بن سالم البصرے و هو اَوّل حدیث سمعته منه قال حدثنا الشیخ یحیی بن

محمدالشهیر بالشاوی و هو اَوّل حدیث سمعناه منه قال اخبرنا به الشیخ سعید بن ابراهیم الجزائری المفتی الشهیر بقدو رو هو اَوّل حدیث سمعته منه قال اخبرنا به الشیخ المحقق سعید بن محمد المقری قال و هواَوّل حدیث سمعته منه عن الولی الکامل احمد حجی الوهرالی قال وهو اوّل حدیث سمعته منه قال عن شیخ الاسلام العارف باللّٰہ تعالٰی سیدی ابراهیم التازی و هو اَوّل حدیث سمعته منه قال قرأته علی المحدث الربانی ابی الفتح محمد بن ابی بکر الحسین المراغی قال و هو اَوّل حدیث قرأته علیه قال سمعت من لفظ شیخنا زین الدین (هو الذی سبق ذکره فی التحویل الثالث ۱۲) عبدالرحیم بن الحسین العراقی قال و هو اَوّل حدیث سمعته منه قال حدثنا ابو الفتح محمد بن محمد بن ابراهیم البکری المیدومی قال و هو اَوّل حدیث سمعته منه قال اخبرنا النجیب ابوالفرح. عبداللطیف بن عبدالمنعم الحرانی الی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم قال الزین العراقی هذا حدیث صحیح اخرجه ابوداوٗد والترمذی جمیعا من طریق ابن عیینة باسناده وقال ﴿ای الدین العراقی ۱۲﴾ الجملة الثانیة متابعة عند احمد لفظها ارحموا ترحموا قلت﴿القائل فیما اظن الشیخ ولی اللّٰہ ۱۲﴾ والجملة الاولی شواهد ها کثیرة فی الصحیحین و غیرهما وهذا ﴿هذا قول الشیخ عبدالغنی ۱۲﴾ الحدیث رواه احمد فی مسنده عن سفیان بن عیینة بهذه الاسناد کما اخبرنی به الشیخ محمد عابد السندی قال اخبرنا به صالح الفُلّانی عن محمد بن سنة عن مولائی الشریف محمد بن عبداللّٰہ عن محمد بن ارکماس عن الحافظ ابن حجر قال قرأت علی زین الدین العراقی قال اخبرنی ابو

عبداللّٰہ محمد بن اسمٰعیل بن ابراھیم الانصاری بقراء تی علیہ بمنزلہ بدمشق قال اخبرنا اعلم بن محمد القیسی قال اخبرنا حنبل بن عبداللّٰہ الرصافی قال اخبرنا ھبۃ اللّٰہ بن محمد الشیبانی قال اخبرنا الحسن بن علی التمیمی قال اخبرنا ابوبکر احمد بن جعفر القطیعی قال اخبرنا عبداللّٰہ بن احمد بن حنبل عن ابیہ قال اخبرنا زید قال اخبرنا جویر قال حدثنا حبان بن زید الشرعبی عن عبداللّٰہ بن عمرو بن العاص عن النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم انہ قال وھو علی المنبر ارحموا ترحموا وغفروا یغفرلکم ویل لاقماع القول ویل للمصرین الذین یصرون علی ما فعلوا وھم یعلمون وھذہ الزیادۃ عند احمد فی اٰخر حدیث الاوّلیۃ والاقماع جمع قمع بکسر القاف وفتحھا و سکون المیم ما یجعل فی رؤس الظروف و یصب فیہ المائعات و قد سمع ابن حجر عن الصلاح بن ابی عمرو عن الفخر البخاری عن حنبل الرصافی فوقع عالیا بدرجۃ و حدیث الاوّلیۃ اخرجہ البخاری فی الادب المفرد و ابو داوٗد والترمذی و حسنہ والحاکم و صححہٗ وقد احسن الخطیب البویری حیث قال شعر

سمعنا حدیثا مسند او مسلسلا    باوّل مسموع لنا و تسلسلا
وصح من سفیان دون تسلسل    الی اٰخر مبعوث الی الناس مرسلا
یقول او حموا خلق الالٰہ ترحموا    ومن یرحم اھل الارض یرحمہ ذوالعلا

﴿ھکذاوجدت مکتوبًا فی بیاض مولانا محمد قاسم رحمہ اللّٰہ والظاھر بقرینۃ الوزن صحح او من السفیان ۱۲﴾.....﴿بنقل حرکۃ ھمزۃ اخر الی لام الی بعد حذف حرکۃ اللام لضرورۃ الوزن ۱۲﴾ للحافظ ابن عساکر

بادر الی الخیر یاذااللب مغتنمًا    ولا تکن عن قلیل الخیر محتشمًا

واشكر لمولاک ما اولاک من نعم فالشكر يستوجب الافضال والكرما
وارحم بقلبک خلق الله وارعهم فانما يرحم الرحمان من رحما

لزين الدين العراقی ۔

ان كنت لاترحم المسكين ان علىوا ولا العديم اذا شكى لک العدما
فكيف ترجوا من الرحمن رحمته فانما يرحم الرحمٰن من رحما

﴿قال مولانا نخبة الاكارم مولانا محمد قاسم هكذا وجدت شكى بلفظ الماضى فى بياض الشيخ الظاهر بقرينة الوزن انه يشكو بلفظ المضارع وكذا الظاهر فى فارحموا فانما ان يكون فارحمونا فانما. ۱۲ . منقولا من بياض مولانا المرحوم﴾

و قد تغزل بهذا بعض ۔

ياملوک الجمال نحن اسارى فى هواكم لقد عدمنا الفداء
فارحموا فانما يرحم الله تعالٰى من عباده الرحماء

## الزيادة الثانية فى فضل مصافحة النبى صلى الله عليه وسلم او من صافحه

حدثنا ﴿كيفية المصافحة فى هذا الحديث ان يكون احدى كفيک بين كفى الاخر واحدى كفيه بين كفيک﴾ وصافحنا مولانا الشيخ الاجل المولوى محمد يعقوب الصديقى النانوتوى رحمه الله تعالٰى سادس ذى الحجة ۱۲۹۷ھ من الهجرة فى الديوبند قال حدثنا و صافحنا مولانا الشيخ الاجل القارى عبدالرحمٰن الپانى پتى قال حدثنا وصافحنا مولانا الشيخ عبدالمحسن بن محمد طاهر سنبل المكى ثم المدنى حين نزولى و نزوله فى بلدة بنارس سابع شعبان المعظم

۱۲۵۷ء من الهجرة عن مولانا و سیدنا السید الصالح البخاری عن مولانا و سیدنا السید عبدالوهاب البابلی عن مولانا الشیخ اسماعیل عن مولانا الشیخ احمد المنینی عن مولانا الشیخ عبدالغنی المقدسی عن الشیخ ابی محمدالقاضی شمهورش الصحابی عن سیدنا النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم انه قال صافحنی یا شمهورش فانه من صافحنی او صافح من صافحنی الی سبع مراتٍ دخل الجنة من سابقة العذاب.

## الزیادة الثالثه فی وجوب اتباع ما جاء عن النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم

وحدثنا مولانا الشیخ المولوی محمد یعقوب النانوتوی قال حدثنا القاری عبدالرحمٰن الپانی پتی قال حدثنا الشاه محمد اسحٰق المهاجر قال اخبرنا به جدی ابوامی الشاه عبدالعزیز الدهلوی قال اخبرنے الشاه ولی اللّٰہ قال اخبرنا المولوی عزیز اللّٰہ بن المولوی مراد اللّٰہ المحدث قال اخبرنے ابی المولوے مراد اللّٰہ قال حدثنی الشیخ محمود المغربی المکی قال حدثنے الشیخ عبدالوهاب الجنے الجزری رضی اللّٰہ عنه عن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم قال من بلغه منے حدیث فرده فانا خصیمه یوم القیمة + و ایضًا قال الشیخ ولی اللّٰہ الحدث اخبرنا المولوی عزیز اللّٰہ قال حدثنی ابی قال حدثنی الشیخ عبدالوهاب الجنی الجزری عن النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم لا یؤمن احدکم حتی یکون هواه تبعا لما جئت به. وایضًا قال الشیخ ولی اللّٰہ و قد کنت رایت المولوی مراد اللّٰہ وجالسته و ناظرته ولم اکن اعلم ان عنده هذین الحدیثین فباعتبارالروية لیس

بینی ﴿فلو اعتبر فی التابعیة رویة الصحابی و لو جنیا لکان المولوی مراد اللّٰہ رحمہ اللّٰہ تابعیا والشیخ ولی اللّٰہ تبع التابعے ولکن لم یعتبر کذا سمعت استاذی المولوی محمد یعقوب رحمہ اللّٰہ ۱۲﴾ و بینہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم الا نفسان السی و منے و باعتبار روایۃ الحدیث الاوّل اربعۃ وباعتبار روایۃ الحدیث الثانی ثلثۃ الحمد للّٰہ رب العالمین.

## الزیادۃ الرابعۃ فی تحقیق الامالۃ عن النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم فی المنام

قال المولوی محمد یعقوب الصدیقی رحمہ اللّٰہ الحمد للّٰہ اوّلا وآخرا وظاهرا وباطنًا والصلوۃ علی حبیبہ و جمیع من یلیہ من الانبیاء والمرسلین والصحابۃ والآل اجمعین فقد وصل الی اجازۃ الحدیث المنامی مع اجازۃ جمیع الکتب من حضرۃ مولانا ذی البرکات الجلی ﴿التنکیر باعتبار المضاف للملابسۃ.۱۲﴾حضرت الشاہ عبدالغنے مہاجر المدینۃ الطیبۃ علی صاحبها ازکی السلام والصلوٰۃ قال ﴿کان الشیخ عبدالغنی رحمہ اللّٰہ اذذاک حیاً ۱۲﴾ سلمہ اللّٰہ تعالیٰ علی رؤسنا وافاض من برکاتہ علینا ومما انعم اللّٰہ علی فی هذہ السنۃ و هے الف و مائتان واربع وتسعون فی اَوّل المحرم رأیت النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم فی المنام و علیہ رداء اخضر مثل الشال ابیض الوجہ مع التد و یرکث اللحیۃ بیدان لحیتہ الشریفۃ مقدار القبضۃ او اقل فقلت یا رسول اللّٰہ ترقی او مثلہ من الحروف هل فیہ امالۃ قال لیس فیہ امالۃ الا عند نافع فقلت یا رسول اللّٰہ هل یقرء نافع الاقراء تک فسکت او تبسم فما اعدت علیہ المسئلۃ خوفا مما نہے اللّٰہ و رسولہ عن کثرۃ

السوال فحصل لے روایۃ الحدیث بلا واسطۃ کما حصل للامام الصغانی ﴿صاحب المشارق منسوب الی صغان معرب چغان بلدۃ بما وراء النہر ۱۲﴾ فی حدیث اذا وضع العشاء الخ. ﴿تمامہ+ واقیمت الصلوٰۃ فابدؤا بالعشاء متفق علیہ عن عائشۃ و قد رای الامام الصغانی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم فی المنام لیلۃ السبت ثانی عشر من ذی قعدۃ ۶۱۱ قریبا من الفجر راہ یتغدی فقال یا رسول اللّٰہ ھذاالحدیث صحیح فقال نعم وھے قصۃ طویلۃ ۱۲﴾ ولما کان ھذاالامر روایۃ عنہ علیہ السلام اجزت لمن اخذ عنے ان یروی عنے واظھرت ھذہ النعمۃ لان العلم لایکتم فقط اقول وقد اجازنی بہ شیخ المولوی محمد یعقوب رحمہ اللّٰہ تعالیٰ وللّٰہ الحمد.

## الزیادۃ الخامسۃ فیمن قتل بغیر زیّہٖ

کتب الینا مولانا رشید احمد الگنگوھی من الرامفور الصغیر الی الدیو بند ما نصہ حدثنی شیخی الشاہ احمد سعید المجددی قال حدثنی ابی الشاہ ابو سعید المجددی قال حدثنی شیخ الشیوخ الشاہ عبدالعزیز الدھلوی قال حدثنی عمی الشاۃ اھل ﴿الکلام فی کون الشاہ اھل اللّٰہ تابعیا والشاہ عبدالعزیز تبع التابعی یعلم بمثل ما ذکر فی المولوی مراد اللّٰہ والشاہ ولی اللّٰہ رحمھما اللّٰہ فی حواشی الزیادۃ الثالثۃ ۱۲﴾ اللّٰہ الدھلوی عن القاضے الجنی المعمرانہ قال سمعت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یقول من قتل فی غیر زیّۃ فدمہ ﴿واجازنے مولانا الرشید فی اٰخر مکتوبہ بجمیع مرویاتہ المسلسۃ اجمالا بھذہ العبارۃ الفارسیۃ و دیگر مسلسلات انچہ منقول و مطبوع شدہ انداز ان بادگیرند بندہ رااجازت استاذ بالاجمال است بھیئات کذائیہ اخذنکردہ بودم فقط والسلام انتھت ۱۲﴾ ھدرٌ الحدیث قلت ولھذا الحدیث قصّۃ

مشهورة وعلى السنة اهل العلم مذكورة من قتل الشاه اهل الله حية كان جنيا واحضار الجن اياه بين يدى ملكهم وحكم القاضى الصحابى رضى الله عنه بهذاالحديث.

فائدة

وايضاً ﴿لزاد هذه الزيادات محمد الله تعالىٰ ۱۲﴾ قرأت الاحاديث الاربعين للشاه ولى الله المحدث رحمه الله على القارى عبدالرحمن الپانى پتى فى بلدة الكانفور واخذها الشيخ القارى عن مولانا محمداسحٰق عن الشاه عبدالعزيز عن الشاه ولى الله المحدث المؤلف و تلك الاحاديث طريقها مشهورة واللطيفة فيها ان جميعها بسند واحد الى رسول الله صلى الله عليه وسلم و ايضًا قرأت الحصن الحصين جميعه على مولانا محمد فضل الرحمن ادام الله بركاتهم (كان اذ ذاک حيا.۱۲) فى رحلتى الثانية اليه اجازتى به وبالحديث المسلسل بالمحبة تفصيلًا و بجميع كتب الحديث اجمالًا واسانيده دام فيضه مذكورة فى تحفة الاخوان و هذا أخر ما اردناه ولا نستكفى الا اياه.

❁❁❁

قال اللّٰه تعالیٰ "یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَابْتَغُوْٓا اِلَیْهِ الْوَسِیْلَةَ وَجَاهِدُوْا فِیْ سَبِیْلِهٖ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ"

قَالَ النَّبِی صلی اللّٰه علیه وسلم کل و سبب نسب یَنْقَطِعُ بالموتِ اِلَّا سَبَبِیْ وَنَسَبِیْ. ۱۲

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

# ذنابات لما فی الزیادات

اَقُوْلُ حَامِدًا ومُصَلِّیًا. ان ما سبق من الزیادات + کان انتسابًا لنفسی الی رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم بالعلماء السادات ورأیت ان اتممه اذیله بلذنابات + اذکر فیها سلسلة بیعتی و نسبی من الاب والام و سند المد المدنی و سند اجازتی لدلائل الخیرات فانها نسب تنتهی الی رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم اومن ینتمی الیه من الصحابة وارباب الولایات+ والانتساب الی المنتسب الیه انتساب الیه و هو اشرف الکرامات والمامول من اللّٰه تعالیٰ ان لا ینقطع هذا السبب والنسب یوم تنقطع الاسباب وتذهب الانساب انه جواد کریم وهاب +

## الذنابة الاولی فی سلسلة البیعة

﴿انظران اشتقت الی درک احوال مشائخ السلسلة فی الجدول الملحق باخررسالة تعلیم الدین ۱۲﴾

رأیت جریابحکم التبرک ان اقتصر علی ذکر سلسلة اعطانی شجرتها شیخ و شیخ الکل سیدی سندی مولائی معتمدی ثقتی

مستندی وسیلة یومی وخدی مکان الروح من جسدی مرشدی الحاج الحافظ الشاه محمد امداد اللّٰہ لنزیل الحرم المکی متعنا اللّٰہ ﴿کان اذ ذاک حیا.۱۲﴾ بطول بقائه وافاض علینا من سمائه و ان بایعت علی یده المبارکة فی السلاسل الاربعة رزقنی اللّٰہ برکاتها فاقول اخذت الطریقة عن الشیخ الممدوح عن سیدنا الشاه نورمحمد الجهنجانوی رضی اللّٰہ عنه عن سیدنا الحاج عبدالرحیم الشهید الولایتی رضی اللّٰہ عنه عن سیدنا عبدالباری الامر و هوی رضی اللّٰہ عنه عن سیدنا عبدالهادی الامروهوی رضی اللّٰہ تعالیٰ عنه عن سیدنا الشاه عضد الدین رضی اللّٰہ عنه عن سیدنا الشاه محمدالمکی رضی اللّٰہ عنه عن سیدنا الشاه محمدی رضی اللّٰہ عنه عن سیدنا الشیخ محب اللّٰہ الا له ابادی رضی اللّٰہ عنه عن سیدنا ابی سعید الگنگوهی رضی اللّٰہ عنه عن سیدنا نظام الدین البلخی رضی اللّٰہ عنه عن سیدنا جلال الدین التهانیسری رضی اللّٰہ عنه عن سیدنا قطب العالم عبدالقدوس الگنگوهی رضی اللّٰہ عنه عن سیدنا الشیخ محمد الردولوی رضی اللّٰہ عنه عن سیدنا الشیخ عارف بن احمد الردولوی رضی اللّٰہ عنه عن سیدنا احمدعبدالحق الردولوی رضی اللّٰہ عنه عن سیدنا جلال الدین الپانی پتی رضی اللّٰہ عنه عن سیدنا شمس الدین الترک الپانی پتی رضی اللّٰہ عنه عن سیدنا المخدوم علاء الدین الصابر رضی اللّٰہ عنه عن سید نا فریدالدین شکر گنج رضی اللّٰہ عنه عن سیدنا قطب الدین بختیار الکاکی رضی اللّٰہ عنه عن سیدنا امام الطریقة معین الدین حسن السنجری رضی اللّٰہ عنه عن سیدنا عثمان الهارونی رضی اللّٰہ عنه عن سیدنا الحاج الشریف

الزندنی رضی اللّٰہ عنه عن سیدنا مودود الچشتی رضی اللّٰہ عنه عن سیدنا ابی یوسف الچشتی رضی اللّٰہ عنه عن سیدنا ابی محمد المحترم رضی اللّٰہ عنه عن سیدنا ابی احمد ابدال الچشتی رضی اللّٰہ عنه عن سیدنا ابی اسحاق الشامی رضی اللّٰہ عنه عن سیدنا ممشاد علو الدینوری رضی اللّٰہ عنه عن سیدنا ابی هبیرة البصری رضی اللّٰہ عنه عن سیدنا ابی حذیفة المرعشی رضی اللّٰہ عنه عن سیدنا السلطان ابراهیم بن ادهم رضی اللّٰہ عنه عن سیدنا فضیل بن عیاض رضی اللّٰہ عنه عن سیدنا عبدالواحد بن زید رضی اللّٰہ عنه عن سیدنا الامام الحسن البصری رضی اللّٰہ عنه عن سیدنا علی ابن ابی طالب رضی اللّٰہ عنه عن سیدنا محمد عبداللّٰہ ورسولهٖ المصطفی المجتبیٰ القرشی الهاشمی الابطحی المکی المدنی صلی اللّٰہ علیه وسلم عن اللّٰہ الواحد الصمد الذی لم یلد ولم یولد ولم یکن له کفواً احد. جل جلاله و عم نواله. اللهم ارزقنی محبتک و معرفتک و حظا وافرًا من برکاتهم وزدنی ذوقاوشوقا الی لقاءک یا ارحم الراحمین.

## الذنابة الثانیة فی سلسلة النسب من الاب☆

هو رحمه اللّٰہ تعالیٰ الشیخ عبدالحق بن الشیخ فیض علی بن الشیخ محمدفرید بن الشیخ محمد جلال بن الشیخ رحمت اللّٰہ بن الشیخ عبدالنبی بن الشیخ محمد امان اللّٰہ ﴿کذا سمعت من اکابر ثقات عشیرتی ورأیت بعض الاسماء فی الصحف العتیقة ۱۲﴾ بن الشیخ محمد عتیق اللّٰہ بن الشیخ ادم بن الشیخ سراج الدین بن قاضے وحید الدین المعروف بقاضی چندن بن القاضے محمد موسیٰ بن القاضی محمد نصراللّٰہ خان ﴿انتقل فی سنة ۴۲۴ من تهانیسرالی تهانه بهون و مسجد

☆ اس کا حاشیہ لکھا ہے مقالات ح ع 27 [illegible] سے
ثمانیہ سابعہ و ثلثین

الحوض من اثاره رحمه الله ۱۲﴾ بن القاضے محمد یعقوب خان بن الشیخ نظام الدین الوخشے بن الشیخ شهاب الدین بن المعروف الکابلی بن فرخ شاه ﴿وصل الی السلطنة سنه ۶۰۱ واستشهد فی المحاربة مع الخلجیین وانتقل اهله من خراسان الی الهند بعهد شهاب الدین الغوری واقاموا فی بلدة تهانیسر ۱۲﴾ الکابلی بن محمد شاه الکابلی بن نصر الدین شاه بن محمود شاه (بن سلیمان شاه) بن مسعود شاه بن شاه عبدالله بن شاه واعظ الاصغر بن شاه واعظ الاکبر بن شاه ابی الفتح بن الشاه محمداسحق (بن السلطان محمود المدفون بباب مکة ) بن السلطان ابراهیم بن الادهم القلندر ﴿هکذا وجدت فے شجرات انساب قومی فی بلدتی ثم وقع الاختلاف فی نسب ابراهیم بن ادهم ذکرته مع ترجیح الراجح فی رسالتی الجدیدة المعروفة بنبیهات وصیت المطبوعة فی سنة ۱۳۳۰/هجری ۱۲﴾

## الذنابة الثالثة فی سلسلة النسب من الام

﴿منقول من شجرة الانساب عند اخوالی ۱۲﴾

هے رحمها الله تعالٰی بنت نجابت علی بن رحم علی بن غلام نبی بن حبیب الله بن عبدالکریم بن عبدالقادر بن عبدالغنی بن جمال محمد بن شاه بڈا ﴿لفظ هندی بمعنے الکبیر ۱۲﴾ بن الشیخ محمد عبدالرزاق شاه ﴿مخاره فی جهنجانه یزارویتبرک به ذکره الشیخ عبدالحق رحمه الله فی رسالته اخبار الاخیار ۱۲﴾ العٰلمین رحمه الله تعالٰی من اکابر اولیاء الله تعالٰی فی عصره بن احمد الراضی الزاهد بن محبوب الرسول بن محمد فاضل نائب الرسول بن عبدالرسول نور بخش ﴿ترکیب فارسی معناه مغفور النور اوموهوب النور و هو من اسماء الله تعالٰی ۱۲﴾ بن کمال الدین دانشور ﴿ایضاً ترکیب فارسی معناه صاحب العلم

۱۲﴾ بن الشاه ابی الراضے بن احمد راضی بن السلطان ابی سعید بن السلطان ابو شاه بن السلطان مرجان شاه بن السلطان فرخ شاه بن اسلام شاه بن شاه علی سرمست بن شاه حسین فردوس بن بایزید شاه بن محمد زید بن شاه حسین الثانی بن ابی بکرالا ردبیلی ابن الزمانی بن ابی القاسم بن شریف البرکات بن ابراهیم نور الحق ابن ضیاء الدین حق پرست ﴿معناه بالعربیة عابد الحق ۱۲﴾ بن نور الدین نوالسی بن احمد الصوفی ابن زاهد الطرفین صلاح الکمال بن الامیر حسین الثانی بن الامام محمد المعروف بابن الحنفیة بن سیدنا امیر المؤمنین علی رابع الخلفاء نائب رسول رب العٰلمین رضی اللّٰه عنه بن ابی طالب بن هاشم المعروف نسبه

## الذنابة الرابعة فی سند المدالمدنے

رآیت وقدرت ﴿کنت قدرته فی الگنگوه بان امرت بملاۂ حنطة ثم بوزنها فقدارصدقة الفطر بهذاالحساب من الحنطة بالسیر الصغیر العدیل بثمانین روپیه من السکة الانگریزیة سیران الا الربع و من تطوع خیرا فهو خیر له. و من غیرها ضعفها و لیس التضعیف باعتبار الوزن بل الکیل فاحفظه فان الناس عنه غافلون . ۱۲﴾ مد شیخنا مولانا محمد یعقوب النانوتوی الصدیقی رحمه اللّٰه تعالٰی وکان عدیلا علی مدالقاری محمد عبدالرحمن البانی پتی وقال عدلت مدی بمدمولانا محمداسحق قدس سرهٗ و هو عدل مده بمد مولانا رفیع الدین قدس سرهٗ و هو عدل مده بمدالحافظ محمد حیات الحنبلی رحمه اللّٰه تعالٰی قال الحافظ واما سندنابالمدالنبی صلی اللّٰه علیه وسلم فانی عدلت مدی بالمدالذی عدله شیخی امیر المحدثین الشیخ ابوالحسن بن محمد

صادق بالمدالذی کتب علیه ما نصه الحمد لِلّٰه امر بتعدیل هذاالمدالمبارک مولانا امیر المسلمین ابوالحسن بن مولاناامیر المسلمین ابی سعید بن مولانا امیر المسلمین ابی یوسف بن عبدالحق علیٰ المدالذی امر بتعدیله مولانا ابو یعقوب رحمه اللّٰه علیٰ المدالذی عد الحسنین بن یحیی الیشکری بمدابراهیم بن عبدالرحمن الجائشی (النجاشی) ﴿اظفر بتحقیق ثلثة کلمات فی هذا السند الجائشی والقورصی و غزلون ۱۲/ منه﴾ الذی عدله بمد الشیخ ابی علیٰ منصور بن یوسف القورصی (القوارصی) وکان ابو علیٰ عدل مده بمدالفقیه ابی جعفر احمد بن علی غزلون و عدل ابو جعفر مده بمدالفقیه القاضیٰ ابی جعفر احمد بن اخطل و عدل ابو جعفر مده بمد خالد بن اسماعیل و عدل خالد بن اسمٰعیل مده بمدالامام ابی بکر احمد بن حنبل و عدل ابوبکر مده بمدابی اسحٰق ابراهیم بن الشنظیر بمد ابی جعفر بن میمون وکانا عدلا مدهما بمدزید بن ثابت صاحب رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم وهذا هوالذی قال النبی صلی اللّٰه علیه وسلم فی حقه اللهم بارک فی صاعنا و مدنا رواه الشیخان فی صحیحهما .

## الذنابة الخامسة فی سنددلائل الخیرات الی المؤلف

عرضتها کلها قراء ة و سماعًا علیٰ شیخی فی البیعة یرویه عن مولانا محمد حسن عن السید محمد بن السید احمد بن السید عبدالرحمٰن عن السید محمد بن السید احمد بن احمد المثنی عن السید احمد ﴿فی بعض الاجازات احمد بن الحاج ۱۲﴾ الحاج عن السید احمد المقری عن السید عبدالقادر الفاسی عن السید احمد

بن ابی العباس الصمعی عن الشیخ السملالی عن عبدالعزیز التباع ﴿فی بعض الاجازات التباء﴾ عن مؤلف الکتاب سید المصلین السید محمد بن سلیمان ﴿فی بعض الاجازات محمد سلیمان ۱۲﴾ الجزولی الشریف ﴿ الشریف الحسنی المناقب بصاحب دلائل الخیرت ۱۲﴾ الحسنی نفعنا اللّٰہ به وبهم اجمعین + سبحٰن ربک رب العزة عمّا یصفون وسلٰم علی المرسلین والحمد للّٰہ رب العٰلمین.

تمت الذنابات الخمس للزیادات کذلک + فتلک عشرة کاملة هنالک وقد فرغ من تسویدها الذی هو تبییضها الیوم الاوّل من شعبان سنة ۱۳۱۰ / هجری قلت ثم الحقت بها بعد ما الفت رسالتی وجوه ﴿ولاجل مناسبة ذکر هذا السنه المناسب بوجوه المثانی فی هذه الرسالة رأیت الحاقها بوجوه المثانی فی الطبع اخری واولٰی ۱۲﴾ المثانی فی السبعة سند القراٰن العظیم الذی کان حصل لی من مکة المحمیة و بعدهذاالالحاق حق لها بعد تلقیبها بعشرة کاملة ان تلقب باحد عشر کوکبا+

## القول الحادی عشر + فی سندالقراٰن الانور+ الی المولی الجلیل الاکبر

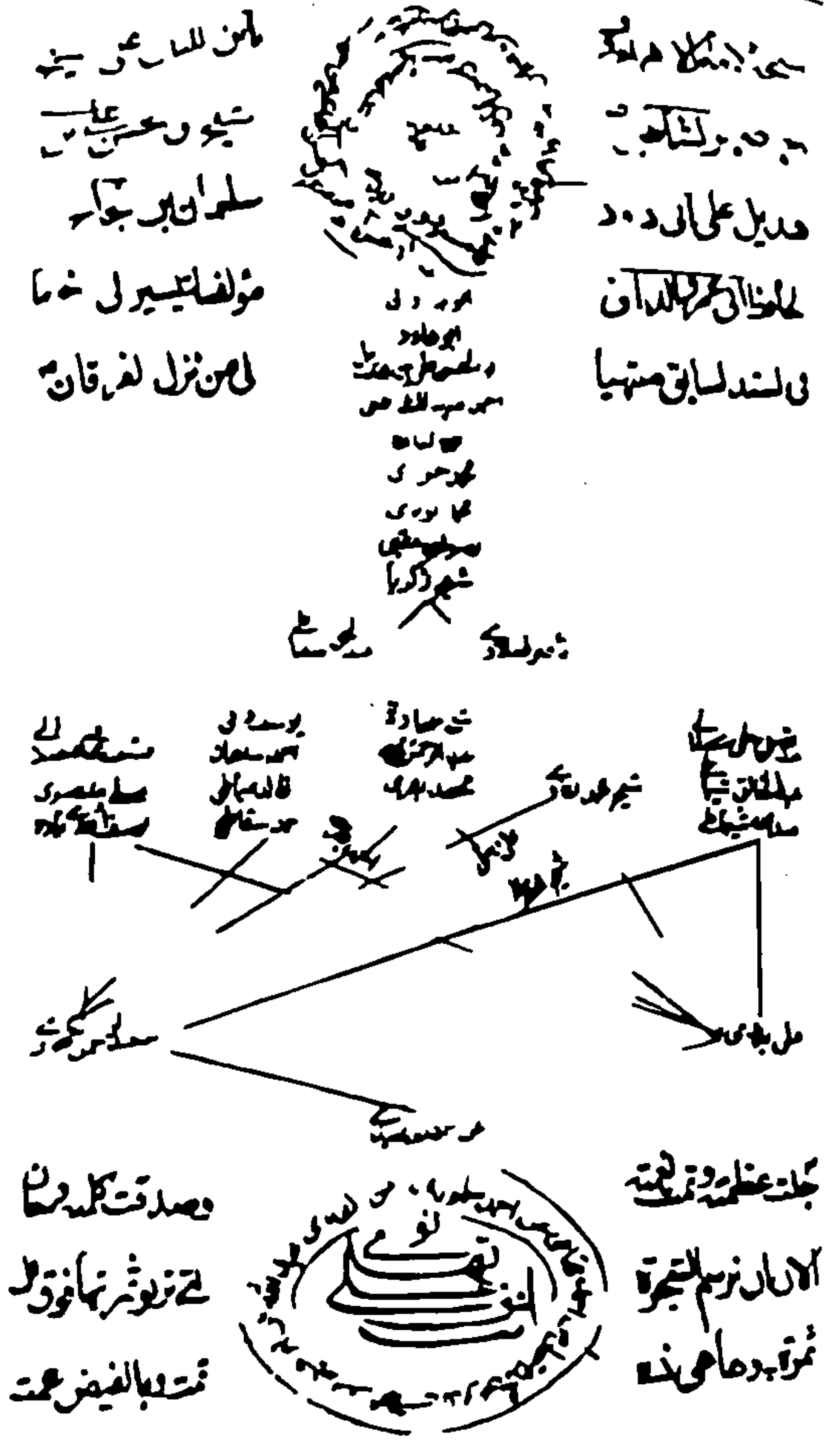
یقول عبد ربه القوی محمد اشرف علی الحنفی التهانوی عفی عنه ان القراٰن العظیم سمعته کله الا الیسیر + والیسیر یتبع الکثیر+ من استاذ الکل + اسناد الجمل + الحاج الحافظ القاری الشیخ عبداللّٰہ + المدرس فی المدرسة الصولتیة الواقعة ببلد اللّٰہ + وتلقاه الشیخ الممدوح عن شیخه ابراهیم سعد بن علی المصری وهو عن حسن بدیر الشافعی المصری و هو عن محمد المتولی وهو عن

السید احمد التهامی وهو عن شیخه احمد سلمونه و هو عن السید ابراهیم العبیدی و هو عن عبدالرحمٰن الاجهوری المالکی و هو عن الشیخ محمد البقرے و هو عن الشیخ عبدالرحمٰن الیمنی و هو عن والده الشیخ شخاذة الیمنے و هو عن الشیخ عبدالحق السنباطی وهو عن شیخ الاسلام زکریا الانصاری و هو عن رضوان العقبی و هو عن الشیخ محمد النویرے شارح الطیبة وهو عن شیخه محمدالجزری محرر الفن و هو عن الامام الازهر المعروف بابن اللبان و هو عن الشیخ احمد صهر الشاطبے و هو عن الشیخ ابی الحسن علی بن هذیل و هو عن ابی داؤد سلیمان بن نجاح و هو عن الحافظ ابی عمروالدانی مؤلف التیسیر وقال الدانی قرأت القرآن کله علی شیخنا ابی الحسن وقال قرأت علی الهاشمی وقال قرأت علی احمد بن سهل الاشنانی عن عبید الصباح وقال قرأت علی حفص وقال قرأت علی عاصم بن ابی النجود التابعی وقرأ علی ابی عبداللّٰه ابن حبیب السلمی وزربن حبیش الاسدی علی عثمان و علی وابن مسعود و ابی زید رضی اللّٰه تعالیٰ عنهم عن النبی صلی اللّٰه علیه وسلم الاخذ عن جبریل علیه السلام عن اللوح المحفوظ عن رب العلمین هذا و ان اغنی تواتره عن السند+ و علیه المعول فیه والمعتمد لکن لا ینکر برکته من الاتصال الروحانی+ لمهبط الوحی الربانے صلی اللّٰه علیه وسلم و قد اقتصرت فی هذا الاسناد+ عن ذکر تحویلات واقعة فی مواضع شتی رومًا للاقتصاد+ و تظهر عن قریب ان شاء اللّٰه تعالیٰ صراحةً من العبارة + و من الشکل الشجری ایماءً واشارةً + بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ + مُبَسۡمِلًا وَّحَامِدًا وَّ مُسَلِّمًا .

# وهذا هو السند الموعود المشتمل على طرق التحويل مع الشكل الشجرى الذى يليه الضابط لذاک التفصيل

"فاقول قد تلقى القرآن الجليل "السيد ابراهيم العبيدى " المذكور فى السند السابق المجمل عن مشائخ منهم المتقن المحقق "الشيخ عبدالرحمٰن الا جهورى" المالكى المقرى الازهرى الاحمدى الاشعرى الشاذلى المصرى وطنًا والعمدة الفاضل المحقق فريد العصر "السيد على البدرى" الازهرى الشاذلى الاحمدى المصرى وطنًا فاما الشيخ "عبدالرحمن الاجهورى فقرأ على الشيخ احمد البقرى والشيخ احمد الاسقاطى ويوسف افندى زاده " شيخ القراء بالديار القسطنطينية سنة احدى و خمسين والف بقلعة مصروقت قدومه للحج الشريف وكذا على الشيخ محمدالازبكاوى الشهير بجامع الازهر وكذا على الشيخ عبدالله الشيماطى" المغربى وقت رحلته الى المدينة المنورة سنة النين و خمسين ومائة والف من الهجرة واما "السيد على البدرى" فقرأ "على الشيخ احمد الاسقاطى" وكذا على يوسف افندى زاده وكذا على الشيخ محمد الازبكاوى والشيخ محفوظ وكذا على الشيخ عبدالله الشيماطے المغربى و اما الشيخ احمدالاسقاطى فقراء على ابى الدمياطى والشيخ احمد سلطان المزاحى محرر الفن وقرأ الشيخ احمد سلطان على يوسف الدانى البصير. و اما يوسف افندى زاده فقرأ على مولانا الشيخ على المنصورى بالديار

القسطنطينية وقت رحلته اليها واقامته بها وقرأ المنصورى على صاحب الاتحاف المتصل سنده كما ذكره فى رسالته الاتحاف الى محمد الجوزى. وقرأ الشيخ احمدٰ البقرى على الشيخ محمد البقرى على الشيخ عبدالرحمن اليمنى على والده الشيخ شخاذة اليمنى على الشيخ عبدالحق السنباطى وقرأ يوسف الدانى البصير على السنباطى وقرأ الشيخ محمد الازبكاوى على الشيخ محمد البقرى وقرأ الشيخ محفوظ على الشيخ على الرملى وقرأ الرملى على الشيخ محمد البقرى وقرأ الشيخ عبدالله الشيماطى على رجال كثيرين منهم الشيخ عبدالخالق الشيماطى المتصل سنده بشيخ الاسلام الشيخ عبدالله الواسطى صاحب الاوقاف الشهير المتصل سنده بابى عمرو الدانى وقرأ الشيخ شخاذة ايضاً على الناصر الطبلاوى وقرأ السنباطى والطبلاوى على شيخ الاسلام زكريا الانصارى على شيخه رضوان العقبى على الشيخ محمد النويرى شارح الطيبة على الشيخ محمد الجزرى محرر الفن على .


مؤلفات تيسير لي ختما
لي من نزل الفرقان
وصدقت كلمة ربنا
الا ان نرسم الشجرة

# ایک تاریخی واقعہ

حکیم الامت اور نو عمر طالب علم کا دلچسپ اور سبق آموز واقعہ

جناب مولوی محمد احمد صاحب تھانوی

اہل علم و فضل میں حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی اور با کمال شعراء میں جناب اکبر الٰہ آبادی حکیم الامت کے لقب سے مشہور ہوئے اور حق یہ ہے کہ یہ دونوں بزرگ ہر حیثیت سے اس لقب کے مستحق تھے۔

حضرت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی ذات والاصفات پر تو یہ لقب کچھ ایسا چسپاں ہوا کہ ان کے نام کا جزو ہی ہو گیا۔ حضرت موصوف نے نصف صدی سے زیادہ تک اُمت کی نبض پر جس حکیمانہ حذاقت کے ساتھ ہاتھ رکھا اور جس ڈھنگ سے اس کی ولولہ انگیز تربیت کی اس کو دیکھ کر یقین ہو جاتا ہے کہ وہ صحیح معنی میں "حکیم الامت" تھے۔ تعلیم و تربیت کے مختلف انداز ہوتے ہیں، وقت کے اس بہت بڑے بلکہ عدیم النظیر عالم دین نے اِصلاح و تربیت کا جو نقشہ تیار کیا تھا وہ اپنے رنگ میں لاجواب تھا، بے شمار طالبانِ حق نے اس سے فائدہ اُٹھایا اور اُمت کی رہنمائی کے لائق ہوئے۔ حضرت کی حاضر جوابی اور نکتہ رسی ضرب المثل ہے، مخاطب کے ذہن کو سمجھ کر جس طرح اس کو اپنی گرفت میں لیتے ہیں اس کا اندازہ ان کی سینکڑوں تصنیفوں اور بے شمار تقریروں اور وعظوں سے بخوبی ہو سکتا ہے۔ پچھلے دنوں جناب مولوی محمد احمد صاحب تھانوی ہندوستان تشریف لائے تو انہوں نے اس نفیس تحفے کا ذکر کیا۔ طے کر لیا گیا کہ اس مکالمے کو "برہان" میں شائع کیا جائے گا۔ دیکھئے بات ایک معمولی دعوت کی ہے لیکن حکیم الامت نے اس میں اپنے اندازِ تربیت اور نکتہ آفرینی کے جو جوہر دکھائے ہیں ان کی کیا شان ہے؟ ہم اس تحفے کو مولوی صاحب موصوف کے شکریے کے ساتھ شائع کر رہے ہیں۔............... (ع)

۱۳۴۹ھ کا واقعہ ہے جب کہ میں بالکل نوعمر تھا اور حضرت حکیم الامت نور اللہ مرقدہ ہی کے مدرسہ امداد العلوم تھانہ بھون میں زیر تعلیم تھا کہ حضرت مولانا محمد الیاس صاحب نور اللہ مرقدہ اور حضرت اقدس شیخ الحدیث صاحب قبلہ مدظلہ تشریف لائے اور غریب خانہ پر قیام فرمایا۔ صبح کو والدہ صاحبہ مرحومہ نے مجھ سے فرمایا کہ حضرت حکیم الامت کی خدمت میں حاضر ہوکر آج دوپہر کی دعوت کی درخواست پیش کردے۔ چنانچہ میں حضرت حکیم الامت کی خدمت میں خانقاہ پہنچا تو اس وقت صبح کی خصوصی مجلس ہورہی تھی اور حضرت مولانا محمد الیاس صاحب نور اللہ مرقدہ اور حضرت اقدس شیخ الحدیث صاحب قبلہ مدظلہ العالی بھی مجلس میں حاضر تھے۔ دو یا تین مہمان اور تھے جن کے نام اب مجھ کو یاد نہیں رہے۔ میں نے والدہ صاحبہ مرحومہ کی طرف سے دعوت کی درخواست پیش کی اور جو گفتگو اس سلسلے میں میری اور حضرت حکیم الامت کی ہوئی وہ درج ذیل ہے:

**محمد احمد:** والدہ صاحبہ نے سلام عرض کیا ہے اور درخواست کی ہے کہ آج دوپہر کی دعوت منظور فرمالیں۔

**حکیم الامت:** میرا معمول اب دعوت منظور کرنے کا نہیں رہا۔

**محمد احمد:** حضرت کیوں معمول نہیں رہا؟

**حکیم الامت:** بہت سی مصالح کی بناء پر اب میں نے یہ طے کرلیا ہے کہ کسی کی دعوت منظور نہ کروں۔

**محمد احمد:** حضرت وہ مصالح کیا ہیں جنہوں نے معمول بدلنے پر مجبور کردیا؟

**حکیم الامت:** اس میں بہت سی مصلحتیں ہیں اور اپنے گھر کی معمولی ہی روٹی میں راحت ہے۔

**محمد احمد:** حضرت وہ مصالح معلوم ہوجاویں تو بہتر ہے؟

**حکیم الامت:** اس کی کیا ضرورت ہے۔ بالآخر میں نے سوچ سمجھ کر ہی معمول بدلا ہے اور اس میں مجھ کو راحت ہے۔

محمد احمد: میں والدہ صاحبہ کا نمائندہ بن کر آیا ہوں، میں ان کو جا کر کیا جواب دوں، عذر معلوم ہو جاوے تو جا کر کہہ دوں کہ اس وجہ سے دعوت منظور نہیں ہو سکی؟

حکیم الامت: منجملہ ان مصالح کے یہ ہے کہ میں چونکہ علیل ہوں اور پرہیزی کھانا کھاتا ہوں اس لیے دعوت کا مرغن کھانا نہیں کھا سکتا۔

محمد احمد: حضرت کے لیے پرہیزی کھانا تیار کرالیا جائے گا؟

حکیم الامت: یہ مجھ کو گوارا نہیں کہ میری وجہ سے مستورات پر مہمانوں کے کھانے کے انتظام کے علاوہ میرے لیے پرہیزی کھانا تیار کرنے کا مزید بار اور ڈالا جائے، ان کی اس مشقت سے مجھ کو گرانی ہوگی۔

محمد احمد: یہ ہو سکتا ہے کہ حضرت کے لیے علیحدہ مستقل طور پر پرہیزی کھانا تیار نہ کرایا جائے بلکہ جو چیزیں مہمانوں کے لیے پک رہی ہیں ان ہی میں سے جس چیز کے کھانے کی معالج نے حضرت کو اجازت دے رکھی ہو، بس وہی نوش فرماویں۔

حکیم الامت: کیا کیا چیزیں پک رہی ہیں؟

محمد احمد: مونگ کی دال، مرغ کا شوربہ اور توریاں۔

حکیم الامت: شوربہ، مونگ کی دال اور توریاں کھانے کی مجھ کو اجازت ہے۔

محمد احمد: بس تو حضرت صرف یہی چیزیں نوش فرمالیں۔

حکیم الامت: ایک عذر یہ ہے کہ بوجہ علالت، طبیعت ایک حال پر نہیں ہے، کبھی جلدی بھوک لگتی ہے اور کبھی بہت دیر تک بھی کھانے کی خواہش نہیں ہوتی۔ اگر جلد بھوک لگ آئی اور کھانے میں دیر لگی تو مجھ کو تکلیف ہوگی کیونکہ اب قوت برداشت ضعیف ہوگئی۔

محمد احمد: کھانا بہت سویرے تیار کرالیا جائے گا تاکہ جلد بھوک لگ آنے کی صورت میں انتظار کی زحمت اور مشقت نہ ہو۔

حکیم الامت: تم کو کیسے معلوم ہوگا کہ بھوک لگ گئی اور کھانے کی خواہش ہوگئی؟

محمد احمد: یہاں ایک آدمی متعین کر دیا جائے گا۔ وہ یہاں سہ دری کے باہر موجود رہے

گا جس وقت کھانے کی خواہش ہو جاوے اس سے فرما دیں وہ فوراً مجھ کو اطلاع کر دے گا۔

حکیم الامت: اس کا تو میرے اوپر از حد بار ہو گا کہ ایک آدمی صرف میری وجہ سے محبوس ہوا بیٹھا ہے اور میں یکسوئی سے اپنا کام نہیں کر سکوں گا۔

محمد احمد: اس کی یہ صورت ہو سکتی ہے کہ اس کام کے لیے یہاں مستقلاً کسی کو نہ بٹھلایا جاوے بلکہ جو حضرات پہلے ہی سے یہاں خانقاہ میں مقیم ہیں ان میں سے کسی کو راضی کرلوں گا اور حضرت کو اس کا نام بتلا دوں گا جس وقت حضرت کو بھوک لگ جاوے ان سے فرما دیں وہ فوراً مجھ کو خبر کر دیں گے۔

حکیم الامت: ایک عذر یہ بھی ہے کہ میں کسی کے مکان پر جا کر کھانا نہیں کھا سکتا۔ اوّل تو میزبان کی دلی خواہش یہی ہوتی ہے کہ مہمان اس کے مکان پر جا کر کھائے۔ علاوہ ازیں دعوت کا اصل مقصد باہم محبت اور مودت ہے اور یہ جب ہی حاصل ہوتا ہے کہ جب میزبان اور مہمان اکٹھے ہی بیٹھ کر کھانا کھائیں اور مجھ کو چونکہ آنت اُترنے کا مرض ہے اور بعض وقت کھانا کھانے کے درمیان میں کھانسی وغیرہ کی وجہ سے آنت اُتر جاتی ہے تو جب تک اس کو درست نہ کرلوں کھانا نہیں کھا سکتا اور دوسرے کے مکان میں پردہ کرانے میں شرم محسوس ہوتی ہے۔

محمد احمد: ہم سب تو حضرت کے ادنیٰ خادم ہیں اور ہم سب کے مکان بھی حضرت ہی کے مکان ہیں۔ پردہ کا اہتمام تو بہت معمولی بات ہے کوئی اور بڑے سے بڑا تصرف بھی مکان میں کرنا پڑے جو حضرت کی راحت کا سبب ہو تو ہم سب کے واسطے باعثِ صد افتخار اور مسرت ہے۔

حکیم الامت: مجھ کو ہرگز یہ گوارا نہیں کہ میری وجہ سے بے لطفی پیدا ہو اور دوسرے مہمانوں کو تکلیف ہو۔ ظاہر ہے کہ پردہ کرانے کی ضرورت پڑ گئی تو دوسرے مہمان بھی کھانا جاری نہیں رکھ سکیں گے تو میں ایسا کام ہی کیوں کروں جو میری اور دوسروں کی گرانی کا سبب بنے۔

محمد احمد: اس کی یہ صورت ہو سکتی ہے کہ حضرت کے لیے کھانا یہیں پہنچا دیا جائے

اور غریب خانہ پر لے جانے کی زحمت نہ دی جائے۔

حکیم الامت: اس میں تو میرے واسطے دوسری بڑی اُلجھن پیدا ہو جاتی ہے کیونکہ ہم شیخ زادوں میں بچا ہوا کھانا واپس کرنے کا دستور نہیں بلکہ اس کو معیوب سمجھتے ہیں حالانکہ دعوت کا جو کھانا آتا ہے اس میں سے صرف کھانے کی اجازت ہوتی ہے۔ اس لیے مجھ کو اس کا بڑا اہتمام کرنا پڑتا ہے کہ بچا ہوا کھانا واپس چلا جاوے۔

محمد احمد: جو کھانا حضرت کے لیے بھیجا جاوے گا وہ سارا ہی حضرت کی مِلک کر دیا جاوے گا تا کہ بچا ہوا کھانا واپس کرنے کی ضرورت باقی نہ رہے۔

حکیم الامت: نہیں بھائی یہ مجھ کو منظور نہیں۔ اس میں بڑی قباحت ہے۔ دیکھو وہ سامنے ترازو ٹنگی ہوئی ہے۔ میرے پاس جو چیز آتی ہے وزن کر کے دونوں گھروں میں برابر تقسیم کر دیتا ہوں۔ دعوت کا بچا ہوا کھانا تقسیم کرنے میں مجھ کو بڑی کلفت اور زحمت ہوگی اور شاید ویسی تقسیم بھی نہ ہو سکے گی۔

محمد احمد: اس کی یہ صورت ہو سکتی ہے کہ وہ دعوت کا کھانا پیرانی صاحبہ مدظلہا کی مِلک کر دیا جائے تا کہ تقسیم کا سوال پیدا نہ ہو اور اسی میں سے حضرت نوش فرمالیں۔ مقصود تو کھانا کھلانا ہے وہ اس طرح بھی حل ہو جاوے گا۔

حکیم الامت: مجھ کو یہ یاد نہیں رہتا کہ آج کس گھر کھانا ہے کبھی بھول کر بڑے گھر چلا جاتا ہوں وہ کہہ دیتی ہیں کہ کھانا تو حاضر ہے مگر آج چھوٹے گھر کا نمبر ہے اور کبھی اس کا عکس ہوتا ہے۔ پھر وہاں سے نمبر والے گھر جا کر کھانا کھاتا ہوں۔

محمد احمد: یہ تو کوئی مشکل بات نہیں میں ابھی جا کر معلوم کرلوں گا کہ آج کا کھانا بڑے گھر میں ہے یا چھوٹے گھر میں۔ جس کا نمبر ہوگا اسی کے مطابق کھانے کی تملیک کر دی جائے گی۔

حکیم الامت: اس میں بڑی بدگمانی پیدا ہو جانے کا اندیشہ ہے۔ دوسرے گھر یہ خیال ہوگا کہ دعوت کا کھانا آیا تھا مگر اس میں سے میرا حصہ نہیں آیا۔

محمد احمد: اس کا سدباب اس طرح ہو سکتا ہے کہ جس گھر آج کھانے کا نمبر نہیں ہے،

میں خود وہاں جا کر یہ اطلاع دے دوں گا کہ دعوت کا کھانا حضرت کی ملک نہیں ہوگا بلکہ وہ پیرانی صاحبہ کی خدمت میں پیش کیا جارہا ہے اور اسی سے حضرت بھی کچھ نوش فرمالیں گے۔

حکیم الامت: اب یہ عذر ہے کہ دوسرے احباب جو دعوت کرنا چاہتے ہیں اور میں اپنی دقتوں کی وجہ سے منظور نہیں کرتا اس میں ان کی دل شکنی ہوگی کہ ہماری دعوت تو منظور نہیں ہوتی اور ان کی منظور کرلی۔ بہت سے آدمیوں کی دل شکنی کے مقابلہ میں ایک آدمی کی دل شکنی گوارا کی جاسکتی ہے۔

محمد احمد: سب کی دل شکنی تو اس مجبوری کے باعث ہوگی کہ وہ سارا بندوبست جو میں کررہا ہوں نہیں کرسکتے اور جب کہ ساری دقتوں کا حل میں نے عرض کردیا ہے تو پھر آخر میری والدہ کی دل شکنی کیوں ہو؟

حکیم الامت: سب کو اس تفصیل کا علم نہیں ہوسکتا۔ وہ تو یہی سمجھیں گے کہ ان کی دعوت تو منظور کرلی اور ہماری نامنظور کردیتے ہیں۔ سو یہ دعوت اتنے مسلمانوں بلکہ احباب اور مخلصین کے قلوب میں بدگمانی اور گرانی کا سبب بنے گی، یہ مجھ کو گوارا نہیں، نہیں بھائی میں ایسا کام نہیں کرتا، میں اس کا بہت خیال اور اہتمام رکھتا ہوں کہ کسی کے قلب میں بلاوجہ بدگمانی نہ ہو۔

محمد احمد: حضرت تو دعوت منظور ہی نہیں فرمارہے اور نہ کھانا حضرت کے لیے بھیجا جاوے گا۔ طے تو یہ ہوا ہے کہ یہ کھانا پیرانی صاحبہ مدظلہا کی مِلک کرکے بھیجا جاوے گا اور اسی میں سے حضرت بھی نوش فرمالیں گے۔ لہٰذا اس دعوت کی منظوری اور ان سب احباب کی دعوت کی نامنظوری کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

حکیم الامت: آخر دوسرے حضرات کو اس کا کیا جواب دیا جاوے گا کہ ان کے یہاں کا کھانا تو کھالیا اور ہمارے یہاں کا نہیں کھایا۔

محمد احمد: ان کو یہ مختصر جواب دیا جاوے کہ جو انتظام محمد احمد نے کردیا وہ تم نہیں کرسکتے اور دراصل یہ میری دعوت بھی نہ تھی۔

حکیم الامت نور اللہ مرقدہ کے چہرہ پر اس جواب سے معمولی سے تبسم کے آثار نمایاں ہوئے اور فرمایا: ''بہت اچھا''۔ یہ ساری گفتگو نہایت سکون اور متانت کے ساتھ ہوتی رہی اور حضرت حکیم الامت نور اللہ مرقدہ پر ذرّہ برابر گرانی کے آثار پیدا نہیں ہوئے اور حاضرین مجلس بھی خاموشی سے ساری گفتگو سنتے رہے اور میں خوش و خرم واپس چلا گیا اور والدہ صاحبہ مرحومہ کو ساری کیفیت سنادی۔ بعد میں جب حضرت مولانا محمد الیاس صاحب نور اللہ مرقدہ غریب خانہ پر تشریف لائے تو بہت مسرت کا اظہار فرمایا اور فرمایا کہ بہت اچھی بحث کی یا یہ فرمایا کہ بہت اچھے جوابات دیئے۔ مذکورہ بالا واقعہ سے اندازہ ہوسکتا ہے کہ حضرت حکیم الامت نور اللہ مرقدہ پر تنگ مزاجی اور خشونت کا الزام بالکل ہی بے بنیاد اور غلط ہے ورنہ ان ہی کے مدرسہ کا ایک نوعمر ادنیٰ طالب علم اتنی طویل گفتگو نہ کرسکتا۔ چونکہ بہت پرانی بات ہوگئی اس لیے حضرت حکیم الامت نور اللہ مرقدہ کے جوابات کو روایت بالمعنیٰ سمجھا جاوے۔

حضرت مولانا مولوی محمد عمر صاحب پالن پوری مدظلہ العالی کے ایما پر یہ مکالمہ قلم بند کیا گیا۔ مورخہ ۲۹؍صفر المظفر ۱۳۹۸ھ

محمد احمد تھانوی مقیم حال بستی نظام الدین اولیاء نئی دہلی

(ماخوذ از برہان دہلی، اشاعت نومبر ۱۹۸۰ء)

الحمد للہ! آج مورخہ ۲۹ جمادی الثانی ۱۴۴۲ھ بمطابق 11 فروری 2021ء بروز جمعرات ''مقالات حکیم الامت'' کا عظیم الشان علمی کام پایۂ تکمیل کو پہنچا۔ اللہ تعالیٰ محض اپنے فضل و کرم سے اس کاوش کو شرفِ قبول نصیب فرمائے اور ہمیں آخری سانس تک اپنے اکابر کی علمی و عملی صحبت و معیت نصیب فرمائے آمین۔

والسلام قاری محمد اسحٰق غفرلہ (مرتب کتاب ہذا)

# مقالات حکیم الامت (34 جلد)

# جملہ کتب ورسائل کی ترتیب وار فہرست

## جلد....1



## جلد....2

## جلد...3

## جلد....4

## جلد....5

## جلد....6



## جلد....7

## جلد....8



## جلد....9

## جلد....12



## جلد....13



## جلد....14

## جلد....15

# جلد....16

## جلد....17



## جلد....18

## جلد....19



## جلد....20



## جلد....21



## جلد....22

## جلد.....24

## جلد.....23

## جلد....25

## جلد.... 26



## جلد.... 27

## جلد.... 28



## جلد.... 29



## جلد.... 30



## جلد.... 31

## جلد....32

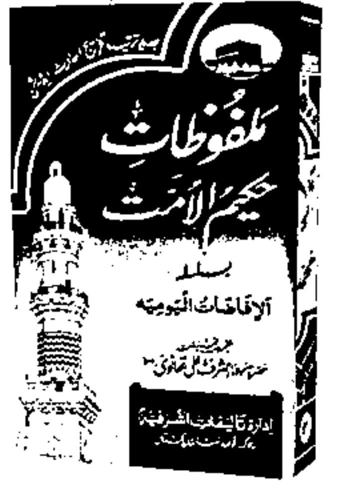


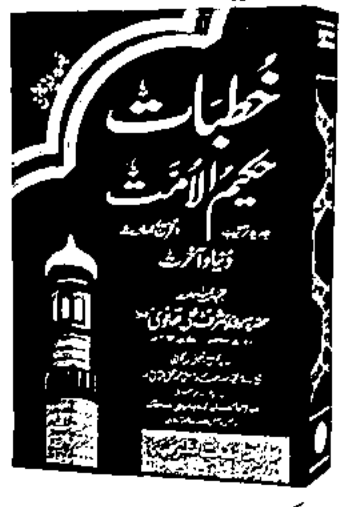
## جلد....33



## جلد....34


کلید مثنوی


ملفوظات
حکیم الامت


خطبات
حکیم الامت




مقالات
حکیم الامت